جلد اوّل

طبقاتِ اکبری

تالیف:

خواجہ نظام الدّین احمد

ترجمہ و ترتیب:

محمد ایوبؒ قادری



اردو سائنس بورڈ

299 - اپر مال، لاہور

جلد اوّل

طبقاتِ اکبری

تالیف :

خواجہ نظام الدّین احمد

ترجمہ و ترتیب :

محمّد ایُّوب قادری



اردو سائنس بورڈ
299 ۔ اپر مال ، لاہور

سلسلۂ مطبوعات نمبر ۲۰۹

پہلا ایڈیشن : ۱۹۹۰ء

قیمت : -/۱۰۰

ناشر : اردو سائنس بورڈ
۲۹۹ - اپر مال ، لاہور

مطبع :
شیخ غلام علی اینڈ سنز پرنٹرز

بیادگار

پیر حسام الدین راشدی مرحوم (ف یکم اپریل ۱۹۸۲ء) کہ جو تاریخ کے عالم، محقق، ادیب، دانشور اور مصنف تھے۔ انہوں نے تاریخ و ادب کے میدان میں یادگار کارنامے انجام دیئے ہیں۔ ان کی تمام زندگی تحقیق و تدقیق، تصنیف و تالیف اور تدوین و ترتیب میں گزری۔ وہ خاکسار مترجم پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور انہیں طبقات اکبری کے اس اردو ترجمہ کا بہت انتظار تھا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح کو سکون بخشے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔

محمد ایوب قادری

فہرست مضامین

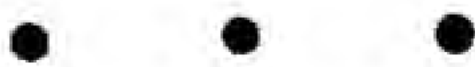
خلجی خاندان

تغلق خاندان

خضر خانی خاندان

لودی خاندان

ضمیمہ جات :



عرض ناشر

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں اکبر بادشاہ کا عہدِ حکومت (۱۵۵۶ء-۱۶۰۵ء) کئی اعتبار سے اہم ہے ۔ اس دور میں سیاسی ، فکری ، مذہبی اور علمی سطح پر ایسے رجحانات اور میلانات کو فروغ حاصل ہوا ، جن سے اختلاف تو کیا جا سکتا ہے ، لیکن ان کے دور رس اثرات سے انکار ممکن نہیں ۔ مختلف افکار و تصورات پر اس گہرے اثر کی بڑی وجہ اُن علمی مشاہیر کی تحریریں تھیں ، جو دربارِ اکبری میں جمع ہو گئے تھے اور جنھیں اس دربار کے نورتنوں میں شمار کیا جاتا ہے ۔ اکبر کے الہی مقربین میں کچھ ایسے مؤرخین بھی شامل تھے ، جنھوں نے اس زمانے کے حالات و واقعات کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور فن تاریخ نویسی میں بعض ایسے اصولوں کو روشناس کرایا ہے کہ عرصہ دراز تک تاریخ نویس انھی کو اپنانے پر مجبور رہے ۔ عہدِ اکبری کے ایسے نامور تاریخ دانوں میں ایک نام نظام الدین احمد کا بھی ہے ، جس کی مستند و معتبر تاریخ بعنوان ''طبقاتِ اکبری'' کا اردو ترجمہ پہلی بار شائع کیا جا رہا ہے ۔

''طبقاتِ اکبری'' کے مؤلف کا نام خواجہ نظام الدین احمد ہے ان کے آباؤ اجداد کا تعلق ہرات سے تھا ۔ باپ کا نام خواجہ محمد مقیم تھا ۔ وہ بابر کے ساتھ ہندوستان آیا اور پانی پت کی پہلی جنگ (۱۵۲۶ء) میں حصہ لیا ۔ اس کا شمار بابر کے قریبی زعماء میں ہوتا تھا ۔ بابر کے بعد ہمایوں اور اکبر کے زمانے میں بھی وہ عمائدین سلطنت میں شامل رہا اور مختلف عہدوں پر فائز رہتے ہوئے انتظامی اور عسکری خدمات سرانجام دیتا رہا ۔

نظام الدین احمد ۱۵۵۱ء کو اکبر آباد میں پیدا ہوا ۔ اس کی ابتدائی تعلیم و تربیت اچھے ماحول میں ہوئی اور تقریباً سبھی علوم متداولہ میں اس نے دسترس حاصل کی ، لیکن شروع ہی سے وہ دیگر مضامین کے مقابلے میں تاریخ نویسی اور وقائع نگاری میں زیادہ دلچسپی لیتا تھا ۔ اپنے اسی

شوق کی آبیاری کے لیے وہ پرانی تاریخوں کا مطالعہ کرتا اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے دور میں رونما ہونے والے واقعات و حالات کا بھی ایک تاریخ دان کی حیثیت سے جائزہ لیتا رہتا تھا ۔ تاریخ کے علاوہ اسے شعر و شاعری سے بھی لگاؤ تھا اور مختلف شعراء اور ادباء کی محفلوں سے کسبِ فیض کرتا رہتا تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنی تاریخ میں ارباب علم و ادب کے کوائف بھی درج کیے ہیں ۔

اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس نے مغلیہ فوج میں ملازمت اختیار کر لی ۔ دربارِ اکبری میں اس کے باپ کا خاصا اثر و رسوخ تھا ، اس لیے نظام الدین بھی جلد ترقی کی منازل طے کرتا رہا ۔ کچھ عرصہ بعد وہ اکبر کے قریبی عمائدین سلطنت میں شامل ہونے لگا اور اس نے نظام الدین کو صوبۂ گجرات کا بخشی مقرر کر دیا ۔ یہ تقرری ۲۹ ویں جلوس اکبری میں عمل میں آئی ۔ بخشی کا یہ عہدہ میر لشکر کے برابر تھا اور افواج کی تنظیم اور اس کے تمام امور اسی کے ذمہ تھے ۔ چند سالوں بعد اس کی پیشہ ورانہ مہارت کی وجہ سے اسے مزید ترقی دے دی گئی اور ۳۷ ویں جلوس اکبری کے موقع پر اسے مغلیہ سلطنت کی تمام افواج کا میر سپاہ مقرر کر دیا گیا ، لیکن وہ زیادہ دیر اس اعلیٰ منصب پر فائز نہ رہ سکا اور دو سال بعد ۳۹ ویں جلوس اکبری کو اس کا انتقال ہو گیا ۔ اس کی وفات ۲۳ صفر ۱۰۰۳ھ/۱۵۹۴ء کو ہوئی ۔ اُس وقت اُس کی عمر صرف پینتالیس برس تھی ۔ نظام الدین احمد کا ایک خوبصورت اور وسیع و عریض باغ لاہور میں تھا ۔ چونکہ اُس کی وفات دریائے راوی کے قریب ہوئی ، اس لیے اسے اس باغ کے ایک گوشے میں دفن کر دیا گیا ۔ آج اس باغ کا نام و نشان بھی نہیں رہا اور نہ نظام احمد کی قبر کا ہی کچھ پتہ چلتا ہے ۔

نظام الدین احمد کو ابتدائے عمر ہی میں تاریخ سے خصوصی دلچسپی تھی ۔ وہ تاریخی کتب کا مطالعہ کرتا رہتا اور اپنے دور میں وقوع پذیر واقعات کو بھی ایک مؤرخ کی آنکھ سے دیکھتا رہتا ۔ بعد میں جب وہ اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوا تو اسے اپنے طبعی شوق کو پروان چڑھانے کا موقع ملا ۔ اس نے اپنے مطالعہ تاریخ اور ذاتی مشاہدات و تجربات کو قلمبند کرنے کا فیصلہ کیا اور بالآخر ان کا نچوڑ ''طبقاتِ اکبری'' کی شکل میں سامنے آیا ۔ اس کتاب کا شمار ہندوستان کی عمومی تواریخی کتب

میں ہوتا ہے اور یہ ''طبقاتِ اکبر شاہی'' یا ''تاریخ نظامی'' کے ناموں سے بھی موسوم کی جاتی ہے ۔ اس کتاب کا سنہٗ تالیف ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۲ء - ۱۵۹۳ء ہے ، لیکن اس میں ۳۸ ویں جلوس اکبری (۱۰۰۲ھ/۱۵۹۳ء - ۱۵۹۴ء) تک کے واقعات کو بھی درج کر دیا گیا ہے ۔

''طبقاتِ اکبری'' برصغیر کی ابتدائی عمومی تاریخی کتب میں سے ایک ہے اور اس نے بعد میں آنے والے مؤرخین کے فنِ تاریخ نویسی پر گہرے اثرات مرتب کیے ۔ اس ضمن میں عبدالقادر بدایونی کی ''منتخب التواریخ'' اور فرشتہ کی ''گلشن ابراہیمی'' کے نام لیے جا سکتے ہیں ۔ ان معروف تاریخی کتب کی تالیف میں جن اصولوں کو پیش نظر رکھا گیا وہ کم و بیش وہی ہیں ، جو نظام الدین احمد نے وضع کیے تھے ۔

نظام الدین احمد نے ''طبقاتِ اکبری'' کو ایک مقدمہ اور نو ''طبقات'' میں تقسیم کیا ۔ مقدمے میں غزنوی سلطنت کا مفصل ذکر ہے اور بقیہ نو حصوں کی تفصیل کچھ یوں ہے :

(۱) دہلی - ۵۷۴ھ - ۱۰۰۲ھ/۱۱۷۸ء - ۱۵۹۳ء - اس حصے کے آخر میں اکبر کے دور کے مشاہیر کے حالات زندگی درج کیے گئے ہیں ۔
(۲) دکن - ۷۴۸ھ - ۱۰۰۲ھ/۱۳۴۷ء - ۱۵۹۳ء
(۳) گجرات - ۷۹۳ھ - ۹۸۰ھ/۱۳۹۰ء - ۱۵۷۲ء
(۴) مالوہ - ۸۰۹ھ - ۹۷۷ھ/۱۴۰۶ء - ۱۵۶۹ء
(۵) بنگال - ۷۴۱ھ - ۹۸۴ھ/۱۳۴۰ء - ۱۵۷۶ء
(۶) جونپور - ۷۸۴ھ - ۸۸۱ھ/۱۳۸۲ء - ۱۴۷۶ء
(۷) کشمیر - ۷۴۷ھ - ۹۹۵ھ/۱۳۴۶ء - ۱۵۸۶ء
(۸) سندھ - ۸۶ھ - ۱۰۰۱ھ/۷۰۵ء - ۱۵۹۲ء
(۹) ملتان - ۸۴۷ھ - ۹۲۳/۱۴۴۳ء - ۱۵۱۷ء

ان نو ''طبقات'' کے بعد ایک نامکمل ''خاتمہ'' ہے ، جس میں جغرافیائی معلومات دی گئی ہیں ۔

''طبقاتِ اکبری'' کے متعدد قلمی نسخے برصغیر اور یورپ کے کتاب خانوں میں محفوظ ہیں ۔ ان خطی نسخوں کے حوالے اسٹوری (C.A. Storey)

نے اپنی کتاب "پرشین لٹریچر" میں تفصیل سے دیے ہیں ۔ (جلد اول ، حصہ اول ، طبع عکسی ، لندن ۱۹۷۰ء ، ص ۴۳۳) ۔ اس کے دو قلمی نسخے دانشگاہ پنجاب کے کتب خانے میں دستیاب ہیں ۔ ان میں ایک تو مکمل ہے اور دوسرے میں صرف پہلا باب متعلقہ دہلی موجود ہے (رک : اورئینٹل کالج میگزین ، بابت اگست ۱۹۲۶ء ، ص ۴۵ - ۶۶)[1] ۔

یہ تاریخ سب سے پہلے لکھنؤ سے طبع ہوئی (۱۸۷۰ء اور ۱۸۷۵ء) ۔ اس کے بعد برجیندر ناتھ ڈے (B. De) نے بڑی محنت سے اس کا متن تیار کیا ، جو تین حصوں میں کلکتہ کی ایشیاٹک سوسائٹی کی جانب سے مختلف سنین میں طبع ہوا (۱۹۱۳ء ، ۱۹۲۷ء اور ۱۹۳۱ء) ۔ اس ایڈیشن میں مقدمہ کے علاوہ طبقۂ اول کو مکمل طور پر شائع کیا گیا ۔ مرتب متن ڈے نے اس کا انگریزی ترجمہ بھی ساتھ ہی شروع کر دیا تھا ۔ یہ ترجمہ دو کراسوں کی صورت میں طبع ہوا (۱۹۱۳ء اور ۱۹۲۷ء) اور انھی پر مشتمل جلد اول شائع ہوئی ، جس میں ابراہیم لودھی کے دور حکومت کے آخر تک کے حالات درج ہیں ۔ اس ترجمے کی جلد دوم ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی اور اس میں طبقۂ اول کو شامل کیا گیا ۔ زیر نظر اردو ترجمہ برجیندر ناتھ ڈے کے مذکورہ بالا فارسی متن ہی کو بنیاد بنا کر کیا گیا ہے اور یہ ترجمہ بھی اصل کتاب کی طرح تین جلدوں پر مشتمل ہے ، جو وقفے وقفے سے قارئین تک پہنچتی رہیں گی ۔

"طبقات اکبری" کا یہ پہلا ترجمہ ہے ، جو اردو میں پیش کیا جا رہا ہے ۔ یہ ترجمہ پیر حسام الدین راشدی مرحوم (م ۱۹۸۲ء) کے ایماء پر محمد ایوب قادری مرحوم (۲۸ جولائی ۱۹۲۶ء — ۲۵ نومبر ۱۹۸۳ء) نے کیا ۔ مترجم نے اپنی عمر کے آخری چار پانچ سال اسی کام پر صرف کر

۱- اس تاریخ کے بارے میں رحیم رضا صاحب کا یہ اطالوی مضمون مفید معلومات فراہم کرتا ہے :

R. Raza : Tabaqat-i-Akbari di Khwajah Nizam al-Din Ahmad. Una fonte persiana di storia dell' India (In : Iranica a cura di Gherardo Gnoli e Adriano V. Rossi, Napoli : Istituto 1979, pp. 233 — 255).

دیے۔ وہ اپنی وفات سے قبل مسودہ مکمل کر کے اردو سائنس بورڈ (سابقہ مرکزی اردو بورڈ) کے حوالے کر چکے تھے۔

قادری مرحوم مؤرخ بھی تھے اور محقق بھی۔ ان کی بیشتر تحقیقات کا محور و مرکز ''رجال'' ہے۔ مختلف علماء، فضلاء اور صوفیاء کے سوانح حیات مرتب کرنے میں انھوں نے اپنی پوری محققانہ اور مؤرخانہ صلاحیتوں کا اظہار کیا ہے۔ وہ ہر وقت نئے مآخذ کی تلاش میں سرگرداں رہتے تھے اور یوں اپنے موضوعِ تحقیق کے بارے میں جگہ جگہ سے نئی معلومات جمع کرتے رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحقیقات کی بدولت اردو کے سوانحی ادب میں ایک قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔

محمد ایوب قادری مرحوم کی فہرست نگارشات میں کئی فارسی کتابوں کے تراجم بھی شامل ہیں۔ ان کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے بعض کتابوں کو صرف فارسی سے اردو میں منتقل ہی نہیں کیا، بلکہ ان میں مبسوط حواشی اور مزید مطالعہ کے لیے معتبر فہرست مراجع کو شامل کر کے انھیں بلند پایہ تحقیقی نمونوں کی صورت دے دی ہے۔ میدانِ تحقیق کے نووارد افراد کے لیے یہ ترجمے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور وہ ان کے عمیق مطالعہ سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

برسوں قادری مرحوم بورڈ کے کاموں میں مصروف رہے۔ بورڈ سے ان کا تعلق شخصی بھی تھا اور علمی بھی۔ سوانحی تحقیق میں ان کا شاہکار ''مآثر الامراء'' کا وہ ترجمہ ہے، جو تین جلدوں میں بورڈ ہی کی جانب سے شائع ہوا اور یوں دور مغلیہ کے اس مستند مآخذ کو پہلی دفعہ اردو میں منتقل کرنے کا اعزاز بورڈ ہی کے حصے میں آیا۔ اسی طرح جمالی دہلوی کے معروف تذکرۂ صوفیاء بعنوان ''سیر العارفین'' کو بھی قادری مرحوم ہی نے اردو میں منتقل کیا اور یہ بھی بورڈ کی مطبوعات میں شامل ہے۔ اب ''طبقاتِ اکبری'' کا پہلا مکمل اردو ترجمہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ قادری مرحوم کا یہ آخری علمی کارنامہ ہے، جو ان کی وفات کے بعد اشاعت پذیر ہو رہا ہے۔ یہ ترجمہ مرحوم کی علمی بصیرت اور تحقیقی صلاحیت کا منہ بولتا ثبوت ہے اور یہ بھی ان کی دیگر تالیفات کی طرح ارباب علم و دانش سے خراجِ تحسین وصول کرے گا۔

محمد اکرام چغتائی

دیباچہ

سپاس رفعت اساس اس بادشاہِ حقیقی کے لیے سزاوار ہے کہ جس نے دنیا کا نظام حل و عقد اور بنی آدم کا ربط و ضبط منصف فرمانرواؤں اور عادل بادشاہوں کے وجودِ عالی میں ودیعت فرمایا ہے اور شریعت و مملکت کے قوانین کا استحکام و استمرار اس طبقۂ عالی (شاہان و ملوک) کے جلال و جمال ، لطف و قہر اور رحمت و سیاست میں پوشیدہ رکھا ۔

عرش کی بلندی تک پہنچنے والا درود صراط مستقیم کے اُن قافلہ سالاروں کے لیے ہے ، جنھوں نے گمراہی کی تاریکی کے مسافروں کو ہدایت کے نورستان کا راستہ دکھایا اور انوار و اسرارِ الٰہی کی شعاعوں اور فیض سے حیرت کے میدان میں راستہ بھٹکے ہوؤں کو منزلِ مقصود تک پہنچایا ، خصوصاً اس جہان کے انسانِ مکمل اور مظاہرِ قدرت کے اعلیٰ گوہر (حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہو) کہ جن کی ذات بابرکات نورِ ایزدی اور جن کا عنصرِ گرامی ، جوہرِ قدسی ہے اور زمین و آسمان ان کے نور کا عکس ہیں اور دونوں جہان ان کے ظہور کے فروغ کے لیے ہیں اور ان حضرات (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر بھی) کہ جو ان کی رضا کی شاہراہ پر چلنے والے ہیں اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پیروی کر کے درگاہِ قدس سے مل گئے ہیں ۔

اس کے بعد ذرۂ بے مقدار نظام الدین احمد بن محمد مقیم الہروی جو ''حضرت شاہنشاہِ اعظم ، سلطان السلاطینِ عالم ، ظلِ جلیلِ حق ، خلیفۃ اللہ المطلق ، مشید ارکانِ جہانستانی ، موسس قوانین جہانبانی ،

خدیو جہان و جہانیاں ، خداوندِ زمان و زمانیاں ، جامع اسرارِ سبحانی ، صاحب ملکات روحانی ، ملک کشائے عظیم صولت ، مملکت آرائے قومی دولت ، غضنفر بیشہ٘ معارک و مغازی ابوالفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی ، خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و اید موائد عدلہ و احسانہ'' کا خانہ زاد اور ان کی درگاہِ والا سے خلوص رکھنے والا (غلام) ہے ، عرض کرتا ہے کہ میں نے اپنے والد بزرگوار کے حکم کے مطابق بچپن سے کتبِ تواریخ کا مطالعہ شروع کیا کہ جو اربابِ استعداد کے لیے ہوش افزا اور اہلِ بصیرت کے لیے عبرت بخش ہے اور زندگی کی منزل کے مسافروں کے حالات سے ، جو حقیقت میں سیر معنوی ہے ، انشراح طبع حاصل ہوا ۔ اور سوادِ اعظم ہندوستان میں ، جو ایک وسیع مملکت ہے اور جن میں چند اقالیم شامل ہیں ، اور وسیع روئے زمین کی پیائش کرنے والوں نے (ہندوستان کو) چار دانگ روئے زمین [۲] کہا ہے ۔

اکثر اوقات اس مملکت (ہندوستان) کی ہر سمت میں با اقتدار حضرات فرداً فرداً غلبہ حاصل کر کے بادشاہ بن بیٹھے اور فرمانروائی کرنے لگے اور اس زمانے کے مورخین نے ان علاقوں کے حکمرانوں کی فرمانروائی اور جنگ و جدل کے واقعات پر مشتمل تاریخیں لکھیں اور یادگار چھوڑ گئے ہیں ۔ چنانچہ تاریخِ گجرات[1] ، تاریخِ مالوہ ، تاریخِ بنگالہ ، تاریخِ سندھ وغیرہ اسی طرح سے ممالک ہندوستان کے تمام اطراف اور علاقوں کی تاریخیں علیحدہ علیحدہ لکھی ہیں اور تعجب یہ ہے کہ کسی مورخ نے ایسی تاریخ ، جو تمام اطرافِ ہندوستان کے حالات کی جامع ہو ، نہیں لکھی ۔ ہندوستان اور ان ممالک کا پایہ٘ تخت دارالملک دہلی کے حالات کسی ایک کتاب میں مجموعی حیثیت سے نہیں ملتے ۔

طبقاتِ ناصری البتہ ایک مشہور کتاب ہے (اس کے مؤلف) منہاج نے سلطان معزالدین غوری سے ناصر الدین بن شمس الدین تک کے حالات (اس کتاب میں) لکھے ہیں اور وہاں سے سلطان فیروز (تغلق) کے (عہدِ حکومت) کی سرگزشت ضیائے برنی کی تاریخ میں ملتی ہے ۔

۱۔ نولکشور ایڈیشن میں ''تاریخِ دہلی'' بھی ہے (ق) ۔

اس زمانے سے اس وقت تک ان ممالک میں اکثر اوقات انقلاب اور تبدیلیاں آئیں اور مخلوق کسی بڑی سلطنت کے سائے سے محروم رہی ۔ اس ذرۂ احقر (نظام الدین احمد ہروی) کی نظر سے نامکمل کتب تواریخ جستہ جستہ گزریں ، لیکن ایسی تاریخ کہ جس میں تمام ہندوستان کے واقعات مجموعی طور سے درج ہوں ، میرے سننے میں نہیں آئی ۔ اب چونکہ مملکتِ ہندوستان کے تمام اطراف اور علاقے حضرت خلیفہ الٰہی (اکبر بادشاہ) نے فتح کر لیے ہیں اور کثرت کو وحدت [۳] میں تبدیل کر دیا ہے اور ہندوستان کے علاوہ بہت سی مملکتیں کہ جو ہندوستان کے کسی بادشاہ کے قبضے میں نہیں آئی تھیں ، ان کو اپنی قلمرو میں شامل کر لیا ہے اور امید ہے کہ ساتوں اقالیم (ساری دنیا) آنحضرت (اکبر بادشاہ) کے اقبال سے دائرۂ حکومت میں داخل ہو کر عدل و انصاف سے فیض یاب ہوں گی ۔

مجھ (نظام الدین احمد) پراگندہ طبع کے دل میں آیا کہ میں ایک ایسی تاریخ لکھوں کہ جو ممالک ہندوستان کے مکمل حالات پر مشتمل اور ان کی جامع ہو اور اس کی عبارت صاف اور واضح ہو ۔ اس میں سبکتگین کے زمانے (۳۶۷ھ) کہ جس وقت سے ہندوستان میں ظہور اسلام ہوا ، ۱۰۰۱ھ مطابق سینتیسویں سال جلوس تک کہ جس کی ابتدا حضرت خلیفہ الٰہی (اکبر) کے سال جلوس سے ہوتی ہے ، طبقات کی صورت میں صداقت و پختگی کے ساتھ تحریر کروں اور ہر طبقہ کے خاتمہ کو آنحضرت (اکبر بادشاہ) کی فتح کے عنوان سے وابستہ کروں ۔ اکبر بادشاہ کی تمام فتوحات ، واقعات اور واردات مختصراً عرض کرتا ہوں ۔ اس اجمال کی تفصیل کتاب عالی ''اکبر نامہ'' میں ہے کہ جس کو فاضل بزرگ ، حقیقت و معرفت کے واقف ، تمام صوری و معنوی کمالات سے موصوف ، حضرت بادشاہ کے مقرب علامی شیخ ابوالفضل نے کہ بزرگی و عظمت کا دیباچہ ہے ، قلم بدائع رقم سے لکھ کر زمانہ کی خاص کتاب بنا دیا ہے ۔

ان تمام کتب تواریخ کے نام کہ جن سے واقعات اخذ کر کے اس تاریخ میں لکھے گئے ہیں ، یہ ہیں :

تاریخ یمینی ، تاریخ زین الاخبار ، روضۃ الصفا ، تاج المآثر ، طبقات ناصری ، خزائن الفتوح ، تغلق نامہ ، تاریخ فیروز شاہی مؤلفہ ضیائے برنی ، تاریخ مبارک شاہی ، تاریخ فتوح السلاطین ، تاریخ محمود شاہی

مندوی ، تاریخ محمود شاہی خورد مندوی ، تاریخ محمود شاہی گجراتی ، مآثر محمود شاہی گجراتی ، تاریخ بہادر شاہی ، تاریخ مبارک شاہی ، تاریخ بہمنی ، تاریخ ناصری ، تاریخ مظفر شاہی ، تاریخ مرزا حیدر ، تاریخ [۴] کشمیر ، تاریخ سندھ ، تاریخ بابری ، واقعات بابری ، تاریخ ابراہیم شاہی ، واقعات مشتاقی ، واقعات حضرت جنت آشیانی ہمایوں بادشاہ انار اللہ برہانہ'۔

چونکہ یہ کتاب ہندوستان کے تمام فرماں رواؤں کے طبقات پر مشتمل ہے اور تمام طبقات کی انتہا حضرت خلافت پناہی (اکبر بادشاہ) کے طبقہ علیہ پر ہوتی ہے ، اس لیے اس کا نام ''طبقات اکبر شاہی'' رکھا گیا ۔ یہ حسنِ اتفاق کی بات ہے کہ اس تالیف (طبقات اکبر شاہی) کی تاریخ لفظ ''نظامی'' سے نکلتی ہے کہ جس کو مؤلف کے نام سے نسبت ہے ۔ امید ہے کہ یہ کتاب ، جس میں سوانح غیبی درج ہیں ، اربابِ دانش کے لیے مزید آگاہی کا سبب ہوگی ۔

اس کتاب میں ایک مقدمہ ، نو طبقات اور ایک خاتمہ شامل ہے ۔ مقدمہ میں غزنویوں کے حالات ہیں ۔ ابتدا سبکتگین ۳۶۷ھ سے انتہا ۵۸۲ھ تک دو سو پندرہ سال کا زمانہ ہوتا ہے پندرہ بادشاہ گزرے ہیں ۔

(۱) طبقہ دہلی : سلطان معزالدین غوری کے زمانے سے ابتدا ہوئی کہ علاقہ دہلی پر قبضہ کرکے اس نے حاکم مقرر کیا ۔ حضرت خلیفہ الٰہی (اکبر بادشاہ) کے عہد سعادت قرین تک چھتیس بادشاہ ہوئے ۔ ۵۷۴ھ تا ۱۰۰۲ھ ۔

(۲) طبقہ دکن : چھتیس بادشاہ گزرے ۷۴۸ھ سے ۱۰۰۲ھ تک دو سو چون ۲۵۴ سال کا زمانہ ہوتا ہے ۔

(۳) طبقہ گجرات : ان کی سلطنت کی مدت ، ۸۰۳ھ تا ۹۸۰ھ ، ایک سو ستاسی سال کا عرصہ ہوتا ہے ۔ سولہ بادشاہوں نے حکومت کی ۔

(۴) طبقہ بنگالہ : اکیس اشخاص نے حکومت کی ، حکومت کی مدت ایک سو اٹھاوے سال ، ۷۴۱ھ تا ۹۲۹ھ ۔

(۵) طبقہ مالوہ : بارہ حکمران رہے ، مدتِ حکومت ایک سو اٹھاون سال ۔

(۶) طبقہ جونپور : ستانوے سال مدت حکومت ، پانچ بادشاہ ۔

(۷) طبقہ سندھ : اکیس بادشاہ ، مدت حکومت دو سو چھتیس سال ۔

(۸) طبقہ کشمیر : چھبیس بادشاہ ، مدت حکومت [۵] دو سو پینتالیس سال ۔

(۹) طبقہ ملتان : پانچ حکمران ، مدت حکومت اسی سال ۔

خاتمہ میں ہندوستان کی بعض خصوصیات اور متفرق امور کا ذکر ہے ۔
مقدمہ غزلویوں کے ذکر میں ہے :

ناصر الدین سبکتگین : اس کی سلطنت کی مدت بیس سال ۔

یمین الدولہ سلطان محمود : مدت حکومت پینتیس سال ۔

محمد بن سلطان محمود : مدت حکومت پچاس دن ۔

سلطان مسعود بن سلطان محمود : مدت سلطنت گیارہ سال ۔

سلطان مودود بن مسعود : مدت سلطنت نو سال ۔

سلطان محمد بن مودود : مدت حکومت پانچ روز ۔

سلطان علی بن مسعود : مدت حکومت تین ماہ ۔

عبدالرشید بن مسعود : مدت حکومت چار سال ۔

فرخ نژاد بن مسعود : مدت حکومت چھ سال ۔

ابراہیم بن مسعود : مدت حکومت تیس سال بقول دیگر بیالیس سال ۔

مسعود بن ابراہیم : مدت حکومت سولہ سال ۔

ارسلان شاہ بن مسعود : مدت حکومت تین سال ۔

بہرام شاہ بن مسعود بن ابراہیم : مدت سلطنت پینتیس سال ۔

خسرو شاہ بن ابراہیم شاہ : مدت حکومت آٹھ سال ۔

خسرو ملک بن خسرو شاہ : مدت حکومت اٹھائیس سال ۔



مقدمہ

برعظیم پاک و ہند میں مغلوں کے پورے عہدِ سلطنت میں اکبری دور، مذہبی پالیسی کے سوا ہر اعتبار سے نہایت شاندار رہا ہے۔ وسعتِ سلطنت کے علاوہ علوم و فنون، شاعری و ادب، صنعت و حرفت، تہذیب و ثقافت غرض ہر شعبۂ حیات میں خوب ترقی ہوئی بالخصوص تاریخ نویسی کی طرف خاص طور سے توجہ ہوئی چونکہ اکبر بادشاہ خود تاریخ کا اعلیٰ ذوق رکھتا تھا۔ اس لیے اس کے عہد میں علمِ تاریخ اور وقائع نگاری میں خاص کام ہوئے۔ بعض تاریخی کتابوں کی تالیف یا ترجمے اکبر بادشاہ کی توجہ یا حکم سے ہوئے۔

عہدِ اکبری کے مؤرخین میں مندرجہ ذیل خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں:

(۱) ابوالفضل علامی: (اکبر نامہ، آئینِ اکبری، انشائے ابولفضل)

(۲) ملا عبدالقادر بدایونی: (منتخب التواریخ)

(۳) محمد عارف قندھاری: (تاریخ اکبری)[1]

(۴) شیخ الہ داد فیضی سرہندی: (اکبر نامہ)

(۵) شیخ عبدالحق دہلوی: ذکرِ ملوک (تاریخ حقی)[2]

۱- شائع شدہ رام پور ۱۹۶۲ء بہ تصحیح و تحشیہ حاجی معین‌الدین ندوی و ڈاکٹر اظہر علی و بہ نظر ثانی امتیاز علی عرشی۔

۲- شیخ محدث کے فرزند شیخ نورالحق نے بھی زبدة التواریخ کے نام سے ایک مختصر تاریخ لکھی ہے، جو تاریخ حقی کا ترمیم شدہ نسخہ ہے اور اس میں مؤلف نے اپنے زمانہ تک کے بادشاہوں کے حالات کا اضافہ کر دیا ہے (مورخین ہند، از شمس اللہ قادری، حیدرآباد دکن ۱۹۳۷ء)، ص ۱۵ - ۱۶ -

(۶) ملا احمد (صدر مجلس) : (تاریخ الفی)

(۷) خواجہ نظام الدین احمد بخشی : (طبقاتِ اکبری)

آخرالذکر خواجہ نظام الدین احمد بخشی اور ان کی کتاب طبقاتِ اکبری اس وقت ہمارا موضوعِ گفتگو ہے ۔ خواجہ نظام الدین احمد بخشی کے والد خواجہ محمد مقیم ہرات کے رہنے والے تھے ۔

وہ بابر بادشاہ (۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء-۹۳۷ھ/۱۵۳۰ء) کی ملازمت میں اس وقت آئے[1] جب بابر افغانستان سے ہندوستان فتح کرنے آ رہا تھا ۔ پانی پت کی مشہور جنگ پانی پت ۱۵۲۶ء میں وہ شریک تھے اور فتح پور کے معرکہ میں بھی انھوں نے حصہ لیا اور خوب دادِ شجاعت دی ۔ اسی وجہ سے بابر بادشاہ نے ''دیوانیٔ بیوتات'' جیسے اہم عہدہ پر خواجہ محمد مقیم کا تقرر کیا تھا ۔ انھوں نے نہایت دیانت داری اور وفا شعاری سے اپنے فرائض انجام دیے ۔

دیوانِ بیوتات کی حیثیت سے ان کا خاص اعزاز و مرتبہ تھا ۔ وہ بادشاہ کی حضوری اور باریابی کی سہولت رکھتے تھے ۔ چنانچہ انھوں نے ہمایوں بادشاہ کی تخت نشینی میں اہم کردار ادا کیا ہے ۔

خواجہ نظام الدین احمد لکھتے ہیں کہ بابر بادشاہ کا آخر وقت تھا اور آنکھ بند ہوا چاہتی تھی ۔ دولتِ بابری کا با اثر امیر اور با اختیار وکیل نظام الدین میر خلیفہ بعض وجوہ کی بنا پر ہمایوں سے کبیدہ خاطر اور خوف زدہ تھا اور اس کو بادشاہ بنانے کے حق میں نہ تھا بلکہ بابر

۱- ریو نے ''کیٹالاگ آف دی پرشین مینواسکرپٹس ان دی برٹش میوزیم'' جلد اول ، ص ۲۲۰ (لندن ۱۸۷۹ء) میں لکھا ہے کہ مصنف (نظام الدین احمد) نے طبقاتِ اکبری کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ وہ ہرات کے مشہور بزرگ خواجہ عبداللہ انصاری کی اولاد نہیں ہے لیکن یہ بات طبقاتِ اکبری کے کلکتہ اور لکھنؤ (نولکشور) ایڈیشن میں کہیں نہیں ہے ۔ خیال ہے کہ ریو کی روایت ہی پر اردو کے مقالہ نگاروں ، شمس اللہ قادری ، احمد اللہ قادری اور خلیق احمد نظامی وغیرہ نے یہ بات لکھ دی ہے ۔

بادشاہ کے داماد مہدی خواجہ کی بادشاہی کے منصوبے بنا رہا تھا جس سے اس کی خوب رسم و راہ اور تعلقات تھے ۔ مہدی خواجہ سخی اور بذل و عطا کا پیکر تھا ، جب اس کو نظام الدین میر خلیفہ کے عزائم کا اندازہ ہوا تو اس نے مزید سخاوت اور داد و دہش شروع کر دی اور لوگوں نے بھی مستقبل کے بادشاہ کی طرف جھکنا شروع کر دیا ۔

ایک دن اتفاق سے عجیب واقعہ ہوا کہ نظام الدین میر خواجہ ، مہدی خواجہ سے ملاقات کو گیا ۔ اس کے خیمہ کے ایک گوشہ میں خواجہ محمد مقیم تھے کچھ دیر کے بعد بابر بادشاہ نے نظام الدین میر خواجہ کو بلا لیا ۔ مہدی خواجہ اس کے خیمہ تک آیا ۔ خواجہ محمد مقیم ازراہِ تعظیم پیچھے کھڑے ہو گئے ۔ مہدی خواجہ کو کچھ جنون سا بھی تھا ۔ اس نے بے خیالی میں اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ انشاء اللہ پہلے تیری کھال کھینچوں گا کہ معاً خواجہ محمد مقیم پر اس کی نظر پڑ گئی اب وہ گھبرا گیا اور اس نے خواجہ محمد مقیم کا کان پکڑ کر کہا کہ اے تاجیک !

ع زبان سرخ سرسبز می برباد

خواجہ محمد مقیم اجازت لے کر چلے آئے اور سیدھے نظام الدین میر خواجہ کے پاس پہنچے اور ان سے پورا واقعہ نقل کیا اور بتایا کہ مہدی خواجہ کے عزائم کیا ہیں ؟ اس واقعہ کے بعد نظام الدین میر خواجہ نے اپنی پالیسی پر نظر ثانی کی ۔ ہمایوں کو بلوانے کا انتظام کیا اور مہدی خواجہ کو اسی وقت اس کے گھر بھیج دیا ۔ دربار میں آنے کی ممانعت کرا دی اور منادی کرا دی کہ کوئی شخص مہدی خواجہ کے گھر نہ جائے ۔ بابر کا انتقال ہو گیا ۔ ہمایوں سنبھل سے آیا اور نظام الدین میر خواجہ کی بدولت ۹ ۔ جمادی الاولیٰ ۹۳۷ھ/۱۵۳۰ء کو سریر آرائے حکومت ہوا[1] ۔

ہمایوں نے تخت نشین ہونے کے بعد گجرات کو فتح کیا ۔ وہاں کی حکومت مرزا عسکری کے سپرد ہوئی ۔ خواجہ محمد مقیم اس کے وزیر

۱۔ طبقاتِ اکبری ، جلد دوم ، (کلکتہ ایڈیشن) ، ص ۲۸ - ۲۹ ۔

(مدارالمہام) قرار پائے[1]۔ وہ گجرات کے بعض معرکوں میں بھی مرزا عسکری کے شریک رہے ۔ چنانچہ ۹۴۲ھ/۳۶-۱۵۳۵ء میں نواح محمود آباد (گجرات) میں اس جنگ میں خواجہ محمد مقیم موجود تھے جس میں عماد الملک نے ہزیمت اٹھائی تھی۔ مرزا عسکری سے ان کی لبھ نہ سکی اور وہ ناراض ہو کر ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں چلے آئے اور اپنے سابقہ عہدے دیوانی بیوتات پر فائز ہوگئے ۔

جب ۹۴۷ھ میں ہمایوں بادشاہ کو شیر شاہ کے مقابلہ میں بمقام چوسا شکست ہوئی تو بادشاہ کے ان چند جاں نثار ساتھیوں میں خواجہ محمد مقیم بھی تھے جو اس رستخیز حیات میں اس کے ساتھ رہے[2] ۔ اسی وجہ سے اکبر بادشاہ خواجہ کی بہت قدر کرتا تھا ۔

ہمایوں کے انتقال کے بعد خواجہ محمد مقیم اکبر بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوئے اور اہم ذمہ دار عہدوں پر فائز رہے ۔ خواجہ نظام الدین احمد ۹۷۳ھ/۶۶-۱۵۶۶ء کے ذیل میں اپنے باپ کا ذکر دو مرتبہ کرتے ہیں کہ مظفر خاں آگرہ میں دیوانی پر تعینات تھا وہ آصف خاں کے بھائی وزیر خاں کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں شکار گاہ میں حاضر ہوا ۔ خواجہ محمد مقیم ہروی بھی مظفر خاں کے ہمراہ تھے بلکہ خود نظام الدین احمد بھی اپنے باپ کے ساتھ تھے اس طرح ۹۷۳ھ/۶۶-۱۵۶۶ء میں پہلی بار خواجہ نظام الدین احمد کا ذکر آتا ہے[3] ۔

پہلی ذی الحجہ ۹۷۴ھ/۱۵۶۷ء کو اکبر بادشاہ نے علی قلی خاں کے بھائی بہادر خاں پر فتح حاصل کی اس موقع پر خواجہ نظام الدین احمد نے ایک افواہ پھیلائی جو حقیقت ثابت ہوئی اس واقعہ کو خود ان کے الفاظ میں سنیے :

"یہ بھی ایک اتفاق تھا کہ جس زمانے میں اکبر بادشاہ علی قلی خاں پر حملہ آور ہوا تو مؤلف کے باپ (محمد مقیم) شاہی خدمات

۱۔ ایضاً ، ص ۳۷ ۔
۲۔ ایضاً ، ص ۴۴ ۔
۳۔ ایضاً ، ص ۲۰۵ ۔

پر آگرہ میں تعینات تھے اور اس کتاب کا مؤلف بھی آگرہ میں تھا ۔ فتنہ انگیز اور مفسد روزانہ وحشت ناک خبریں مشہور کیا کرتے تھے ۔ ایک دن میں نے اپنے ایک مصاحب سے کہا کہ اس میں کیا حرج ہے کہ ہم بھی اپنی دل پسند کوئی خبر مشہور کر دیں ۔ اس نے کہا کیا خبر؟ میں نے کہا کہ خبر آئی ہے کہ خان زمان اور بہادر خاں کے سر لائے جا رہے ہیں ۔ میں نے یہ خبر کئی آدمیوں سے کہی ۔ اتفاق سے اس خبر کے مشہور ہونے کے تین دن بعد عبداللہ خاں ولد مراد بیگ ، خان زمان اور بہادر خاں کے سر لایا ۔ جس روز یہ خبر آگرہ میں مشہور ہوئی تھی اسی دن وہ (خان زمان و بہادر خاں) قتل ہوئے تھے" ۔

بیت

بسا فالیکہ کہ از بازیچہ برخواست
چو اختر در گزشت آں فال شد راست[1]

خواجہ محمد مقیم کا انتقال کب ہوا ، اس کی صراحت نہیں ملتی لیکن وہ ۹۸۲ھ/۷۵-۱۵۷۴ء تک بقید حیات اور بھکر کے علاقہ میں امین کے عہدہ پر فائز تھے - جب محب علی خاں میر خواجہ اور سلطان محمود (بھکر) کی چپقلش ہوئی اور سلطان محمود کی درخواست پر اکبر بادشاہ کے حکم سے میر گیسو خراسانی بھکر کے قلعہ پر قبضہ کرنے کے لیے گیا ، تو محب علی خاں میر خواجہ نے مخالفانہ انداز اختیار کیا ، راستہ روکا اور گرفتار کرنا چاہا ۔ اس موقع پر خواجہ محمد مقیم ہروی نے محب علی خاں کو سمجھایا اور مخالفت سے باز رکھا ۔ انیسویں سال جلوس اکبری ۹۸۲ھ/۷۵-۱۵۷۴ء میں قلعہ بھکر کی کنجیاں سلطان محمود کے آدمیوں نے میر گیسو خراسانی کے سپرد کر دیں[2] ۔ خواجہ محمد مقیم دولتِ مغلیہ کے وفا شعار اور وفادار کارگزار تھے ۔

۱- طبقاتِ اکبری ، جلد دوم (کلکتہ ایڈیشن) ، ص ۲۱۱ -
۲- مآثرالامراء ، جلد سوم (فارسی) ، ص ۲۴۹ تا ۲۵۰ -

خواجہ نظام الدین احمد نے اپنے والد کے علاوہ اپنے ماموں سلطان ابراہیم کا ذکر کیا ہے کہ انھوں نے اپنی تلوار کے زور سے دامن کوہ کماہوں کے علاقہ پر قبضہ کیا اور کارہائے نمایاں انجام دیے۔ سلطان ابراہیم شجاعت و مردانگی میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے[1]۔

مرزا خواجہ نظام الدین احمد بخشی[2]، ایک اندازہ کے مطابق ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء[3] میں اکبر آباد میں پیدا ہوئے، باپ کے زیر سایہ حسب رواج تعلیم و تربیت ہوئی۔ ان کے اساتذہ میں ملا علی شیر کا نام ملتا ہے جو اپنے زمانہ کے ایک فاضل اور شیخ الہ داد فیضی سرہندی مؤلف اکبر نامہ کے والد تھے[4]۔ خواجہ نظام الدین احمد نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی، وہ شعر و ادب کا ذوق رکھتے تھے اور علوم عالیہ سے طبعی مناسبت اور ذوق کامل تھا۔ گجرات میں بخشی گری کے منصب پر فائز ہونے کے باوجود علماء سے استفادہ کرتے تھے۔ ملا حسن علی موصلی مشہور فاضل جب گجرات پہنچے تو خواجہ نظام الدین احمد اور ان کے بیٹے

۱۔ طبقات اکبری، جلد دوم (کلکتہ ایڈیشن)، ص ۴۴۹۔

۲۔ خواجہ نے خود اپنا نام ''نظام الدین احمد بن محمد مقیم الہروی'' لکھا ہے۔ (طبقات اکبری، جلد اول، کلکتہ ۱۹۲۷ء، ص ۱) خواجہ اور مرزا بطور لقب اس کے نام میں شامل ہے۔ ''بخشی'' سے اس کے عہدہ کا اظہار ہوتا ہے۔ مختلف مورخین نے اس کا نام بعض الفاظ کی کمی و بیشی کے ساتھ لکھا ہے ملاحظہ ہو۔ بینی پرشاد کا مقالہ ''لائف اینڈ ورک آف خواجہ نظام الدین احمد بخشی''۔ جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ دسمبر ۱۹۲۹ء، ص ۷۰ - ۷۶۹ (آئندہ اس کا حوالہ بینی پرشاد سے دیا جائے گا)۔

۳۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے کہ ۴۵ سال کی عمر میں صفر ۱۰۰۳ھ میں انتقال ہوا (منتخب التواریخ (اردو ترجمہ) لکھنؤ ۱۸۷۴ء)، ص ۳۹۰، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ بینی پرشاد، ص ۷۷۰۔

۴۔ بینی پرشاد، ص ۷۷۱۔

محمد شریف نے بعض علوم ان سے پڑھے[1] ۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے جس سے خواجہ نظام الدین احمد کے ذوقِ علمی کا اندازہ ہوتا ہے ۔ ملا بدایونی لکھتے ہیں[2] :

''ملا عالم کابلی ایک دن فتح پور میں مجھے اور مرزا نظام الدین احمد کو صبح کے وقت زبردستی اپنے مکان پر لے گئے اور وہاں انھوں نے ایک معجون کھلائی جس سے خواہش بھوک کی بہت ہوتی تھی اور پھر اپنی کتابیں دکھانی شروع کیں ۔ صبح سے دوپہر تک ہم دونوں نے بھوک کی مصیبت اُٹھائی آخر مرزا نے مجبور ہو کر کہا کہ کچھ کھانے کو ہو تو لاؤ ۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں سمجھا تھا کہ آپ کھانا کھا کر آئے ہوں گے بکری کا ایک بچہ میرے گھر میں ہے کہو تو اس کو ذبح کر لوں ۔ مجبور ہو کر ہم دونوں اپنے گھر آئے'' ۔

خواجہ نظام الدین احمد کی تعلیم اس اعلیٰ معیار پر ہوئی کہ ان کے والد نے انھیں تاریخی کتب کے پڑھنے کا حکم دیا[3] اور بعد ازاں خواجہ کو علمِ تاریخ سے خاص مناسبت پیدا ہو گئی اور اس کا نتیجہ طبقاتِ اکبری کی صورت میں ظہور پذیر ہوا ۔ اکبر بادشاہ نے ان کو تاریخ الفی کے مؤلفین میں شامل کیا[4] ۔ وہ علومِ شرعیہ میں بھی پوری دسترس رکھتے تھے ، چنانچہ ان کی معلومات کے ذخیرہ کی بنیاد پر مُلا عبدالقادر کی مشہور کتاب نجات الرشید وجود میں آئی[5] ۔ ان کا شعری ذوق بھی پختہ

۱- بدایونی (اردو ترجمہ) ، ص ۶۳۰ ۔

۲- بدایونی ، ص ۵۰۶ ، نزہۃ الخواطر ۱۶۶/۴ ، تذکرہ علمائے ہند (رحمان علی) ، اردو ترجمہ محمد ایوب قادری (کراچی ۱۹۶۱ء) ، ص ۲۶۰ ۔

۳- طبقاتِ اکبری ، جلد اول ، ص ۲ ۔

۴- بدایونی (انگریزی ترجمہ ، جلد دوم ، لاہور ۱۹۷۶ء) ، ص ۳۲۸ ۔

۵- نجات الرشید : از مُلا عبدالقادر بدایونی (ادارہ تحقیقاتِ پاکستان لاہور ۱۹۷۲ء) ، ص ۲ - ۸۲ - ۵۳۰ ۔

تھا - اکثر اصحاب شعر و ادب ان کے مصاحب رہے[1] - انھوں نے طبقات اکبری میں ایک آدھ جگہ اپنے اشعار بھی نقل کیے ہیں اسی طرح وہ تصوف کا بھی ذوق رکھتے اور مشائخ و صوفیہ سے ارادت و عقیدت سے پیش آتے تھے[2] - ان اشارات سے ہم خواجہ نظام الدین احمد کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں -

جب خواجہ نظام الدین احمد سن رشد کو پہنچے تو شاہی ملازمت میں آئے - فتح چتوڑ ۹۷۵ھ/۱۵۶۸ء میں وہ ایک مورچال پر نظر آتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں[3] :

"عجیب عجیب واقعات اس جنگ میں دیکھنے میں آئے ان میں سے ایک یہ تھا کہ ایک شخص اس کتاب کے مؤلف کی مورچال کے قریب درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اور اپنا سیدھا ہاتھ اپنے زانو پر رکھتے ہوئے تیر کا نشانہ لگا رہا تھا - اتفاق سے اس نے ہاتھ کا انگوٹھا اونچا کیا تھا کہ اس وقت توپ کا ایک گولہ قلعہ کے اوپر سے آیا اور اس شست سے جو برابر فاصلہ سے گزر گیا اور اس شخص کو کوئی نقصان نہیں پہنچا" -

ذخیرۃ الخوانین کے مؤلف شیخ فرید بھکری نے لکھا ہے کہ وہ شروع میں اکبر بادشاہ کے دیوان حضور رہے[4] مگر اس بیان کی تائید کسی اور ذریعہ سے نہیں ہوتی - خواجہ نظام الدین احمد آگرہ میں سید جلال قادری[5] (۹۸۳ھ) کے قریب رہتے تھے[6] -

---

۱- طبقات اکبری ، جلد دوم کے آخر میں شعراء کے حالات میں بعض شعراء کے ساتھ اپنے ذاتی تعلقات اور مصاحبت کا ذکر کیا ہے -
۲- طبقات اکبری ، جلد دوم ، ص ۲۱۹ -
۳- طبقات اکبری ، جلد دوم ، ص ۳۸۰ -
۴- ذخیرۃ الخوانین : از شیخ فرید بھکری ، جلد اول (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ، ۱۹۶۱ ء) ، ص ۲۰۸ -
۵- سید جلال قادری کے لیے ملاحظہ ہو ، بدایونی (اردو ترجمہ) ، ص ۳۴۷ - بوستان اخبار از سعید احمد (آگرہ ۱۳۳۵ھ) ، ص ۶۶-۶۷ -
۶- طبقات اکبری ، جلد دوم ، ص ۴۷۶ -

۹۸۹ھ/۱۵۸۱ء (ستائیسویں سال جلوس اکبری) سے خواجہ نظام الدین احمد کا ذکر برابر ملتا ہے ، اسی سال مرزا محمد حکیم والیٔ کابل نے ہندوستان پر حملہ کو جس کے مقابلے کے لیے شہزادہ مراد مقرر ہوا ۔ جب حالات کی سنگینی اور شدت کا علم ہوا تو اس مہم پر خواجہ نظام الدین احمد کو جلال آباد بھیجا گیا اور خود بادشاہ نے دریائے اٹک کو عبور کیا ۔ خواجہ نہایت تیزی سے جلال آباد پہنچے اور واپس آ کر تمام حالات کی مکمل کیفیت بادشاہ کے حضور میں پیش کی[1] ۔

خواجہ نظام الدین احمد اور مُلا عبدالقادر بدایونی سے نہایت دوستانہ تعلقات تھے چنانچہ مہم کابل کے سلسلے میں خواجہ نے مُلا عبدالقادر بدایونی کو غضب سلطانی سے بچایا ۔ مُلا بدایونی لکھتے ہیں[2] :

"پچیسویں ذی قعدہ (۹۸۹ھ/۱۵۸۱ء) کو اکبر دارالسلطنت پہنچا ۔ میں اس سفر میں لشکر کا ساتھ چھوڑ کر ایک وجہ سے پشاور میں ٹھہر گیا ، جب فتح پور میں اکبر آیا تو میں بھی چھٹی تاریخ کو اس ماہ کی ، ملازمت میں حاضر ہو گیا ۔ اکبر نے ابوالفضل سے میرے سفر سے غائب ہونے کا حال دریافت کیا تو ابوالفضل نے کہا کہ بدمعاشوں میں ہے ۔ ایک موقع پر اس سفر کی بابت واپسی پر صدر جہاں کو یہ حکم دیا کہ ہمارے درباری لوگوں کی فہرست پیش کی جائے جو اس سفر میں ساتھ نہیں ہیں جب اس کی اطلاع خواجہ نظام الدین کو ہوئی تو انھوں نے مجھے بیماروں میں شریک کر دیا ۔ اس واقعہ سے ایک سال قبل سے مجھ سے ان سے ملاقات تھی وہ میرے حال پر بڑے مہربان تھے" ۔

۹۹۱ھ/۱۵۸۳ء میں نظام الدین احمد گجرات میں بخشی[3] مقرر

۱- طبقات اکبری ، جلد دوم ، (کلکتہ ایڈیشن) ، ص ۳۶۰ ۔
۲- بدایونی (اردو ترجمہ) ، ص ۳۲۹ ۔
۳- بخشی کے عہدہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ۔ اروِن ، دی آرمی آف دی انڈین مغلس (مطبوعہ ۱۹۰۳ء) ، ص ۳۷ - ۴۰ ۔

ہوئے[1] جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں[2] :

"اکبر بادشاہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ چونکہ اعتماد خاں نے برسوں گجرات پر حکومت کی ہے ، وہ گجرات کو آباد رکھنے کے طریقے دوسروں سے بہتر جانتا ہوگا ۔ اگر گجرات پر اس کو حاکم کر دیا جائے تو ان شہروں کے حکام کی امیدواری کا سبب ہوگا کہ جو قبضہ میں نہیں آتے ہیں ۔ اس وجہ سے گجرات کی حکومت اعتماد خاں کے سپرد کر دی گئی ۔ میر ابو تراب کو امین بنایا ۔ ملا عبدالقادر آخوند کے بھائی خواجہ ابوالقاسم کو دیوانی کا منصب عطا ہوا اور اس کم ترین بندہ نظام الدین احمد مؤلف تاریخ کو بخشی گری کی خدمت پر مقرر کیا" ۔

گجرات کی نظامت شہاب الدین کی بجائے اعتماد خاں کے سپرد ہوئی ۔ اس بات سے شہاب الدین نہ صرف ناراض ہو گیا بلکہ اس نے بغاوت کر دی ۔ دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو کر مظفر شاہ گجراتی کے پاس پہنچے ۔ اعتماد خاں اور خواجہ نظام الدین احمد نے اس شورش کو رفع کرنے کی بہت کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی ۔ ۲۷ شعبان (۹۹۱ھ،۱۵۸۳ء) مظفر شاہ گجراتی لشکر لے کر دولقہ آ گیا ۔ اس وقت اعتماد خاں اور خواجہ نظام الدین احمد ، شہاب الدین کو فہمائش کر کے واپس لانے کے لیے گئے ہوئے تھے اور شہر کی حفاظت اعتماد خاں کا بیٹا شیر خاں ، خواجہ نظام الدین احمد کا بیٹا محمد شریف اور میر معصوم بھکری کر رہے تھے ۔ مظفر شاہ کے لشکر نے مغلیہ فوج سے مقابلہ کی کوشش کی ۔ اب شہاب الدین نے مغلوں کی طرف سے غیر معمولی طرفداری کا اظہار کیا مگر ناکامی ہوئی ۔ اس ہنگامہ میں خواجہ نظام الدین احمد کے بیٹے محمد شریف کا گھر بار تاراج کر دیا گیا[3] ۔

۱۔ ذخیرۃ الخوانین (جلد اول ، ص ۲۰۸) میں ہے کہ دیوان و بخشی مقرر ہوا ۔

۲۔ طبقاتِ اکبری ، جلد دوم ، ص ۳۶۸ ۔

۳۔ طبقاتِ اکبری ، جلد دوم ، ص ۳۷۱ ۔

اس سانحہ کے بعد مظفر شاہ کے ایک جنرل شیر خاں فولادی کو دو ہزار سپاہیوں کے ایک دستہ سے خواجہ نظام الدین احمد نے بُری طرح شکست دی ۔ شیر خاں سیدھا احمد آباد کی طرف فرار ہو گیا ۔ اعتماد خاں اور خواجہ نظام الدین احمد نے احمد آباد کو دوبارہ فتح کرنے کی پوری کوشش کی لیکن فوج کی کمی کے باعث وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے ۔ چنانچہ اس مہم کو سر کرنے کے لیے مرزا خاں (عبدالرحیم خانخاناں) مقرر ہوا ۔ سرکیچ کے میدان میں زبردست مقابلہ ہوا ۔ مغلوں کو فتح نصیب ہوئی اور گجرات پر ان کا پورے طور سے قبضہ ہو گیا ۔ اس موقع پر خواجہ نظام الدین احمد نے نہایت جرأت و بہادری اور قابلیت و حکمتِ عملی کا ثبوت دیا ، اور وہ گھوڑا ، خلعت اور اضافۂ تنخواہ سے سرفراز ہوئے[1] ۔

ان معرکہ آرائیوں میں مرزا خاں (عبدالرحیم خانخاناں) نے اکثر خواجہ نظام الدین احمد سے مشورہ کیا ۔ منتخب التواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض امور میں خواجہ مرزا خاں سے اختلاف کیا جس میں اس کی سبکی ہوتی تھی یہ بات واضح رہے کہ خواجہ نظام الدین احمد ، مرزا خاں (عبدالرحیم خانخاناں) کے ماموں تھے[2] ۔

اس دوران میں مظفر شاہ گجراتی نے بعض زمینداروں کی مدد سے قلعہ جونا گڑھ کا محاصرہ کر لیا ۔ چنانچہ خواجہ نظام الدین احمد سورت گئے اور انھوں نے مظفر شاہ گجراتی کو بُری طرح زک دی ۔ یہ واقعہ آخر رجب (۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء) کا ہے ۔

۹۹۸ھ/۹۰-۱۵۸۹ء میں گجرات کی حکومت مرزا عزیز کوکلتاش مخاطب بہ اعظم خاں کو ملی اور خانخاناں کو جونپور اور شہاب الدین

۱- ایضاً ، ص ۳۶۹ -
۲- ملاحظہ ہو احمد اللہ قادری کا مضمون ''خواجہ نظام الدین احمد مصنف طبقاتِ اکبری'' معارف اعظم گڑھ نمبر ۲ ، جلد ۲۸ ، ص ۱۲۵ ؛

خاں کو مالوہ مرحمت ہوا ۔ ماہ محرم کی بیسویں تاریخ ۹۹۸ھ/۱۵۸۹ء[1] کو اکبر بادشاہ کابل سے روانہ ہو کر لاہور پہنچا اور خواجہ نظام الدین احمد کو بادشاہ نے اپنے حضور میں طلب کیا[2] ۔ چودھویں جمادی الاولیٰ ۹۹۸ھ/۱۵۹۰ء کو لاہور میں جشنِ نوروز منعقد ہوا ۔ نوروز کے تیسرے دن خواجہ نظام الدین احمد ستر سواروں کی ایک جمعیت کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے لاہور پہنچے ۔ انھوں نے چھ سو کوس کا راستہ صرف بارہ روز میں طے کیا ۔ بادشاہ نے سوار ہونے کی صورت ہی میں شرفِ باریابی بخشا[3] ۔ شمس العلماء محمد حسین آزاد لکھتے ہیں[4] :

"جب خانخاناں کو صوبہ جونپور عنایت ہوا تو انھیں بھی بلا لیا طلب موقع ضرورت پر تھی ۔ بارہ دن میں چھ سو کوس رستہ مار کر لاہور میں آ حاضر ہوئے ۔ ۳۵ جشن جلوس کی تیاریاں ہو رہی تھیں ۔ حضور میں عرضی ہوئی کہ خواجہ اور جماعتِ کثیر ان کے ہمراہی سب شتر سوار آئے ہیں ، عالم قابلِ تماشا ہے ، حکم ہوا کہ اسی طرح سوار سامنے حاضر ہوں ۔ بادشاہ دیکھ کر خوش ہوئے ۔ خواجہ بعد اس کے ، حاضر خدمت رہے اور ترقی روز بروز قدم بڑھانے لگی" ۔

مُلا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں کہ گجرات میں نظام الدین احمد نے بڑے بڑے کار نمایاں انجام دیے[5] ۔

خواجہ نظام الدین احمد کا قیام گجرات میں کم و بیش سات آٹھ سال رہا ۔ اسی زمانہ میں انھوں نے طبقاتِ اکبری کی تالیف کی شعر و ادب

۱- طبقاتِ اکبری ، جلد دوم ، ص ۶۱۰ ۔
۲- ایضاً ، ص ۶۱۰ ۔
۳- ایضاً ، ص ۶۱۰ ۔
۴- دربارِ اکبری (لاہور ۱۹۳۷ء) ، ص ۸۳۲ ۔
۵- منتخب التواریخ (اردو ترجمہ) ، ص ۳۷۳ ۔

کی محفلیں گرم کیں ۔ شیخ محمد اسحاق فاروق[1] اور میر معصوم بھکری[2] جیسے حضرات ، ان کے وکیل اور مصاحب تھے ۔ خواجہ نے بالصراحت لکھا ہے کہ ملا حیفی ساوجی[3] اور ملا حالتی[4] جیسے شاعر گجرات میں اس کے مصاحب رہے ۔ مندرجہ ذیل حضرات بھی خواجہ نظام الدین احمد کے مصاحب رہے ہیں مگر یہ نہیں معلوم کہ کس زمانے میں اور کہاں رہے :

(۱) ملا عبدی رازی : قصیدہ اور غزل کہتا تھا چند سال خواجہ کا مصاحب رہا[5] ۔

(۲) ملا لطفی منجم : فی البدیہہ شعر کہنے میں ماہر تھا ، نجوم سے بھی واقف تھا ، چند سال خواجہ کی مصاحبت میں رہا[6] ۔

(۳) میر شریف وقوعی نیشاپوری : علم تاریخ ، انشا پردازی اور خوش نویسی میں ممتاز تھا ، خواجہ کا دوست تھا ، ۱۰۰۲ھ/ ۹۴-۱۵۹۳ء میں فوت ہوا[7] ۔

۱- شیخ محمد اسحاق فاروق بھکری ، مؤلف ذخیرۂ الخوانین شیخ فرید بھکری کا تایا ہے علوم متداولہ کی تحصیل کی تھی ، درس و تدریس سے بھی تعلق رہا ملاحظہ ہو ''امین الملک نواب میر معصوم بھکری'' ص ۳۰۳ - ۳۰۵ ۔

۲- میر محمد معصوم ولد میر سید صنعائی (۹۴۴ھ - ۱۰۱۴ھ) اپنے زمانہ میں نامور مؤرخ ، شاعر ، ادیب ، کتابہ نویس اور امیر تھے ان کے مفصل حالات پیر سید حسام الدین راشدی نے ''امین الملک نواب میر معصوم بھکری'' کے عنوان سے سندھی زبان میں لکھے ہیں ۔ یہ کتاب سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد سندھ سے ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی ہے ۔

۳- طبقات اکبری ، جلد دوم ، ص ۴۹۸ ۔

۴- ایضاً ، ص ۵۱۳ ۔

۵- ایضاً ، ص ۴۹۹ ۔

۶- ایضاً ، ص ۵۰۰ ۔

۷- ایضاً ، ص ۵۰۵ ۔

(۴) مُلا حیاتی گیلانی : خواجہ کے دوستوں میں سے تھا[1] ۔

(۵) مُلا بقائی : خوش فکر شاعر تھا بہت دنوں تک خواجہ کے ساتھ رہا[2] ۔

(۶) مُلا زمینی : اچھا شاعر اور دوست تھا برسوں خواجہ کی رفاقت میں رہا[3] ۔

آخر ماہ شعبان ۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء میں خواجہ نظام الدین احمد بادشاہ کی طرف سے شمس آباد[4] بھیجے گئے یہ علاقہ خواجہ کی جاگیر میں تھا ، وہاں سرکش راجپوت تھے ان سے اکثر مقابلے ہوئے ۔ ایک لڑائی میں خواجہ نظام الدین احمد کا خالہ زاد بھائی محمد جعفر شہید ہوا جس کی تاریخ مُلا عبدالقادر بدایونی نے لکھی ہے[5] :

چو منشور شہادت یافت جعفر از درِ داور
بود تاریخِ سال او "شہید پاک جعفر"

۹۹۹ھ

جلال الدین المعروف بہ جلالہ روشنائی جو بھاگ کر عبداللہ خان اوزبک کے پاس چلا گیا تھا پھر واپس آ گیا ۔ اس نے فتنہ و فساد شروع کر دیا اور اپنے آدمیوں کی رہبری کرنے لگا ۔ ۶ ۔ جمادی الاولیٰ ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۲ء آصف خان جعفر بیگ جلالہ کی بیخ کنی کے لیے مقرر ہوا اور اس کی بجائے بخشی گری کل کے منصب پر خواجہ نظام الدین احمد مقرر ہوئے[6] ۔

ماہ ذی الحجہ ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۲ء میں اکبر بادشاہ کشمیر گیا ۔ خواجہ

۱۔ طبقاتِ اکبری ، جلد دوم ، ص ۵۰۶ ۔
۲۔ ایضاً ، ص ۵۱۱ ۔
۳۔ ایضاً ، ص ۵۱۱ ۔
۴۔ شمس آباد ، ضلع فرخ آباد ، یو ۔ پی ۔ بھارت ۔
۵۔ منتخب التواریخ (اردو ترجمہ) ، ص ۳۸۰ ۔
۶۔ طبقاتِ اکبری ، جلد دوم ، ص ۶۱۵ ۔

نظام الدین احمد کو اس کی معیت کا شرف حاصل ہوا ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خواجہ پر کس قدر شاہی عنایات تھیں ۔ اس سفر کی داستان خواجہ کی زبان قلم سے سنیے گویا یہ خود خواجہ کے سفر کی روداد ہے[1] :

"۲۸ ۔ ذی الحجہ ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۲ء کو شاہزادہ دانیال کو اس وجہ سے کہ شاہزادہ خسرو کسی قدر کمزور ہو گیا تھا ، بیگمات کے انتظام کے لیے چھوڑا اور بادشاہ خود (پنجاب) سے یلغار کرتا ہوا کشمیر کی طرف متوجہ ہوا اور مؤلف تاریخ نظام الدین احمد کو اپنے ہمراہ لیا اور شہزادوں کو مع بیگمات حکم دیا کہ قلعہ رہتاس میں پہنچ کر قیام کریں اور ۸ ۔ محرم ۱۰۰۱ھ کو بادشاہ نے کشمیر پہنچ کر اسے رشکِ جنت بنا دیا ۔ اٹھائیس دن تک کشمیر میں قیام رہا ۔ بادشاہ روزانہ کشتی میں سیر کرتا اور مرغابیوں کا شکار کر کے خوش ہوتا ۔ کشمیر کی حکومت پھر مرزا یوسف خاں رضوی کے سپرد کر دی ۔ بادشاہ کشتی میں بیٹھ کر بارہ مولہ کی طرف متوجہ ہوا جو کشمیر کی سرحد اور پکھلی کے راستہ پر ہے ، اس کا پانی نہایت صاف ہے ، حوض کے درمیان سلطان زین العابدین نے تقریباً ایک جریب پتھر ڈلوا کر سطح آب سے بلند کر دیا ہے اور ایک اونچی عمارت بنوائی ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس حوض اور عمارت کی مثل کوئی دوسری عمارت ہندوستان کے شہروں میں کہیں دیکھنے میں نہیں آئی ۔ مختصر یہ کہ اس عمارت کی سیر و تفریح سے فارغ ہو کر بادشاہ بارہ مولہ پہنچا ، وہاں کشتی سے اُتر کر پکھلی کا راستہ لیا ۔ جب پکھلی پہنچا تو سخت بارش اور برف باری ہوئی ۔ بادشاہ وہاں سے یلغار کرتا ہوا رہتاس روانہ ہوا اور مؤلف تاریخ نظام الدین احمد ، خواجہ لظر دوست اور خواجہ فتح اللہ کو حکم ہوا کہ بیگمات کے ہمراہ پیچھے سے آہستہ آہستہ آئیں ۔ عجیب واقعات میں سے ایک (یہ) ہے کہ جس وقت اکبر بادشاہ کشمیر سے واپس ہوا تو کہتا تھا کہ چالیس سال سے میں نے برف باری نہیں دیکھی اور اکثر وہ لوگ جو میرے ہمراہ ہیں

۱۔ ایضاً ، ص ۳۱۹ ۔ ۳۲۰ ۔

اور ان کی ہندوستان میں نشوونما ہوئی ہے انہوں نے بھی نہیں دیکھی ۔ اگر پکھلی کے نواح میں دروں سے نکل کر ایک مرتبہ برف باری ہو جائے تو اللہ کے کرم سے کچھ بعید نہیں ـــ ایسا ہی ہوا جیسا کہ بادشاہ نے فرمایا تھا ـــ اسی سال ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو بادشاہ نے دارالخلافہ لاہور کی طرف روانگی فرمائی ۔ بیس دن میں سیر و شکار کرتا ہوا چھٹی ربیع الثانی (۱۰۰۱ھ/۱۵۹۲ء) کو بادشاہ لاہور میں جلوہ افروز ہوا[۱، ۲] ۔

خواجہ نظام الدین احمد پر بادشاہ کی عنایات بے پایاں تھیں ، وہ اس کے مخلصوں میں شامل تھے ، انہیں بادشاہ کے حضور میں غیرمعمولی تقرب حاصل تھا جب ۹۹۸ھ میں دارالخلافہ اکبر آباد آ گئے تو اس وقت ان سے اور قلیج بیگ سے کچھ آویزش ہو گئی ۔ قلیج بیگ بڑے پایہ کا امیر تھا ، بادشاہ اسے بے حد چاہتا تھا لیکن نظام الدین کے مقابلہ میں اس کو کامیابی نہیں ہوئی ، بادشاہ نے اسے دور بھیج دیا اور نظام الدین احمد کو اپنے پاس رکھا اور اب ترقی و عروج کا زمانہ تھا[۲] کہ وقت آخر آ پہنچا ۔ ۱۰۰۳ھ/۱۵۹۴ء کے آغاز میں اکبر بادشاہ نے دارالسلطنت لاہور سے عزم شکار کیا ۔ خواجہ نظام الدین احمد بھی بادشاہ کے ہم رکاب تھے جب شاہم علی بستی کے قریب پہنچے کہ خواجہ تپِ محرقہ میں مبتلا ہو گئے اور ان کی حالت سخت خراب ہو گئی ۔ بادشاہ کی اجازت سے ان کے بیٹے خواجہ کو لاہور لا رہے تھے کہ دریائے راوی کے کنارے ان کی کشتیٔ حیات غرقاب ہو گئی[۳] یعنی ۲۳ صفر[۴] ۱۰۰۳ھ (۲۸ اکتوبر ۱۵۹۴ء)

۱۔ تعجب ہے کہ بنی پرشاد نے لکھ دیا کہ سفرِ کشمیر کی تفصیل نہیں ملتی ۔ بینی پرشاد ، ص ۲۷۶ ۔

۲۔ بدایونی (اردو ترجمہ) ، ص ۳۹۰ ۔

۳۔ اکبر نامہ ، جلد سوم ، از ابوالفضل (طبع نولکشور لکھنؤ) ، ص ۷۴ ۔ ۳۳۶ ۔

۴۔ الہ داد فیضی سرہندی مؤلف اکبر نامہ نے ۲۲ صفر ۱۰۰۳ھ لکھا ہے ۔ بنی پرشاد ، ص ۲۷۷ ۔

کو پینتالیس سال[1] کی عمر میں خواجہ نظام الدین احمد نے اس دنیائے فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت کی[2] ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

خواجہ نظام الدین احمد کا لاہور میں ایک باغ تھا اس میں ان کی تدفین عمل میں آئی ۔ ان کی موت پر اہلِ لاہور نے خاصا اظہارِ غم کیا اور بقول مُلا عبدالقادر بدایونی ایسا کوئی شخص نہ تھا کہ جو ان کی خوبیوں کو یاد کر کے اشکبار نہ ہوا ہو[3] ۔ خواجہ کا جنازہ آن بان کے ساتھ اٹھا ۔ جنازہ کے ساتھ ہزاروں کا مجمع تھا ۔ آج لاہور میں خواجہ کی قبر کا بھی کہیں نشان نہیں ۔ رہے نام اللہ کا ۔

مُلا عبدالقادر بدایونی نے ان کی وفات پر مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کہا[4] :

قطعہ تاریخ انتقال مرزا خواجہ نظام الدین احمد بخشی

از مُلا عبدالقادر بدایونی

رفت مرزا نظام الدین احمد
سوئے عقبیٰ و چشت و زیبا رفت
جوہرِ او زبسکہ عالی بود
در جوارِ ملک تعالیٰ رفت
قادری یافت سالِ تاریخش
گوہر بے بہا ز دنیا رفت

۱۰۰۳ھ

۱- الہ داد فیضی سرہندی مؤلف اکبر نامہ نے لکھا ہے کہ نظام الدین احمد اڑتالیس سال کی عمر میں فوت ہوا ، بینی پرشاد ، ص ۲۲۰ -
۲- بدایونی (اردو ترجمہ) ، ص ۳۹۰ -
۳- ایضاً ، ص ۳۹۱ -
۴- بدایونی (اردو ترجمہ) ، ص ۳۹۱ -

اکبر بادشاہ کو خواجہ نظام الدین احمد کی موت کا سخت رنج ہوا ۔ ابوالفضل لکھتا ہے[1] :

''شہر یار پایہ شناس را لختے دل بر گرفت و از الٰہی درگاہ آمرزش خواست ، آشنائے و بیگانہ بافسوس برخاست و راستی بسوگواری نشست امید کہ خیرسگالی او زاد ایں دراز سفر گردد'' ۔

میاں کمال الدین حسین شیرازی (ف ۲۲ ربیع الثانی ۱۰۱۸ھ/۱۶۰۹ء) نے اپنے ایک مکتوب بنام مُلا عبدالقادر بدایونی میں خواجہ کے انتقال پر اس طرح اظہارِ افسوس کیا ہے[2] :

''از رحلت نمودن جناب مروت مآب فتوت انتساب کمالات اکتساب مرزا نظام الدین احمد و از مر خوبیہائے آں نادر زمانہ و محبت اخلاص او بخدام مدتے رنج عظیم و حزنے تمام روداد ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون چہ تواں گفت و بکہ ایں دردہا را کہ متواتر و متوالی می رسد اظہار تواں نمود بہرحال منتظر موت خودیم و دست مایہ بجز عنایت کریم نداریم'' ۔

شمس العلما محمد حسین آزاد نے ان کے متعلق لکھا ہے[3] :

''نظام الدین احمد راستی و درستی اور معاملہ فہمی و کاردانی میں رشتۂ عالی رکھتے تھے اور رفاقت پرستی اور صفائی و آشنائی میں یگانۂ روزگار تھے'' ۔

خواجہ نظام الدین احمد کے دو بیٹے تھے : (۱) محمد شریف ۔ (۲) مرزا محمد عابد ۔

محمد شریف ، بڑا بیٹا تھا ۔ گزشتہ سطور میں اس کا دو تین جگہ ذکر آیا ہے ۔ خواجہ کے انتقال کے وقت وہ موجود تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ

۱۔ اکبر نامہ ، ص ۳۴۷ ۔
۲۔ بدایونی (اردو ترجمہ) ، ص ۴۵۶ ۔
۳۔ دربارِ اکبری ، ص ۸۴۲ ۔

کوئی منصب و اعزاز حاصل نہ کر سکا شاید اسی لیے خواجہ کے انتقال کے بعد اس کا ذکر نہیں ملتا -

مرزا محمد عابد ، جہانگیر بادشاہ (۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء-۱۰۳۶ھ/۱۶۲۷ء) کے عہد میں کئی مرتبہ شاہی نوازشوں سے سرفراز ہوا اور شاہی خدمات انجام دیں - آبائی حقوق کے پیش نظر جہانگیر نے اسے گجرات کی بخشی گری مرحمت فرمائی[۱] - وہاں کے گورنر عبداللہ خاں فیروز جنگ سے اختلاف ہوگیا - عبداللہ خاں نے جو بد دماغ اور بے باک آدمی تھا اس کو خفیف اور بے عزت کیا - عبداللہ خاں پر بادشاہ کا عتاب ہوا[۲] - اس کے بعد مرزا محمد عابد نے شاہزادہ خرم شاہجہاں سے توسل پیدا کر لیا اور اس کا دیوان ہوگیا جب شاہجہاں نے اکبر نگر (بنگالہ) پر یورش کی تو اس جنگ میں مرزا محمد عابد مارا گیا[۳] - اس کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی - مرزا محمد عابد کا داماد محمد شریف[۴] عہد شاہجہانی میں تنکی (دکن) کا قلعہ دار اور بعد ازاں حیدر آباد کا حاجب رہا[۵] -

خواجہ نظام الدین احمد خاندانی اور با حوصلہ امیر تھا ، وہ اعلیٰ اخلاق و کردار کا مالک ، علم دوست ، معارف پرور اور ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا وہ اکبری دور کی بے دینی و الحاد سے متنفر تھا - دربار اکبری میں شعائر اسلامی کی جو بے حرمتی اور شریعت اسلامیہ کی جو تخفیف ہوتی تھی وہ اس کو سخت ناپسند کرتا تھا اور اسی مقصد کے لیے اس نے ایک کتاب لکھنے کے لیے یادداشتیں جمع کیں لیکن وہ خود کتاب نہ لکھ سکا اور ان یادداشتوں کی اساس پر مُلا عبدالقادر بدایونی نے "نجات الرشید" لکھی ، یہ کتاب اسلامی عقائد و اعمال کا ایک مکمل دستورالعمل ہے اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ان غیر اسلامی افکار و خیالات

۱- مآثرالامراء ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۶۵۹ -
۲- مآثرالامراء ، جلد دوم (اردو ترجمہ) ، ص ۴۷۷ -
۳- مآثرالامراء ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۶۶۰ -
۴- احمد اللہ قادری ، محمد شریف کو خواجہ نظام الدین احمد کا داماد لکھ دیا ہے (معارف اعظم گڑھ ، شمارہ ۲ ، جلد ۲۸ ، ص ۱۲۷ -
۵- مآثرالامراء ، جلد اول (اردو ترجمہ) ، ص ۶۶۰ -

کا اس کتاب میں رد کیا گیا ہے جو اس وقت اسلامی معاشرہ کو درپیش تھے ۔ نمونہ مشتے از خروارے چند عنوان ملاحظہ ہوں ۔ اصرار برمعصیت ، شرب خمر ، افترا بر خدا ، ترک صلوٰۃ ، ترک زکوٰۃ ، اہانت انبیاء ، اہانت ملائکہ ، دروغ بر رسول بستن ، بت پرستی ، آفتاب پرستی ، تعظیم کواکب ، زناربستن ، قشقہ کشیدن ، بت خانہ بنا نہادن ، غلو در علم فلاسفہ کردن ، الحاد ، عزت داشتن کفار ، نکاح با کافران بستن ، کافران را راز دار ساختن ، عادت کفار بجا آوردن ، حلال را حرام دانستن ، سب صحابہ ، مذمت بترا ، استہزائے مسلمانان ، سجدہ لغیراللہ ، معنی قرآن بے علم گفتن ، نام خدا در وقت ذبح نہ بردن ، چاپلوسی ، ختنہ نا کردن ، تراشیدن ریش ، نکاح متعہ کردن ـــ یہ اکبری دور کے زندہ مسائل تھے کہ جن پر طبع آزمائی ہوتی تھی ۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں ان مسائل پر تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے ۔

خواجہ نظام الدین احمد ، خاندانی اور باحوصلہ امیر تھے ۔ انھوں نے اپنے دور اقتدار میں بہت سوں کے ساتھ احسانات کیے اور انہیں فائدہ پہنچایا ۔ ان میں سے مندرجہ ذیل خاص طور سے قابل ذکر ہیں ۔

ملا عبدالقادر بدایونی ۔ ابن ملوک شاہ (۹۴۷ھ/۰۴۰۱ء - ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۶ء) - اپنے عہد کے نامور فاضل ، مصنف اور مشہور مورخ تھے ۔ ان کی کتاب منتخب التواریخ عہد اکبری کے حالات کا دلچسپ مرقع ہے ۔ ملا بدایونی اور خواجہ نظام الدین احمد سے خصوصی تعلقات تھے جس کا ذکر دونوں کی کتابوں منتخب التواریخ اور طبقات اکبری میں ملتا ہے ۔

شیخ عبدالحق ابن سیف الدین (۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء - ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) مشہور عالم اور محدث ہیں ۔ وہ خواجہ نظام الدین احمد بخشی کی مصاحبت میں رہے اور جب ۹۹۵ھ/۱۵۸۷ء میں حج بیت اللہ کو گئے اور دہلی سے گجرات پہنچے تو خواجہ وہاں کے بخشی تھے ، وہ شیخ عبدالحق کے ساتھ نہایت خاطر و مدارات سے پیش آئے اور ان کے لیے جہاز کا انتظام کیا[1] ۔

۱- منتخب التواریخ (اردو ترجمہ) ، ص ۳۳۸ ۔ گلزار ابرار از غوثی مانڈوی (لاہور ۱۳۹۵ھ) ، ص ۵۹۹ - حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی از خلیق احمد نظامی ، (دہلی ۱۹۵۳ء) ، ص ۲۳۸ ۔

میر معصوم بھکری بن میر سید صنعائی (۹۴۴ھ/۱۵۳۸ء - ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء) عہدِ اکبری کے مشہور امیر، مصنف، مورخ اور کتابہ نویس ہیں۔ مدتوں خواجہ کی رفاقت میں رہے۔ خیال ہے کہ اسی زمانے میں انھیں تاریخ سندھ لکھنے کا خیال آیا ہوگا۔ مرحوم پیر حسام الدین راشدی (ف یکم اپریل ۱۹۸۲ء) لکھتے ہیں[1] :

''جس وقت طبقاتِ اکبری لکھی جا رہی تھی اسی وقت میر (معصوم) کو تاریخ معصومی لکھنے کا خیال ہوا ہوگا۔ جب سندھ کے سلسلے میں صاحب طبقاتِ اکبری کو ماخذ کی کمی محسوس ہوئی ہوگی تو میر صاحب کو بھی اس کا احساس ہوا ہوگا گویا گجرات میں رہنے سے میر (معصوم) کو نہ صرف ملکی سیاست، جنگی مشقوں اور مغلوں کے طور طریقوں کا تجربہ ہوا بلکہ ان کی معلومات میں بھی اضافہ ہوا اور ایک کتاب (تاریخ معصومی) لکھنے کا خاکہ ان کے ذہن میں آیا''۔

طبقاتِ اکبری :

کتاب کے مؤلف خواجہ نظام الدین احمد نے اس کا نام ''طبقاتِ اکبر شاہی'' رکھا ہے[2] لیکن یہ اپنے مختصر نام ''طبقاتِ اکبری'' کے نام سے معروف ہے اور اسی نام سے یہ کتاب طبع و شائع ہوئی ہے۔ مُلا عبدالقادر بدایونی نے لفظ ''نظامی'' سے اس کی تاریخ نکالی ہے[3] جس سے ۱۰۰۱ھ برآمد ہوتے ہیں۔ چونکہ آغاز کتاب (دیباچہ) میں خواجہ نے ۱۰۰۱ھ تک کے حالات لکھنے طے کیے تھے اس لیے یہ تاریخ درست ہے لیکن اس میں حالات ۱۰۰۲ھ (اڑتیسویں سال جلوس اکبری) تک کے شامل ہیں اور کہیں کہیں اس کا حوالہ تاریخ نظامی سے بھی ملتا ہے[4]۔

۱- امین الملک نواب میر معصوم بھکری از سید حسام الدین راشدی (سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد ۱۹۷۹ء)، ص ۱۵۱ -
۲- طبقاتِ اکبری، ص ۴ -
۳- بدایونی (اردو ترجمہ)، ص ۳۸۷ -
۴- طبقاتِ اکبری کے نام کی تفصیل کے لیے دیکھیے، بینی پرشاد، ص ۷۷۷ - ۷۷۸ -

خواجہ نظام الدین احمد نے لکھا ہے کہ ان کے والد خواجہ محمد مقیم ہروی نے انھیں تاریخ کی کتابیں پڑھنے کی فہمائش کی اور جب انھوں نے تاریخ کی کتابیں پڑھیں تو رفتہ رفتہ ان کو علمِ تاریخ سے ایک خاص مناسبت پیدا ہو گئی انھوں نے دیکھا کہ اب تک جو تاریخی کتابیں ہندوستان سے متعلق لکھی گئی ہیں وہ پورے ملک کے حالات کو محیط نہیں ہیں یا تو ایک خاص عہد تک لکھی گئی ہیں جیسے طبقاتِ ناصری یا تاریخ فیروز شاہی یا پھر خاص علاقوں کی تاریخ سے متعلق ہیں۔ لہذا انھوں نے پورے ملک ہندوستان کی ایک مفصل تاریخ لکھی جو مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد سے اکبر بادشاہ کے اڑتیسویں سال جلوس تک کے حالات پر مشتمل ہے[1]۔ فاضل مؤلف نے قابلِ اعتماد مآخذ کی بنیاد پر حالات لکھے ہیں اور اپنے بیانات کی تائید میں اکثر حوالے بھی دیے ہیں۔ دوسری جلد یعنی عہدِ اکبری کے آخر میں انھوں نے امراء، علماء، فضلاء، مشائخ، حکماء اور شعراء کے حالات بھی شامل کیے ہیں جن سے اس دور کی علمی، ادبی، تہذیبی اور ثقافتی زندگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ پہلی کتاب ہے جس میں علماء و فضلا، مشائخ و صوفیہ اور حکماء و شعراء کے حالات شامل ہوئے ہیں اس کی پیروی بعد کے آنے والے مؤرخوں مُلا عبدالقادر بدایونی اور فرشتہ وغیرہ نے بھی کی۔ اسی طرح فاضل مؤلف نے علاقائی سلطنتوں کی تاریخ لکھ کر نہ صرف ایک کمی کو پورا کیا بلکہ تاریخِ ہند کو ربط و تسلسل بخشا وہ بلاشبہ ایک بالغ نظر مؤرخ تھے۔

طبقاتِ اکبری تین حصوں پر بہ تفصیل ذیل مشتمل ہے:

(۱) حصہ اول: از عہدِ غزنوی تا دورِ ابراہیم لودھی۔

(۲) حصہ دوم: از بابر بادشاہ تا اڑتیسویں سال جلوس اکبری مع حالات امراء و علماء و مشائخ و حکماء و شعراء۔

(۳) حصہ سوم: علاقائی سلطنتوں کے حالات۔

طبقاتِ اکبری کی ترتیب و تالیف میں خواجہ نظام الدین احمد نے مستند و معتبر مآخذ پیشِ نظر رکھے ہیں ان میں بعض کتابیں اہم اور

۱۔ طبقاتِ اکبری (جلد اول)، ص ۲ و ص ۲۲۴۔

غیر معمولی ہیں اور اب نادر و نایاب ہیں ۔ خواجہ نے مندرجہ ذیل کتابیں بطور ماخذ بیان کی ہیں :

(۱) اکبر نامہ : ابوالفضل علامی[1] ۔

(۲) تاریخ یمینی : ابو نصر محمد عتبی ۔

(۳) زین الاخبار : ابو سعید عبدالحی گردیزی ۔

(۴) روضۃ الصفا : محمد بن خوند شاہ ۔

(۵) تاج المآثر : حسن بن احمد نظامی ۔

(۶) طبقاتِ ناصری : منہاج سراج ۔

(۷) خزائن الفتوح[2] : امیر خسرو ۔

(۸) تغلق نامہ : امیر خسرو ۔

(۹) تاریخ فیروز شاہی : ضیاء الدین برنی ۔

(۱۰) فتوحات فیروز شاہی : فیروز شاہ تغلق ۔

(۱۱) تاریخ مبارک شاہی : یحییٰ بن احمد سرہندی ۔

(۱۲) فتوح السلاطین : عصامی ۔

(۱۳) تاریخ محمود شاہی : مندوی[3]

(۱۴) تاریخ محمود شاہی : خورد مندوی[4] ۔

۱- طبقاتِ اکبری اور اکبر نامہ کے بعض تسامحات اور بیانات کے اختلافات کی روشنی میں اندازہ ہوتا ہے کہ اکبر نامہ کا نام یوں ہی لکھ دیا گیا ہے ۔ بینی پرشاد ، ص ۹۷۷ (حاشیہ) صاحب مآثرالامراء کا بھی یہی خیال ہے ۔ (مآثرالامراء ، جلد اول ، اردو ترجمہ) ، ص ۶۵۹ ۔

۲- تاریخ علائی کے نام سے بھی معروف ہے ۱۹۲۷ء میں معین الحق صاحب نے علی گڑھ سے شائع کی تھی اس پر مشہور محقق حافظ محمود خان شیرانی مرحوم اور محمد وحید مرزا نے تنقیدی تبصرے لکھے ہیں اور مرتب معین الحق کی فاش غلطیوں کی نشان دہی کی ہے ۔

۳ ، ۴- غالباً ایک ہی کتاب کے یہ دو نام ہیں ۔ بینی پرشاد ، ص ۷۸۷ ۔

(۱۵) طبقات محمود شاہی گجراتی :

(۱۶) مآثر محمود شاہی گجراتی :

(۱۷) تاریخ محمدی :

(۱۸) تاریخ بہادر شاہی :

(۱۹) تاریخ بہمنی :

(۲۰) تاریخ ناصری :

(۲۱) تاریخ مظفر شاہی :

(۲۲) تاریخ مرزا حیدر دوغلات (تاریخ رشیدی) :

(۲۳) تاریخ کشمیر :

(۲۴) تاریخ سندھ[1] (چچ نامہ) : علی بن حامد کوفی -

(۲۵) تاریخ بابری :

(۲۶) واقعات بابری (تزک بابری) :

(۲۷) تاریخ ابراہیم شاہی :

(۲۸) واقعات مشتاقی :

(۲۹) واقعات ہمایوں : (تذکرۃ الواقعات جوہر آفتابچی)[2]-

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں[3] :

۱- بینی پرشاد ، (ص ۸۸۷) نے تاریخ معصومی لکھ دیا ہے حالانکہ تاریخ معصومی تقریباً ۱۰۰۹ھ میں تکمیل کو پہنچی - (تاریخ معصومی ، مرتبہ عمر بن محمد داؤد پوتہ ، بمبئی ۱۹۳۸ء) -

۲- تذکرۃ الواقعات (جوہر آفتابچی) کا اردو ترجمہ ''ہمایوں نامہ'' کے نام سے احمد الدین احمد (عثمانیہ) نے کیا تھا جو ۱۹۵۱ء میں کاروانِ ادب کراچی سے شائع ہوا - دوسرا اردو ترجمہ ۱۹۵۵ء میں پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی سے شائع ہوا ہے جس میں اول الذکر کا کوئی حوالہ نہیں ہے -

۳- تاریخی مقالات از خلیق احمد نظامی ، ص ۱۲۱ -

''نظام الدین کے مآخذ میں بہت سی ایسی تاریخیں شامل ہیں جو اب نادر و نایاب ہیں ۔ بعض ایسی ہیں جو حال ہی میں دستیاب ہوئی ہیں ۔ فتوحات فیروز شاہی ، فتوح السلاطین اور تاریخ محمدی وغیرہ کو ان سے پہلے کسی مؤرخ نے استعمال نہیں کیا تھا ۔ فتوحات فیروز شاہی کی اصل نوعیت کے متعلق تو سب سے پہلے اطلاع ان ہی سے ملتی ہے'' ۔

مرزا نظام الدین احمد نے کتاب کے خاتمہ پر اس بات کا ذکر کیا ہے کہ اگر عمر نے وفا کی تو وہ اور حالات لکھیں گے اور وہ اس کتاب کا حصہ ہوں گے ۔ چنانچہ لکھتے ہیں[۱] :

''اگر عمر مساعدت نماید و توفیق یاوری کند ، انشاء اللہ العزیز وقائع ایام استقبال را نیز ثبت نمودہ ، جزو ایں کتاب مستطات خواہد ساخت والا ہرکس را توفیق رہبری کند بتسوید آں برداختہ استسعاد خواہد یافت'' ۔

مگر افسوس کہ خواجہ نظام الدین احمد کی جواں مرگی کی وجہ سے ان کا یہ ارادہ عملی صورت اختیار نہ کر سکا ۔

ذخیرۃ الخوانین کے مؤلف شیخ فرید بھکری نے لکھا ہے کہ خواجہ نظام الدین احمد نے میر محمد معصوم بھکری اور فرید بھکری کے تایا میاں شیخ اسحاق کے اتفاق (رائے) سے تاریخ نظامی (طبقات اکبری) ترتیب دی ہے اس کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں[۲] :

''مشار'' الیہ (خواجہ نظام الدین احمد) تاریخ نظامی را بہ اتفاق میر محمد معصوم و شیخ محمد اسحاق طغائی بندہ نوع ترتیب دادہ کہ امروز در تمام ہند مستند روزگار است'' ۔

مآثرالامراء میں اسی بات کو اس طرح لکھا گیا ہے[۳] :

۱- طبقات اکبری ، جلد دوم ، ص ۴۲۴ ۔
۲- ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ۔
۳- مآثرالامراء ، جلد اول (فارسی) ۔

''مثل میر معصوم بھکری وغیرہ اہل کمال دمساز تالیف آں بودہ اند'' ۔

شیخ فرید نے اپنے تایا اسحاق کا نام لکھا تھا مؤلف مآثرالامراء نے ''وغیرہ'' لکھ کر مزید گنجائش پیدا کر دی ہے ۔ شیخ فرید بھکری ، میر محمد معصوم کے حالات میں اسی بات کو اس طرح لکھتے ہیں[1] :

''خواجہ نظام الدین احمد را ذوقِ تصنیف تاریخ طبقاتِ اکبری بود ، میر در علم تواریخ بہرۂ کامل داشت ، صحبت ایشان برآر کرد'' ۔

مؤلف مآثرالامراء میر معصوم کے ضمن میں بھی بات اس طرح دہراتے ہیں[2] :

''اتفاقاً در آں ایامِ تالیف طبقاتِ اکبری درمیان بود ، صحبتِ میر (کہ در تاریخ دانی یگانۂ روزگار بود) در گرفت'' ۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ مآثرالامراء کا ایک ماخذ ذخیرۃ الخوانین بھی ہے گویا اس خبر کے واحد راوی شیخ فرید بھکری ہیں ۔

طبقاتِ اکبری ، منتخب التواریخ اور خود تاریخ معصومی میں کہیں اس بات کا اشارہ تک نہیں ملتا کہ میر معصوم بھکری یا کوئی اور شخص طبقاتِ اکبری کی تالیف میں مددگار رہا ہے ۔

شیخ اسحاق بھکری علم و فضل سے آراستہ ضرور تھے مگر تصنیف و تالیف کا انھیں کوئی ذوق نہ تھا لہذا شیخ فرید بھکری کی یہ روایت ہمیں کمزور نظر آتی ہے ۔[3]

۱- ذخیرۃ الخوانین ، جلد اول ، ص ۲۰۱ - ۲۰۲ ۔

۲- مآثرالامراء ، جلد سوم ، ص ۳۲۶ - ۳۲۷ ۔

۳- شیخ فرید بھکری نے میر معصوم بھکری کو ''افلاس و تنگ دستی سے مارا ہوا یا پیادہ گجرات پہنچا کر اپنے تایا شیخ اسحاق کے ذریعے نظام الدین احمد بخشی کے حضور میں پہنچایا ہے'' ۔

[بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر]

اب ایک اور لطیفہ ملاحظہ ہو کہ بینی پرشاد نے اس فہرست میں مُلا عبدالقادر بدایونی کا اضافہ کر کے مزید (others) لکھ دیا گویا کہ یہ فہرست دراز ہوتی جا رہی ہے۔ مُلا بدایونی کے نام کا اضافہ منتخب التواریخ جلد سوم کے انگریزی مترجم مسٹر لو (W. H. Lowe) ایک عبارت کے غلط ترجمہ کی بنا پر کیا گیا ہے۔ فارسی عبارت اور ترجمہ ملاحظہ ہو:

''بر رائے از کیا مخفی نماند کہ تا ایں زمان آنچہ از واقعات در سلک تحریر کشیدہ آمد ماخذ اکثر آں طبقاتِ اکبر شاہی است کہ فقیر کثیر التقصیر منفطن شدہ نام و تاریخ آں را لظامی یافتہ و مصنف مرقوم نیز خوش کردہ جز و کتاب خود ساختہ، و بعد ازاں سوانحی کہ در مدت دو سال واقع شدہ بطریقِ اجمال ایراد می یابد''۔

ترجمہ: راست باز لوگوں سے یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ اب تک جو کچھ واقعات لکھے گئے ہیں ان میں سے اکثر کا ماخذ طبقاتِ اکبر شاہی ہے کہ فقیر پر تقصیر نے غور کر کے نام اور اس کی تاریخ لفظ ''لظامی'' سے نکالی ہے اور مصنف مرقوم (نظام الدین احمد بخشی) نے بھی پسند کر کے اپنی کتاب میں شامل کر لیا ہے[1] اور اس کے بعد کے واقعات جو دو سال میں گزرے ہیں ان کو بطریقِ اجمال لکھتا ہوں۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ]

(ذخیرۃ الخوانین، جلد اول، ص ۱۰۲) تاریخ سندھ کے محقق پیر حسام الدین راشدی نے مختلف قابلِ اعتماد تاریخی نوشتوں کی روشنی میں اس کی تغلیط کی ہے (ملاحظہ ہو: ''امین الملک نواب میر محمد معصوم بھکری''، ص ۱۲۰ - ۱۲۶؛ ص ۳۰۴ - ۳۰۵۔ طبقاتِ اکبری کی مددگاری میں بھی کچھ ایسی ہی بات نظر آتی ہے۔

۱۔ منتخب التواریخ (اردو طبع لکھنؤ، ص ۷۸۶) اور (اردو طبع کراچی ۱۹۶۲ء)، ص ۵۵۱ میں یہی ترجمہ کیا گیا ہے۔

اب انگریزی ترجمہ ملاحظہ ہو :

Let not the intelligent reader be ignorant of the fact that as to that which has been written up to this point the source of the greater part of it is the "Tabaqat-i-Akbari Shahi" the date of which I, this erring author, after much thought found to be Nizami. Having persuaded the said auther to allow me, I wrote a part of the book myself, and so from this point onwards the events of the two following years will be chronicled in a compendious style.

خط کشیدہ الفاظ یعنی

"Having persuaded the said author to allow me I wrote a part of the book myself."

کس عبارت کا ترجمہ ہے ؟ یہ سراسر مترجم کا اضافہ ہے -

اسی غلط ترجمہ کی بنا پر بینی پرشاد نے مُلا عبدالقادر کا نام بھی شامل کر دیا -

ع ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے

اب ہم طبقاتِ اکبری کے متعلق چند مؤرخین کی رائیں نقل کرتے ہیں - مؤلف مآثرالامراء لکھتا ہے[1] :

چوں جز رسی و دقت در تنقیح اخبار وسعی تمام بفراہم آوردن مواد بکار بردہ . . . (لہذا طبقاتِ اکبری) اعتبار تمام دارد - و آن اول تاریخ ست کہ احوال جمیع سلاطین اسلام سوادِ اعظم ہندوستان را . . . جامع است و ماخذ صاحب تاریخ فرشتہ و متبعان او ہمیں نسخہ مرغوب است" -

شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد لکھتے ہیں[2] :

۱- مآثرالامراء ، جلد اول (فارسی) ، ص ۶۶۳ -

۲- دربارِ اکبری (لاہور) ، ص ۸۳۳ -

"عمدہ تاریخ ہے ۱۰۰۲ھ تک اکبر کا حال لکھا ہے اگرچہ مفصل نہیں مگر مختصر بھی نہیں عبارت صاف ، بے تکلف ، بے مبالغہ ، حالات کی تحقیق ، احوالات کی تنقیح ، اخبار کے فراہم کرنے میں بڑی کوشش اور دقت اٹھانی پڑی . . . یہی پہلی تاریخ ہے کہ جو بادشاہ مختلف ممالک ہند میں ہوئے ابتدا سے عہدِ تصنیف تک سب کے حال پر حاوی ہے - محمد قاسم فرشتہ اور ان کے بعد جو مؤرخ آئے اور اس سے زیادہ لکھ گئے ، اصل سب کی یہی ہے -

پروفیسر خلیق احمد نظامی رقم طراز ہیں[1] :

"خواجہ نظام الدین بخشی کا نظریہ تاریخ اپنے دو مشہور معاصرین ابوالفضل اور عبدالقادر سے بالکل مختلف تھا ؛ وہ تاریخی واقعات کے تجزیے میں ذاتی تاثرات شامل کرنا اچھا نہیں سمجھتے تھے - انھوں نے نہ ابوالفضل کی طرح اکبر کی مدح سرائی میں مبالغہ کیا ہے اور نہ بدایونی کی طرح اس کو ہدفِ ملامت بنانے کی کوشش کی ہے - انھوں نے واقعات کو تاریخی ترتیب کے ساتھ بیان کر دیا ہے کوئی نقطۂ نظر پیش نہیں کیا" -

مغربی مؤرخین ایلیٹ اور رینکنگ وغیرہ نے بھی طبقاتِ اکبری کے متعلق ان ہی خیالات کا اظہار کیا ہے -

طبقاتِ اکبری کی تالیف کے بعد جس مؤرخ نے ہندوستان کی تاریخ لکھی ہے اس نے اس کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے - اکثر مورخوں نے عہدِ اکبری کے حالات طبقاتِ اکبری ہی سے خلاصہ کیے ہیں اور بعض نے اس سے جزوی فائدہ اٹھایا ہے -

مُلا عبدالقادر بدایونی کی مشہور تاریخ "منتخب التواریخ" کا خاص ماخذ طبقاتِ اکبری رہی ہے - چنانچہ مختلف مقامات پر مُلا بدایونی نے اس کا اعتراف کیا ہے - وہ ایک جگہ لکھتے ہیں[2] :

۱- تاریخی مقالات ، ص ۱۳۲ -
۲- بدایونی (اردو ترجمہ) ، ص ۳۸۷ -

''یہاں تک جو میں نے واقعات لکھے ہیں ان سب کا ماخذ طبقات اکبر شاہی ہے اس کا تاریخی نام میں نے ''نظامی'' رکھا ہے اور اس کے مصنف نے بھی پسند کر کے اپنی کتاب میں داخل کیا ہے۔ اس کے بعد دو برس کے واقعات میں بطریق اجمال لکھتا ہوں''۔

ملا بدایونی منتخب التواریخ کے اختتام پر پھر اس کا اعادہ کرتے ہیں[1]:

''اکبر کے زمانہ سے آج تک کے واقعات یہی تھے جو میں نے مختصر طور پر لکھ کر چھٹی صفر ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۵ء اور اکبر کے جلوس کے چالیسویں سال میں تمام کیے۔ جو کچھ لکھا ہے اپنی دانست میں صحیح لکھا ہے لیکن اگر نظر تفصیل سے دیکھا جائے تو دریا میں سے ایک قطرہ ہے۔ اگر کہیں سنوں کی ترتیب میں کچھ تقدیم و تاخیر ہو گئی تو وہ غلطی تاریخ نظامی کی ہو گی جو اس کتاب کی اصل ماخذ ہے''۔

سنین کی ترتیب کے بارے میں ملا بدایونی ایک اور جگہ اس طرح وضاحت کرتے ہیں[2]:

''پنجشنبہ کے روز تئیسویں ربیع الاول ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء کو نوروز شروع ہوا۔ مرزا نظام الدین احمد نے اپنی تاریخ میں جو سال سال کی ترتیب سے لکھی ہے، لکھا ہے کہ اس نوروز سے اکبر کے جلوس کو اکتیسواں برس شروع ہوا۔ حالانکہ دوسرا قرن اکبر کے جلوس کی پچیسویں ربیع الاول ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء میں جب اکبر اٹک بنارس میں تھا، شروع ہوا ہے۔ چنانچہ انشاء اللہ تعالٰی آئندہ مذکور ہوگا اور غلطی کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ شمسی اور قمری مہینوں کے تفاوت کے سبب سے ہر قرن میں

۱۔ ایضاً، ص ۳۹۴ - ۳۹۵ -

۲۔ ایضاً، ص ۳۶۲ -

ایک برس کا فرق ہو جاتا ہے . . . ناچار میں نے بھی مرزا (نظام الدین احمد) کی متابعت کی اب اس کی صحت اور غیر صحت اس کے ذمہ ہے اور علاوہ اس کے ایک یہ بات ہے کہ مرزا ان دنوں میں گجرات میں تھا نہ اکبر کے لشکر میں"۔

عبدالرحیم خانخاناں کے سوانح نگار مُلا عبدالباقی نہاوندی نے مآثر رحیمی کے کئی حصے طبقاتِ اکبری سے اخذ کیے ہیں اور اس کا اعتراف کرتے ہوئے طبقاتِ اکبری کے متعلق ان الفاظ میں اظہارِ خیال کیا ہے[1]۔

"نظام الدین بخشی مؤلف، طبقات اکبری را جامع احوال مجموع سلاطینِ سابق و حال این ممالک نمودہ و الحق زحمت بسیار کشیدہ و بقدر مقدور در تحقیق حال ہر یک کوشیدہ"۔

تاریخ فرشتہ کے مؤلف محمد قاسم ہندو شاہ فرشتہ نے اپنی کتاب کی بنیاد تمام تر طبقاتِ اکبری پر رکھی ہے اور کتاب میں اکثر جگہ اس کا حوالہ دیا ہے بلکہ اس نے تاریخ فرشتہ کی ترتیب طبقاتِ اکبری کے انداز پر رکھی ہے۔ جیسا کہ درج ذیل جدول سے ظاہر ہے :

تاریخ فرشتہ	طبقاتِ اکبری
مقدمہ : کیفیت ظہورِ اسلام در مملکت ہند۔	—
مقالہ اول : ذکر سلاطین غزنویہ۔	مقدمہ : ذکر سلاطین غزنویہ۔
مقالہ دوم : ذکر سلاطینِ دہلی۔	طبقہ اول : (۱) ذکر سلاطینِ دہلی۔ (۲) ذکر دربارِ اکبری۔
مقالہ سوم : ذکر سلاطینِ دکن۔	طبقہ دوم : ذکر سلاطینِ دکن۔
مقالہ چہارم : ذکر سلاطینِ گجرات۔	طبقہ سوم : ذکر سلاطینِ گجرات۔
مقالہ پنجم : ذکر سلاطین مالوہ۔	طبقہ پنجم : ذکر سلاطینِ مالوہ۔
مقالہ ششم : ذکر سلاطینِ خاندیش۔	—

۱۔ مآثر رحیمی، جلد اول، ص ۶۸۔

مقالہ ہفتم : (۱) ذکر سلاطین بنگالہ۔ (۲) ذکر سلاطین جونپور	طبقہ چہارم : ذکر سلاطین بنگالہ ۔
مقالہ ہشتم : تاریخ سندھ ۔	طبقہ ہفتم : تاریخ سندھ ۔
مقالہ نہم : ذکر سلاطین ملتان ۔	طبقہ نہم : ذکر سلاطین ملتان ۔
مقالہ دہم : ذکر شاہان کشمیر ۔	طبقہ ہشتم : ذکر شاہان کشمیر ۔
مقالہ یازدہم : ذکر حکام ملیبار ۔	ــ
مقالہ دوازدہم : مشائخ ہندوستان ۔	علماء و مشائخ و حکماء و شعراء (حالات اکبری کے بعد) ۔
خاتمہ : در کیفیت ہندوستان ۔	خاتمہ : در ذکر ہندوستان ۔

مختصر التواریخ ، خلاصۃ التواریخ (سجان رائے بھنڈاری) اور لب تواریخ کے بہت سے بیانات طبقات اکبری سے ماخوذ ہیں ۔ مخزن افغانی (نعمت اللہ ہروی تالیف ۱۰۲۰ھ) میں نصیر الدین ہمایوں کے زمانے کے تمام حالات طبقات اکبری سے لیے گئے ہیں[1] ۔

غرض مسلم ہندوستان کی تاریخ کا سب سے اہم اور ضروری ماخذ طبقات اکبری ہے ۔

طبقات اکبری کے خطی نسخے برعظیم پاک و ہند اور یورپ کے متعدد کتب خانوں میں ملتے ہیں ۔ سی ۔ اے ۔ اسٹوری نے "پرشین لٹریچر" میں ان کی تفصیلی فہرست دی ہے[2] ۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کتب خانہ میں طبقات اکبری کا مکمل نسخہ ہے جسے ۱۰۰۳ھ/۹۵-۱۵۹۴ء میں عبدالحی قریشی نے نقل کیا ہے ۔ اسی طرح ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (ف ۲۲ ۔ جنوری ۱۹۸۱ء) کے کتب خانہ میں ایک صاف ، خوش خط اور مکمل نسخہ تھا اور اس میں ایک خصوصیت یہ تھی کہ کسی فاضل مورخ نے اس پر حواشی بھی لکھے تھے ۔

۱۔ معارف اعظم گڑھ ، شمارہ ۲ ، جلد ۲۸ ، ص ۱۳۱ ۔

۲۔ پرشین لٹریچر از سی ۔ اے اسٹوری ، سیکشن ۲ ، کراسہ ۳ (لندن ۱۹۳۹ء) ، ص ۴۳۳ ۔ ۴۳۵ ۔

طبقاتِ اکبری دو مرتبہ مطبع نولکشور لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے :

(۱) پہلا ایڈیشن ۱۸۷۰ء -

(۲) دوسرا ایڈیشن ۱۸۷۵ء -

ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ) کی ماہانہ جنرل میٹنگ (اگست ۱۸۶۳ء) میں سوسائٹی کے وائس پریذیڈنٹ ڈاکٹر ڈبلیو - این - ایز (Dr. W. N. Lees) نے طبقاتِ اکبری کی اہمیت بتاتے ہوئے اس کی اشاعت کا ذکر کیا جو بوجوہ ملتوی رہی - ۱۸۶۸ء میں پھر اعادہ کیا گیا مگر کام شروع نہ ہو سکا - ۱۹۱۱ء میں یہ کام برجیندرا ناتھ ڈے (Brajendra Nath De)[1] کے سپرد ہوا - انھوں نے ۱۹۱۳ء میں متن اور انگریزی ترجمہ کرکے اسے شائع کیا پھر بوجوہ درمیان میں کام رک گیا - ۱۹۲۵ء میں دوبارہ اس پر کام شروع ہوا اور طبقاتِ اکبری کا فارسی متن بصراحت ذیل شائع ہوا :

(۱) جلد اول : ۱۹۲۷ء بہ تصحیح ڈے -

(۲) جلد دوم : ۱۹۳۱ء بہ تصحیح ڈے -

(۳) جلد سوم : ۱۹۳۵ء بہ تصحیح ڈے اور مولوی ہدایت حسین -

۱- مسٹر برجیندرا ناتھ ڈے ۲۳ - دسمبر ۱۸۵۲ء کو کلکتہ میں پیدا ہوا وہ ایک متوسط الحال کائستھ خاندان سے تعلق رکھتے تھے - ۱۸۶۲ء میں اس کے والد لکھنؤ آ گئے ، وہیں تعلیم و تربیت ہوئی - ۱۸۷۱ء میں انھوں نے ایم - اے پاس کر لیا - سنسکرت ، انگریزی اور فارسی میں دسترس حاصل کی - جولائی ۱۸۷۲ء میں انگلینڈ گئے - اپریل ۱۸۷۳ء میں سول سروس کا امتحان پاس کیا - واپس آئے بہار و بنگال میں [illegible] مجسٹریٹ اور بعد ازاں کلکٹر رہے ، بردوان ڈویژن میں کمشنر رہے - ستمبر ۱۹۱۰ء میں ریٹائر ہوئے آخر میں کلکتہ میں سکونت اختیار کر لی - ۲۸ ستمبر ۱۹۳۲ء کو ۸۰ سال کی عمر میں مسٹر ڈے فوت ہوئے -

انگریزی ترجمہ درج ذیل سنین میں شائع ہوا :

(۱) جلد اول : ۱۹۲۷ء مترجم ڈے -

(۲) جلد دوم : ۱۹۳۶ء مترجم ڈے -

(۳) جلد سوم : ۱۹۳۹ء مترجم ڈے اور بینی پرشاد -

مسٹر ڈے نے فارسی متن کی تیاری میں نولکشور ایڈیشن (مطبوعہ) کے علاوہ تین قلمی نسخے بھی سامنے رکھے تھے جن میں سے دو ایشیاٹک سوسائٹی کی ملکیت تھے اور ایک نواب مرشد آباد کے کتب خانہ سے حاصل کیا گیا تھا ۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں[1] :

''بی ۔ ڈے کا ایڈیشن نولکشور کے لیتھو ایڈیشن سے کسی طرح بہتر نہیں کہا جا سکتا ۔ مطبع نولکشور نے ایک نسخہ کو اپنے مقدور اور وسائل کے مطابق صحت کے ساتھ نقل کروا کر شائع کر دیا تھا'' ۔

طبقاتِ اکبری کے اردو ترجمہ کا کام اردو بورڈ (لاہور) کی طرف سے خاکسار کے سپرد ہوا ۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ کام اتمام کو پہنچا ۔ اس ترجمہ میں اصل کی رعایت بطور خاص ملحوظ رکھی گئی ہے ۔ زبان سلیس اور سادہ استعمال کی گئی ہے تاکہ پاکستان کے ہر علاقہ کے لوگ سمجھ سکیں ۔ حسبِ ضرورت حواشی لکھے گئے ہیں ۔ اکثر واقعات کا دوسرے ماخذ سے حوالہ (Cross reference) دیا گیا ہے ۔ ہجری سنین کی عیسوی سنین سے مطابقت کر دی گئی ہے ۔

طبقاتِ اکبری (فارسی متن) (ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ، کلکتہ) مرتبہ ڈے و مولوی ہدایت حسین سے اردو ترجمہ کیا گیا ہے اور اسی ایڈیشن کے صفحات کا حوالہ اردو ترجمے میں قوسین [ ] کے اندر دے دیا ہے تاکہ اصل سے رجوع کرنے میں سہولت رہے ۔ نولکشور ایڈیشن (لکھنؤ) بھی سامنے رہا ہے اور اکثر اختلاف نسخ میں اس سے کام لیا ہے ۔

---

۱ - تاریخی مقالات ، ص ۱۳۲ -

آخر میں چار ضمیمے : (۱) شجرہ غزلویاں ۔ (۲) شجرہ غوریاں ۔ (۳) سلاطینِ دہلی کی مدت سلطنت (جدول) ۔ (۴) سلاطینِ شرقیہ (جونپور) بھی شامل کر دیے ہیں ۔ اس طرح کتابیات اور اشاریہ بھی دے دیا ہے تاکہ ناظرین کو سہولت رہے ۔

میں آخر میں اردو بورڈ (لاہور) کے ناظم مخدوم و محترم اشفاق احمد خاں کا شکریہ ادا کرنا اپنا خوشگوار فریضہ سمجھتا ہوں کہ جن کی دلچسپیاں اس کتاب سے برابر وابستہ رہیں اور انھوں نے مفید مشورے دے کر مجھے تازہ حوصلے بخشے ۔

محمد ایوب قادری

۲۹ - اپریل ۱۹۸۲ء
جمعرات
اے / ۱۷۴ / این بلاک
شمالی ناظم آباد ، کراچی

غزنوی خاندان

ذکر امیر ناصر الدین سبکتگین

(امیر ناصر الدین) ترک نژاد غلام[1] اور الپتگین کا غلام ہے اور الپتگین امیر منصور بن نوح سامانی کا غلام ہے[2] ۔ وہ منصور بن نوح کی خدمت میں امیرالامراء کے مرتبے کو پہنچا ۔ وہ (ناصر الدین) امیر منصور کی حکومت کے زمانے میں ابو اسحاق بن الپتگین کے ہمراہ بخارا آیا[3] تھا اور اس کی خدمت میں وکالت کے مرتبے پر پہنچا[4] ۔ جب امیر منصور کی نیابت میں ابو اسحاق کو غزنیں کی حکومت ملی[5] ، تو (اس نے) حکومت

۱- شجرۂ نسب کے لیے دیکھیے طبقات ناصری (مرتبہ عبدالحی حبیبی) (کابل ۱۳۴۲ھ ش) ، ص ۱/۲۲۶ (ق) ۔

۲- الپتگین ، امیر منصور کے بھائی عبدالملک (سامانی حکمران ۹۵۴ - ۹۶۱ء) کے زمانے میں خراسان کا گورنر مقرر ہو چکا تھا ، عبدالملک کے بعد امیر منصور تخت نشین ہوا ۔ دیکھیے ایشوری پرشاد (ہسٹری آف میڈیول انڈیا) ، ص ۳۷ ، حبیب (سلطان محمود آف غزنیں) ، ص ۱۲ - ۱۳ (ق) ۔

۳- یہ بیان درست نہیں ہے بلکہ منہاج سراج نے واضح طور سے لکھا ہے کہ عبدالملک بن نوح سامانی کے عہد امارت میں الپتگین نے سبکتگین کو خریدا تھا ، (طبقات ناصری ، ص ۱/۲۲۶) (ق) ۔

۴- سبکتگین ، ابو اسحاق کے زمانے میں نہیں بلکہ اس کے باپ الپتگین کے زمانے میں امیرالامراء کے منصب پر فائز ہو چکا تھا ۔ دیکھیے ایشوری پرشاد ، ص ۴۷ ۔ (ق)

۵- یہ بیان درست نہیں ہے بلکہ عبدالملک کی موت کے بعد تخت کا وارث منصور بن نوح قرار پایا ۔ چونکہ الپتگین اس کی تخت نشینی سے متفق نہیں تھا ، لہذا وہ خراسان سے بھاگ کر غزنیں چلا آیا اور

[بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر]

کا نظام امیر ناصرالدین کے سپرد کر دیا ۔ اس کے انتظام نے (حکومت میں) استقلال پیدا کر دیا ۔ جب ابو اسحاق [٦] کا انتقال ہو گیا[1] اور اس کا کوئی وارث نہ رہا تو سپاہ و رعایا نے ناصرالدین کی حکومت سے اتفاق ظاہر کیا اور اس کی اطاعت پر آمادہ ہوگئے اور وہ اظہار قوت کے خیال سے حکومت کے کام میں مشغول ہو گیا اور ملک گیری کا منصوبہ بنایا ۔

٣٦٧ھ/٧٨-٩٧٧ء میں طغان[2] ، جو ولایت بست کا حکمران تھا اور پایتور[3] نے بست پر قبضہ کر کے طغان کو وہاں سے نکال دیا تھا ، امیر ناصر الدین کے پاس آیا اور اس نے مدد چاہی ۔ امیر ناصر الدین نے فوج کشی کر کے بست کو پایتور کے قبضے سے نکال کر طغان کے حوالے کر دیا اور طغان نے بہت سی شرائط کو قبول کر کے عہد کیا کہ وہ اس کی اطاعت سے روگردانی نہیں کرے گا ۔ جب اس نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا اور عہد شکنی کی تو امیر ناصر الدین نے بست کو اس کے قبضے سے نکال لیا اور اس پر اپنا نمائندہ مقرر کر دیا[4] ۔ چونکہ قصدار کا قلعہ اس کی حکومت کے قریب تھا اور وہاں کا حاکم بہت دلیر تھا ، لہذا امیر ناصرالدین نے اس کی غفلت میں اس کو جا لیا ، اس کو گرفتار کر لیا اور آخر کار اپنے ملازموں میں داخل کر کے قصدار اس کی جاگیر میں دے دیا[5] ۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ]

اس کے اسی علاقے پر قابض ہو کر خود مختار حکمران کی حیثیت حاصل کرلی ۔ جب ٣٦٩ھ میں فوت ہوا ، تو اس کا بیٹا ابو اسحاق اس کا جانشین قرار پایا ، دیکھیے حبیب ، ص ١٢ - ١٣ ، ایشوری پرشاد ، ص ٣٧ ، طبقات ناصری ، ص ١/٦ ٢٢ (ق)

١- ابو اسحاق ایک سال سے کم عرصے میں فوت ہو گیا ۔ اس کے بعد الپتگین کے دو غلام بلکتگین اور پیری نے حکومت سنبھالی ۔ بالآخر ٧ شعبان ٣٦٦ھ / ٩٧٧ء کو سبکتگین کو حکمرانی ملی ، (حبیب ص ١٣ ، طبقات ناصری ، ص ١/٢٢٧) (ق)

٢- طغا (فرشتہ ص ١/١٨) (ق) ۔

٣- پالتور (فرشتہ ص ١/١٨) (ق)

٤- فرشتہ ، ص ١/١٨ (ق)

٥- تاریخ یمینی (ایلیٹ) ، ص ١٤ - ١٥ - حبیب ، ص ١٤ (ق)

امیر ناصر الدین شاہانہ عزم کے ساتھ غزنی اور جہاد پر کمر بستہ ہو گیا ۔ وہ ہندوستان پر حملے کرنے لگا اور (وہاں) سے غلام اور مالِ غنیمت لاتا تھا ۔ جس جگہ کو فتح کرتا تھا وہاں مسجد بنواتا تھا اور راجا جےپال کے ملک کی خرابی میں کہ جو اس زمانے میں ہندوستان کا (خاص) راجا تھا ، کوشش کرتا تھا ۔ راجا جےپال اس خرابی اور غارت گری سے کہ جو وہ اس کے ملک میں کرتا تھا ، تنگ آ گیا ۔ (راجا نے) ایک منظم لشکر اور بڑے بڑے ہاتھیوں کو لے کر امیر ناصر الدین پر حملہ کر دیا[1] ، وہ بھی نہایت مستقل مزاجی سے آگے بڑھا اور اپنے ملک کی سرحد پر جے پال کا مقابلہ کیا ، بڑی سخت خوں ریزی ہوئی ۔ امیر محمود بن ناصر الدین نے اس جنگ میں داد شجاعت و مردانگی دی ۔ کئی روز تک دونوں لشکروں میں مقابلہ و مقاتلہ ہوتا رہا[2] ۔

کہتے ہیں کہ اس نواح میں ایک چشمہ تھا ۔ اگر اتفاق سے اس چشمے میں گندگی یا نجاست پڑ جاتی ، تو آندھی ، برف اور بارش بڑی شدت سے ہوتی ۔ امیر محمود نے حکم دیا کہ اس چشمے میں نجاست ڈال دی جائے ۔ پس اس میں ہوا اور برف کی شدت ہو گئی [۔] جے پال کا لشکر کہ جو سردی کا عادی نہ تھا ، عاجز آ گیا ۔ بہت سے گھوڑے اور جانور مر گئے ۔

جے پال نے پریشان ہو کر صلح کا دروازہ کھٹکھٹایا اور یہ طے پایا کہ وہ پچاس ہاتھی اور کثیر رقم ناصر الدین کو بھیجے ۔ وہ اپنے چند معتبر آدمیوں کو (امیر کے پاس) بطور یرغمال چھوڑ کر گیا اور امیر ناصرالدین کے چند معتبر آدمیوں کو مال اور ہاتھی سپرد کرنے کی غرض سے ہمراہ لے گیا تھا کہ مال ادا کرے ۔ جب وہ اپنے ٹھکانے پر پہنچا تو اس نے عہد شکنی کی[3] اور امیر ناصر الدین کے آدمیوں کو اپنے ان آدمیوں کے

۱- ایشوری پرشاد ، ص ۴۷ ۔

۲- ایشوری پرشاد ، (ص ۴۷) کا خیال ہے کہ یہ واقعہ ۸۷ - ۹۸۶ء میں ہوا (ق) ۔

۳- تفصیل کے لیے دیکھیے ۔ ایشوری پرشاد ، ص ۵۷ ، حبیب ص ۱۵ - ۱۶ ، تاریخ یمینی (ایلیٹ) ، ص ۱۵ ۔

بدلے میں کہ جن کو یرغمال میں دے آیا تھا ۔ قید کر لیا ۔ اس خبر کے سنتے ہی امیر ناصر الدین نے بدلہ لینے کے ارادے سے لشکر کشی کر دی ۔ جے پال نے بھی ہندوستان کے راجاؤں سے مدد مانگی اور تقریباً ایک لاکھ سوار اور بہت سے ہاتھی جمع کرکے مقابلے کے لیے آیا[1] ۔ لمغان کے نواح میں دونوں فریقوں میں سخت جنگ ہوئی ۔ امیر ناصر الدین کو فتح و نصرت حاصل ہوئی ۔ بہت سا مال غنیمت ، غلام ، ہاتھی اور رقم ہاتھ آئی ۔ جے پال بھاگ کر ہندوستان چلا گیا اور لمغانات کے علاقے پر امیر ناصر الدین کا قبضہ ہو گیا[2] اور اس ملک میں اس کا سکہ رائج ہو گیا ۔ اس کے بعد وہ امیر نوح بن منصور کی مدد سے (آگے) بڑھا اور خراسان[3] و ماوراء النہر میں فتوحات کیں ۔ ماہ شعبان ۳۸۷ھ ۔ اگست ۹۹۷ء میں (امیر ناصر الدین) اس دارفانی سے رخصت ہو گیا[4] ۔ اس کی حکومت کی مدت بیس سال رہی ۔

ذکر سلطان محمود سبکتگین

(امیر ناصر الدین) سبکتگین کے مرنے کے بعد امیر اسماعیل کہ جو اس کا بڑا بیٹا تھا[5] ، اس کا جانشین ہوا اور اس نے چاہا کہ

۱۔ ایشوری پرشاد ، (ص ۵۷) کا خیال ہے کہ یہ واقعہ ۹۹۱ء میں ہوا ۔ (ق)

۲۔ ملاحظہ ہو تاریخ یمینی (ایلیٹ) ، ص ۱۶ ، طبقات ناصری (اردو ترجمہ از احمد علی خاں شوق) ، ص ۳۲ ، حبیب ، ص ۱۶ ، ایشوری پرشاد ، ص ۵۷ - ۷۶ ۔ (ق)

۳۔ خراسان میں اس نے باطنیوں کا استیصال کیا (طبقات ناصری ، ص ۱/۲۲۷) خراسان کی فتح کے بعد ۹۹۴ء میں محمود کو گورنر خراسان مقرر کیا گیا (حبیب ، ص ۱۷) ۔ (ق)

۴۔ حدود بلخ میں موضع مدر روئی میں فوت ہوا تفصیل کے لیے دیکھیے طبقات ناصری ۲/۳۲۱ - ۳۲۳ ۔ (ق)

۵۔ اسماعیل ، الپتگین کی بیٹی کے بطن سے تھا اور محمود سے عمر میں چھوٹا تھا ۔ مولف طبقات اکبری کو تسامح ہوا ہے کہ اس نے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

امیر محمود[1] کو میراث سے محروم کر دے ، لیکن امیر محمود اس پر غالب آیا اور باپ کا جانشین ہو گیا ۔ اس نے بلخ کی جانب چڑھائی کر دی اور خراسان پر قبضہ کر لیا ۔ جب اس نے اس ملک کو دشمنوں کی گندگی سے صاف کر دیا ۔ تو اس کی حکومت کی شہرت ہر طرف ہو گئی اور بغداد کے خلیفہ القادر باللہ [۸] عباسی نے ایک نہایت فاخرہ خلعت اس کو بھیجا کہ اس سے پہلے کسی خلیفہ نے اس طرح کے کسی بادشاہ کو نہیں بھیجا تھا اور ''امین الملت و یمین الدولہ" کا خطاب عنایت کیا[2] ۔

سلطان آخر ذی قعدہ ۳۹۰ھ / ۱۰۰۰ء میں بلخ سے ہرات کو روانہ ہوا اور وہاں سے سیستان گیا اور وہاں کے حاکم خلف بن احمد کو مطیع بنا کر غزنیں واپس آ گیا اور غزنیں سے ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا[3] اور چند قلعے فتح کر لیے اور پھر واپس آ گیا ۔ اس نے ایلک خان کے ساتھ (رشتہ) دامادی استوار کر لیا اور طے پایا کہ ماوراء النہر ایلک خاں کے پاس رہے گا اور اس کے علاوہ (سارا ملک) سلطان کا ہو گا[4] ۔

ماہ شوال ۳۹۱ھ / ۱۰۰۰ء میں اس نے پھر غزنین سے ہندوستان کا ارادہ کیا اور دس ہزار سوار لے کر پشاور آ گیا ۔ راجا جے پال ، دس بارہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اسماعیل کو بڑا بیٹا لکھ دیا ہے ۔ دیکھیے بدایونی (اردو ترجمہ ص ۳) ذکاء اللہ (تاریخ ہندوستان ۱/۶۳ ۲) فرشتہ (۱/۲۲) اکبر شاہ خان نجیب آبادی (آئینۂ حقیقت نما ۱/۱۸۹) حبیب ، (ص ۱۷) ایشوری پرشاد ، (ص ۷۷) ۔

۱- محمود کی پیدائش شب عاشورہ ۳۶۱ھ (شب یکم و دوم نومبر ۹۷۱ء) میں ہوئی ۔ (طبقات ناصری ، ص ۱/۲۲۸) (ایشوری پرشاد ص ۷۷)۔

۲- تاریخ یمینی (ایلیٹ) ، ص ۲۰ طبقات اکبری (۱/۲۲۹) ۔ (ق)
حبیب (ص ۲۲) نے لکھا ہے کہ یہ خطاب اواخر ۹۹۹ء میں ملا (ق)

۳- حبیب ، (ص ۲۳) ایشوری پرشاد ، (ص ۷۹) نے ۱۰۰۰ء میں یہ حملہ بتایا ہے ۔ (ق)

۴- محمود اور ایلک خان نے معاہدہ کرکے سامانی حکومت کا خاتمہ کر دیا (حبیب ، ص ۲۲) ۔ (ق)

ہزار سوار ، بہت سے پیادے اور تین سو ہاتھی لے کر مقابلے پر آ گیا ۔ جنگ شروع ہوئی ۔ فریقین ایک دوسرے سے بھڑ گئے اور داد شجاعت دی ۔ آخر کار سلطان محمود کو فتح و نصرت حاصل ہوئی ۔ راجا جے پال پندرہ افراد کے ہمراہ ، جن میں اس کے بھائی اور لڑکے تھے ، گرفتار ہوا ۔ اس جنگ میں پانچ ہزار کفار قتل ہوئے ۔ کہتے ہیں کہ جے پال کے گلے میں ایک مرصع حمائل تھی کہ جن کو ہندوستان کی زبان میں مالا کہتے ہیں ۔ مبصروں نے اس کی قیمت ایک لاکھ اسی ہزار دینار تجویز کی تھی اور اس کے دوسرے بھائیوں کے گلوں میں قیمتی مالائیں تھیں ۔ یہ فتح ہفتہ کے روز آٹھ محرم الحرام ۳۹۲ھ / ۲۸ نومبر ۱۰۰۰ء کو ہوئی[1] ۔

وہاں سے محمود قلعہ بھند (و یہند) کو جہاں جے پال رہتا تھا روانہ ہوا اور اس پر قبضہ کر لیا ۔ جب موسم بہار آیا تو وہ غزنیں واپس چلا گیا محرم ۳۹۳ھ/نومبر ۱۰۰۲ء میں وہ پھر سیستان گیا اور خلف (بن احمد) کو مطیع بنا کر غزنیں لے آیا اور پھر ہندوستان کا قصد کیا اور بھاتیہ[2] کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور نواح ملتان سے گزر کر بھاتیہ کے حدود میں قیام کیا ۔ وہاں کا راجا بجیرا[3] اپنی سپاہ اور ہاتھیوں کی کثرت اور قلعہ کے استحکام کی وجہ سے مغرور تھا ۔ اس نے اپنے لشکر کو سلطان کے مقابلہ کے لیے چھوڑا اور خود چند آدمیوں کے ہمراہ دریائے سندھ کے کنارے جا پہنچا[4] ۔ سلطان نے یہ خبر پا کر اپنا لشکر اس کے تعاقب

۱- ملاحظہ ہو حبیب ، (ص ۲۳ - ۲۴) ایشوری پرشاد ، (ص ۸۰) تاریخ یمینی (بلیٹ) ، ص ۲۰ - ۲۳ -

۲- اس کے نام اور مقام میں مورخین میں بہت اختلاف ہے ۔ بھاتیہ ، بھٹنیز ، بھٹنڈہ ، و یہند ، بھیرہ لکھا ہے ۔ حبیب ، (ص ۲۴) اور ایشوری پرشاد نے (ص ۸۱) بھیرہ لکھا ہے ۔ (ق)

۳- عہد جدید کے تمام مورخین نے راجا کا نام ''بجے رائے'' لکھا ہے ۔ (ق)

۴- مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ، (ص ۲۰۳/۱ - ۲۰۵) نے لکھا ہے کہ بجے رائے نے ملتان کے قرامطہ سے ساز باز کر رکھی تھی ۔ نیز دیکھیے (حبیب ، ص ۲۵) - (ق)

میں روانہ کر دیا ۔ جب [۹] سلطان کا لشکر اس کے پاس پہنچ گیا ، تو اس نے خنجر مار کر خود کو ہلاک کر لیا ، لوگ اس کا سر بادشاہ کے پاس لائے ۔ سلطان نے اس کے آدمیوں پر تلوار چلائی ۔ بہت سے آدمی مارے گئے ۔ مالِ غنیمت میں بہت سے غلام ، ہاتھی اور ہندوستان کی نفیس چیزیں ہاتھ آئیں اور وہ غزنیں چلا گیا ۔ تمام مالِ غنیمت میں دو سو اسی ہاتھی تھے[۱] ۔

کہتے ہیں کہ چونکہ ملتان کا حاکم داؤد بن نصر ملحد تھا[۲] ، لہذا سلطان کو دینی غیرت نے ابھارا کہ اس کو بھی تنبیہ کرے ۔ پس وہ ملتان کے ارادے سے روانہ ہوا اور اس کا لحاظ رکھتے ہوئے کہ وہ خبردار نہ ہو جائے ، مخالف راستے سے روانہ ہوا ۔ جے پال کا لڑکا آنند پال جو راستے میں تھا ، مزاحم ہوا ۔ سلطان نے لشکر کو لڑائی ، تاراجی اور غارت گری کا حکم دیا ۔ آنند پال شکست کھا کر کشمیر کے پہاڑوں میں بھاگ گیا اور سلطان ہند کے راستے سے ملتان پہنچا اور سات روز تک ملتان کا محاصرہ جاری رکھا ۔ ملتان کے حاکم نے ہر سال بیس ہزار درہم ادا کرنا قبول کیا اور احکام شرعیہ کے جاری کرنے کا عہد کر کے توبہ و معذرت کی اور سلطان اس اقرار پر صلح کر کے غزنیں واپس چلا گیا ۔ یہ واقعہ ۳۹۶ھ / ۶ - ۱۰۰۵ء میں ہوا[۳] ۔

۳۹۷ھ / ۷ - ۱۰۰۶ء میں سلطان ترکوں سے جنگ میں مشغول ہوا ۔ جیسا کہ کتابوں میں تفصیل سے ذکر ہے ۔ وہ ربیع الآخر ۳۹۸ھ / ۱۰۰۷ء

۱- فارسی مورخین مثلاً (فرشتہ ۱/۲۴) وغیرہ نے ۳۹۵ھ - ۵ - ۱۰۰۴ء کا واقعہ لکھا ہے ۔ ایشوری پرشاد ، (ص ۹۱) نے بھی یہی سنہ ہے ۔ مگر حبیب ، (ص ۲۴) نے ۶ - ۱۰۰۵ء لکھا ہے ۔

۲- ملتان کا حاکم قرمطی تھا اس نے محمود کے خلاف بجے رائے کو مدد دی تھی ۔ (ق)

۳- تفصیل کے لیے دیکھیے ۔ حبیب ، ص ۲۵ - ۲۶ ، ایشوری پرشاد ، ص ۸۱ - ۸۲ تاریخ یمینی (ایلیٹ) ، ص ۲۶ - ۲۸ ہاشمی فرید آبادی (تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت) ، ص ۱/۱۱۹ - ۱۲۰ فرشتہ (۱/۲۴ - ۲۵) ۔

میں اس کار زار سے فارغ ہوا[1] ، تو اسے یہ خبر ملی کہ راجا ہند کا پوتا سوکپال ، جو ابو علی سمجوری کے ہاتھوں قید ہو کر اسلام لے آیا تھا ، مرتد ہو کر فرار ہو گیا ۔ سلطان محمود نے اس کا تعاقب کیا اور گرفتار کرکے قید کر دیا ، یہاں تک کہ اسی قید میں وہ مر گیا[2] ۔

سلطان محمود ۹۹۳ھ / ۹ - ۱۰۰۸ء میں دوبارہ ہندوستان آیا اور آنند پال سے جنگ کرکے اس کو شکست دی ۔ تیس ہاتھی اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا[3] ۔ وہ وہاں کے قلعہ بھیم[4] نگر کو روانہ ہوا اور اس قلعہ کا محاصرہ کیا ۔ اہل قلعہ نے امان چاہی اور قلعہ کا پھاٹک کھول دیا ۔ سلطان اپنے چند آدمیوں کے ہمراہ [۱۰] قلعہ میں داخل ہوا ۔ خزانے ، سونا ، چاندی ، الماس اور جو کچھ بھیم کے زمانے سے جمع ہوا تھا ، لے کر واپس چلا آیا اور حکم دیا کہ اس کی قیام گاہ کے سامنے سونے اور چاندی کے چند تخت رکھ کر وہ سارا مال وسیع میدان میں ڈال دیا جائے ۔ تاکہ سپاہ اور رعایا اس کو دیکھ کر تعجب کرے[5] ۔ یہ واقعہ چوتھی صدی ہجری کے ابتدا[6] میں ہوا ۔

سلطان محمود غازی نے پھر ۴۰۱ھ/۱۱-۱۰۱۰ء میں غزنیں سے ملتان

۱- حبیب ، (ص ۲۶) میں ہے کہ ایلک خاں نے معاہدہ توڑ کر فوج کشی کی ، نیز دیکھیے اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ، ص ۱/۲۰۹-۲۱۰
۲- دیکھیے ۔ حبیب ، ص ۲۷ ، ایشوری پرشاد ، ص ۸۲ ، ہاشمی فرید آبادی ، ص ۱/۱۲۰ - ۱۲۱ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ، ص ۲۱۰ -
۳- دیکھیے ۔ حبیب ، ص ۲۹ - ۳۲ ، ایشوری پرشاد ، ص ۸۳ - ۸۴ ، ہاشمی فرید آبادی ، ص ۲۱ - ۲۲ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ، ص ۲۱۱ - ۲۱۸ -
۴- بھیم نگر یا نگر کوٹ (کانگڑہ) پنجاب ۔ (ق)
۵- ملاحظہ ہو ۔ حبیب ، ص ۳۱ - ۳۲ ، ایشوری پرشاد ، ص ۸۳ - ۸۵ ہاشمی فرید آبادی ، ص ۱/۱۲۲ ، اکبر شاہ نجیب آبادی ، ص ۱/ ۲۱۹ تاریخ یمنی (ایلیٹ) ، ص ۲۹ - ۳۰ -
۶- مؤلف کے الفاظ ہیں "در اوائل اربعہ مائہ" یہ صریح غلطی ہے یہ تو چوتھی صدی ہجری کا اواخر ہے ۔ (ق)

کا قصد کیا اور جو کچھ ولایت ملتان میں سے باقی رہ گیا تھا اس پر بھی قبضہ کر لیا اور قرامطیوں اور ملحدوں میں سے اکثر کو، جو وہاں رہتے تھے، قتل کرا دیا۔ (کچھ کے) ہاتھ کٹوا دیے اور بعض کو قلعہ میں بند کر دیا جو وہیں مر گئے[1]۔

جب سلطان کو یہ خبر ملی کہ ہندوستان میں تھانیسر نام ایک شہر ہے اور وہاں ایک بڑا بت خانہ ہے اور اس بت خانے میں ایک بت ہے، جس کا نام جگر سوم[2] ہے۔ اور ہندوستان کے لوگ (ہنود) اس کی پرستش کرتے ہیں، سلطان نے جہاد کے ارادے سے لشکر جمع کیا اور ۴۰۲ھ / ۱۰۱۱ - ۱۲ء[3] میں تھانیسر کی طرف متوجہ ہوا۔ نرو جے پال کو جب یہ خبر ملی تو اس نے اپنا ایلچی بھیجا اور پیغام ارسال کیا کہ اگر سلطان اپنے اس ارادے سے باز آ جائے تو میں پچاس ہاتھی بطور پیشکش بھیجوں گا۔ سلطان نے اس پر توجہ نہ کی۔ جب وہ تھانیسر پہنچا، تو پورے شہر کو خالی پایا۔ لشکریوں کو جو کچھ ملا وہ انہوں نے لوٹا۔ بتوں کو توڑا اور بت جگر سوم کو غزنیں لے گئے۔ سلطان نے حکم دیا کہ اس بت کو شاہی محل کے سامنے ڈال دیا جائے۔ تا کہ مخلوق کے پیروں تلے روندا جائے[4]۔

سلطان نے ۴۰۳ھ/۱۳-۱۰۱۲ء میں غرجستان کو فتح کر کے اس کے

۱- اس زمانے میں قرامطہ کی قوت بہت اہم تھی۔ ملتان کے قرامطہ ایک تو راجگان ہند، خصوصاً آنند پال وغیرہ کے حلیف تھے دوسرے مصر سے براہ راست ان کا رابطہ قائم تھا، لہذا محمود نے ان کا استیصال ضروری سمجھا۔ دیکھیے اکبر شاہ خان نجیب آبادی ص ۱/۲۲۰ - ۲۲۲۔

۲- حبیب، (ص ۳۳) نے اس کا نام جکراسوامن (Chakrasvamin) لکھا ہے۔ (ق)

۳- ایشوری پرشاد، (ص ۸۷) نے یہ واقعہ ۱۰۱۴ء میں لکھا ہے۔ (ق)

۴- ملاحظہ ہو ایشوری پرشاد، ص ۸۷ - حبیب، ص ۳۴ - ۳۵ - اکبر شاہ خان نجیب آبادی، ص ۱/۲۲۵-۲۲۶ - فرشتہ، ص ۱/۲۷ - تاریخ یمینی (ایلیٹ)، ص ۳۵ - ۳۶۔ (ق)

حاکم ''شار'' کو گرفتار کر لیا اور اس سال کے آخر میں ابوالفوارس بن بہاء الدولہ ، اپنے بھائیوں کے غلبے کی وجہ سے سلطان محمود کی پناہ میں آ گیا ۔ سلطان نے (ان کو) خطوط لکھے اور ان میں صلح ہو گئی - اسی سال عزیزِ مصر کا ایلچی کہ جس کو ''مہارتی'' کہتے تھے ، پہنچا - علماء اور فقہا نے سلطان سے کہا کہ یہ ایلچی قرامطہ کا مذہب رکھتا ہے سلطان نے اس کی تشہیر کرا کے اسے نکال دیا - [۱۱]

۴۰۴ھ/۱۴ - ۱۰۱۳ء میں سلطان نے قلعہ ننذنہ پر کہ جو کوہ بالناتھ میں واقع ہے ، چڑھائی کر دی - ترو جے پال[1] نے تجربہ کار آدمی قلعے کی حفاظت کے لیے چھوڑے اور خود درۂ کشمیر میں داخل ہو گیا - سلطان نے ننذنہ پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا - قلعہ گری کا تمام اسباب و سامان جمع کر کے نقب شروع کی - اہلِ قلعہ نے امان حاصل کر کے قلعہ سپرد کر دیا ، سلطان اپنے چند خاص آدمیوں کے ہمراہ قلعہ میں داخل ہو گیا اور جو کچھ سامان و مال وہاں تھا ، سب لے لیا اور سارغ کو وہاں کا کوتوال مقرر کیا اور درہ کشمیر کی جانب رخ کیا ، کیونکہ ترو جے پال وہاں تھا - ترو جے پال وہاں سے بھی فرار ہو گیا - سلطان اس درہ میں داخل ہوا ، بہت سے غلام اور سونا مالِ غنیمت میں ہاتھ لگا - بہت سے کافروں کو دین اسلام میں داخل کیا - ان کو اسلام کے آئین سکھانے اور غزنیں چلا گیا[2] -

پھر ۴۰۷ھ/۱۷ - ۱۰۱۶ء میں اس نے کشمیر کا رخ کیا اور لوہ کوٹ کے قلعہ کا کہ جو بلندی و پختگی میں مشہور تھا ، محاصرہ کر لیا - جب زیادہ عرصہ گزر گیا آندھی ، برف اور سردی کی شدت ہو گئی اور کشمیریوں کو مدد پہنچ گئی تو سلطان نے (قلعہ کا) محاصرہ چھوڑ دیا اور بہار کے موسم میں غزنیں چلا گیا[3] -

---

۱- حبیب ، (ص ۳۶) نے اس کا نام تدر جے پال لکھا ہے - (ق)
۲- دیکھیے حبیب ، (ص ۳۶ - ۳۷) - اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ، (ص ۲۲۷/۱ - ۲۲۸) -
۳- حبیب ، (ص ۳۶) نے اس مہم کا سال ۱۶-۱۰۱۵ء لکھا ہے - (ق)

اسی سال ابوالعباس بن مامون خوارزم شاہ نے خوارزم سے ایک خط سلطان محمود کو لکھ کر اس کی بہن کی خواہش کی[1] ، سلطان نے قبول کیا اور اپنی بہن کو خوارزم بھیج دیا - ۴۰۷ھ/۱۷-۱۰۱۶ء میں بدمعاشوں کی کی ایک جماعت نے ہجوم کرکے خوارزم پر چڑھائی کر دی اور اس کو قتل کر دیا[2] - سلطان غزنیں سے بلخ آیا اور وہاں سے خوارزم کا ارادہ کیا - جب حصر بندر[3] پہنچا کہ جو خوارزم کی سرحد ہے ، تو اس نے محمد بن ابراہیم طائی کو لشکر کا مقدمة الجیش بنا کر پہلے روانہ کیا ، جس وقت انھوں نے منزل کی اور صبح کی نماز میں مشغول ہوئے ، تو خمارتاس[4] کہ جو خوارزمیوں کا سپہ سالار تھا ، کمین گاہ سے نکلا اور ان پر حملہ آور ہوا - ایک کثیر جماعت کو قتل کر کے اس جمعیت کو منتشر کر دیا - جب سلطان کو یہ خبر ملی تو اس نے اپنے خاصہ کے غلاموں کی ایک زبردست فوج ان کے تعاقب پر مقرر کر دی - انھوں نے اس کا پیچھا کیا اسے گرفتار کر لیا اور سلطان کے پاس لائے - جب سلطان قلعہ ہزار اسپ پر پہنچا [۱۰۲] تو خوارزمی بڑی جمعیت اور تیاری کے ساتھ فوج آراستہ کر کے مقابلے پر آ گئے - بڑی سخت لڑائی ہوئی - آخر خوارزمیوں کو شکست ہوئی اور الپتگین بخاری جو ان کا سپہ سالار تھا ، قید کر لیا گیا - سلطان نے اپنے لشکر کے ہمراہ خوارزم جانے کا قصد کیا - اس نے پہلے ابوالعباس کے قاتلوں کو قصاص میں قتل کرایا اور اپنے امیر حاجب التون تاش کو خوارزم شاہ کا خطاب دے کر خوارزم کی ولایت اس کے سپرد کر دی اور وہاں سے بلخ آ کر ہرات کی ولایت اپنے لڑکے امیر مسعود کو دی اور ابو سہیل محمد بن روزنی کو اس کا وکیل بنا کر اس کے ہمراہ

۱- ذکاء اللہ (ص ۱/۲۷۸) لکھتے ہیں کہ محمود کی بہن کی شادی ابو علی بن مامون سے ہوئی تھی ابو علی کے بعد ابوالعباس تخت نشین ہوا تو اس نے اپنے بھائی کی بیوہ سے شادی کرنے کی اجازت چاہی - (ق)

۲- ذکاء اللہ ، (ص ۱/۲۷۸) لکھتے ہیں کہ محمود نے ابوالعباس کو لکھا کہ ولایت خوارزم میں محمود کے نام کا خطبہ پڑھا جائے - اس بات کو اس کے اعیان دوست نے سختی سے رد کیا - (ق)

۳- خضر بندر (فرشتہ ، ص ۱/۲۹) -

۴- خمار تاش (فرشتہ ، ص ۱/۲۹) -

روانہ کر دیا اور گورگان کی ولایت میر محمد کو دے کر ابو بکر قہستانی کو اس کے ہمراہ کر دیا[1] ۔

۴۰۹ھ/۱۹-۱۰۱۸ء میں سلطان محمود نے ولایت قنوج کو فتح کرنے کے ارادے سے فوج کشی کی ۔ وہ سات ہولناک دریاؤں کو عبور کر کے جب قنوج کی سرحد پر پہنچا ، تو وہاں کے حاکم کورہ[2] نامی نے اطاعت قبول کر کے امان چاہی اور پیش کش بھیجی ۔ سلطان وہاں سے برن کے قلعہ پر پہنچا اور اس قلعہ کا حاکم ہردت ، (قلعہ) اپنے عزیزوں اور ہم قوم لوگوں کے سپرد کر کے خود کنارہ کش ہو گیا ۔ اہل قلعہ مقابلے کی تاب نہ لائے ۔ دس لاکھ درہم کہ جن کے دو لاکھ پچاس ہزار روپے ہوتے ہیں اور تیس ہاتھی پیش کر کے امان حاصل کر لی ۔ پھر سلطان وہاں سے قلعہ مہاون[3] پر کہ جو دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے ، پہنچا ۔ اس قلعہ کے حاکم کل چندر نے ارادہ کیا کہ ہاتھی پر سوار ہو کر دریا کے پار ہو جائے اور بھاگ جائے ۔ سلطان کے لشکریوں نے حملہ کر دیا ۔ جب اس کے نزدیک پہنچے ، تو اس نے اپنے آپ کو خنجر سے ہلاک کر لیا ۔

زیستن چوں بکام خصم بود
مردن از زیستن بسنے بہتر

قلعہ فتح ہو گیا ۔ پچاسی ہاتھی اور بے انتہا مال غنیمت لشکر اسلام کے ہاتھ آیا ۔

وہاں سے سلطان شہر متورہ (متھرا) پہنچا یہ متورہ (متھرا) ایک بڑا شہر ہے جس میں بڑے بڑے بت خانے ہیں اور (متھرا) کشن (کرشن) بن باسدیو کی جائے پیدائش ہے ۔ ہندو اس کو خدا کا اوتار مانتے ہیں ۔ مختصر یہ کہ جب سلطان اس شہر میں پہنچا [۱۳] تو کوئی شخص جنگ کے لیے نہیں نکلا ۔ سلطان کے لشکر نے سارے شہر کو غارت کر دیا ،

۱- دیکھیے فرشتہ ، ص ۱/۱۲۹ ۔
۲- مختلف تاریخوں میں مختلف نام ملتے ہیں ۔ (ق)
۳- ضلع متھرا (یو ۔ پی) میں تحصیل کا صدر مقام ہے ۔

بت خانوں کو جلا دیا ، بہت کچھ مال و دولت ہاتھ آیا ۔ ایک سونے کے بت کو سلطان کے حکم سے توڑا گیا اس کا وزن اٹھانوے ہزار تین مثقال پکا سونا تھا اور اس میں سے یاقوت کحلی کا ایک ٹکڑا نکلا جس کا وزن چار سو پچاس مثقال تھا ۔

کہتے ہیں کہ چندرانے کے پاس کہ جو ہندوستان کے راجاؤں میں سے ایک راجا تھا ، ایک ہاتھی تھا جو نہایت قوی ہیکل اور مشہور تھا ۔ سلطان اس کو زیادہ سے زیادہ قیمت میں خریدنا چاہتا تھا ، مگر حاصل نہ ہوا ۔ اتفاق سے قنوج سے واپسی کے وقت وہ ہاتھی فیل بان کے بغیر رات میں ہاتھیوں میں سے بھاگ کر سلطان کے خیمے کے نزدیک آ کھڑا ہوا ، سلطان اس کو پا کر بہت خوش ہوا ۔ اس کا نام ''خداداد'' رکھ دیا ۔ غزنین پہنچ کر قنوج کے مالِ غنیمت کو شمار کیا گیا ، تو دس لاکھ درہم ، ترپن ہزار غلام اور تین سو پچاس ہاتھی تھے[1] ۔

روایت ہے کہ جب سلطان محمود نے سنا کہ راجا نندا[2] نے قنوج کے راجا کو اس وجہ سے قتل کر دیا کہ اس نے سلطان محمود کی اطاعت قبول کر لی تھی ، تو سلطان نے نندا کی بیخ کنی کا مصمم ارادہ کر لیا ۔ اور ۴۱۰ھ/۲۰-۱۰۱۹ء میں سلطان پھر ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب دریائے جون (جمنا) پر پہنچا ۔ تو نرو جے پال کہ جو سلطان کی فوج کے سامنے بھاگ چکا تھا ، نندا کی اعانت اور مدد میں پھر سلطان کے مقابلے پر آ گیا اور لشکر آراستہ کیا ۔ چونکہ بیچ میں گہرا دریا تھا ، لہذا سلطان کے حکم کے بغیر کوئی اس دریا کے پار نہ ہوا ۔ اتفاقاً سلطان سے خاصہ کے ساٹھ غلام ایک دم دریا کے اس پار پہنچ گئے اور نرو جے پال

۱- قنوج ، برن ، مہابن اور متھرا کی فتح کی ترتیب ، سنین اور حکام کے ناموں میں مختلف تاریخوں میں مختلف بیان ملتے ہیں ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تاریخ یمینی (ایلیٹ) ، ص ۳۷ - ۴۱ - حبیب ، ص ۳۸ - ۴۳ - ایشوری پرشاد ، ص ۸۸ - ۹۱ - اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ، ص ۲۱۸/۱ - ۲۳۵ - ہاشمی فرید آبادی ، ۱۲۳ - ۱۲۷ ۔

۲- کالنجر کا راجا تھا جدید مورخین نے اس کا نام گنڈا (چندیل) بتایا ہے (آکسفورڈ ہسٹری، ص ۲۰۷) ، ہاشمی فرید آبادی ، ص ۱۲۶/۱ ۔

کے سارے لشکر کو منتشر کر کے شکست دے دی ۔ ترو جے پال چند کافروں کے ہمراہ بھاگ گیا ۔ غلام سلطان کے سامنے نہیں آئے ۔ بلکہ انہوں نے اس شہر کا قصد کیا ، جو اس نواح میں تھا ۔ شہر کو خالی پا کر لوٹ مار شروع کر دی اور بت خانوں کو منہدم کر دیا ۔

سلطان نے وہاں سے نندا کی ولایت کا قصد کیا ۔ نندا جنگ پر آمادہ ہو گیا ۔ اس نے بڑی فوج جمع کر لی تھی ۔ کہتے ہیں کہ چھتیس [۳۶] ہزار سوار ، ایک لاکھ پینتالیس ہزار پیادے اور تین سو چالیس ہاتھی اس کے لشکر میں تھے ۔ جب سلطان اس کے مقابلے میں پہنچا ، تو اس نے پہلے اس کے پاس اپنا ایلچی بھیجا اور اس کو اطاعت اور اسلام کی دعوت دی ۔ نندا نے اطاعت و فرمانبرداری سے رو گردانی کی اور وہ جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا ۔ اس کے بعد سلطان اونچائی پر چڑھا تاکہ نندا کے لشکر کو ملاحظہ کرے ۔ اس کے لشکر کی کثرت کو دیکھ کر سلطان آنے پر پشیمان ہوا اور نہایت عاجزی و انکسار کے ساتھ اس نے اپنی جبین نیاز زمین پر رکھ کر خدا تعالیٰ کے حضور میں فتح و ظفر کی التجا کی ۔ جب رات ہوئی تو نندا کے دل میں بڑا خوف پیدا ہوا ۔ تمام سامان اور ہتھیار وہیں چھوڑ کر اپنے مخصوص آدمیوں کے ہمراہ فرار ہوگیا

سلطان دوسرے دن یہ خبر پا کر سوار ہوا اور کمین گاہوں کو اچھی طرح دیکھا ۔ جب اس نے لشکر کے انخلاء کو دیکھ لیا اور اس کے مکر و فریب سے اطمینان ہو گیا ، تو تاخت و تاراج کا سلسلہ شروع کر دیا ۔ بے شمار اور بے انتہا مال و دولت لشکر اسلام کے ہاتھ آیا ۔ اتفاق سے نندا کے لشکر کے پانچ سو اسی ہاتھی جنگل میں ملے ۔ بطور مال غنیمت ان کو حاصل کیا اور سلطان مظفر و منصور غزنیں واپس چلا گیا[۱] ۔

اس زمانے میں خبر ملی کہ قیرات اور لور[۲] دو درے ہیں ۔ جہاں

۱- ملاحظہ ہو - آکسفورڈ ہسٹری ، ص ۲۰۷ ، ہاشمی فرید آبادی ، ص ۱۲۶ ، اکبر شاہ خان نجیب آبادی ، ۱/۲۳۵ - ۲۲۶ ، تاریخ یمینی (ایلیٹ) ، ص ۴۲ - ۴۵ ، حبیب ، ص ۳۵ - ۳۶ ، ایشوری پرشاد ، ص ۹۱ - ۹۳ ۔

۲- ناردین (فرشتہ ۱/۳۱) ۔

کے رہنے والے سب کافر ہیں اور ان کے ٹھکانے مستحکم ہیں ۔ سلطان نے فوجوں کی حاضری کا حکم دیا اور لوہار ، بڑھئی اور سنگتراشوں کی ایک بڑی جماعت لے کر اس علاقے کو چل پڑا ۔ جب اس مقام کے نزدیک پہنچا ، تو پہلے قیرات کا ارادہ کیا ۔ قیرات بہت سرد مقام ہے ۔ وہاں میوہ بہت ہوتا ہے ۔ اس شہر کے لوگ پوجا کیا کرتے تھے ۔ اس علاقے کے حاکم نے اطاعت قبول کر لی اور مسلمان ہو گیا اور اس علاقے کے تمام باشندے بھی مسلمان ہو گئے[۱] ۔

صاحب علی ابن آلت ارسلان کو نور کی فتح کے لیے مقرر کیا ۔ اس نے وہاں جا کر اس علاقے کو فتح کر لیا اور (وہاں) قلعہ بنوایا اور علی بن قدر جوق کو اس قلعہ کی کوتوالی پر مقرر کیا ۔ اس علاقے میں اسلام طوعاً یا کرہاً پھیلا[۲] ۔

۴۱۲ھ/۲۲ - ۱۰۲۱ء میں سلطان نے کشمیر کا ارادہ کر کے لوہ کوٹ کا محاصرہ کیا ۔ تقریباً [۵ ب] ایک ماہ تک وہاں قیام کیا ۔ اس قلعہ کی بلندی اور استحکام کی وجہ سے اس پر فتح نہ پا سکا ۔ وہاں سے نکل کر لاہور و باکرہ روانہ ہوا ۔ لشکر اُن پہاڑوں کی گھاٹیوں میں تاخت و تاراج کی غرض سے منتشر ہو گیا ۔ حد سے زیادہ مال غنیمت لشکر اسلام کے ہاتھ لگا ۔ سلطان موسم بہار کے آغاز میں مظفر و منصور غزنیں واپس ہوا[۳] ۔

۴۱۳ھ/۲۳ - ۱۰۲۲ء میں (سلطان نے) پھر ولایت نندا کا ارادہ کیا ۔ جب گوالیار کے قلعہ پر پہنچا ، تو اس کا محاصرہ کر لیا ۔ جب چار دن گزر گئے ، تو اس قلعہ کے حاکم نے ایلچیوں کو بھیجا اور پینتیس ہاتھی پیشکش گزرانے اور امان چاہی ۔ سلطان نے اس کی صلح کی درخواست منظور کر لی اور قلعہ کالنجر کی جانب متوجہ ہوا کہ جو پختگی و استحکام کے لحاظ سے بلاد ہندوستان میں اپنی مثال نہیں رکھتا ہے ۔ اور اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا ۔ اس (محاصرے) میں ایک مدت گزر گئی ، تو اس قلعہ

۱- ملاحظہ ہو ۔ فرشتہ ۱/۳۱ ، حبیب ، ص ۴۶ - ۴۷ ۔
۲- فرشتہ ۱/۳۱ حبیب ، ص ۴۶ - ۴۷ ۔
۳- کالنجر ۔

کے حاکم نندا نے تین سو ہاتھی پیشکش گزران کر پناہ چاہی ۔ چونکہ انھوں نے ان ہاتھیوں کو فیل بانوں کے بغیر قلعہ سے باہر نکال دیا تھا ۔ سلطان نے حکم دیا کہ ترک ہاتھیوں کو پکڑ کر ان پر سوار ہو جائیں ۔ اہل قلعہ نے یہ مشاہدہ کر کے تعجب کیا اور ترکوں سے عبرت حاصل کی ۔

نندا نے ہندی زبان میں سلطان کی مدح میں ایک شعر لکھ کر بھیجا ۔ سلطان نے اس شعر کو ہندوستان کے فصحاء اور دوسرے شعراء کو جو اس کی ملازمت میں تھے ، سنایا ، سب نے تعریف کی ، سلطان نے اس پر فخر کیا اور پندرہ قلعوں کی حکومت کا شاہی فرمان دوسرے تحایف کے ہمراہ اس کے بدلے میں اس کے پاس بھیج دیا ۔ نندا نے بھی اس کے عوض میں بے انتہا مال و جواہر سلطان کی خدمت میں ارسال کیے اور سلطان وہاں سے فتح یاب ہو کر غزنیں پہنچا[1] ۔

۴۱۴ھ/۲۴-۱۰۲۳ء میں سلطان نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا ۔ اس لشکر کے علاوہ جو اطراف ولایت میں تھا ، چون ہزار سوار اور ایک ہزار تین سو ہاتھی شمار میں آئے ۔

۴۱۵ھ/۲۵-۱۰۲۴ء میں سلطان (محمود) بکنج پہنچا ۔ اس زمانے میں علی تگین ماوراء النہر کے لوگوں پر ظلم کر رہا تھا ۔ سلطان اس کے دفع کرنے کے ارادے سے جیحون سے گزرا ۔ [۱۰۶] ماوراء النہر کا ہر سردار استقبال کے لیے آیا اور اپنی حیثیت کے مطابق نذرین گزرانیں اور یوسف قدر خاں جو تمام ترکستان کا بادشاہ تھا ، استقبال کےلیے آیا ۔ محبت اور دوستی کے طور پر بادشاہ سے ملاقات کی ۔ سلطان اس کے آنے سے خوش ہوا ۔ جشن منعقد کیے گئے ۔ ایک نے دوسرے کو کوہدیے اور تحفے پیش کیے ۔ سلطان نے ہندوستان کے تحفے ، قیمتی جواہر ، اور فیلانِ کوہ پیکر دیے ۔ صلح اور رضا کے ساتھ ایک دوسرے سے رخصت ہوئے ۔ علی تگیں خبردار ہو کر فرار ہو گیا ۔ سلطان نے لوگوں کو اس کے

۱- تفصیل کے لیے دیکھیے ۔ فرشتہ ۱/۳۱ ، اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ۱/۲۲۷ ، حبیب ، ص ۴۸ ۔

تعاقب میں مقرر کیا ، یہاں تک کہ اس کو گرفتار کر لیا ۔ سلطان نے اس کو قید کرکے ہندوستان کے قلعوں میں سے کسی قلعہ میں بھیج دیا اور (سلطان) وہاں سے غزنیں چلا گیا اور اس نے موسم سرما غزنیں میں گزارا[1] ۔

اس نے اپنی عادت کے مطابق سومناتھ کو فتح کرنے کے ارادہ سے پھر ہندوستان پر لشکر کشی کر دی[2] ۔ سومناتھ سمندر کے کنارے ایک بڑا شہر ہے اور برہمنوں کی عبادت گاہ ہے اور اس بت خانے میں بہت سے سونے کے بت تھے[3] ۔ سب سے بڑے بت کو منات کہتے تھے ۔ کتب تواریخ میں دیکھا گیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ و سلم کے ظہور کے زمانے میں اس بت کو خانہ کعبہ سے نکال کر یہاں لے آئے تھے، لیکن برہمنوں کی قدیم کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے ۔ بلکہ کشن (کرشن) کے زمانے سے کہ جس کو چار ہزار سال کا عرصہ ہوا ، یہ بت برہمنوں کا معبود ہے اور برہمنوں کے قول کے مطابق کشن (کرشن) اس جگہ سے غائب ہو گئے تھے[4] ۔

مختصر یہ کہ جب سلطان شہر نہروالہ پٹن پہنچا[5] ۔ تو اس نے شہر

۱- دیکھیے - حبیب ، ص ۴۹ - ۵۰ ، فرشتہ ۱/۳۱ - ۳۲ -

۲- ایشوری پرشاد ، (ص ۹۳) نے سومنات کی مہم کا سال ۴۱۶ھ/ ۱۰۲۵ء لکھا ہے - (ق)

۳- مولانا ابو ظفر ندوی نے تاریخ گجرات ، (ص ۲۱۶ - ۲۶۳) میں سومنات کی مہم کا تمام انگریزی ، فارسی اور گجراتی ماخذ کی روشنی میں مفصل جائزہ لیا ہے اور اس مہم کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے - ملاحظہ ہو ، ہو تاریخ گجرات ، ص ۲۲۶ - ۲۳۸ -

۴- ۱۰ شعبان ۴۱۵ھ (ستمبر ۱۰۲۴ء) کو محمود غزنہ سے روانہ ہوا - (تاریخ گجرات ، ص ۲۳۸) اور محمود ۱۶ رمضان ۴۱۵ھ (۱۰۲۴ء) کو ملتان پہنچا -

۵- اس کو بعض نے انہلواڑہ بھی لکھا ہے - نیز دیکھیے یاد ایام (عبدالحئی) ، ص ۹ و شعر العجم جلد چہارم (ذکر شعرائے محمودی)

خالی دیکھا[1] ۔ حکم دیا کہ غلہ لے لیں اور سومنات کا راستہ اختیار کریں ۔ جب سومنات پہنچے[2] ، تو وہاں کے رہنے والوں نے قلعے کے دروازوں کو سلطان کے لشکریوں پر بند کر دیا ۔ بڑی سخت لڑائی اور کوشش کے بعد قلعہ فتح ہوگیا ۔ غارت گری اور تاراجی عمل میں آئی ۔ بہت سی مخلوق قتل اور گرفتار ہوئی ۔ بت خانوں کو منہدم کرا کے نیست و نابود کرا دیا ۔ [۱۷] سومنات کے پتھر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ایک ٹکڑا غزنیں لے جا کر جامع مسجد کے دروازے پر ڈال دیا ۔ برسوں وہ پتھر وہاں پڑا رہا ۔

سلطان نے وہاں سے واپسی کا علم اٹھایا ۔ چونکہ ہندوستان کے راجاؤں میں سے ایک بڑا راجا پرم دیو[3] نام راستے میں تھا اور (اس) وقت کے لحاظ سے اس سے جنگ کرنا مناسب نہ تھی ، اس لیے سندھ کے راستے سے ملتان کا ارادہ کیا ۔ اس راستے میں بعض مقامات پر پانی کی کم یابی اور بعض جگہ پر چارے کی نایابی سے لشکریوں کو بہت تکلیف پہنچی اور بڑی مصیبت و پریشانی کے ساتھ وہ ۴۱۷ھ/۱۰۲۶ء میں غزنیں پہنچا[4] ۔

۱- راجا بھیم دیو شہر چھوڑ کر بھاگ گیا (تاریخ گجرات ، ص ۲۳۰) ۔

۲- ذی قعدہ ۴۱۶ھ (۱۰۲۵ء) میں سومنات پہنچا ۔ (تاریخ گجرات ، ص ۲۳۱) ۔

۳- صحیح نام "بھیم دیو" ہے بدایونی اور فرشتہ نے "پرم دیو" لکھ دیا ہے ۔ (تاریخ گجرات ، ص ۲۳۰) ۔

۴- سومنات کی مہم کی تفصیل کے لیے دیکھیے :
(۱) تاریخ گجرات ، ص ۲۱۶ - ۲۶۳ ۔
(۲) آئینہ حقیقت نما ۱/۲۳۸ - ۲۴۴ ۔
(۳) فرشتہ ۱/۲۲ - ۲۵ ۔
(۴) حبیب ، ص ۵۱ - ۵۸ ۔
(۵) بدایونی ، ص ۷ ۔
(۶) ایشوری پرشاد ، ص ۹۳ - ۹۹ ۔
(۷) آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا ، ص ۲۰۸ ۔
(۸) ہاشمی فرید آبادی ، ص ۱۲۹ - ۱۳۳ ۔
(۹) خلاصۃ التواریخ ، ص ۱۷۵ - ۱۷۸ ۔
(۱۰) لین پول ، اسٹینلے (میڈیول انڈیا) ، ص ۲۶ - ۲۷ ۔

اسی زمانے میں قادر باللہ نے سلطان کو خط لکھا اور خراسان ، ہندوستان ، نیمروز اور خوارزم کے جھنڈے بھیجے ۔ سلطان ، اس کے بیٹوں اور بھائیوں کے لیے اس خط میں خطاب لکھے ۔ سلطان (محمود) کو کہف الدولہ والاسلام ، امیر مسعود کو مشہاب الدولہ و جمال الملت ، امیر محمد کو جلال الدولہ و جمال الملت اور امیر یوسف کو عضد الدولہ و موید الملت (خطاب) لکھے اور ان میں سے تو جس کو اپنا ولی عہد کرے گا[1] - ہم بھی اس کو قبول کریں گے اور یہ خط سلطان کو بلخ میں ملا ۔

اس سال سلطان ، جتانی (جاٹوں) کو سزا دینے کے ارادے سے کہ جنھوں نے سومنات سے واپسی کے وقت سلطانی لشکر کے ساتھ بے ادبی کی تھی اور مختلف قسم کی تکالیف پہنچائی تھیں ۔ ایک لشکر عظیم کے ساتھ ملتان کی جانب روانہ ہوا[2] اور جب وہ ملتان پہنچا ، تو حکم دیا کہ ایک ہزار اور چار سو کشتیاں بنائی جائیں اور ہر کشتی پر لوہے کے تین سینگ نہایت قوی اور مضبوط لگا دیے جائیں ۔ ایک کشتی کے سامنے کے رخ پر اور بقیہ دونوں پہلوؤں پر ۔ چنانچہ جو کچھ بھی ان سینگوں کے مقابلے پر آتا ، ٹوٹ پھوٹ جاتا اور ناپید ہو جاتا ۔ ان تمام کشتیوں کو دریائے جیحوں (سندھ) میں ڈلوا دیا ۔ اور ہر کشتی میں بیس آدمی تیر و کمان اور نفت کی شیشوں کے ساتھ بٹھا دیے اور جاٹوں کے استیصال کی تیاری کی ۔ جاٹ خبردار ہوگئے اور انھوں نے اپنے اہل و عیال کو (سندھ کے) جزیروں میں بھیج دیا اور خود مقابلے کے لیے تنہا بیٹھ گئے اور چار ہزار کشتیاں [۱۸] اور دوسری روایت کے مطابق آٹھ ہزار کشتیاں دریا میں ڈالی گئیں ۔ ہر کشتی میں ایک مسلح جماعت تھی ۔ چنانچہ مقابلے اور لڑائی کے لیے چلے ۔ جب طرفین کا مقابلہ ہوا ، تو سخت جنگ ہوئی ۔ جاٹوں کی جو کشتی سلطان کے آدمیوں کی کشتی کے پاس آتی ، کشتی کے سینگ سے لگتی اور ٹوٹ جاتی ۔ یہاں تک کہ سارے جاٹ ڈوب گئے اور جو باقی رہ گئے تلواروں سے قتل ہوئے ۔ سلطان کا لشکر ان کے اہل و

۱- دیکھیے ۔ فرشتہ ۱/۳۵ ، بدایونی ، ص ۷ ۔

۲- ۱۰۲۷ء (حبیب ، ص ۵۸ - ۵۹) ۔

عیال کے پاس پہنچا اور سب کو قید کر لیا اور سلطان کامیاب اور فتح یاب ہو کر غزنیں واپس چلا گیا ۔

۴۱۸ھ/۱۰۲۷ء میں سلطان محمود نے امیر طوس ابو الحرب ارسلان کو باورد[1] میں نامزد کیا ۔ تاکہ وہ جائے اور ترکمانوں کو ختم کر دے ۔ امیر طوس نے زبردست لڑائیوں کے بعد سلطان کو لکھا کہ ان کے فساد کا تدارک نہیں ہو سکتا ، تاوقتیکہ سلطان بذات خود یہاں آ کر جنگ نہ کرے ۔ سلطان خود وہاں پہنچا اور ترکمانوں کو ختم کر دیا اور پھر وہاں سے رے گیا ۔ رے کے خزانے اور دفینے ، جو وہاں کے حکام نے برسوں سے جمع کر رکھے تھے ، بغیر کسی دقت کے (سلطان کے) ہاتھ آئے ۔ وہاں باطل مذہب اور قرامطہ بہت تھے (جن پر یہ الزام) ثابت ہو گیا وہ قتل کرا دیے ۔ رے کی ولایت کو اصفہان مسعود کے سپرد کیا اور خود غزنیں واپس چلا گیا ۔

کچھ عرصے کے بعد (سلطان) دق کے مرض میں مبتلا ہو گیا روزانہ اس مرض میں ترقی ہوتی تھی ، لیکن سلطان بظاہر اپنے کو دوسروں کی نظر میں قوی (صحت مند) ظاہر کرتا تھا ۔ اسی حالت میں وہ بلخ پہنچا ۔ جب موسم بہار آیا تو غزنیں چلا آیا ۔ مرض زیادہ بڑھ گیا اور غزنیں میں جمعرات کے روز ۲۳ ربیع الآخر ۴۲۱ھ[2] کو اسی مرض میں سلطان (محمود) کا انتقال ہو گیا ۔ اس کی مدت سلطنت پینتیس سال ہوئی [۱۹] ۔

کہتے ہیں کہ سکرات موت کے وقت سلطان نے حکم دیا کہ اس کے خزانے اور قیمتی مال اس کو دکھائے جائیں ۔ اسے ان خزانوں کے چھوڑنے کا بہت صدمہ تھا ۔ آہیں بھرتا تھا ۔ اس نے ایک کوڑی بھی ان میں سے کسی کو نہیں دی ۔ بارہ[3] مرتبہ اس نے ہندوستان جا کر جہاد کیا ۔

۱- بدایونی (اردو ترجمہ ، ص ۷) میں "باورد" ہے اور فرشتہ (۱/۳۴) میں "ابوردواسا" ہے ۔ (ق)
۲- ۳۰ اپریل ۱۰۳۰ء ۔ (ق)
۳- اس تعداد میں اختلاف ہے بارہ سے سترہ مرتبہ تک مورخین نے تعین کیا ہے ۔ (ق)

ذکر جلال الدولت جمال الملت محمد بن محمود سبکتگین

جس وقت سلطان محمود کا انتقال ہوا تو امیر مسعود سپاہان[1] (صفاہان) میں اور امیر محمد گورگان میں تھا ۔ امیر علی بن ابل ارسلان نے جو سلطان محمود کا داماد تھا ، امیر محمد کو بلا کر غزنیں میں تخت پر بٹھا دیا ۔ امیر محمد نے سب سے پہلے مظلوموں کی طرف توجہ کی ، ان کا انصاف کیا اور ملک کی خوش حالی اور آباد کاری میں کوشاں ہوا ۔ خزانے کے منہ کھول دیے ہر ادنیٰ اور اعلیٰ پر نوازش کی ۔ یعقوب بن یوسف بن ناصر الدین کو کہ جو اس کا چچا[2] تھا ، سپہ سالار بنا کر خلعت عنایت کیا ۔ خواجہ ابو سہیل احمد بن الحسن الحمدوری[3] کو وزارت کے منصب پر سرفراز کیا اور حکومت کے تمام کام اس کے سپرد کر دیے ۔ اس کے زمانے میں ارزانی اور مالداری خوب ہوئی ۔ اطراف و جوانب سے تاجر غزنیں پہنچنے لگے ۔ سپاہ اور رعایا کی حالت درست ہونے لگی ۔ اس کے باوجود مخلوق کے قلوب امیر شہاب الدولہ ابو سعید مسعود کی حکومت و سلطنت کی طرف راغب تھے ۔ جب سلطان محمود کے انتقال کو پچاس دن گزر گئے تو امیر ایاز نے غلاموں سے مسعود کے پاس جانے کا مشورہ کیا ۔ آپس میں قسمیں کھائی گئیں اور ابو الحسن علی بن عبداللہ کو بھی کہ اس کو علی دریہ کہتے ہیں ، پیغام بھیج کر متفق کر لیا ، دوسرے روز غلام ایک جگہ جمع ہوئے ۔ طویلے میں آئے اور خاصے کے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور جنگ کے لیے آمادہ ہو گئے اور بست کا راستہ لیا ۔ امیر محمد نے سولدیرائے[4] ہندو کو [۲۰] ایک بڑا لشکر دے کر ان

۱- عراق (طبقات ناصری ۱/۲۳۱) ۔ (ق)

۲- یوسف بن ناصر الدین ، محمد بن محمود کا چچا تھا ، ابو یعقوب اس کی کنیت تھی ۔ طباعت میں ابو یعقوب یوسف بن ناصر الدین "یعقوب بن یوسف بن ناصر الدین ہو گیا ۔ دیکھیے تاریخ گردیزی (زین الاخبار) ، ص ۷۴ ۔ (ق)

۳- ہمدانی (فرشتہ ۱/۳۰) بیہقی (ایلیٹ) ، ص ۶۶ ۔ (ق) حمدوی (گردیزی ، ص ۷۴) ۔

۴- سوبند رائے (فرشتہ ۱/۳۰) ، حبیب ، ص ۸۹ ، سوبندر (بیہقی ، ص ۵۰۴ ، سولدھرائے (گردیزی ، ص ۷۴) ۔

کے تعاقب میں روانہ کیا ۔ جب سوندیرائے ان تک پہنچا ، تو جنگ ہونے لگی ۔ سوندیرائے اور ہندوؤں کی ایک بڑی جماعت قتل ہوئی اور غلام بھی بڑی تعداد میں کام آئے ۔ ان کے سروں کو امیر محمد کے پاس بھیج دیا ۔

ایاز اور علی دایہ نے غلاموں کے ہمراہ امیر مسعود نیشا پور پہنچنے میں جلدی کی اور وہاں پہنچ گئے ۔ امیر کی خدمت میں حاضری دی ۔ امیر مسعود خوش ہوا اور ان لوگوں کو جو کچھ راستے میں تکلیفیں پہنچی تھیں ، اس کی معذرت چاہی ۔ حالات دریافت کیے امیر محمد غزنیں میں عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا ۔ جب چار مہینے کا عرصہ گزر گیا ، تو حکم دیا کہ لسبت کی طرف لشکر کشی کی جائے اور ایک بڑا لشکر لے کر غزنیں سے نکلا ۔ جب تکین آباد پہنچا ، تو لشکر کے تمام سرداروں نے متفق ہو کر امیر محمد سے عرض کیا کہ چونکہ تمام مخلوق امیر مسعود کی مطیع ہو چکی ہے ، اس لیے یہ یقین ہے کہ آپ اس کے مقابلے کی تاب نہ لا سکیں گے ۔ مناسب یہی ہے کہ آپ اپنی جگہ پر رہیں اور ہم اس کے پاس پہنچ کر اپنی اور آپ کی طرف سے معذرت چاہیں ۔ پھر وہ آپ کو اپنے پاس بلائے (اس طرح ہماری اور آپ کی جانیں محفوظ رہیں ۔ امیر محمد نے اس (بات) کو قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا ۔ امیر یوسف اور علی حاجب اور لشکر کے دوسرے سرداروں نے امیر محمد کو لے جا کر قلعہ ذیج[1] میں بٹھا دیا اور خود تمام لشکر اور خزانے لے کر امیر مسعود کی طرف روانہ ہو گئے اور ہرات پہنچ گئے ۔ اس کی حکومت کی مدت پانچ مہینے بھی نہ ہوئی ۔

ذکر ابوسعید مسعود بن سلطان محمود

جب ایاز بن ایماق اور دریہ امیر مسعود کے پاس نیشا پور پہنچے ، تو اس کی ہمت بڑھی ۔ اس نے عدل و انصاف کی طرف توجہ کی ۔ کچھ مدت گزرنے کے بعد ابو سہل مرسل بن منصور بن اللج[2] گردیزی ،

۱- قلعہ دلج کہ حالا مردم قندھار آں را قلعہ خلج می خوانند (فرشتہ ۱/۳۰) - (ق)
۲- اللج (گردیزی ، ص ۷۶) -

امیر المومنین القادر باللہ کی طرف سے جھنڈا لایا [۲۱] اور انعام و اکرام کا مستحق ٹھہرا ۔ امیر مسعود ، نیشا پور سے ہرات آیا ۔ اس وقت علی حاجب امیر مسعود کے پاس پہنچا ، اس پر طرح طرح کی نوازشیں کیں ۔ اور تمام لشکر اور خزانہ امیر مسعود کے پاس پہنچ گیا ۔ وہ ہرات سے بلخ آیا ۔ موسم سرما وہاں گزارا ۔ ابو القاسم احمد بن حسن میمندی کو ، جو سلطان محمود کے حکم سے قلعہ کالنجر میں قید تھا ، بلا کر وزارت کے عہدے پر فایز کیا ۔ میر جنک[1] میکایل کو بلا کر سولی دے دی گئی ۔ ان لوگوں کو ، جنھوں نے امیر مسعود کی مخالفت کی تھی اور اس کے دشمن (امیر محمد) کے موافق تھے ، نیست و نابود کر دیا ۔ امیر احمد بن نیالتگین[2] پر جو سلطان محمود کا خازن تھا ، تاوان ڈالا ، اس کا بہت مال‌زر ہاتھ آیا اور اس کو ہندوستان بھیج دیا ۔ جب احمد ہندوستان پہنچا تو وہ (وہاں) باغی ہو گیا ۔

امیر مسعود کے حکم سے ابوطالب رستم مجدالدولہ ہندوستان سے غزنیں آیا ۔ امیر حسین بن معدان ، جو مکران کا امیر تھا ، اپنے بھائی[3] کی شکایت امیر مسعود کے پاس لایا ۔ امیر مسعود نے میر تاش[4] فراش‌کو حکم دیا ۔ اس نے امیر حسین کا بدلہ اس کے بھائی سے لیا ۔ امیر مسعود ، بلخ سے غزنیں چلا آیا ۔ شہر کے لوگ خوش ہوئے اور اس (امیر حسن) کو مکران کی حکومت پر متمکن کر دیا ۔ اس کا استقبال ہوا اور شہر آراستہ کیا اور درہم و دینار نچھاور کیے ۔ اس نے غزنیں سے سپاہان (صفاہان) اور رے کا قصد کیا ۔ جب وہ ہرات پہنچا تو سرخس اور باورد کے لوگوں نے ترکمانوں کی شکایتیں کیں ۔ امیر ابوسعید (مسعود) نے عبدوس بن عبدالعزیز کو ایک عظیم لشکر دے کر ترکمانوں کی تادیب کے لیے مقرر کیا[5] ۔ اس نے وہاں پہنچ کر جنگ کی ۔ دونوں طرف سے بہت سے آدمی مارے گئے ۔ امیر مسعود کا لشکر کئی مرتبہ جنگ کرکے واپس چلا آیا ۔

۱- حسن بن المیکالی (گردیزی ، ۷۷) ۔
۲- احمد نیالتگین (گردیزی ، ص ۷۷) ۔
۳- ابو العسکر (یا ابو العساکر) (گردیزی ، ص ۷۷) ۔
۴- مرتاش (گردیزی ، ص ۷۷) ۔
۵- ۴۲۲ھ/۱۰۳۱ء (گردیزی ، ص ۷۸) ۔ (ق)

۴۲۲ھ/۱۰۳۱ء میں خواجہ احمد بن حسن کو فرمان ملا ۔ خواجہ ابونصر احمد بن محمد عبدالصمد[1] کہ جو حسن تدبیر اور اصابت رائے میں مشہور تھا ، اس کی جگہ وزیر ہوا اور خوارزم پہنچ کر اس نے اس علاقے [۲۲] کو آباد کیا اور اور وہاں سے پھر امیر مسعود کی خدمت میں آیا ۔ امیر مسعود غزنیں پہنچا ۔

۴۲۳ھ/۱۰۳۲ء میں اس نے ہندوستان کا ارداہ کیا اور قلعہ سرستی پر جو کشمیر کے درے میں واقع ہے ، پہنچا اور اس قلعے کا محاصرہ کر لیا ۔ آخر کار اس قلعہ کو فتح کر لیا ۔ بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا ، پھر وہ وہاں سے غزنیں گیا[2] ۔

۴۲۵ھ/۳۴-۱۰۳۳ء میں اس نے امل اور ساری کا ارادہ کیا ۔ اس نواح کے لوگ متفق ہو کر مقابلے کے لیے آ گئے اور جنگ پر آمادہ ہو گئے ۔ غزنیں کے لشکر کو فتح نصیب ہوئی ۔ طبرستان کے امیر کا لیغا[3] نے ایلچی بھیجے اور امیر مسعود کے نام کا خطبہ منظور کر لیا ۔ اپنے لڑکے بھمن اور اپنے بھتیجے شروین[4] بن سرخاب کو گروکان بھیجا ۔ امیر مسعود وہاں سے غزنیں آیا ۔ جب وہ نیشا پور پہنچا تو لوگوں نے ترکمانوں کے مظالم بیان کیے ۔ امیر مسعود نے بکتعدی[5] اور حسین بن علی بن میکائیل کو ایک بڑے لشکر کے ہمراہ ان کی تادیب کے لیے روانہ کیا ۔ جب لشکر موضع شنہد انفاق[6] میں پہنچا تو ترکمانوں کا ایلچی آیا اور پیغام دیا کہ ہم حضور کے فرمانبردار اور غلام ہیں ۔ اگر ہماری چراگاہ کی حد مقرر کر دی جائے ، تو ہم کو کسی سے کچھ غرض نہیں ۔ ہماری ذات سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچے گی ۔ بکتعدی نے اس قاصد کو سخت جواب دیا کہ ہمارے تمھارے درمیان سوائے تلوار کے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا ۔

۱- محمد بن عبدالصمد (گردیزی ، ص ۷۸) ۔ (ق)
۲- (حبیب ص ۹۸) میں دیکھیے (گردیزی ، ص ۷۹) ۔
۳- کالنجار (گردیزی ، ص ۷۹) ۔
۴- شہرو (گردیزی ، ص ۸۰) ۔
۵- بکتغدی (گردیزی ، ص ۸۰) ۔
۶- مہند القان (گردیزی ، ص ۸۰) ۔

اگر اطاعت قبول کر لو اور برے کاموں (لوٹ مار) سے باز آ جاؤ اور کسی کو امیر مسعود کے پاس بھیج کر وہاں سے فرمان منگوا لو ، تو ہمارے ہاتھ سے نجات پا سکتے ہو ۔ ترکپالوں نے ایلچیوں کی زبان سے یہ بات سن کر لشکر آراستہ کیا ۔ سخت جنگ ہوئی ۔ آخر کار ترکپالوں نے شکست پائی اور میدان جنگ کو پشت دکھائی ۔ یکتغدی نے ان کا تعاقب کیا اور ان کے اہل و عیال کو قید کر لیا اور بہت مال غنیمت ہاتھ آیا ۔ واپسی کے وقت جب یکتغدی کا لشکر مال غنیمت حاصل کرنے کی وجہ سے متفرق ہو چکا تھا ، تو داؤد ترکپان پہاڑ کے درے سے نکلا اور اس نے یکتغدی کے اشکر پر حملہ کر دیا [۲۳] اور دو دن رات (مسلسل) جنگ ہوتی رہی ۔ یکتغدی نے حسن بن علی سے کہا کہ اب ٹھہرنے کا موقع نہیں ہے ۔ مگر حسن نے استقلال سے کام لیا اور جنگ جاری رہی ۔ ترکپانوں نے اسے گرفتار کر لیا اور یکتغدی فرار ہو کر امیر مسعود کے پاس پہنچا ۔

امیر مسعود جب غزنیں آیا تو احمد بن نیالتگین کی بغاوت کی اطلاع ملی ۔ امیر مسعود نے بانتھ[1] بن محمد علی کو جو ہندوؤں کا سردار تھا[2] ، اس کی تنبیہ کے لیے بھیجا ۔ جب ایک دوسرے سے مقابلہ ہوا ، تو خوب جنگ ہوئی ۔ بانتھ مارا گیا اور اس کا لشکر منتشر ہو گیا ۔ جب امیر مسعود کو یہ خبر پہنچی تو اس نے تلک بن[3] حسین کو جو ہندوؤں کا سردار تھا ، بھیجا ۔ اس نے وہاں پہنچ کر جنگ کی ۔ احمد کو شکست دی اور اس کے لشکر کے جو آدمی گرفتار ہوئے ان کے ناک کان کٹوا لیے ۔ احمد منصورہ سندھ[4] کو بھاگ گیا ۔ جب اس نے ارادہ کیا کہ دریائے سندھ کو عبور کرے ، اتفاق سے دریا میں سیلاب آ گیا اور وہ اس کی گرفت میں آ کر غرق ہو گیا ۔ چونکہ پانی نے اس کو کنارے پر ڈال دیا ، لہذا لوگ اس کا سر کاٹ کر تلک کے پاس لائے ۔ تلک نے وہ سر امیر مسعود کے پاس بھیج دیا ۔

۱- بانہمہ بن محمد بن مللی (گردیزی ، ص ۸۱)
۲- (گردیزی ، ص ۸۱) میں ہے "سالارہ ہندوستان بود" ۔
۳- تلک بن جهلن (گردیزی ، ص ۸۱) ۔
۴- منصورہ و سند (گردیزی ، ص ۸۲) ۔

۴۲۷ھ/۳۶ - ۱۰۳۵ء میں نیا محل تیار ہوا اور جواہرات سے مرصع ایک زریں تخت اس محل میں رکھا اور جواہرات سے مرصع ایک زریں تاج ستر من وزن کا سنہری زنجیروں سے باندھ کر اس تخت کے اوپر لٹکا دیا گیا ۔ سلطان نے اس تخت پر بیٹھ کر اس لٹکے ہوئے تاج کو سر پر رکھا اور دربار عام کیا[1] ۔ اس سال امیر مودود کو طبل و علم عنایت کیا اور بلخ بھیج دیا اور خود ہندوستان پر چڑھائی کی ۔ جب وہ قلعہ ہانسی پر پہنچا ، تو اس کو فتح کر لیا ۔ بہت مالِ غنیمت[2] ہاتھ آیا ۔ وہاں سے قلعہ سونی پت[3] کا رخ کیا ۔ اس قلعہ کا حاکم دنیال[4] پر ، اس کی آمد کی خبر سن کر بھاگ گیا اور جنگلوں میں جا چھپا ۔ لشکر اسلام نے اس قلعہ کو فتح کرکے تمام بت خانوں کو توڑ دیا ۔ بہت مالِ غنیمت ہاتھ لگا ۔ جب دلپال کی خبر لگی تو اس کا تعاقب کیا ، وہ خبر ملتے ہی اکیلا بھاگ کھڑا ہوا ۔ اس کا تمام لشکر قتل اور قید کر لیا گیا[5] ۔ پھر وہ وہاں سے درہ رام[6] کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب رام کو خبر ملی ۔ تو اس نے بہت نذر و پیشکش بھیجی [۴۴] اور پیغام بھیجا کہ میں بوڑھا اور کمزور ہوں ، خدمت میں حاضری سے معذور ہوں ۔ امیر مسعود نے اس کے عذر کو قبول کیا اور اس کو چھوڑ دیا اور امیر ابو المجدد[7] بن مسعود کو طبل و علم دے کر لاہور روانہ کیا اور خود غزنیں واپس چلا گیا ۔

۴۲۸ھ/۳۷ - ۱۰۳۶ء میں ترکمانوں کے فساد کے تدارک کی غرض سے غزنیں سے بلخ آیا ۔ جب ترکمانوں نے یہ خبر سنی تو بھد تنغ کی ولایت چھوڑ کر کسی اور طرف چلے گئے اس دوران میں خبر پہنچی کہ قدر خان مر گیا اور اس کا لڑکا تگین جانشیں ہوا ۔ رعایا کو اس سے نفرت

۱- گردیزی ، ص ۸۲ ۔
۲- دیکھیے حبیب ، ص ۹۸ - ۹۹ ۔
۳- سونی پت ضلع کرنال ۔ (ق)
۴- دیپال ہرپالہ (گردیزی ، ص ۸۲) دیپال ہری (حبیب ، ص ۹۹) فرشتہ (/۴۲) ۔
۵- ملاحظہ ہو گردیزی ، ص ۸۲ - ۸۳ ۔
۶- دیرہ رام (گردیزی ، ص ۸۳) ۔
۷- امیر مجدود (گردیزی ، ص ۸۳) ۔

ہوگئی ہے اور ماورہ النہر کی تمام ولایت پریشان ہے - اس امید میں کہ ماوراء النہر کی ولایت پر قبضہ کر لیا جائے اس نے دریائے جیحوں کو عبور کیا اور ماوراء النہر کے تمام سرکش اپنے مکان خالی کرکے بھاگ گئے - کوئی مقابلے پر نہ آیا - جب چند روز گزر گئے ، تو خواجہ احمد بن محمد عبدالصمد[1] وزیر نے بلخ سے خط لکھا کہ داؤد ترکمان نے ایک بڑی فوج کے ساتھ بلخ کا ارداہ کیا - میرے پاس نہ اتنی فوج ہے اور نہ اتنے ہتھیار کہ مقابلہ کر سکوں - امیر مسعود فوراً ماوراء النہر سے لوٹ پڑا اور اپنا رخ بلخ کی طرف کر دیا داؤد ترکمان ، رخ بدل کر مرو چلا گیا - امیر مسعود بلخ پہنچا اور وہ داؤد کے تعاقب کی غرض سے گورگان گیا - وہاں چند آدمیوں نے امیر مسعود سے علی قندری[2] کی شکایت کی اور یہ علی قندری چالاک اور ظالم تھا اور وہ اس علاقے میں بہت ظلم کرتا تھا - امیر مسعود نے اس سے اطاعت قبول کرنے کو کہا - اس نے بات نہیں مانی اسی طرح خلق اللہ کو اذیتیں پہنچاتا رہا اور اس نواح میں جو قلعہ تھا ، اس میں اس نے اپنے اہل و عیال کو بھیج دیا اور خود قلعہ بند ہوگیا - امیر مسعود ایک لشکر متعین کیا جس نے اس قلعہ کو فتح کر لیا اس کو امیر مسعود کے پاس لا کر سولی دے دی گئی[3] -

جب ترکمانوں نے امیر مسعود کا رخ مرو کی طرف دیکھا اور ان کو یہ خبر ملی ، تو انھوں نے اپنا ایلچی بھیجا اور عرض کیا کہ ہم مطیع و فرمانبردار ہیں [۲۵] اگر ہماری چراگاہ کی حد مقرر کر دی - تاکہ ہمارے مویشی اور اہل و عیال وہاں رہیں - تو ہم سب خدمت کے لیے حاضر ہیں - امیر مسعود نے ان کے اس التماس کو قبول کر لیا اور اپنا ایک آدمی بیغو[4] کے پاس ، جو ان کا سردار تھا ، بھیجا کہ وہ اس سے عہد لے کہ اس کے بعد کوئی ناشایستہ حرکت عمل میں نہیں آنے گی اور ان کی چراگاہ کی حد مقرر کر دی گئی اور ان باتوں پر قول و قرار ہوگیا -

---

۱- محمد بن عبدالصمد (گردیزی ، ص ۸۳) -
۲- علی قہندزی (گردیزی ، ص ۸۳) -
۳- یہ واقعہ ۴۲۹/۳۸-۱۰۳۷ء میں ہوا (گردیزی ، ص ۸۳) -
۴- پیغو (فرشتہ ۱/۴۲) بیغو (گردیزی ، ص ۸۳) -

امیر مسعود نے وہاں سے ہرات کا رخ کیا ۔ راستے میں ترکمانوں کا ایک گروہ امیر مسعود کے لشکر کے مقابلے پر آ گیا اور چند آدمیوں کو قتل کر دیا اور کچھ سامان بھی لے گئے ۔ امیر مسعود نے ان کے تعاقب میں فوج بھیجی اور سب کو قتل کرا دیا اور ان کے اہل و عیال کو قید کر لیا ۔ ان کے سر امیر مسعود کے سامنے لائے گئے ۔ امیر مسعود نے ان تمام سروں کو خوان میں رکھ کو بیغو کے پاس بھیج دیا اور کہلا دیا کہ جو عہد شکنی کرتا ہے ، اس کی یہی سزا ہے ۔ بیغو نے عذر خواہی کی اور کہا کہ مجھے اس کی مطلق خبر نہیں تھی ۔ میں اس جماعت کے ساتھ جو کچھ کرتا ، وہ خود امیر نے کر دیا ۔

امیر مسعود ہرات سے نیشا پور اور نیشا پور سے طوس گیا اور طوس کے نزدیک ترکمانوں کی ایک جماعت پھر مقابلہ پر آئی ۔ اس نے جنگ کی اور کچھ قتل ہوئے ۔ اس وقت خبر آئی کہ باورد کے لوگوں نے اپنا قلعہ ترکمانوں کو دے دیا ۔ امیر مسعود نے اس قلعہ کو فتح کرکے وہاں کے لوگوں کو قتل کر دیا اور پھر نیشا پور آ کر موسم گرما وہاں گزارا[1] ۔

جب موسم بہار آیا ، تو ۴۳۰ھ/۳۹-۱۰۳۸ء میں وہ طغرل ترکمان کے ارادہ (استیصال) سے باورد کی طرف روانہ ہوا ، طغرل کو خبر مل گئی۔ وہ ترن باورد کی طرف چلا گیا ۔ امیر مسعود مہنہ کے راستے سے سرخس کی طرف آیا ، چونکہ مہنہ کی رعایا خراج نہیں دیتی تھی ، لہذا ان کو گرفتار کر لیا گیا ۔ ایک جماعت کو قتل کر دیا اور دوسری جماعت کے ہاتھ کٹوا دیے ۔ ان کے قلعہ کو ویران کر دیا ، وہاں سے دید[2] القان کی طرف روانہ ہوا ، جب وہ وہاں پہنچا ، تو چاروں طرف سے ترکمان جمع ہو گئے اور غزنیں کے لشکر کا راستہ روک لیا ، امیر مسعود نے فوج مرتب کرکے جنگ شروع کر دی ۔ ترکمان بھی لشکر [۲۶] ترتیب دے کر مقابلے پر آ گئے ۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی ۔ اس دوران میں غزنیں کے اکثر سردار مخالفت پر آمادہ ہوگئے اور دشمن سے جا ملے ۔ سلطان فوراً اکیلا میدان میں آ گیا اور ترکمانوں کے چند سرداروں کو تلوار ، نیزوں اور گرز سے ختم

۱۔ گردیزی ، ص ۸۵ ۔
۲۔ دلدالقان (گردیزی ، ص ۸۵) ۔

کر دیا ، غزنین کے لشکریوں کی جماعت جو دغمن سے مل گئی تھی ، اس وقت میدان جنگ کو پیٹھ دے کر غزنین کو بھاگ گئی - جب کوئی شخص امیر مسعود کے پاس نہ رہا تو اس نے صرف اپنی قوت و مردانگی سے کام لیا اور اس معرکہ سے نکل آیا اور کسی میں یہ طاقت نہ تھی کہ اس کا تعاقب کرے - یہ واقعہ آٹھویں رمضان المبارک ۴۳۱ھ/مئی ۱۰۴۰ء کو وقوع پذیر ہوا ، جب وہ مرو پہنچا تو کچھ لشکری اس سے جا ملے اور وہاں سے غور کے راستے سے غزنین پہنچا - اس نے ان سرداروں کو جو بغیر جنگ کیے لڑائی سے بھاگ آئے تھے ، مثلاً علی دایہ ، حاجب بزرگ سپاہی[1] ، مکتعدی[2] سب کو گرفتار کر کے ان پر تاوان ڈالا اور ہندوستان بھجوا دیا اور ان کو قلعوں میں قید کر دیا کہ وہ سب اس قید میں مر گئے امیر مسعود نے چاہا کہ ہندوستان پر فوج کشی کرے تاکہ ہندوستان سے قوت بہم پہنچائے اور لشکر کثیر جمع کر کے ترکمانوں کے مقابلے کو جائے ان کو واجبی سزا دے - پس امیر مودود کو بلخ کی حکومت دے کر خواجہ محمد بن[3] عبدالصمد وزیر کو اس کے ہمراہ کر دیا اور بلخ روانہ کر دیا اور ارتگین حاجب کو اس کی حاجبی پر مقرر کیا اور چار ہزار آدمیوں کو اس کی ہمراہی میں روانہ کیا - امیر محمد[4] کو دو ہزار فوج کے ساتھ ملتان بھیجا اور ملک کے سرداروں کو کوہ پایہ غزنین بھیجا تاکہ ان افغانوں کو جو باغی ہو گئے ہیں ، آگاہ میں رکھیں اور ان کو موقع نہ دیں کہ وہ ملک کو خراب کریں اور سلطان محمود کے تمام خزانے جو مختلف قلعوں میں تھے ، غزنین منگائے اور اونٹوں پر لاد کر ہندوستان روانہ ہوا - راستے سے کسی آدمی کو بھیجا کہ بھائی امیر محمد کو قلعہ ترغند[5] سے لائیں - جب ماریکلہ سرائے[6] کے قریب آئے تو اس کے غلام

۱- سباشی (گردیزی ، ص ۸۶) -
۲- بکتغدی (گردیزی ۸۶) -
۳- پچھلے صفحات میں احمد بن محمد عبدالصمد (محمد بن عبدالصمد) آیا ہے [احمد بن] غالباً طباعت میں رہ گیا - (ق)
۴- امیر مجدود (گردیزی ، ص ۸۷) -
۵- برغند (گردیزی ، ص ۸۷) -
۶- اس مقام کا املا ماریکلی ، ماریکلہ بھی صحیح ہے جو راولپنڈی اور اٹک کے درمیان حسن ابدال کی طرف چند میل کے فاصلہ پر موجود ہے - (طبقات ناصری ۱/۲۳۲) - (ق)

خزانے کے پاس پہنچ گئے اور انھوں نے اونٹوں کو لوٹ لیا ۔ اس اثنا میں امیر محمد وہاں پہنچ گیا ۔ غلام سمجھ گئے [۲۷] کہ یہ ظلم کامیاب نہیں ہوگا ، مگر اس صورت میں کہ کوئی دوسرا شخص امیر ہو جائے ۔ مجبوراً امیر محمد کے پاس پہنچے اور اس کو بادشاہ قبول کر لیا اور ہجوم کرکے امیر مسعود کے اوپر چڑھائی کر دی ۔ وہ اس سرائے (باریکلہ) میں محفوظ ہو گیا ۔ دوسرے روز تمام لشکری جمع ہو کر امیر مسعود کو اس سرائے باریکلہ سے نکال لائے اور قید کر دیا اور گری[1] کے قلعہ میں نظر بند رکھا وہ وہیں تھا کہ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۴۳۲ھ/۱۰۴۱ء کو امیر محمد کی طرف ایک جھوٹا پیغام گری کے کوتوال کے پاس پہنچایا گیا کہ امیر مسعود کو قتل کرکے میرے پاس بھیج دو ۔ کوتوال نے پیغام کے مطابق اس کا سر کاٹ کے امیر محمد کے پاس بھیج دیا ۔ امیر محمد بہت رویا اور جن لوگوں نے اس (قتل) کی کوشش کی تھی ان کو بہت ملامت کی[2] ۔

ذکر شہاب الدولہ و قطب الملت ابوالفتح مودود بن مسعود

جب امیر مسعود کے قتل کی خبر اس کے لڑکے امیر مودود کو بوستانی[3] میں ملی ، تو اس نے چاہا کہ اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لیے باریکلہ جائے ، مگر ابونصر احمد بن محمد بن عبدالصمد نے اس کو اس ارادے سے باز رکھا اور غزنیں لے آیا ۔ غزنیں کی تمام رعایا نے اس کا استقبال کیا اور ماتم پرسی کی اور اس کی موافقت کا اظہار کیا ۔ وہ وہاں سے ایک عظیم لشکر لے کر اپنے چچا امیر محمد کے مقابلے کے لیے نکلا ۔ جب وہ دلتور[4] پہنچا ، تو امیر محمد آگے بڑھا ۔ فوجیں آراستہ ہوئیں اور جنگ شروع ہو گئی اور تمام دن جنگ ہوتی رہی ۔ جب رات ہو گئی ہر ایک اپنے دشمن سے

۱۔ کسری (گردیزی ، ص ۸۷) ۔
۲۔ امیر مسعود کا حال تمام تر تاریخ گردیزی (زین الاخبار) سے ماخوذ ہے ۔ (ق)
۳۔ بیبال (گردیزی ، ص ۸۸) اسپان (بدایونی ، ص ۱۱) ۔
۴۔ دہنور (گردیزی ، ص ۸۸) دیپور (فرشتہ ۱/۴۴) (بدایونی ، ص ۱۱) دیبور (ذکاء اللہ ۲/۳۲۹) ۔

بدلہ لے کر اپنے ٹھکانوں کو واپس ہوگیا اور خود امیر مودود نے اسی رات میر اجل سید منصور کے پاس کہ جو امیر محمد کے لشکر میں تھا، آدمی بھیجا اور اس کو اپنے ساتھ ملا لیا - چنانچہ میر اجل سید منصور جنگ کے وقت ایک کنارے کھڑا ہوا (تماشا) دیکھتا رہا اور اس نے کسی جانب سے کوشش نہیں کی - دوسرے روز پھر مقابلہ ہوا اور غارت گری شروع ہوئی [۲۰۸] آخر کار امیر مودود کو فتح ہوئی - امیر محمد اپنے لڑکے احمد اور لشکر کے تمام سرداروں کے ہمراہ گرفتار ہو گیا اور وہ لوگ مختلف تکلیفیں دے کر ہلاک کر دیے گئے - امیر مودود نے وہاں سرائے اور بازار بنوائے او اس کو فتح آباد سے موسوم کر دیا اور اپنے باپ اور بھائیوں کے تابوتوں کے متعلق حکم دیا کہ ان کو گری سے غزنیں پہنچوایا جائے - یہ فتح شعبان ۴۳۲ھ/۱۰۴۱ء میں ہوئی -

۴۳۳ھ/۴۲ - ۱۰۴۱ء میں امیر مودود، خواجہ احمد عبدالصمد سے ناراض ہو گیا - اس کو قلعہ غزنیں میں قید کر دیا اور وہ اسی قید میں مر گیا - ابو طاہر بن محمد مستوفی کو وزارت سپرد کی -

اسی سال ابونصر محمد بن احمد کو جنگ کے لیے نامی محمد بن محمود کے مقابلے پر بھیج دیا - اسی لڑائی میں نامی مارا گیا -

۴۳۴ھ/۴۳ - ۱۰۴۲ء میں امیر مودود نے ارتگین کو طخرستان[۱] بھیجا - اس کو خبر ملی کہ داؤد ترکمان کا لڑکا بمقام اگر من آ گیا ہے - اس نے اس پر لشکر کشی کر دی - جب لشکر اس کے قریب پہنچا تو وہ خبردار ہوا - وہ لشکر کو چھوڑ کر چند آدمیوں کے ہمراہ نکل گیا - ارتگین پیچھے سے آ گیا اور اس کا بہت سا لشکر قتل کر دیا اور وہاں سے بلخ چلا آیا بلخ کو فتح کیا اور امیر مودود کے نام کا خطبہ پڑھا -

کچھ عرصے کے بعد ترکمانوں نے اس (کے مقابلے) کا ارادہ کیا اور بلخ کے نزدیک پہنچے - چونکہ اس (ارتگین) کے پاس زیادہ فوج نہ تھی اس لیے امیر مودود سے مدد چاہی - اس کی یہ درخواست منظور نہیں کی گئی، لہذا وہ اپنی فوج لے کر بلخ سے غزنیں آیا -

---

۱- طخارستان (ذکاء اللہ، ص ۱/۳۳۱) -

۴۳۵ھ/۴۴-۱۰۴۳ء میں بعض لوگوں کے ورغلانے سے وہ غزنیں کے کوتوال ابو علی سے ناراض ہو گیا اور اس کو قید کر دیا ۔ جب اس کی بے گناہی معلوم ہو گئی ، تو اس کو قید سے رہا کرکے دیوان مملکت اور غزنیں کا کوتوال بنا دیا ۔

سوری بن المعیر کو جو اس سے پہلے دیوان تھا ، قید کر دیا اور وہ قید ہی میں مر گیا اور لوگوں نے ارتگیں کی بری باتوں کا امیر مودود کو یقیں دلا دیا ۔ چنانچہ اس نے اپنے سامنے اس کو قتل کرا دیا ۔ [۲۹]

۴۳۶ھ/۴۵-۱۰۴۴ء میں خواجہ طاہر وزیر کو فرمان (معزولی) ملا اور خواجہ امام سید ابوالفتح عبدالرزاق بن احمد بن حسین اس کی جگہ وزیر ہوا ۔ اسی سال طغرل حاجب کو بست کی جانب روانہ کیا ، طغرل ، سیستان تک گیا اور ابوالفضل درنگی کے بھائی ابو منصور کو قید کر لیا اور غزنیں لایا اور ۴۳۷ھ/۴۶-۱۰۴۵ء میں ترکمانوں نے جمعیت فراہم کرکے غزلیں کا رخ کیا ۔ جب وہ بست سے گزرے ، تو انھوں نے رباط امیر (امیر کے محل) کو تباہ کر دیا ۔ غزنیں کا لشکر ان تک پہنچا ۔ جنگ عظیم برپا ہوئی ۔ ترکمانوں کو شکست ہوئی ۔ بہت سے قتل ہوئے ۔

اس فتح کے بعد طغرل گرم سیر کی طرف روانہ ہوا ۔ اس علاقے کے ترکمانوں کو کہ جن کو ''سرخ کلاہ'' کہتے تھے ، قتل کر دیا اور بہت سے لوگوں کو قید کرکے غزلیں لایا ۔

۴۳۸ھ/۴۷-۱۰۴۶ء میں امیر مودود نے طغرل کو لشکر کثیر کے ساتھ پھر اس جانب روانہ کیا ۔ جب وہ تکیناباد پہنچا ، تو اس نے بغاوت کر دی ۔ جب یہ خبر امیر مودود کو ملی تو اس نے لوگوں کو اس کی سزا دہی کے لیے اس کے پاس بھیجا ۔ طغرل نے جواب میں کہا کہ وہ جماعت جو حضور کے پاس ہے ، چونکہ میری دشمن ہے ، اس لیے میں آپ کی خدمت میں نہیں آ سکتا ۔ اس کے بعد امیر مودود نے علی بن ربیع کو دو ہزار سواروں کے ساتھ اس کے بلانے کو بھیجا ۔ جب علی بن ربیع ، طغرل کے نزدیک پہنچا ، تو طغرل چند آدمیوں کے ہمراہ فرار ہو گیا جب علی اس کے لشکر میں داخل ہوا ، تو لوٹ مار شروع کر دی ۔ چند آدمیوں کو گرفتار کرکے غزلیں لایا ۔

اسی سال امیر مودود نے حاجب بزرگ بایتگین کو غور کی طرف بھیجا ۔ جب وہ غوز کی طرف چلا تو شیر بچہ کو ساتھ کر دیا ۔ وہ ابوعلی کے قلعہ پر پہنچا ، قلعہ کو فتح کر لیا اور ابو علی کو گرفتار کر لیا ۔ یہ وہ قلعہ تھا کہ سات سو سال سے کوئی اس پر قبضہ نہیں کر پایا تھا ۔ شیر بچہ ، ابو علی کی گردن میں طوق ڈال کر اس کو غزنیں لے آیا ۔

اسی سال امیر مودود نے امیر حاجب بایتگین کو بہرام سال کے مقابلے کے لیے جو ترکمانوں کا سردار تھا ، بھیجا ۔ جب بست کے قریب دونوں فریق پہنچے ، تو مقابلے میں ترکمانوں کو [.۲] شکست ہوئی ۔ ۴۳۹ھ/۳۸ - ۱۰۴۷ء میں امیر قزدادا[1] نے بغاوت کی ۔ امیر مودود نے حاجب بزرگ بایتگین کو اس کی تنبیہہ کے لیے بھیجا ۔ قزدار جنگ کی اور شکست پائی وہ کچھ عرصے کے بعد مطیع ہوگیا اور خراج دینا قبول کیا ۔ امیر حاجب غزنیں واپس آیا ۔

۴۴۰ھ/۳۹ - ۱۰۴۸ء میں امیر مودود نے اپنے دونوں لڑکوں ابو القاسم محمود و منصور کو ایک ہی دن خلعت ، طبل اور علم دے کر ابو القاسم محمود کو لاہور کی طرف اور منصور کو پرشور (پشاور) کی طرف بھیجا اور غزنیں کے کوتوال ابو علی حسن کو ہندوستان بھیجا تاکہ وہاں پہنچ کر ہندوستان کے سرکشوں کو سزا دے ۔

ابو علی نے قلعہ ماہتہ[2] کا رخ کیا ۔ جب اس قلعہ کے حاکم آہنیں[3] نے خبر پائی ، تو وہ اکیلا فرار ہو گیا ۔ کشمیر کے پہاڑوں میں ہندوؤں کا سالار ہجرائے[4] تھا کہ جس نے سلطان محمود کے زمانے میں بڑی خدمات انجام دی تھیں اور ایک عمر اس کے پاس گزاری تھی ۔ بعض وجوہ سے وہ

۱- قصدار (بدایونی ، ص ۱۲) ۔
۲- ماہتیلہ (فرشتہ ۱/۳۶) ۔
۳- آہین (فرشتہ ۱/۳۶) ۔
۴- ہجری تیک سالار ہندواں (فرشتہ ۱/۳۶) یہ مشہور سپہ سالار ''تلک'' ہوگا دیکھیے ماثر لاہور (سید ہاشمی فرید آبادی) ، ص ۱/ ۳۸ - ۴۰ ۔

ناراض ہو گیا اور بھاگ کر ہندوستان آ گیا تھا ۔ کوتوال نے کسی کو اس کے پاس بھیجا اور اس کی بہت دل دہی کی ۔ اپنے پاس بلایا اور عہد و پیاں کرکے غزنیں بھیج دیا ۔ امیر مودود نے اس کی جانب توجہ فرمائی اور اس کو تسلی دی ۔

اس زمانے میں جب کہ ابو علی کوتوال ہندوستان میں تھا ، اس کے دشمنوں نے حسد کی وجہ سے کچھ نامناسب باتیں اس کے متعلق امیر مودود سے کہیں ۔ جب ابو علی کوتوال غزنیں آیا ، تو امیر مودود نے حکم دیا اور وہ قید کر دیا گیا اور میرک حسن وکیل کے سپرد کیا گیا ۔ چند روز کے بعد دشمنوں نے اسے قید میں مار ڈالا ۔

چونکہ انھوں نے یہ کام امیر مودود کی اجازت کے بغیر کیا تھا ، اس لیے اس کو چھپانے کے لیے ہر روز امیر کو غزنیں سے باہر جانے کے لیے راغب و آمادہ کرتے تھے کہ امیر غزنیں سے چلا جائے تو ان کے اس کام پر پردہ پڑا رہے ۔ آخر امیر نے کابل کا سفر اختیار کیا جب وہ قلعہ سالکوہ[۱] پہنچا ، تو قولنج کی بیماری میں مبتلا ہو گیا ۔ مرض زور بروز بڑھتا گیا ۔ مجبوراً امیر مودود غزنیں واپس چلا آیا ۔ جب وہ غزنیں آ گیا [۲۰۱] تو عین اس بیماری کی حالت میں میرک کو حکم دیا کہ ابو علی کوتوال کو قید سے نکال کر حاضر کرو ۔ میرک وکیل نے کچھ عذر کرکے ایک ہفتے کی مہلت لے لی ابھی ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ امیر مودود ۲۴ رجب المرجب ۴۴۱ھ/۱۰۴۹ء کو انتقال کر گیا ۔ مودود کی حکومت کی مدت نو سال ہوئی ۔ اس کا لڑکا محمد بن مودود کہ جس کی عمر تین سال کی تھی ، علی بن ربیع کی کوشش سے تخت پر بیٹھا ، لیکن پانچ روز[۲] کے بعد امیروں کی رائے بدل گئی اور علی بن مسعود کو تخت پر بٹھا دیا گیا ۔

ذکر علی بن مسعود

جب (علی بن مسعود) حکومت پر قابض ہوا ، تو اس وقت عبدالرزاق بن احمد میمندی کہ جس کو امیر مودود نے سیستان پر نامزد کیا تھا ،

۱۔ سجاولد و لہو گروہ (فرشتہ ۱/۴۶) ۔
۲۔ پانچ مہینے (بدایونی ، ص ۱۲) ۔

اس قلعہ پر پہنچا کہ جو بست اور اسفرائن کے درمیان واقع ہے اور اس نے معلوم کیا کہ امیر مودود کے حکم سے عبدالرشید اس قلعہ میں قید ہے - اس نے عبدالرشید کو قید سے نکال کر اسے بادشاہ بنا دیا اور لشکریوں کو بھی اس کی اطاعت کے لیے طلب کیا اور سب سے بیعت لے لی - علی کی حکومت کی مدت تقریباً آٹھ ماہ ہے -

ذکر عبدالرشید مسعود[1]

جب عبدالرشید کو حکومت ملی ، تو اس نے عبدالرزاق اور دوسرے لشکریوں کے ہمراہ غزنیں کا رخ کیا - جب وہ غزنیں کے قریب پہنچا ، تو علی بن مسعود بغیر جنگ کیے ہوئے وہاں سے فرار ہو گیا اور عبدالرشید حاکم ہو گیا -

طغرل حاجب کو جو محمود کے زمانے میں فوج کا سردار تھا ، سیستان روانہ کیا - طغرل نے سیستان پر قبضہ کر لیا - اور بڑی فوج فراہم کر لی اور وہاں سے اس عبدالرشید کے پاس پہنچنے کے ارادے سے غزنیں کا قصد کیا - تا کہ اس سے بغاوت کرے - جب وہ غزنیں پہنچا ، تو عبدالرشید اس کے بغاوت کے ارادے سے آگاہ ہو گیا - [۳۲] اور وہ اپنے متعلقین کے کے ہمراہ غزنیں میں آ کر قلعہ بند ہو گیا - طغرل نے شہر پر قبضہ کر لیا اور اس نے عبدالرشید کو مع سلطان محمود کی بقیہ اولاد کے قتل کر دیا - اور مسعود کی لڑکی نے خود نکاح کر لیا - ایک روز تخت پر بیٹھا - ہر ایک کو اپنے پاس آنے کی اجازت دے دی کہ جری پہلوانوں کی ایک جماعت نے غیرت دکھائی وہ (جماعت) اس کے پاس آئی اور اس (جماعت) نے تلوار سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے[2] اور اس کو ذلیل و خوار کرکے زمین پر ڈال دیا - اس کی حکومت کی مدت چار سال ہوئی -

---

۱- بدایونی ، (ص ۱۲) اور فرشتہ ، (ص ۱/۴۷) میں عبدالرشید کو محمود کا بیٹا لکھا گیا ہے - نیز دیکھیے ذکاء اللہ (۲/۲۳۳) -

۲- تفصیل کے لیے دیکھیے ذکاء اللہ (۲/۲۳۳) -

ذکر فرخ زاد بن مسعود

جب طغرل قتل ہو گیا تو امراء و اعیان سلطنت فرخ زاد کو جو قید میں تھا ، قید سے نکال لائے اور اس کو تخت پر بٹھا دیا[1] ۔ سلجوقیوں کی ایک جماعت کثیر غزنیں پر حملے کے ارادے سے آئی اور اس نے چاہا کہ اس وقت مقابلہ ہو جائے ۔ حرحر ، فرخ زادہ حکم کے مطابق ان کے مقابلے کے لیے گیا اور ان میں سے اکثر کو قتل کر دیا اور ان میں سے چند امیروں کو گرفتار کرکے امیر فرخ زاد کی خدمت میں لے آیا ۔ امیر نے ان کو قید کرنے کا حکم دیا ۔

دوسری مرتبہ الپ ارسلان نے ایک بڑا لشکر جمع کرکے غزلویوں سے جنگ کی اور وہ غالب آیا اور وہ غزنیں کے بہت سے سرداروں کو گرفتار کرکے خراسان لے گیا ، آخر صلح اس بات پر ہوئی کہ دونوں طرف کے قیدی رہا کر دیے جائیں ۔ جب فرخ زاد کی حکومت کو چھ سال ہوگئے تو وہ فوت ہو گیا[2] ۔ اور اس کا بھائی ابراہیم بن مسعود اس کے بجائے تخت نشین ہوا ۔

ذکر ابراہیم بن مسعود بن سلطان محمود

وہ عادل اور زاہد بادشاہ تھا ۔ حسن تدبیر اور اصابت رائے میں مشہور اور نہایت خوش اوبس تھا وہ ہر سال ایک قرآن شریف لکھ کر بہت سے مال کے ساتھ مکہ معظمہ بھیجتا تھا ۔ غرض جب سلجوقیوں سے اس کی صلح ہو گئی ۔ تو ادھر سے مطمئن ہو کر اس نے ہندوستان کا رخ کیا بہت سے قلعے اور شہروں کو فتح کیا[3] [۳۲] منجملہ ان کے ایک شہر

۱۔ تخت نشین فرخ زاد ۹ ذی القعدہ ۴۴۴ھ (طبقات ناصری ۱/۲۳۷) ۔
۲۔ وفات ۴۵۱ھ (طبقات ناصری ، ص ۱/۲۳۷) مگر بدایونی ، (ص ۱۳) اور فرشتہ (۱/۴۸) میں ۴۵۰ھ تحریر ہے ۔ (ق)
۳۔ قلعہ اجودھن ۴۷۲ - ۱۰۷۹ء میں فتح ہوا (حبیب ، ص ۱۰۷) اس کے علاوہ قلعہ روپال (فرشتہ ، ص ۱/۴۸) (یا قلعہ روپر حبیب ، ص ۱۰۷) بھی فتح کیا ۔ (ق)

نہایت آباد تھا[1] ۔ اس کے رہنے والے خراسانی نسل کے تھے کہ افراسیاب نے ان کو خراسان سے نکال دیا تھا ۔ اس شہر میں ایک بہت بڑا حوض تھا کہ جس کا قطر نصف فرسنگ کا تھا ۔ کتنے ہی آدمی اور مویشی اس میں سے پانی پیتے ، لیکن اس کا پانی کم نہیں ہوتا تھا اور جنگل کی کثرت کی وجہ سے کہ جو قلعہ کے چاروں طرف تھا آنے جانے کا راستہ ظاہر نہ تھا ۔ اس شہر کو زور اور غلبہ سے فتح کیا اور ایک لاکھ آدمیوں کو قید کرکے غزنیں لایا ۔ اس سے دوسرے مال غنیمت کا اندازہ لگانا چاہیے ۔ اس کی وفات ۴۸۱ھ/۸۹ - ۱۰۸۸ء میں ہوئی ۔ اس کی مدت حکومت تیس سال اور بقول ''صاحب بناکتی'' بیالیس سال ہوئی[2] ۔

ذکر مسعود بن ابراہیم

اپنے باپ کے بعد اس کا قائم مقام ہوا ۔ سلطان جلال الدین خطاب اختیار کیا ۔ اس سے زیادہ اس کا حال نظر سے نہیں گزرا اس کی حکومت کی مدت سولہ سال ہوئی[3] ۔

۱- فرشتہ (۱/۸۳) اور حبیب ، (ص ۱۰۷) میں اس مقام کا نام ''درہ'' بتایا ہے ۔ (ق)

۲- تاریخ وفات میں اختلاف ہے طبقات ناصری (۱/۲۴۰) میں سال وفات ۴۹۲ھ دیا ہے ۔ (ق)

۳- طبقات ناصری (۱/۲۴۰) میں علاء الدین بن مسعود کا خاصا ذکر ہے سلطان سنجر کی بہن اس کے عقد میں تھی ۔ وہ نیک اخلاق ، عادل اور منصف بادشاہ تھا ۔ المستظہر باللہ خلیفہ کے عہد حکومت میں تخت نشیں ہوا ۔ امیر عضدالدولہ کو ہندوستان کی امارت پر برقرار رکھا ۔ حاجب طغاتگیں اس کے عہد میں ۔ دو آبہ گنگ میں وہاں تک پہنچا جہاں تک محمود غزنوی نے تاخت کی تھی ۔ ۵۰۹ھ میں فوت ہوا ۔ (ق)

ذکر ارسلان شاہ بن مسعود بن ابراہیم

باپ کے بعد تخت نشین ہوا[1] اور سربراۓ حکومت ہو کر اس نے اپنے تمام بھائیوں کو قید کر دیا ، مگر بہرام شاہ بھاگ کر سلطان سنجر کے پاس خراسان چلا گیا ۔ ہر چند (سلطان سنجر) نے بہرام شاہ کے متعلق اس کو خطوط لکھے اور خوشامد بھی کی ، لیکن ارسلان شاہ نے قبول نہیں کیا ۔ آخر کار سلطان سنجر ایک بڑے لشکر کو لے کر ارسلان شاہ کے سر پر آ پہنچا ۔ جب غزنیں ایک فرسنگ رہ گیا ، تو ارسلان شاہ تیس ہزار فوج لے کر میدان جنگ میں آ گیا ۔ صف بندی ہوئی اور بڑی زبردست جنگ ہوئی ۔ ارسلان شاہ کو شکست ہوئی[2] اور وہ ہندوستان چلا گیا ۔ سلطان سنجر غزنیں میں داخل ہوا[3] ۔ اس نے چالیس روز وہاں قیام کیا اور اس ملک کو بہرام شاہ کے حوالے کرکے اپنے ملک کو واپس [۳۴] چلا گیا ۔ جب ارسلان شاہ کو سلطان سنجر کی واپسی کی اطلاع ملی ، تو ہندوستان سے لشکر کثیر کے ہمراہ غزنیں واپس آیا ۔ بہرام شاہ مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور وہ غزنیں چھوڑ کر قلعہ بامیان چلا گیا اور پھر سلطان سنجر کی مدد سے غزنیں آیا ۔ ارسلان شاہ نے سلطان سنجر کے لشکر سے خائف ہو کر شہر کو خالی کر دیا اور گوشہ نشیں ہو گیا ۔ سلطان سنجر کا لشکر اس کے تعاقب میں روانہ ہوا اور اس نے اس کو گرفتار کرکے اس کے بھائی بہرام شاہ کے سپرد کر دیا اور وہ اپنے بھائی کے ہاتھ سے قتل ہوا[4] ۔ اس کی مدت سلطنت تین سال ہوئی[5] ۔

۱- ارسلان شاہ ۹ شوال ۵۰۹ھ (۲۲ فروری ۱۱۱۶ء) بروز سہ شنبہ تخت نشین ہوا ۔ (ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ، ص ۱۱) ۔

۲- تفصیل کے لیے دیکھیے ڈاکٹر غلام غلام مصطفیٰ خاں ، ص ۱۷-۲۰

۳- ۲۰ شوال ۵۱۰ھ (۲۵ فروری ۱۱۱۷ء) کو سلطان سنجر غزنیں میں داخل ہوا (ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ، ص ۲۰ - ۲۱ -

۴، ۵- ۵۱۱ھ (طبقات ناصری ۱/۲۴۱) میں سال وفات ۵۱۱ھ دیا ہے مگر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ، (ص ۲۲) کی تحقیقات ہے کہ وہ جمادی الاولیٰ ۵۱۲ھ (ستمبر ۱۱۱۸ء) میں بہرام کے حکم سے قتل کیا گیا ۔ (ق)

ذکر بہرام شاہ بن مسعود بن ابراہیم

وہ شان و شوکت کا بادشاہ تھا[1] - وہ علماء و فضلاء کے ساتھ صحبت رکھتا تھا - شیخ سنائی نے بھی اس کے نام پر اشعار کہے ہیں[2] - اس کے زمانے میں بہت سی کتابیں تصنیف ہوئیں - کلیلہ دمنہ اس کے نام پر تالیف ہوئی[3] - اس کی تخت نشینی کے دن سید حسن غزنوی نے[4] قصیدہ کہا کہ اس کا مطلع یہ ہے[5] -

ندائے برآمد ز ہفت آسماں
کہ بہرام شاہ است شاہ جہاں[6]

اس نے اکثر ہندوستان پر لشکر کشی کی اور ان مقامات کو فتح کیا جو اس سے پہلے لوگ فتح نہ کر سکے[7] - اس نے ان پر قبضہ کیا اور

۱- ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (اے ہسٹری آف بہرام شاہ آف غزنیں ، لاہور ۱۹۵۵ء) ، (ص ۷ - ۱۰) نے تعین کیا ہے کہ بہرام شاہ ۴۷۷ھ/۱۰۸۴ء کے بعد پیدا ہوا ہے - (ق)

۲- سنائی (ف ۵۴۵ھ/۱۱۵۰ء) کے متعلق دیکھیے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ، ص ۵۷ -

۳- کلیلہ و دمنہ (عربی تالیف عبداللہ بن المقفع) کا فارسی ترجمہ ابوالمعالی نصراللہ نے کیا تفصیل کے لیے دیکھیے - ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ، ص ۷۵ - ۷۷ -

۴- تفصیل کے لیے دیکھیے - ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ، ص ۴۷ - ۷۵ -

۵- ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (ص ۱۲) لکھتے ہیں کہ طبقات ناصری اور فرشتہ وغیرہ کتب تواریخ میں یہ شعر ملتا ہے - مگر حسن کے دیوان (مخطوطات برطانیہ ، فرانس اور ہندوستان) کے کسی نسخے میں یہ شعر یا قصیدہ نہیں ہے - بہرام شاہ نے یہ شعر اپنے سکہ پر کندہ کرایا تھا - (ق)

۶- بہرام شاہ کی علمی و ادبی سرپرستی کے لیے ملاحظہ ہو - ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ، ص ۶۷ - ۸۰ -

۷- یہ بات درست نہیں ہے - بہرام شاہ کی ہندوستان کی مہمات کے لیے دیکھیے - ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ، ص ۳۲ - ۴۲ -

اپنے سرداروں میں سے ایک کو ممالک ہندوستان کے انتظام کے لیے چھوڑا اور خود غزنیں واپس چلا گیا ، ایک زمانے کے بعد اس شخص نے احسان فراموش کی اور بغاوت کر دی ۔ اس خبر کو سن کر بہرام شاہ اس کے دفعیہ کے لیے ہندوستان آیا ۔ جب وہ ملتان پہنچا ، تو طرفین میں زبردست جنگ ہوئی ۔ بغاوت کی شامت سے وہ شخص گرفتار ہو کر قتل ہوا ۔ دوبارہ بہرام شاہ نے ولایت ہندوستان پر قبضہ کیا ۔ ۵۴۷ھ[1] میں اس (بہرام شاہ) نے اس دنیا سے رحلت کی اس کی حکومت کی مدت پینتیس سال ہوئی ۔ [۳۵]

ذکر خسرو شاہ بن بہرام شاہ بن مسعود بن ابراہیم

باپ کے بعد اسے سلطنت ملی ۔ جب علاء الدین حسین غوری ، غزنیں کی طرف متوجہ ہوا ، تو وہاں سے بھاگ کر ہندوستان چلا آیا اور لاہور میں حکومت کا کام سنبھال لیا ۔ جب علاء الدین واپس آ گیا ، تو خسروشاہ پھر غزایں آیا ۔ جب غز (ترکمانوں) نے سلطان سنجر کو گرفتار کیا ، اور پھر انھوں نے غزلیں کا رخ کیا ، تو خسرو شاہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر لاہور چلا گیا اور وہاں ۵۵۵ھ میں فوت ہو گیا ۔ اس کی حکومت کی مدت آٹھ سال ہوئی ۔[2]

ذکر خسرو ملک بن خسرو شاہ

باپ کے انتقال کے بعد لاہور میں تخت نشین ہوا ۔ حلم و حیا سے متصف تھا ۔ چونکہ عیش و عشرت میں بہت مشغول رہتا تھا ، اس لیے مملکت میں پورے طور سے خرابیاں پیدا ہو گئیں :

دراں تخت و ملک از خلل غم بود
کہ تدبیر شاہ از شباں کم بود

۱۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ، (ص ۷۳) کی تحقیق ہے کہ بہرام شاہ ۵۲۲ھ/۱۱۵۲ء کے آغاز میں فوت ہوا ۔ (ق)

۲۔ خسرو شاہ بن بہرام شاہ ۵۱۵ھ/۱۱۲۱ء میں پیدا ہوا اور ۵۵۲ھ/۱۱۵۷ء سے ۵۵۵ھ/۱۱۶۰ء تک حکومت کی ۔ (ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ، ص ۸۹) ۔

جب سلطان معز الدین محمد سام نے غزنیں کو پایہ تخت بنایا اور ہندوستان کی طرف لشکر کشی کی اور بڑے غلبہ کے ساتھ لاہور کے نزدیک پہنچا ، تو خسرو ملک نے اس سے امان چاہی - ۵۸۳ھ میں وہ (سلطان سام) کے پاس گیا - سلطان معزالدین محمد سام نے اس کو غزنیں بھیج دیا اور مروا ڈالا -[۱] اس کی مدت حکومت اٹھائیس سال ہوئی - غزنویوں کی حکومت ختم ہو گئی اور ان کے خاندان سے سلطنت منتقل ہو گئی -

• • •

۱- ۵۹۸ھ (طبقات ناصری ۱/۲۴۴) -

غلام خاندان

طبقہ سلاطین دہلی

ذکر سلطان معزالدین محمد سام غوری

[۳۶] وہ شہاب الدین[1] کے نام سے مشہور ہوا ۔ اس کا ایک بھائی شمس الدین[2] تھا جو اس سے بڑا تھا[3] ۔ سلطنت مل جانے کے بعد اس کو غیاث الدین لکھا گیا ۔ جب سلطان غیاث الدین کو غور سے سلطنت مل گئی اور وہ بعض علاقوں پر قابض ہوگیا ، تو اس نے اپنے چھوٹے بھائی سلطان معزالدین کو تنکنا باد میں چھوڑا کہ جو گرم سیر کا شہر ہے ۔ جب سلطان معزالدین تنکنا باد کا حاکم ہوا ، تو وہ ہمیشہ تنکنا باد سے غزنیں پر لشکر کشی کرتا اور لوٹ مار کرتا تھا اور ان شہروں کے لیے پریشانی کا سبب بنتا تھا ۔ ۵۶۹ھ/۷۴ - ۱۱۷۳ء میں غزنیں کو سلطان غیاث الدین نے فتح کر لیا اور اپنے چھوٹے بھائی سلطان معزالدین کے سپرد کر دیا ۔

جب ۵۷۰ھ/۷۵ - ۱۱۷۴ء میں سلطان معزالدین نے اپنے بھائی کی نیابت میں غزنیں کی حکومت پائی ، تو ایک سال کے بعد[4] اس نے اچہ کی طرف لشکر کشی کی اور ملتان کو قرامطہ کے قبضے سے نکال لیا[5] اور

۱- شہاب الدین الملقب بہ معزالدین محمد سام غوری ۔ (ق)

۲- شمس الدین الملقب بہ غیاث الدین غوری ۔ (ق)

۳- معزالدین محمد سام اور غیاث الدین غوری ، بہاء الدین سام (ابن ملک عزالدین حسین) کے بیٹے تھے ۔ (ق)

۴- ۵۷۱ھ مطابق ۷۶ - ۱۱۷۵ء فرشتہ (۵۶/۱) نے ۵۷۲ھ لکھا ہے (ق)

۵- اچہ اور ملتان ایک ہی حملے میں فتح ہوئے ہیں ملتان میں اسماعیلیوں کا غلبہ و اقتدار تھا ۔ اکثر مورخین نے قرامطہ لکھ دیا ہے ۔ (تاریخ گجرات ، ص ۲۶۶) ۔

بھاٹیہ لوگ اچہ کے قلعہ میں قلعہ بند ہوگئے[1] ۔ کچھ روز تک جنگ ہوتی رہی ۔ آخر فتح ہو گئی اور ملتان پر بھی قبضہ ہو گیا اور اس نے اچہ و ملتان کو علی کرماخ[2] کے سپرد کر دیا اور وہ خود غزنیں لوٹ آیا ۔ ۵۷۴ھ/۷۹ - ۱۱۷۸ء میں وہ پھر اچہ اور ملتان آیا اور ریگستان کے راستے سے گجرات کی طرف چلا گیا اور رائے بھیم دیو[3] جو اپنی ولایت کا حاکم تھا ، مقابلے پر آیا اور جنگ کے بعد سلطان کو شکست ہوئی [۳۷] اور سلطان بہت مشکلوں اور دشواریوں کے بعد غزنیں پہنچا ۔ چند روز قیام کیا اور ۵۷۵ھ/۸۰ - ۱۱۷۹ء میں پشاور کی جانب کہ پرانی کتابوں میں پکرام پرسور اور فرشور کے نام سے مشہور ہے ، لشکر لے جا کر اس علاقے کو فتح کر لیا ۔ وہ دوسرے[4] سال لاہور گیا ۔ سلطان خسرو ملک جو سلطان محمود کی نسل سے تھا اور لاہور پر قابض تھا ، قلعہ بند ہو گیا ۔ خط و کتابت کے بعد خسرو ملک نے اپنے لڑکے کی معرفت ایک ہاتھی بطور پیشکش بھیجا ۔ سلطان معزالدین نے صلح کر لی اور واپس ہو گیا ۔ دوسرے سال دیول کی طرف کہ جس سے ٹھٹھ مراد ہے ، لشکر لے جا کر سمندر کے کنارے کے تمام شہروں پر قبضہ کر لیا اور بہت سا مال لے کر واپس ہوا ۔ ۵۸۰ھ/۸۵ - ۱۱۸۴ء میں پھر لاہور آیا ، خسرو ملک پھر قلعہ بند ہو گیا

۱۔ اچہ کی فتح کے سلسلے میں ابن اثیر نے ایک افسانوی روایت لکھ دی ہے جس کو فرشتہ (۱/۵۶) نے بھی نقل کر دیا کہ اچہ کی رانی نے سلطان کی سازش سے راجا کے خاتمہ میں معاونت کی ۔ افسانہ سے زیادہ اس کی حقیقت نہیں ہے ۔ دیکھیے حبیب اللہ ، ص ۹۴ ، نیز دیکھیے تاریخ مبارک شاہی ، ص ۵ - ۶ ۔
ایشوری پرشاد ، ص ۱۲۱ ۔

۲۔ علی کرماچ (بدایونی ، ص ۸۰) علی کرباج (ذکاء اللہ ۱/۳۵۴) علی کرماج (فرشتہ ۱/۵۶) ۔ (ق)

۳۔ جدید تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اس کا نام مولراج (۵۷۳ھ/۱۱۷۷ء تا ۵۷۵ھ/۱۱۷۹ء) تھا ۔ دیکھیے تاریخ گجرات ، ص ۲۶۶ ہاشمی ص ۱/۱۴۸ طبقات ناصری ۲/۴۰۲ مگر لڑنے والوں میں مول راج کے ساتھ بھیم دیو ثانی بھی تھا ۔ (تاریخ گجرات ، ص ۲۶۷) ۔

۴۔ ۵۷۶ھ/۸۱ - ۱۱۸۰ء (ق)

اور سلطان معزالدین نے لاہور کے لواح کو غارت کیا اور سیالکوٹ کے قلعہ کی کہ جو دریائے راوی اور چناب کے درمیان ہے ، بنیاد رکھی[1] ، اور حسین خرمیل کو قلعدار بنا کر خود واپس ہو گیا ۔ اس کے بعد خسرو ملک نے کھوکھروں اور دوسرے قبائل سے متفق ہو کر ایک مدت تک سیالکوٹ کے قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا ، لیکن نامراد واپس ہوا ۔ سلطان معزالدین ۵۸۲ھ/۸۷-۱۱۸۶ء میں پھر لاہور آیا ۔ خسرو ملک قلعہ بند ہو گیا ۔ کچھ روز تک کوشش کی ، آخرکار عاجزی کے ساتھ سلطان معزالدین سے جا کر ملا ۔ سلطان اُس کو اپنے ہمراہ غزنیں لے گیا اور اپنے بھائی غیاث الدین کے پاس فیروز کوہ بھیج دیا ۔ غیاث الدین نے اس کو غرجستان[2] کے ایک قلعہ میں قید کر دیا اور وہ اسی قید میں مر گیا اور سلطان معزالدین نے لاہور کو علی کرماخ کے حوالے کیا جو ملتان کا حاکم تھا اور خود واپس ہو گیا ۔

۵۸۷ھ/۱۱۹۱ء میں پھر غزنیں سے ہندوستان آیا اور قلعہ سرہند[3] کو کہ اس زمانے میں بڑے بڑے راجاؤں کی راجدھانی رہا تھا ، فتح کر لیا ۔ ضیاء الدین توکلی یا تولکی کو [۳۸] ایک ہزار دو سو منتخب سوار دے کر اس قلعہ پر چھوڑ دیا اور اس کو قلعہ داری کا سامان دے کر وہ چاہتا تھا کہ واپس ہو کہ اس نے رائے پتھورا کے آنے کی خبر سنی جو اجمیر کا راجا تھا ۔ وہ آگے بڑھا اور موضع ترائن[4] میں کہ جو دریائے سرستی کے کنارے واقع ہے اور تھانیسر سے سات کوس کے فاصلے پر ہے اور اب تراوری کے نام سے مشہور ہے اور دہلی سے چالیس کوس کے فاصلے پر ہے ، سخت مقابلہ ہوا ۔ سلطان کو شکست ہوئی ۔ سلطان نے اس جنگ میں بہت بہادری دکھائی ۔ اس نے پتھورا کے بھائی ، کھانڈے

۱۔ متن میں ''بنا نہادہ'' لکھا ہے مگر غالباً یہ مراد ہوگا کہ سیالکوٹ کے قلعہ کو فوجی اعتبار سے مستحکم کیا ۔ (ق)

۲۔ غرستان (طبقات ناصری ۱/۳۹۸) ۔

۳۔ بھٹنڈہ (فرشتہ ۱/۸۷) تبرہندہ (طبقات ناصری ، ص ۱/۳۹۸) بدایونی ص ۱۹ ۔

۴۔ ترائن کے نام کی بحث کے لیے دیکھیے ۔ طبقات ناصری ۲/۴۲۶-۴۲۵

رائے کے منہ پر نیزہ مارا جو دہلی کا حاکم تھا اور ہاتھی پر سوار ہو کر پیش قدمی کر رہا تھا ۔ اس نے بھی سلطان کے نیزہ مارا ۔ سلطان کا بازو زخمی ہو گیا اور قریب تھا کہ سلطان گھوڑے سے زمین پر گر جائے کہ خلیج بچہ ، جو پیدل تھا ، سلطان کو دیکھ کر اس گھوڑے پر سلطان کے پیچھے سوار ہو گیا اور سلطان کو میدان جنگ سے نکال لایا اور لشکر کو لے گیا اور وہ شور و غل جو سلطان کے لشکر میں واپس نہ پہنچنے کی وجہ سے لشکریوں میں تھا ، وہ ختم ہو گیا ۔

جب سلطان غزنیں چلا گیا تو رائے پتھورا نے قلعہ سرہند کا محاصرہ کر لیا ۔ ضیاء الدین توکلی (تولکی ؟) وہاں تھا ۔ وہ ایک سال اور ایک ماہ تک محاصرہ کیے رہا ۔ اور صلح سے (قلعہ) لے لیا ۔

۵۸۸ھ/۱۱۹۲ء میں سلطان معزالدین پھر ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا اور اسی مقام ترائن پر کہ جہاں پہلے جنگ ہوتی تھی ، پتھورا سے مقابلہ ہوا اور جنگ عظیم برپا ہوئی ۔ سلطان نے اپنے لشکر کے چار حصے کرکے بار بار جنگ کی اور فتح پائی پتھورا گرفتار ہو کر مارا گیا ، اس کا بھائی رائے بھی جنگ میں مغلوب ہوا اور مارا گیا ۔ قلعہ ہانسی اور سرستی کو فتح کیا اور اجمیر کو جو پتھورا کی راجدھانی تھا ، تاخت و تاراج کر دیا اور ملک قطب الدین ایبک کو جو اس کا غلام اور معتمد تھا ، قصبہ کہرام میں چھوڑا کہ جو دہلی سے ستر کوس ہے ۔ سلطان کوہ شمر الک کو جو ہندوستان کے شمال میں ہے ، برباد کرتا ہوا غزنیں واپس چلا گیا ۔

اس سال ملک قطب الدین ایبک نے دہلی [۳۹] اور میرت (میرٹھ) کے قلعے فتح کیے اور پتھورا اور کھانڈے رائے کے وارثوں کے قبضے سے نکال لیے ۔ ۵۸۹ھ/۱۱۹۳ء میں قلعہ کول (علی گڑھ) کو فتح کیا ۔ دہلی کو دارالحکومت بنایا اور وہیں قیام کیا اور دہلی کے اطراف و جوانب پر قبضہ کر لیا اور اس تاریخ سے دہلی "(تخت گاہ سلاطین بنی) ۔ اس سال سلطان معزالدین نے غزلیں نے پھر ہندوستان کا ارادہ کیا اور قنوج کی طرف متوجہ ہوا اور رائے جے چند جو قنوج کا حاکم تھا اور تین سو سے زیادہ ہاتھی اس کے پاس تھے" ، آگے بڑھا اور قصبہ چند وار اور اٹاوہ کے نواح

میں جنگ ہوئی ۔ (جے چند کو) شکست ہوئی ۔ اس کے ہاتھی اور سپاہی سلطان کے قبضے میں آئے ۔ سلطان نے ملک قطب الدین کو دہلی میں چھوڑا اور کثیر مال غنیمت لے کر مظفر و منصور غزنیں چلا گیا ۔

ملک قطب الدین ایبک نے قلعہ تھنکر ، گوالیار اور بداؤں[1] کو فتح کیا ، اور لشکر نہروالہ گجرات لے گیا ۔ وہاں رائے بھیم دیو سے جو وہاں کا حاکم تھا ، سلطان کا بدلہ لیا ۔ بہت سا مال غنیمت اس کے ہاتھ لگا[2] ۔

سلطان معزالدین طوس اور سرخس میں تھا کہ اس کے بڑے بھائی کی موت کی خبر ملی کہ جس کا نام سلطان غیاث الدین تھا اور بادشاہت اس کے نام سے تھی ۔ وہ باد غیس روانہ ہوا اور تعزیت کی رسوم ادا کر کے اپنے بھائی کے علاقوں کو آل سام میں اس طرح تقسیم کر دیا ۔ کہ فیروز کوہ اور غوز کی حکومت اپنے چچا زاد بھائی ملک ضیاء الدین کو دی کہ جو سلطان غیاث الدین کا داماد تھا اور بست ، خرہ اور اسفرائن[3] سلطان محمود بن غیاث الدین کو دیے ۔ ہرات اور اس کے قرب و جوار کی حکومت ناصر الدین غازی کو دی کہ جو اس کا بھانجا تھا ۔ پھر وہ باد غیس سے غزنیں آیا اور خوب تیاری کے ساتھ خوارزم کی فتح کے لیے چلا[4] ۔ خوارزم شاہ شکست کھا کر خوارزم میں آ گیا ۔ جب سلطان خوارزم پہنچا ، تو چند روز تک جنگ ہوتی رہی اور وہ نہر کہ جو جیحوں سے خوارزم کے مشرق کی طرف کھودی تھی ، خوارزم کے لوگوں نے اس کے کنارے جنگ شروع [۰۳] کر دی اور چند غوری سردار اس جنگ میں شہید ہوئے ۔ جب خوارزم فتح نہ ہو سکا ، تو وہ خوارزم کے دروازے اور جیحوں کے کنارے سے بلخ کی طرف لوٹ گیا ، خطا کے لشکر اور ترکستان کے سرداروں نے جو سلطان محمد شاہ خوارزم کی مدد سے دریائے

۱۔ بدایونی ، (ص ۱۹) نے بدایوں کی فتح کا سال ۵۹۱ھ تاریخ فخر الدین مبارک شاہ مروروذی ، (ص ۲۷) میں ۵۹۴ھ اور فرشتہ ، (ص ۵۹/۱) نے ۵۹۹ھ لکھا ہے ۔ (ق)

۲۔ دیکھیے تاریخ گجرات ، ص ۲۷۳ - ۲۷۴ ۔

۳۔ اسفزار (طبقات ناصری ۳۰۱/۱ ۔

۴۔ ۶۰۱ھ (طبقات ناصری ۳۰۲/۱) ۔

جیحون کے کنارے آئے ہوئے تھے ، سلطان معزالدین کا راستہ روک لیا ۔ دونوں لشکروں کے درمیان سخت جنگ ہوئی ۔ سلطان نے اس جنگ میں مردانگی کی داد دی ۔ اس کے ساتھ صرف سو سوار باقی رہ گئے تھے ۔ وہ فکر مند ہوا ۔ چونکہ مقابلہ کی طاقت نہ رہی تھی ۔ لہذا قلعہ الدخود میں داخل ہو کر وہ قلعہ بند ہو گیا ۔ سلطان نے صلح میں قلعہ دے دیا اور اماں چاہی ۔ پھر وہ غزنیں چلا آیا[1] ۔

اس زمانے میں لاہور کے اطراف میں کھوکھروں[2] کے گروہ نے بغاوت کر دی ۔ سلطان نے کھوکھروں پر فوج کشی کی ۔ قطب الدین ایبک بھی دہلی سے آ گیا ۔ سلطان کھوکھروں کو سزا دے کر غزنیں واپس چلا گیا ۔ واپسی کے دوران میں دمیک مقام پر جو غزنی کے مفصلات میں ہے[3] ۔ سلطان خدائی کھوکھروں کے ہاتھ سے شہید ہوا ۔ یہ قطعہ اس کی تاریخ (شہادت) کے متعلق کہا گیا ہے :

شہادت ملک بحر و بر ، شہاب الدین
کز ابتدائے جہان ہمچو[4] او نیامد یک
سیوم از غرہ شعبان بسال ششصدو دو[5]
فتاد ، در رہ غزنیں ، بمنزل دمیک[6]

۱۔ ملاحظہ ہو طبقات ناصری ، ص ۱/۴۰۲ ۔
۲۔ بعض مورخوں (عزیز ۔ ارلی ٹرکش امپائر آف دہلی ، ص ۸۳) نے گکھر لکھا ہے اور بعض نے کھوکھر لکھا ہے ۔ یہ اسماعیلی خدائی تھے اس سلسلے میں ملاحظہ ہو حبیب اللہ ضمیمہ (سی) ۔
۳۔ سلطان کی شہادت گاہ اور مدفن کے سلسلے میں ملاحظہ ہو "عہد اسلامی کا ہندوستان" از ریاست علی ندوی (ادارۃ المصنفین پٹنہ ۱۹۵۰ء) ، ص ۱۱۳ تا ۱۲۹ ۔ نیز دیکھیے طبقات ناصری ۱/۳۴۹ تا ۳۵۴) ۔ خواجہ عبدالرشید (Historical Dissertations) ، ص ۵۴ - ۵۸ ۔
۴۔ شہ جو (طبقات ناصری ۱/۴۰۴) مثل او (فرشتہ ۱/۶۰) ۔
۵۔ ۳ شعبان ۶۰۲ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۲۰۶ء ۔
۶۔ رتہک (فرشتہ ۱/۶۰) دامیک (ذکاء اللہ ۱/۲۶۳) دلمک (بدایونی ، ص ۲۰) ۔

اس کی سلطنت کا زمانہ غزنیں (کے اقتدار) کے آغاز سے آخر عمر تک بتیس سال اور چند مہینے ہوا - ایک لڑکی کے سوا کوئی اس کا وارث نہیں تھا - کہتے ہیں کہ سونا ، چاندی اور جواہرات کے بہت سے خزانے چھوڑ گیا - منجملہ ان کے پانچ سو من الماس تھے کہ جو بہترین جواہر ہیں اور باقی مال و دولت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے - وہ نو مرتبہ ہندوستان آیا - دو مرتبہ شکست کھائی اور باقی حملوں میں کامیاب ہوا - وہ عادل ، خدا ترس اور رعایا پر مہربان بادشاہ تھا - علماء و صلحاء کی عزت اور خدمت کرتا تھا[۱] -

ذکر سلطان قطب الدین ایبک

[۱۴] وہ سلطان معزالدین سام کا غلام تھا شروع میں جب وہ ترکستان سے آیا تو قاضی فخر الدین عبدالعزیز کوفی نے کہ جو امام ابوحنیفہ کوفی کی اولاد میں تھے ، اسے خرید لیا - ان کے لڑکوں کے ساتھ اس نے قرآن پڑھا اور تہذیب و اخلاق سیکھا - اس کے بعد ایک تاجر نے اسے اونچی قیمت میں خرید لیا اور سلطان معزالدین کے پاس بطور تحفہ غزنیں لایا ، لیکن سلطان سے اس تاجر نے اس کو کثیر رقم دے کر خریدا[۲] - چونکہ اس کی چھنگلی (چھوٹی انگلی) ٹوٹی ہوئی تھی ، اس کو ایبک کہتے تھے[۳] -

---

۱- دیکھیے تاریخ فخر الدین مبارک شاہ مرورودی (مرتبہ ادورد دینسون راس) ، ص ۱۹ - ۲۰ -

۲- تاریخ فخر الدین مبارک شاہ مرورودی ، ص ۲۱ ، طبقات ناصری ۱/۴۱۶ -

۳- پروفیسر خلیق نظامی لکھتے ہیں کہ ایبک ترکی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ''چاند کا سردار'' ایبک ترکوں کا ایک قبیلہ تھا - طبقات ناصری میں اس قبیلہ سے تعلق رکھنے والے کئی امراء کے نام ملتے ہیں مرزا غالب بھی اس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جیسا کہ انھوں نے لکھا ہے :

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

اس نے بادشاہ کی خدمت نہایت شعور اور اخلاص سے کی ، چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں اس نے (بادشاہ کا) قرب و اختصاص حاصل کر لیا کہتے ہیں کہ ایک رات معزالدین نے ایک جشن کیا - جس میں اس کے مقربین اور مخصوصین شریک ہوئے - اس بزم میں سلطان نے اپنے مقربین اور مخصوصین کو بہت سے انعام دیے - ملک قطب الدین کو بھی بہت انعام اور عطیات ملے - جب جشن ختم ہوا ، تو ملک قطب الدین نے وہ تمام انعام فراشوں اور خدمت گاروں میں تقسیم کر دیا - صبح کو جب یہ خبر سلطان کو پہنچی ، تو اس نے اس بات کو بہت پسند کیا اور اس پر (مزید) نوازش کی - وہ امارت کے درجے پر فایز ہوا - وہ ہمیشہ سلطان کے حضور میں تخت کے سامنے رہتا - ہمیشہ اس کی ترقی ہوتی رہی[1] -

جس زمانے میں غور ، غزنیں اور بامیان کے سلاطین نے سلطان شاہ خوارزمی کے دفع کرنے کے لیے خراسان کی جانب لشکر کشی کی ، تو ملک قطب الدین ایبک کو ترک لے گئے تھے - مرو کے حدود یعنی دریائے مرغاب پر سلطان شاہ کی فوجوں سے مقابلہ ہوا - اس نے بہت بہادری دکھائی ، مگر فوج کم ہونے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا - اس کو سلطان شاہ کے پاس لے گئے اور سلطان سے اس کو قید کر دیا -

جب سلاطین غور اور سلطان شاہ کے درمیان جنگ ہوئی اور سلطان شاہ کو شکست ہوئی ، تو سلطان معزالدین محمد سام کے غلام ملک قطب الدین کو آہنی زنجیروں میں اونٹ پر [۳۲] سوار کرکے سلطان کے حضور میں لائے - سلطان معزالدین محمد سام نے اس کی بہت عزت کی اور انعام و خلعت

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

ایبکم از جاعۂ اتراک
در تمامی زمانہ دہ چندیم

(سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ، ص ۸۴)

عبدالحئی حبیبی نے ایبک کے معنی ، صنم ، قاصد اور غلام لکھے ہیں - دیکھیے طبقات ناصری ۲/۴۲۸ - (ق)

۱- طبقات ناصری ۱/ ۴۱۶ -

سے نوازا[1] ۔

جب سلطان ہندوستان سے غزنیں واپس ہوا ، تو وہ اس (قطب الدین ایبک) کو اپنا نائب بنا کر کہرام میں چھوڑ گیا اور ملک قطب الدین نے جو کارنامے سلطان کی زندگی میں انجام دیے ، ان کا ذکر ہو چکا ہے ۔

سلطان معزالدین کی شہادت کے بعد سلطان غیاث الدین محمود نے ، جو سلطان غیاث الدین محمد کا بیٹا تھا ، فیروز کوہ سے ملک قطب الدین کے واسطے چتر اور شاہی فرمان بھیجا اور سلطان کا خطاب دیا ۔ ۶۰۲ھ میں وہ دہلی سے لاہور آیا ، منگل کے دن ۱۸ ماہ ذی قعدہ سن مذکور (۶۰۲ھ) میں وہ تخت نشین ہوا[2] ۔ اس نے بخشش و بخشایش کا دروازہ کھول دیا ۔ اس نے خوب بخشش کی ۔ لاکھوں انعام دیے ۔ مستحق کو اتنا زیادہ دیتا تھا کہ اس کے خیال میں بھی نہ سماتا تھا ۔ اس سلسلے میں بہاء الدین اوشی نے کہ جو اس زمانے کے فاضل تھے ، کہا ہے :

اے بخشش لک ، تو در جہاں آورد[3]
وکاں[4] را کف تو کار بجاں آورد[5]
از رشک[6] کف تو خوں گرفتہ دل کاں
وز لعل بہانہ درمیاں آورد

اس زمانے کے لوگ اس کو قطب الدین لک بخش کہتے تھے ۔ اس زمانے میں بھی جب ہندوستانی کسی کی سخاوت کی تعریف کرتے ہیں تو اس کو ”کل قطب الدین“ کہتے ہیں ک پر زبر ہے اور ل پر زیر ہے ۔ ”کل“ زمانہ کو کہتے ہیں ۔ یعنی ”قطب الدین زمانہ“[7] ۔

۱- طبقات ناصری ۱/۴۱۷ ۔
۲- تاریخ فخر الدین ، ص ۳۲ میں تخت نشینی کی تاریخ ۱۷ ذی قعدہ دی ہے ۱۸ ذی الحجہ ۶۰۲ھ مطابق ۱۶ جون ۱۲۰۶ء ۔
۳- بجہاں آوردہ (طبقات ناصری ۱/۴۱۶) ۔
۴- کاں را (طبقات ناصری ۱/۴۱۶) ۔
۵- آوردہ (طبقات ، ص ۱/۴۱۶) ۔
۶- از شرم (طبقات ۱/۴۱۶) ۔
۷- فرشتہ ۱/۶۳ ۔

کچھ دنوں کے بعد اس کے اور تاج الدین یلدوز کے درمیان لاہور کے مسئلہ پر لڑائی ہو گئی ۔ (تاج الدین یلدوز) معزی غلاموں میں سے تھا اور سلطان معزالدین کے بعد غزنیں کا حاکم ہو گیا تھا اور اس نے خود کو بادشاہ کہلوایا ۔ ایک نے دوسرے (کے خاتمہ) کا ارادہ کیا ۔ جنگ و جدال کے بعد تاج الدین کو شکست ہوئی اور وہ کرمان چلا گیا ۔ سلطان قطب الدین غزنیں چلا گیا ۔ اس نے چالیس روز وہاں قیام کیا ۔ [۴۳] لہو و لعب میں مشغول رہا اور اس درجہ عیش و عشرت میں مدہوش ہوا کہ غزنیں کی رعایا نے خفیہ سلطان تاج الدین کے پاس آدمی بھیجا اور اس کو بلایا اور جب اچانک تاج الدین آ گیا ، تو قطب الدین مقابلے کی تاب نہ لا کر سنگ سوراخ کے راستے سے لاہور چلا آیا :

بیت

چو سلطان سر انداز باشد ز مے
فتد بے خبر از سرش تاج کے

۶۰۷ھ/ ۱۲۱۰ء میں چوگان کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر پڑا ۔ زین اس کے سینے پر آ گرا اور وہ اسی وقت مر گیا[1] ۔ اس کی سرداری کا زمانہ فتح دہلی سے اس کی آخر عمر تک بیس سال ہوا ۔ منجملہ ان کے اس کی بادشاہی چار سال رہی ۔ چونکہ سلطان شہاب الدین سام کے سات اور غلام بھی امیر اور بادشاہ ہوئے ، اس لیے اس موقع پر ان کا ذکر مناسب ہے ۔

ذکر سلطان تاج الدین یلدوز

وہ بادشاہ نہایت بزرگ ، سخی اور اخلاق حمیدہ کا مالک تھا ، وہ حسین بھی خوب تھا ۔ سلطان معزالدین نے اس کو بہت کم عمری میں

۱۔ لاہور میں انارکلی بازار سے میواسپتال جانے والی سڑک پر ایک گلی میں قطب الدین ایبک کی قبر بتائی جاتی ہے ۔ ۱۹۶۱ء میں محکمہ آثار قدیمہ (پاکستان) نے اس قبر کے متعلق تحقیق و تعمیر کا کام شروع کیا ۔ دیکھیے نقوش لاہور نمبر ۱۹۶۲ء ، ص ۴۱ ۔ نیز دیکھیے معارف اعظم گڑھ جنوری ۔ فروری ۱۹۴۶ء ۔

خریدا اور اپنے قرب خدمت کا شرف بخشا ۔ اس کا درجہ بلند کیا اور تمام غلاموں میں اس پر سب سے زیادہ التفات و عنایت تھی ۔ جب وہ امارت کے درجے پر پہنچا ، تو کرمان و شنقران اس کو بطور جاگیر عنایت ہوئے سلطان (معزالدین) ہندوستان کے سفر کے دوران میں جب کرمان میں منزل کرتا ، تو ملک تاج الدین تمام سرداروں کی ضیافت کرتا ، ایک ہزار کلاہ اور قبا انعام میں دیتا اور تمام لشکریوں کو حسب مراتب انعام میں دیتا ۔ اس کی دو لڑکیاں تھیں ۔ سلطان کے حکم سے اس نے ایک لڑکی کا عقد سلطان قطب الدین ایبک کے ساتھ کر دیا اور دوسری کا ملک ناصر الدین قباچہ کے ساتھ[۱] ۔

ملک تاج الدین کے دو لڑکے تھے ۔ ایک کو استاد کے سپرد کر دیا تھا ۔ استاد نے سزا دینے کے خیال سے کوزہ اٹھایا اور اس کے سر پر مارا ۔ چونکہ اس کی موت آ گئی تھی ، لہٰذا اس [۴۴] چوٹ سے مر گیا ۔ جب ملک تاج الدین کو خبر ہوئی ، تو استاد کو زادِ راہ دے کر رخصت کر دیا اور کہا کہ قبل اس کے کہ اس لڑکے کی ماں کو خبر ہو فوراً یہاں سے چلے جاؤ ۔ یہ حکایت اس کے نیک سیرت ہونے کا بین ثبوت دیا[۲] ۔

سلطان معزالدین جب آخری زمانے میں کرمان آیا ، تو اس نے ملک تاج الدین کو خلعت خاص سے ممتاز کیا ۔ اس نے سیاہ لبادہ دیا ۔ اس کا یہ خیال تھا کہ سلطان کے انتقال کے بعد غزنیں کا ولی عہد وہ ہوگا ۔ جب سلطان نے وفات پائی ، تو ترک سرداروں اور امیروں نے یہ چاہا کہ سلطان غیاث الدین محمود بن محمد سام کو گرم سیر سے بلا کر غزنیں میں اس کے چچا کے تخت پر بٹھا دیا جائے ۔ یہی بات تحریر میں لا کر سلطان غیاث الدین کے پاس عرضداشت بھیج دی گئی ۔ سلطان غیاث الدین محمود نے جواب میں لکھا کہ میرے لیے باپ کی سلطنت جو فیروز کوہ اور ممالک غور میں ہے ، وہی کافی ہے ۔ سلطان تاج الدین کے لیے اس نے خلعت بھیجا اور آزادی کا پروانہ بھی تحریر کر دیا اور غزنیں کا تخت حوالہ کیا ۔ اس فرمان کے مطابق تاج الدین غزنیں آ کر تخت پر بیٹھ گیا اور ان ممالک کو اپنے قبضے میں لے آیا ۔

۱- طبقات ناصری ، ص ۱/۴۱۱ ۔
۲- ایضاً ۱/۴۱۱ - ۴۱۲ ۔

ایک مرتبہ پھر غزلیں سے جدا ہوا اور اقتدار پا لیا ۔ قطب الدین ایبک سے پنجاب کے حدود میں جنگ ہوئی اور شکست پائی اور غزلیں پر سلطان قطب الدین کا قبضہ ہوگیا ۔ (بعد ازاں) پھر اسے غزلیں کی حکومت مل گئی ۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے ۔

ایک مرتبہ سلطان غیاث الدین کی مدد سے اس نے ہرات پر حملہ کیا اور ملک ہرات پر عزالدین حسین خرمیل غالب آیا ۔ وہ ایک مرتبہ سیستان کی طرف لشکر لے گیا اور سیستان کا محاصرہ کر لیا اور ملک تاج حرب سے اس کی صلح ہوگئی ۔ وہ وہاں سے واپس آ گیا ، راستے میں اس نے ملک نصیر الدین میر شکار سے مخالفت کی اور جنگ ہوئی ۔ لیکن شکست پائی ۔ اس کے بعد اس نے چند مرتبہ ہندوستان پر حملہ کیا [۳۵] تراین کے حدود میں سلطان شمس الدین سے مقابلہ کیا اور گرفتار ہوا[۱] ۔ اس کی حکومت کی مدت نو سال ہوئی[۲] ۔

ذکر سلطان ناصر الدین قباچہ

سلطان معزالدین کے غلاموں میں سے ہے ۔ وہ ایک بزرگ بادشاہ گزرا ہے ۔ نہایت زیرک ، قابل اور عقلمند تھا ۔ اس نے ہر موقع پر سلطان کی خدمات انجام دی ہیں ۔ وہ فوجی اور ملکی معاملات میں لیاقت تامہ رکھتا تھا ۔ جب سلطان معزالدین کا خطا کے لشکر سے مقابلہ ہوا ، تو ملک ناصر الدین ایتمر ، جو اچہ کا حاکم تھا ، اس جنگ میں مارا گیا ۔ اور (سلطان معزالدین نے) ناصر الدین (قباچہ) کو اس کے بجائے اچہ میں حاکم بنا دیا ۔ وہ سلطان قطب الدین کا داماد تھا ۔ اس کے نکاح میں یکے بعد دیگرے دو لڑکیاں آئیں ۔

سلطان قطب الدین کی وفات کے بعد اچہ ، ملتان ، تمام ضلعے ، قصبے سندھ اور لیر ہندہ کی مملکت اور کہرام سے سرستی تک علاقہ اپنے قبضے میں لے آیا ۔ اس نے چند مرتبہ لاہور پر قبضہ کیا اور سلطان تاج الدین یلدوز

۱۔ ملاحظہ ہو طبقات ناصری ، ص ۱/۳۱۴ ۔
۲۔ بدایوں میں تاج الدین یلدوز کی قبر علب جامع مسجد شمسی بتائی جاتی ہے (کنز التاریخ ، ص ۱۹۶) ۔

کے لشکر سے جو غزنیں سے آیا تھا ، مقابلہ کیا اور ایک مرتبہ خواجہ مویدالملک سنجری سے جو غزنیں کا وزیر مملکت تھا ، شکست پائی ۔

جب سندھ کی حکومت پر اس کا قضبہ ہو گیا تو خراسان ، غور اور غزنیں کے بہت سے اکابر چنگیز خاں کے حملے کی وجہ سے اس کے پاس آ گئے ۔ اس نے ہر ایک کے مرتبے کے لحاظ سے ان کو انعام و اکرام دیا ۔ ۶۲۱ھ/۱۲۲۴ء میں لشکر مغول نے آ کر شہر ملتان کا چالیس دن تک محاصرہ رکھا ۔ سلطان ناصر الدین نے اس وقت خزانے کا منہ کھول دیا اور مخلوق پر بہت احسان و انعام کیا ۔ اس نے نہایت ہمت و مردانگی سے کام لیا[1] ۔

اس کے ایک سال چھ ماہ کے بعد خلج اور خوارزم کا لشکر سیوسیان کے علاقے پر ، جو سہوان[2] کے نام سے مشہور ہے ۔ قابض ہو گیا ۔ ملک ناصر الدین نے اس کے دفعیہ کا ارادہ کیا ۔ جنگ عظیم ہوئی ۔ [۳۶] آخرکار دشمن کے لشکر کو شکست ہوئی اور خلج کا خاں مارا گیا سلطان ناصر الدین اچہ اور ملتان کو واپس آ گیا[3] ۔ اس کے بقیہ حالات سلطان شمس الدین کے ذکر میں درج ہیں ۔ اس نے بائیس سال حکومت کی[4] ۔

ذکر سلطان بہاء الدین طغرل

وہ سلطان معزالدین محمد سام کے خاص غلاموں اور مشہور امیروں میں سے تھا ۔ وہ نہایت اوصاف حمیدہ اور اخلاق عالیہ کا مالک تھا ۔ جب سلطان معزالدین محمد سام نے قلعہ تھنکر کو فتح کر لیا ، تو اسے ملک بہاءالدین

۱- طبقات ناصری ، ص ۱/۹ ۴ - ۴۲۰ - (ق)

۲- متن ''سہسوان'' چھپ گیا ہے جو غلط ہے - (ق)

۳- دیکھیے طبقات ناصری ۱/۴۲۰ ، تاریخ معصومی (داؤد پوتہ ایڈیشن) ، ص ۳۶ - مرزا قلیچ بیگ (History of Sind Vol' II) ، ص ۱۱ -

۴- شمس الدین التتمش نے جمادی الاخریٰ ۶۲۵ھ میں اوچہ فتح کیا - بعد ازاں اس کے وزیر نے بھکر کا قلعہ فتح کر لیا - ناصر الدین قباچہ نے راہ فرار اختیار کی اور وہ جمادی الاخریٰ ۶۲۵ھ/۱۲۲۸ء کو دریا میں غرق و ناپید ہو گیا (طبقات ناصری ، ص ۱/۴۴۷) (ق)

طغرل کے سپرد کیا ۔ اس نے ولایت بیانہ میں ایک قلعہ بنوا کر وہاں سکونت اختیار کی[1] اور ہمیشہ گوالیار کی طرف لشکر کشی کرتا رہا ۔ جب سلطان معزالدین محمد سام نے واپسی کے وقت گوالیار کے قلعے کے نزدیک ملک بہاء الدین طغرل سے فرمایا کہ اگر یہ قلعہ فتح ہو جائے، تو تجھ کو دے دوں گا ، تو اس نے گوالیار سے دو فرسنگ کے فاصلے پر ایک مضبوط قلعہ بنوایا اور بڑی فوج کے ساتھ رہنے لگا اور ہمیشہ ان اطراف میں حملے کرتے رہتا ۔ جب اس طرح ایک سال گزر گیا اور اہل قلعہ پر زندگی دشوار ہو گئی ۔ تو انھوں نے تحفے اور ہدیے لے کر ایلچیوں کو سلطان قطب الدین ایبک کے پاس بھیجا اور قلعہ اس کے سپرد کر دیا[2] ۔ یہ سبب سلطان قطب الدین ایبک اور ملک بہاء الدین طغرل کی عداوت کا ہوا اور تھوڑے ہی زمانے میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

ذکر حکومت اختیار الدین محمد بختیار خلجی

وہ غور و گرم سیر کے شہروں کے اکابر میں سے تھا ۔ سخاوت ، شجاعت اور اصابت رائے میں کامل تھا ۔ سلطان معزالدین محمد سام کے زمانے میں غزنیں پہنچا ۔ وہاں سے ہندوستان آیا[3] اور ملک معظم حسام الدین [۲۷] اوغلبک کی خدمت میں حاضر ہوا کہ دوآبہ کے درمیان بعض پر گنے اور دریا گنگا کے کنارے کے علاقے اس کی جاگیر میں تھے ۔ چونکہ اس سے بار بار شجاعت اور بہادری کا اظہار ہوا ، اس لیے کنپلہ[4] اور پٹیالی[5] بطور جاگیر اس کو مل گئے ۔ چونکہ لشکر کشی اور حملہ کرنے میں وہ بہت دلیر اور شجاع واقع ہوا تھا ، لہذا وہ ہمیشہ بہار اور منیر کی طرف

۱۔ سلطان کوٹ (ہاشمی ، ص ۱/۱۵۹) ، عزیز ، ص ۱۱۵ ۔

۲۔ تاریخ (فخر الدین مبارک شاہ ، ص ۲۳) میں فتح گوالیار کی تاریخ ۵۹۶ھ/۱۲۰۰ء دی ہے ۔ (ق)

۳۔ دہلی کے بداہوں کے ، قطب الدین کے پاس بداہوں اس نے کچھ تنخواہ مقرر کردہ (طبقات ناصری ۱/۴۲۲) ، کنز التاریخ ، ص ۱۸۸)

۴۔ کنپلا ضلع فرخ آباد ۔ (ق)

۵۔ پٹیالی ضلع ایٹہ ۔ (ق)

حملے کرتا رہتا تھا اور اس علاقے کو تاخت و تاراج کرتا رہتا تھا اور مختلف النوع مال غنیمت اس کو ملتے تھے ۔

جب اس کی بہادری اور مردانگی کی شہرت سلطان قطب الدین نے سنی ، تو بادشاہی خلعت اور سلطنت کا علم اس کے لیے بھیجا اور ملک اختیار الدین نے سلطان قطب الدین کی مدد ، توجہ اور مہربانی سے بہار کو فتح کر لیا اور اس ولایت کو تاخت تاراج کر کے بہت مال غنیمت پایا اور اس جگہ کے رہنے والو کو جو سب بوڑھے برہمن اور پجاری تھے اور سر منڈائے ہوئے رہتے تھے ۔ قتل کرا دیا اور ہندوستان کی زبان میں بہار (بہار) مدرسہ کو کہتے ہیں ۔ چونکہ وہ علم کا مرکز تھا ، اس لیے بہار مشہور ہوا۱ ۔

اس کے بعد جب وہ سلطان قطب الدین کی خدمت میں پہنچا تو اس پر بہت نوازشیں ہوئیں ۔ یہاں تک کہ دوسرے سرداروں کو عبرت ہوئی ۔ تنگ نظر امراء سلطان کے دربار میں اس کے متعلق ایسی باتیں کرتے تھے کہ جس سے اس کی اہانت اور ذلت مقصود ہوتی تھی ۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ سلطان قطب الدین نے قصر سپید میں دربار عام کیا ۔ ایک مست ہاتھی حاضر کیا گیا (سلطان نے) کہا کہ تمام ہندوستان میں کوئی ایسا ہاتھی نہیں پایا جاتا ہے کہ جو اس ہاتھی کا مقابلہ کر سکے اور اس کے حملے کو برداشت کر سکے ۔ سلطان نے محمد بختیار کو اس ہاتھی سے لڑنے کا اشارہ کیا ۔ محمد بختیار کے ہاتھ میں جو گرز تھا اس نے وہاں ہاتھی پر مارا وہ گرز اس کی سونڈ پر ایسا پڑا کہ پہلی ہی ضرب میں اس کا منہ پھر گیا اور وہ بھاگ کھڑا ہوا ۔ سلطان کو یہ واقعہ دیکھ کر نہایت تعجب ہوا ۔ اس نے اس (بختیار) کو طرح طرح کے انعامات سے سرفراز کیا اور علاقہ لکھنوتی کی حکومت اس کو تفویض کر دی اور اس علاقے کو فتح کرنے کے لیے اس کو نامزد کیا ۔ [۴۸] چونکہ وہ اس سے پہلے بہار کا قلعہ فتح کر چکا تھا ، لہذا اس کی بہادری اور مردانگی کی خبریں اس علاقے کے رہنے والوں میں پہنچیں تھیں ۔ اس علاقے کے تمام برہمن اور نجومی رائے لکھمن کے بیٹے لکھمینہ کے پاس آئے

۱۔ طبقات ناصری ، ص ۱/۴۲۳ ۔

کہ جس کی راجدہانی شہر نودیا تھا[1] اور ہندوستان کے تمام راجا اس کو اپنا مقتدا اور پیشوا سمجھتے تھے اور اس کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ (انھوں نے) عرض کیا کہ پرانی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ اس ملک کو ترک یعنی مسلمان فتح کریں گے۔ وہ وقت قریب آ گیا ہے کیونکہ وہ بہار پر قابض ہو چکے ہیں۔ آئندہ سال یہ تمام علاقہ ان کے قبضے میں پہنچ جائے گا۔ لکھمینہ نے ان سے پوچھا کہ جو شخص اس علاقے کو فتح کرے گا اس کی کوئی علامت بھی نجوم کی کتابوں میں ہے۔ انھوں نے کہا، ہاں۔ جس وقت وہ سیدھا کھڑا ہو اور دونوں ہاتھوں کو چھوڑے ہوئے ہو تو اس کے ہاتھ کی انگلیاں اس کے گھٹنوں سے نیچی ہوں گی۔ رائے لکھمینہ نے کچھ آدمی اس علامت اور نشان کی تحقیق کے لیے بھیجے۔ جب معلوم ہو گیا کہ یہ علامت اس میں موجود ہے، تو اس علاقے کے تمام برہمن اور نجومی وہاں سے چلے گئے اور وہ کامرود اور جگناتھ کے دربار میں پہنچے رائے لکھمینہ نے اپنی مملکت کو چھوڑنے میں مصلحت نہ سمجھی۔

دوسرے سال ملک محمد بختیار بہار سے چلا اور کوچ کرتا ہوا تھوڑی سی فوج لے کر شہر نودیا پہنچا۔ رائے لکھمینہ پریشان ہوا اور وہ تنہا کشتی میں بیٹھ کر فرار ہو گیا۔ اس کے تمام خزانے اور سپاہی جو حدو حساب سے زیادہ تھے، ملک محمد بختیار کے ہاتھ لگے۔ شہر نودیا کو تاخت و تاراج کر دیا گیا اس شہر کے بجائے اس جگہ جہاں لکھنوتی ہے، دوسرا شہر بسایا گیا اور اسے اپنا دارالحکومت قرار دیا۔ اس زمانے میں وہ شہر برباد ہو چکا ہے اور گوڑ کے نام سے مشہور ہے[2]۔

مختصر یہ کہ اس کے چتر لیا، (بادشاہت اختیار کی) اور اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ اور کفار کے عبادت خانوں کی بجائے مسجدیں، خانقاہیں اور مدرسے بنوائے اور اس مال غنیمت میں سے جو ہاتھ آیا تھا، بہت سے نفیس تحفے سلطان قطب الدین کی خدمت میں ارسال کیے[3]۔ [۹۴]

۱۔ ندیہ (ریاض السلاطین، ص ۹۳)۔
۲۔ طبقات ناصری، ص ۱/۴۲۶ - ۴۲۷، ریاض السلاطین، ص ۹۴۔
۳۔ طبقات ناصری، ص ۱/۴۲۷۔

جب اس طرح ایک زمانہ گزر گیا اور اس کی قوت و شوکت درجہ کمال کو پہنچ گئی ، تو اس کے دل میں تبت اور ترکستان کی فتح کا خیال پیدا ہوا ۔ وہ بارہ ہزار مستعد اور مسلح سوار ہمراہ لے کر امیر علی میح[1] کی راہنمائی میں کہ جو اس کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا ، ترکستان اور تبت کی جانب رخ کیا اور اس شہر میں پہنچا ۔ کہ جس کا نام بردہن[2] تھا اور اس شہر کے سامنے دریا کی طرح ایک نہر بہتی تھی کہ اس کی گہرائی اور چوڑائی دریا گنگا سے چوگنی تھی ۔ اس (نہر) کا نام بیکمتی[3] تھا ۔

کہتے ہیں کہ جب شاہ گرشاسپ علاقہ ترکستان سے بردہن کے راستے ہندوستان کی طرف واپس ہوا تو اس نے اس نہر پر پل بنوایا اور اس پر سے گزرا اور وہ کامرود کی طرف آیا ۔ مختصر یہ کہ ملک محمد بختیار اس پل پر پہنچا ۔ اس نے اپنے دو معتبر امیروں کو وہاں چھوڑ دیا تاکہ وہ اس کی حفاظت کرتے رہیں اور خود دریا کو عبور کرکے تبت کی طرف چلا گیا ۔ دس روز تک دشوار گزار پہاڑوں میں سفر کرنے کے بعد وہ ایک صحرا میں پہنچا کہ وہاں ایک نہایت مضبوط اور عظیم الشان قلعہ تھا ۔ اس قلعہ کے لوگوں نے مقابلہ کیا ۔ تمام دن جنگ ہوتی رہی ۔ اس کے بہت سے لشکری مارے گئے ۔ جب رات ہو گئی ، تو اس نے وہیں قیام کیا اور قلعہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا ۔ جب وہاں کے حالات و معاملات کی تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ اس مقام سے پانچ کوس کے فاصلے پر ایک شہر کرم مین[4] ہے جہاں پچاس ہزار خونخوار اور نیزہ بردار ترک رہتے ہیں ۔ چونکہ اسلامی لشکر راستے کی تکلیفیں اٹھائے ہوئے تھا اور وہ اتنے بڑے لشکر سے مقابلے اور لڑائی کی قوت نہیں رکھتا تھا ، لہٰذا اس نے اس خبر کے سنتے ہی وہاں سے کوچ کر دیا اور جب بردہن کے پل پر پہنچے ، تو اتفاق سے اس پل کی دو محرابیں ان دونوں سرداروں میں جنگ ہو جانے کی وجہ سے جو وہاں چھوڑے گئے تھے ۔ ٹوٹ گئیں ۔

۱- علی میچ (طبقات ناصری ۱/۴۲۷) ۔
۲- مردن کوٹ (طبقات ناصری ۱/۴۲۷) ۔
۳- بنکمتی (طبقات ناصری ۱/۴۲۸) ۔
۴- کرم بتن (طبقات ناصری ۱/۴۲۹) ۔

سب حیران ہوئے اور یہ بات طے پائی کہ جب تک اس کو عبور کرنے کے لیے کشتیاں اور دوسرا سامان مہیا کیا جائے ، اس وقت تک کسی محفوظ مقام پر قلعہ بند ہو جانا چاہیے - جاسوس یہ خبر لائے کہ یہیں نزدیک ایک مندر ہے - جو نہایت بلند اور مضبوط ہے - ملک محمد بختیار [۵۰] اپنے تمام امراء کے ہمراہ اس بت خانے میں گیا اور قلعہ بند ہو گیا -

اس دوران میں رائے کامرود کو خبر ہوئی کہ محمد بختیار پریشان اور تباہ حال ہے اور فلاں مندر میں قلعہ بند ہے - رائے نے اپنی مملکت میں حکم دے دیا لوگ گروہ کے گروہ آتے تھے اور اس بت خانہ کے چاروں طرف نیزوں کی انی کو زمین گاڑتے اور ان کو آپس میں ملا کر باندھتے تھے اور مندر کی دیوار کو مضبوط بناتے تھے - جب ملک محمد بختیار نے اپنے کو اس مصیبت میں پھنسا ہوا دیکھا تو وہ اس مندر سے باہر نکلا اور دریائے بیکمتی کے کنارے پر قیام کیا اور اسے عبور کرنے کی تدبیر سوچنے لگا - ناکارہ ایک سوار پانی میں داخل ہوا - وہ ایک تیر کی زد کے فاصلے تک پہنچا ہوگا - لوگوں نے خیال کیا دریا پایاب ہے - سب ایک دم دریا میں اتر گئے چونکہ اس (دریا) کا زیادہ حصہ پایاب نہیں تھا ، لہٰذا بہت سے غرق ہو گئے اللہ کی ان پر رحمت ہو -

فوج کے غرق ہو جانے کے بعد محمد بختیار اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بڑی مصیبت اور پریشانی سے اس دریا سے پار ہوا اور وہاں سے دیو کوٹ پہنچا بہت رنج اور فکر کی وجہ سے جو اس کی طبیعت میں بیٹھ گئی تھی - وہ بیمار ہو گیا - کہنے لگا کہ سلطان معزالدین محمد سام کو کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے کہ زمانہ مجھ سے یوں ناساز گار ہو گیا اور میری تقدیر مجھ سے یوں برگشتہ ہو گئی - اتفاقاً اسی زمانے میں سلطان معزالدین شہید ہو گیا - ملک محمد بختیار نے اسی مرض میں انتقال کیا -

روایت ہے کہ ملک محمد بختیار نے امرائے کیا اس سے ایک امیر علی مردان تھا - جب اس کو اس حادثہ کی اطلاع ہوئی ، تو وہ بارسول کی جاگیر سے دیو کوٹ آیا - اس وقت ملک محمد بختیار صاحب فراش تھا ، کوئی اس کے پاس نہیں جاتا تھا - علی مردان کے پاس گیا - اس نے اس کے منہ سے چادر ہٹائی اور ایک خنجر کے وار سے اس کا کام تمام کر دیا -

یہ واقعہ ۶۰۲ھ/۱۲۰۵ء[1] کا ہے[2]۔

ذکر عزالدین محمد شروان

[۵۱] وہ اور اس کا بھائی محمد بختیار کے بڑے امراء میں سے تھے۔ محمد شروان[3]، بہادر، چست اور عقل مند تھا۔ چنانچہ جس روز محمد بختیار نے شہر لودیا کو فتح کیا اور لکھمینہ کو شکست دی اور اس کی فوج کو بھگایا، تو محمد شروان اٹھارہ ہاتھی مع ان کے فیل بانوں کے تنہا اکٹھے کیے ہوئے اپنی نگرانی میں لیے تھا۔ جب اس کو اس طرح تین دن گزر گئے اور ملک بختیار کو اس کی اطلاع ہوئی، تو اس نے سواروں کی ایک جماعت مقرر کی کہ تمام ہاتھیوں ہنکا کر اس کے پاس لے آئیں[4]۔

جب ملک محمد بختیار نے تبت اور کامرود کی جانب لشکر کشی کی تو اس نے محمد شروان اور اس کے بھائی کو فوج کا ایک حصہ دے کر جاجنگر کی طرف بھیج دیا[5]۔ جب محمد بختیار کو وہ حادثہ (موت) پیش آیا، محمد شروان اور اس کا بھائی جاجنگر سے دیو کوٹ آئے تعزیت کی رسم ادا کی۔ محمد شروان اور اس کا بھائی جاجنگر کی ایک فوجی جماعت کے ساتھ بارسول کی طرف چلے گئے اور ملک محمد بختیار کے قاتل علی مردان کو گرفتار کرکے قید کر دیا اور ایک کوتوال کے سپرد کیا کہ جس کو باباۓ کوتوال اصفہانی کہتے تھے اور خود دیو کوٹ کی طرف لوٹ آیا۔ خلج کے سارے امیروں نے اس کو سردار مان لیا اور اس کی اطاعت کرنے لگے۔ علی مردان کوتوال مذکور سے مل گیا اور قید سے نکل آیا اور سلطان قطب الدین ایبک کے پاس دہلی پہنچا اور عرض حال کیا۔

سلطان قطب الدین نے قیاز رومی کو لکھنوتی کے لیے نامزد کیا اور حکم دیا کہ خلج کے ہر امر کو کہ جو وہاں رہتا ہے، کسی مناسب مقام

۱- متن میں "۲۰۷ھ" لکھا ہے جو غلط ہے۔ (ق)

۲- بختیار خلجی کے لیے دیکھیے عزیز، ص ۱۰۶ - ۱۱۵ - (ق)

۳- محمد شیران (طبقات ناصری، ص ۱/۴۳۲)۔

۴- طبقات ناصری، ص ۱/۴۳۳۔

۵- ۱۲۰۵ء (عزیز، ص ۱۱۷)۔

پر متعین کرو ، قیاز رومی نے وہاں پہنچ کر حسب الحکم خلج کے ہر امیر کو مناسب مقام پر متعین کر دیا ، ملک حسام الدین عوض [۵۲] خلجی کہ جو ملک محمد بختیار کے پہلے کلوائی[1] کی جاگیر رکھتا تھا ، قیاز رومی کے استقبال کے لیے آیا اور اس کے ہمراہ دیو کوٹ گیا اور دیو کوٹ اس کی جاگیر میں مقرر ہوا ۔ جب قیاز رومی دیو کوٹ سے اودھ کی طرف لوٹا تو ملک محمد شروان اور خاج کے تمام امراء نے ، جو اس کے ساتھ تھے ، دیو کوٹ کا ارادہ کیا ، جب یہ خبر قیاز رومی کو پہنچی ، تو وہ راستے ہی سے لوٹ آیا اور اس نے امرائے خلج سے مقابلہ کیا ۔ محمد شروان اور خاج کے تمام امراء شکست کھا کر طوس[2] کی طرف چلے گئے اور وہاں ان میں مخالفت پیدا ہوگئی اور محمد شروان شہید ہوگیا ۔ وہ وہیں دفن ہوا ۔

ذکر علی مردان خلجی

وہ چستی ، دلیری ، غرور اور علو ہمت میں مشہور و معروف تھا ۔ جب قید سے آزاد ہوا ، تو قطب الدین سے مل گیا اور اس کے ہمراہ غزنیں پہنچا ۔ وہاں ترکوں کے ہاتھوں گرفتار اور قید ہوا ۔ وہ کاشغر میں تھا اور وہیں رہا ۔ کہتے ہیں کہ ایک دن سلطان تاج الدین یلدوز شکار کے لیے نکلا ۔ علی مردان بھی شکار میں اس کے ساتھ تھا ۔ اس نے خلج کے امراء میں سے ایک امیر سے کہ جس کو سالار ظفر کہتے تھے ، کہا کہ یہ کیسا رہے گا کہ اگر میں سلطان تاج الدین کو ختم کرکے اس کی جگہ تجھ کو بادشاہ بنا دوں ۔ سالار ظفر عقلمند اور نیک طبیعت تھا اور سلطنت کی خواہش نہیں رکھتا تھا ۔ اس نے اس کو اس حرکت سے منع کیا ۔ اس کو دو تازی گھوڑے لے دیے اور ہندوستان کی طرف چلتا کیا[3] ۔

جب وہ سلطان قطب الدین کے پاس پہنچا ، تو (سلطان نے) اس پر طرح طرح کی مہربانیاں اور رعایتیں کیں اور اس کو لکھنوتی جاگیر میں

۱۔ گنگکوری (عزیز ، ص ۱۱۸) ۔
۲۔ سنطوس (طبقات ناصری ۱/۴۳۳ ، عزیز ، ص ۱۱۹) ۔
۳۔ طبقات ناصری ۱/۴۳۳ ۔

دے دیا - وہ وہاں سے لکھنوتی گیا - جب وہ دریائے کوسی سے گزر گیا ، تو ملک حسام الدین عوض خلجی نے دیوکوٹ سے آ کر اس کا استقبال کیا وہ دیو کوٹ پہنچا اور اس نے مسند امارت کو سنبھالا اور لکھنوتی کے تمام [۵۳] علاقے پر قبضہ کر لیا[1] -

جب سلطان قطب الدین کا انتقال ہو گیا ، تو اس نے چتر شاہی لیا اور اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا سلطان علاء الدین خطاب اختیار کیا - اسے اس درجہ غرور و تکبر تھا کہ ایران و توران کی ولایتیں اپنے سرداروں میں تقسیم کرتا تھا اور چونکہ بہت زیادہ ظالم اور سخت گیر تھا اس لیے کسی کو یہ کہنے کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ یہ ولایتیں آپ کے حدود سے باہر ہیں[2] -

چوبد کر دی مباش ایمن ز آفات
کہ واجب شد ، طبیعت را مکافات

جب اس کا ظلم وجور حد سے گیا ، تو خلج کے امراء نے متفق ہو کر اس کو قتل کر دیا - روایت ہے کہ ایک تاجر مصیبت کا مارا ہوا اپنے افلاس کی شکایت اس کے سامنے لے گیا - اس نے پوچھا کہ یہ شخص کہاں کا رہنے والا ہے ؟ لوگوں نے کہا کہ اصفہان کا حکم دیا کہ فرمان لکھا جائے کہ اصفہان اس کی جاگیر میں مقرر ہوا - تاجر نے اس فرمان کو قبول نہ کیا - وزیر خوف کی وجہ سے یہ بات عرض نہیں کر سکتے تھے ، لہذا انھوں نے اس طرح تقریر کی کہ اصفہان کا حاکم اس ولایت (اصفہان) کی ضبطی کے لیے فوج جمع کرنے اور سفر کے اخراجات کا محتاج ہے - فوراً حکم دیا اور اتنی بڑی رقم کہ جس کی اس کو امید نہ تھی اس کو دے دی[3] -

اس کے مارے جانے کے بعد سرداروں نے متفق ہو کر ملک حسام الدین خلجی کو تخت پر بٹھا دیا - علی مردان کی مدت حکومت دو

۱- ایضاً ، ریاض السلاطین ، ص ۶۹ -
۲- ایضاً -
۳- طبقات ناصری ، ص ۱/۴۳۳ - ۳۳۵ -

سال ہوئی[1] ۔

ذکر ملک حسام الدین عوض خلجی

وہ گرم سیر کے خلجی امراء میں سے تھا ۔ پسندیدہ اخلاق اور اعلیٰ اوصاف سے متصف تھا ۔ جب وہ اپنے ملک سے چلا اور ترکستان کے حدود میں ایک بلندی پر پہنچا کہ جس کو ''پشتہ فیروز''[2] کہتے تھے ، تو وہاں دو گدڑی پوس درویش ملے کہ سامان سے عاری اور آزاد تھے اور خدا کے توکل پر پہاڑوں اور جنگلوں میں گھومتے پھرتے تھے ۔ ملک حسام الدین سے انھوں نے کہا اے خواجہ ! کچھ کھانا بھی ہے ؟ ملک حسام الدین نے [۵۸] چند نفیس قسم کی روٹیاں ان کے سامنے رکھ دیں ۔ درویشوں نے نہایت رغبت سے ان کو کھایا اور کہا اے خواجہ ! تجھ کو ہندوستان جانا چاہیے ، وہاں تجھ کو ہندوستان کی ولایتوں میں سے ایک ولایت ملے گی :

خشن پوشی ، نہادہ پشت برخاک
گدائی را بہ بخشد ملک ضحاک

ملک حسام الدین نے اس بشارت کو اپنے لیے صحیح سمجھا اور ہندوستان کی جانب آیا اور ملک محمد بختیار سے ملا ۔ خداوند کریم نے اس کو لکھنوتی کا بادشاہ بنا دیا اور سلطان غیاث الدین کے نام سے موسوم ہوا اس کے پرعدل زمانے میں تمام رعایا اور لشکر خوش حال اور مطمئن تھا ۔ اس ایک صفات بادشاہ کے خزانوں کے آثار ایک زمانے تک رہے ۔ جو اس کی نیک نیتی کی دلیل ہے ۔ بنگالہ ، ترہت ، کامرود ، جاجنگر یہ سب ولایتیں اس کی مال گزار تھیں[3] ۔

۶۲۲ھ/۱۲۲۵ء میں سلطان شمس الدین نے بنگالہ کا ارادہ کیا ۔ طرفین میں مقابلہ ہوا اور صلح ہو گئی ۔ اڑتیس ہاتھی اور اسی لاکھ تنکے سلطان شمس الدین کو دے کر اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا ۔ جب سلطان

۱- علی مردان خلجی ۱۲۱۳ء میں قتل ہوا (عزیز ، ص ۱۱۹) ۔
۲- پشتہ افروز (طبقات ناصری ، ص ۱/۴۳۵) ۔
۳- طبقات ناصری ، ص ۱/۴۳۵ - ۴۳۶ ۔

شمس الدین واپس ہوا ، تو اس نے بہار کو ملک علاء الدین[1] خانی کے سپرد کر دیا ۔ اس کے بعد غیاث الدین لکھنوتی سے بہار آیا اور بہار پر قابض ہو گیا ۔ ۶۲۴ھ/۱۲۲۷ء میں ملک ناصر الدین محمود بن سلطان شمس الدین ، ملک خانی کے بھکانے سے ایک بڑے لشکر کو لےکر لکھنوتی آیا ۔ اس وقت غیاث الدین عوض لکھنوتی سے کامرود کی جانب ایک لشکر جرار لےکر گیا ہوا تھا ۔ ملک ناصر الدین محمود لکھنوتی پر قبضہ کر لیا ۔ جب غیاث الدین عوض واپس ہوا ، تو سخت مقابلہ ہوا ۔ وہ مع اپنے اکثر سرداروں کے گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا[2] ۔

کہتے ہیں جب سلطان سعید شمس الدین التتمش اپنے لڑکے ملک ناصر الدین محمود کی وفات کے بعد ملک اختیار الدین کے فتنہ کو [۵۵] دفع کرنے کے لیے لکھنوتی پہنچا اور حسام الدین عوض خلجی کے آثار خیرات کو بچشم خود ملاحظہ کیا ، تو اس نے از راہ انصاف کہ وہ صفات حمیدہ اس بادشاہ میں تھے ، فرمایا کہ ایسے صاحب خیرات اور پسندید افعال انسان کو سلطان کا خطاب اختیار کرنا نامناسب نہیں ہے ۔ اس کی سلطنت کا زمانہ بارہ سال رہا[3] ۔

ذکر سلطان آرام شاہ بن قطب الدین

جب سلطان قطب الدین دنیا سے سفر کر گیا اور دنیا کو بادشاہ کے بغیر چارہ نہیں ہے امراء و ارکان سلطنت نے وارث ہونے کی حیثیت سے آرام شاہ کو کہ وہ بادشاہ کا اکلوتا بیٹا تھا[4] ، لاہور میں تخت شاہی پر بٹھا دیا ۔ اس نے اطراف و جوانب میں احکام و فرامین جاری کیے اور عدل و انصاف (کا اجراء) کیا ۔ اس درمیان میں سپہ سالار علی اسماعیل نے

۱- ملک عزالدین جانی (عزیز ، ص ۱۶۷) ۔

۲- ۱۲۲۷ء (عزیز ، ص ۱۹۹) ۔

۳- طبقات ناصری ، ص ۱/۴۳۸ ، ریاض السلاطین ، ص ۷۰ ۔

۴- سلطان قطب الدین کے تین لڑکیاں تھیں اور کوئی اولاد نرینہ نہ تھی ۔ عزیز ، (ص ۱۵۲) نے آرام شاہ کے قطب الدین کے بیٹے ہونے کے سلسلے میں تمام تاریخوں کے بیانات یکجا جمع کر دیے ہیں ۔ (ق)

جو علاقہ دہلی کا امیر تھا ، امراء کی ایک جماعت کے اتفاق رائے سے کسی کو ملک التتمش کے بلانے کے لیے بھیجا کہ جو سلطان قطب الدین کا غلام ، داماد ، منہ بولا بیٹا اور بدایوں کا حاکم تھا اور اس سے سلطنت (پر قابض ہونے کی) استدعا کی ۔ ملک التتمش دہلی آیا اور شہر پر قابض ہو گیا ۔ آرام شاہ نے جو دہلی کے قریب تھا ، طرح طرح سے اپنے باپ کی سپاہ اور امراء کی تسلی کی اور فوج جمع کرکے دہلی آیا ۔ ملک التتمش نے وسیع جنگل میں فوج آراستہ کی ۔ جنگ ہوئی اور آرام شاہ کو شکست ہوئی۔

سلطان قطب کے تین لڑکیاں تھیں ۔ دو لڑکیاں یکے بعد دیگرے ملک ناصر الدین قباچہ کے نکاح میں آئیں اور ایک (لڑکی) سے ملک التتمش کا نکاح ہوا ۔

سلطان قطب الدین کے مرنے کے بعد ناصر الدین قباچہ سندھ کی طرف چلا گیا اور اس نے ملتان ، اچھ ، بھکر اور سیوستان پر قبضہ کر لیا ۔ دہلی امیر داد اور دوسرے امراء کی مدد سے ملک التتمش کے قبضے میں آئی اور لکھنوتی و بنگالہ کے علاقوں پر ملک حسام الدین خلجی قابض ہو گیا ۔ آرام شاہ کی مدت سلطنت ایک سال بھی نہیں ہوئی ۔

ذکر سلطان شمس الدین التتمش

[۵۶] روایت ہے کہ اس کے باپ کا نام ایلم خاں[1] تھا اور وہ قبائل ترکستان کے ایک حصے پر حکومت کرتا تھا ۔ اس کے بھائی اور بروایت دیگر اس کے بھتیجے ، حسد و تعصب کی بنا پر کہ وہ ابھی کم عمر تھا ، حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح اس کو جنگل اور باغ کی سیر کو لے گئے اور زبردستی ایک تاجر کے ہاتھ بیچ ڈالا ۔ تاجر اس کو بخارا لے گیا اور وہاں کے ایک بزرگ[2] کے ہاتھ فروخت کر دیا ۔ کچھ عرصے تک (التتمش نے) اس صاحب حیثیت خاندان میں پرورش و تربیت پائی[3] خوبی

۱۔ ایلم خاں (طبقات ناصری ، ص ۱/۴۴۱) طبقات ناصری کے مرتب عبدالحی حبیبی نے اختلاف نسخ میں ایلم خاں اور یلم خاں بھی دیے ہیں وہ ترکوں کے البری قبیلے سے تھا ۔ (ق)

۲۔ یکے از اقربائے صدر جہان بخارا فروخت (طبقات ناصری ۱/۴۴۱) ۔

۳۔ طبقات ناصری ، ص ۱/۴۴۱ ۔

قسمت سے حاجی بخاری سوداگر نے اس کو خرید لیا اور حاجی جمال الدین چست قبا کے ہاتھ فروخت کر دیا ۔ حاجی جمال الدین اس کو غزنیں لے گیا اس زمانے میں کوئی ترک بچہ اس سے زیادہ حسین اور قابل غزنیں نہیں پہنچا تھا، اس کا ذکر سلطان محمد سام سے ہوا ، سلطان نے حکم دیا کہ اس کی قیمت مقرر کی جائے ۔ ایک دوسرا غلام ایبک نامی اس کے ہمراہ تھا ۔ ہر ایک کی قیمت کا تخمینہ ایک ہزار دینار رکھی گیا گیا ۔ خواجہ جمال‌الدین اس کے فروخت کرنے پر تیار نہ ہوا ۔ سلطان نے حکم دیا کہ کوئی شخص اس کو نہ خریدے ۔ ایک سال کے بعد خواجہ جمال الدین بخارا کی طرف گیا اور التتمش کو اپنے ہمراہ لے گیا ۔ واپس آ کر ایک سال غزنیں میں قیام کیا ۔ سلطان کے حکم کے بغیر لوگوں کے لیے اس کا خریدنا دشوار تھا ۔ یہاں تک کہ نہروالہ اور گجرات کی فتح کے بعد سلطان قطب الدین ایبک ملک نصیر الدین خرمیل کے ہمراہ غزنیں آیا ۔ التتمش کے حالات سن کر اس نے سلطان سے اس کے خریدنے کی اجازت حاصل کر لی ۔ سلطان نے فرمایا ۔ کہ چونکہ ہم نے منع کر دیا ہے کہ کوئی اس کو نہ خریدے ، اس لیے غزنیں میں اس کی خرید و فروخت مناسب نہیں ہے ۔ اس کو دہلی لے جاؤ اور وہاں بیچو[1] ۔

جب سلطان قطب الدین نے غزنیں سے واپسی اختیار کی ، تو نظام الدین محمد کو بعض کاموں کے لیے وہاں چھوڑا اور حکم دیا کہ جمال الدین چست قبا کو اپنے ہمراہ لیتے آنا تاکہ التتمش کو اس سے [۵۷] خرید لوں - جب یہ لوگ پہنچے تو سلطان قطب الدین نے دونوں یعنی التتمش اور ایبک کو ایک لاکھ جیتل میں خرید لیا ۔ ایبک کا نام طماج[2] رکھا اور اس کو سرہند[3] کا امیر بنا دیا اور وہ سلطان تاج الدین یلدوز کی جنگ میں ، جو سلطان قطب الدین سے ہوئی تھی ، مارا گیا ۔ سلطان قطب الدین نے التتمش کو بیٹا بنا کر اپنے قرب کا شرف بخشا ۔

۱- طبقات ناصری ، ص ۱/۴۴۲ - (ق)

۲- طمغاج (طبقات ناصری ، ص ۱/۴۴۳ ، طفاخ (فرشتہ ۱/۶۵) طمغاج (عزیز ، ص ۱۹۱) - (ق)

۳- تبر ہندہ (طبقات ناصری ۱/۴۴۳) بھٹندہ (فرشتہ ۱/۶۵) - (ق)

گوالیار کی فتح کے بعد اس کو وہاں کا امیر بنا دیا ۔ اس کے بعد برن اور اس کے قرب و جوار کا علاقہ اس کے سپرد کر دیا ۔ چونکہ بتدریج آثار شجاعت و کردار اس میں پائے گئے ، اس لیے بدایوں کی ولایت بھی اس کو دے دی[1] ۔

جب سلطان معزالدین سام کھوکھروں کے فتنے کو دفع کرنے کے لیے ہندوستان آیا ، تو سلطان قطب الدین ، سلطان معزالدین کے حکم کے مطابق ، اپنے لشکر کے ہمراہ سلطان کے پاس پہنچا اور التتمش بدایون کے لشکر کو لے کر سلطان قطب الدین کے پاس پہنچ گیا ۔ جنگ کے وقت چونکہ التتمش ، جو جرأت و بہادری میں یکتائے زمانہ تھا ، گھوڑے پر سوار ہو کر مسلح دریا میں کود پڑا اور غنیم کا مقابلہ کیا ۔ جب معزالدین نے اس کی بہادری و کار گزاری اپنی آنکھ سے دیکھی ، تو اس کو بلا لیا اور انعام اور خلعت شاہانہ سے سرفراز کیا ۔ سلطان قطب الدین سے تاکید کی اور زور دیا کہ اس کی تربیت اچھی طرح کی جائے ۔ اس وقت سلطان کے حکم کے مطابق اس کو پروانۂ آزادی دے دیا گیا ۔ وہ بتدریج امیر الامراء کے درجے پر پہنچ گیا[2] ۔

جب سلطان قطب الدین کا لاہور میں انتقال ہو گیا تو (علی) اسماعیل امیر داد[3] اور دوسرے امراء کی استدعا کے مطابق بدایوں کے لشکر اور جماعت کو لے کر ملک التتمش دہلی آ گیا اور دہلی پر قبضہ کرکے سلطان شمس الدین اپنا خطاب مقرر کیا ۔ ۶۰۷ھ میں تخت نشین ہوا ا کثر قطبی امیروں اور سرداروں نے اطاعت کی ۔ بعض معزی و قطبی سرداروں نے کہ

۱- شمس الدین التتمش کی بداہوں میں گورنری کے زمانے میں جامع شمسی اور عیدگاہ شمسی اور حوض شمسی کا ذکر ضروری ہیں ۔ اول الذکر دونوں عمارتیں موجود ہیں اور آخر الذکر کے نشان باقی ہیں ۔ ملاحظہ ہو کنز التاریخ ، ص ۱۸ - ۲۷ ، آثار بداہوں ، ص ۴۱ - ۴۳ گزیٹیر بداہوں ۔

۲- طبقات ناصری ، ص ۱/۴۴۳ - ۴۴۴ - (ق)

۳- ''اسمعیل و امیر داد'' متن میں لکھا ہے اس میں واؤ عاطفہ طباعت کی غلطی ہے ۔ (ق)

جو دہلی کے اطراف میں سرکش تھے ، جمع ہو کر بغاوت کر دی ، لیکن تائید غیبی کے نور سے اس کا چراغ سلطنت روشن تھا ۔ وہ نادان مخالف ، جنہوں نے اس نور کو گُل کرنے کی کوشش [۵۸] کی تھی سوائے ذلیل ہونے کے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے اور وہ سب تلواروں کی زد میں آ کر سلطنت کے میدان کو اپنے وجود کے کوڑے کرکٹ سے صاف کر گئے[۱] ۔

میاویز با مقبل نیک بخت
کہ افگندن قعیلاں ہست سخت

اس کے بعد سلطان تاج الدین یلدوز معزی نے ، جو غزنیں کا بادشاہ تھا ، اس کو بادشاہت (کا فرمان) اور چتر بھجوایا ۔ کچھ دنوں کے بعد جب سلطان تاج الدین ، خوارزم کے لشکر سے شکست کھا گیا ، تو اس نے لاہور میں آ کر اس (لاہور) پر قبضہ کر لیا اور سلطان شمس الدین سے مقابلہ کیا ۔ ۶۱۲ھ/۱۲۱۶ء میں ترائن کے حدود میں ان کے درمیان سخت جنگ ہوئی ۔ سلطان تاج الدین کو شکست ہوئی اور وہ گرفتار ہو گیا ۔ اس کو دہلی لائے پھر بدایوں میں قید کر دیا اور وہ وہیں مر گیا[۲] ۔

۶۱۴ھ/۱۲۱۷ء میں سلطان شمس الدین کی ملک ناصر الدین قباچہ کے ساتھ کہ جو سلطان قطب الدین کا داماد تھا ۔ جنگ ہوئی ، اس موقع پر بھی سلطان شمس الدین کو فتح کیا ۔ لاہور کے قریب ملک ناصر الدین سے کئی مرتبہ جنگ ہوئی ۔ ہر مرتبہ سلطان شمس الدین کو فتح ہوئی ۔ یہاں تک کہ آخری مرتبہ سلطان شمس الدین ، سلطان ناصر الدین پر حملہ آور ہوا ۔ اس نے اچہ کا قلعہ مضبوط بنا لیا تھا ، پھر وہ بھکر کے قلعہ کو چلا گیا ، اس نے نظام الدین وزیر اور چند (دوسرے امراء) کو ملک ناصر الدین کے تعاقب میں روانہ کیا اور خود قلعہ اچہ کے محاصرہ میں مشغول ہوا ۔ دو مہینے اور پچیس دن میں اس نے اس قلعہ کو فتح کر لیا ، جب ملک ناصر الدین کو قلعہ کی فتح کی خبر پہنچی ۔ تو اس نے اپنے لڑکے علاء الدین بہرام شاہ کو سلطان شمس الدین کی خدمت میں

۱- طبقات ناصری ۱/۴۴۴ ۔
۲- بدایوں میں تاج الدین یلدوز کی قبر عقب جامع مسجد شمسی بتائی جاتی ہے (کنز التاریخ ، ص ۱۹۶) ۔ (ق)

بھیجا اور صلح کی درخواست کی ۔ بعد کو بھکر کی فتح کی خبر پہنچی - کہتے ہیں کہ قلعہ بھکر کی فتح کے بعد ملک ناصر الدین دریا میں[1] غرق ہو گیا ۔

اس واقعہ کے بعد[2] ۶۱۸ھ/۱۲۲۱ء میں سلطان جلال الدین خوارزم‌شاہ چنگیز خاں سے شکست پا کر [۵۹] لاہور کی طرف آیا ۔ سلطان شمس الدین نے ایک بڑے لشکر سے اس کا مقابلہ کیا - سلطان جلال الدین مقابلے کی تاب نہ لا کر سندھ اور سیستان کی طرف چلا گیا اور وہاں سے کچھ اور مکران کے راستے سے نکل گیا[3] ۔

اس کے بعد سلطان شمس الدین ۶۲۲ھ/۱۲۲۵ء میں لکھنوتی اور بہار کی طرف لشکر لے کر چلا ۔ سلطان غیاث الدین خلجی کو کہ جس کا ذکر علیحدہ کیا گیا ہے اور اس نے ان علاقوں پر تسلط جما لیا تھا ، اس کو اپنا مطیع بنایا ۔ اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا اور اڑتیس ہاتھی اور اسی ہزار چاندی کے تنکے سلطان غیاث الدین کے لیے اور اپنے بڑے لڑکے کو سلطان ناصر الدین کا خطاب دے کر لکھنوتی کی ولایت اس کے سپرد کی اور چتر اور دورباش (شاہی نیزہ) دے کر اس کو اودھ میں چھوڑا اور خود دارالملک دہلی کی طرف واپس چلا آیا ۔ ملک ناصر الدین نے غیاث الدین خلجی سے ، جو اس زمانے میں اس علاقے میں حکومت کر رہا تھا ۔ جنگ کی اور غالب آیا - اس کو گرفتار کرکے قتل کر دیا ۔ بہت مال غنیمت اس کے ہاتھ آیا ۔ اس نے دہلی کے اکثر مشہور سرداروں اور آدمیوں کو یاد کیا اور ہر ایک کو انعام بھیجے ۔

۶۲۳ھ/۱۲۲۶ء میں (سلطان نے رنتھمبور کی فتح کا ارادہ کیا اور اس طرف لشکر کشی کی اور اس قلعہ کو فتح کر لیا[4] ۔

۱۔ ناصر الدین قباچہ جمادی الاخریٰ ۶۲۵ھ/۱۲۲۸ء دریا میں غرق ہوا (طبقات ناصری ۱/۴۲۷) - (ق)

۲۔ ناصر الدین قباچہ کی غرقابی جلال الدین خوارزم شاہ کی آمد کے بعد ہوئی ہے - (ق)

۳۔ ۶۲۰ھ/۱۲۲۳ء میں وہ گیا (فرشتہ ۲/۳۱۶) -

۴۔ دیکھیے عزیز ، ص ۱۶۷ - ۱۶۸ -

۶۲۳ھ/۱۲۲۶ء میں قلعہ مندور[1] کی فتح کے ارادے سے اس طرف لشکر لے گیا اور قلعہ کو سوالک کے مع تمام (علاقے) کے ساتھ اپنے قبضے میں لے آیا ۔ اسی سال دہلی کو واپس ہوا ، امیر روحانی نے کہ جو اس

۱۔ اس قلعہ کے نام اور املا میں خاصا اختلاف ہے لیکن یہ بات تمام تاریخی نوشتوں سے عیاں ہے کہ یہ مقام "حدود سوالک" (طبقات ناصری/۴۳۶) میں ہے ۔ طبقات اکبری ، (ص ۵۹ متن فارسی) "آں قلعہ را باجملہ سوالک" فرشتہ (۱/۶۶) "آں قلعہ را باجملہ سوالک" بدایونی ، ص ۲۶) "آں قلعہ مع کہ سوالک" لکھتے ہیں ۔
ایشوری پرشاد ، (ص ۱۶۲) "In the Siwalik hills" اور عزیز ، (ص ۱۶۸) (Within the limits of the Siwalik territory) لکھتے ہیں لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ لوگ مندور (منڈور یا منڈاور) کو راجپوتانہ میں متعین کرتے ہیں ۔ غالباً اس غلط فہمی کا سبب یہ ہے کہ فتح رنتھنبور کے بعد اس کا ذکر آتا ہے ۔ طبقات ناصری کے ایک قدیم نسخے میں مندور [منڈاور] موجود ہے (دیکھیے راورٹی ، ص ۶۱۱ حاشیہ ۳) ۔ ہمارے خیال میں اس لفظ کے پڑھنے غلطی ہوئی ہے ۔ لوگوں نے اس لفظ (مندور) کے واؤ اور رے کو ساکن پڑھا اور واو کو مفتوح پڑھا جاتا تو صحیح ہوتا کیونکہ یہ مقام مندور (منڈور ۔ منڈاور) حدود سوالک میں ہے اور اب ضلع بجنور (یو ۔ پی) میں واقع ہے گویا حدود سوالک کے پہاڑی علاقے (ضلع بجنور و سہارنپور وغیرہ میں) ملاحدہ نے اپنی سرگرمیاں شروع کر رکھی تھیں اور اس علاقے میں ملاحدہ نے اپنی حیثیت متعین کر لی تھی کیونکہ امیر روحانی اپنے قصیدے کے ایک شعر میں "بلاد ملاحد" لکھا ہے ۔ خیال ہے کہ ملاحدہ کی سرگرمیوں سے "کلیر" بھی متاثر ہوا ہوگا ۔ منڈاور میں شمس الدین التتمش نے ایک وسیع جامع مسجد بھی تعمیر کرائی تھی اس سے اس بات کو تقویت ہوتی ہے دیکھیے تاریخ ہندی قرون وسطیٰ جلد دوم از قاری بشیر الدین پنڈت ، ص ۲۳۹ ۔ (گزیٹیر بجنور ، ص ۱۲۸ میں اس مسجد کو قطب الدین ایبک کی معمرہ بتایا ہے) اس سلسلے میں ملاحظہ ہو اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ، ص ۳۱۴ ۔ ۳۱۶ ۔

زمانے کا فاضل تھا اور چنگیز خاں کے حادثے میں بخارا سے دہلی آیا تھا ، ان فتوحات کی مبارکباد میں بلیغ اشعار کہتے ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں :

خبر باہل سبا ، برد جبرئیل امیں
ز فتح نامہ سلطان عہد شمس الدین
کہ اے ملائکہ ، قدس آسمان بریں [٦٠]
برین بشارت ببندید کلہ و آئیں
کہ از بلاد ملاحد ، شہنشہ اسلام
کشاد باد دگر قلعہ سپہر آئیں
شہ مجاہد غازی کہ دست و تیغش را
روانِ حیدر کرار می کند تحسیں[1]

٦٢٦ھ[2] میں عرب کے سفیر سلطان شمس الدین کے لیے دربار خلافت سے خلعت لائے ۔ سلطان آداب و اطاعت کے شرایط بجا لایا اور اس نے دارالخلافت کا خلعت زیب تن کیا ۔ اس خلعت کے پہننے سے سلطان نے بے انتہا مسرت اور فخر محسوس کیا ۔ سلطان نے اکثر امراء کو خلعت دیے ۔ شہر میں آئینہ بندی کی گئی ، شادیانے بجے ۔ اس سال سلطان ناصر الدین کی وفات کی اطلاع آئی جو لکھنوتی کا حاکم تھا ۔ سلطان شمس الدین نے تعزیت کے رسوم ادا کیے اور اس کے نام پر اپنے چھوٹے لڑکے کا نام رکھ دیا ۔ وہ اس سے محبت کرتا تھا اور طبقات ناصری کی تالیف اس کے نام پر ہوئی ۔ القصہ ٦٢٧ھ/٣٠-١٢٢٩ء میں لکھنوتی پر لشکر کشی کر دی اور سلطان ناصر الدین کی وفات کے بعد جو فتنہ اٹھ کھڑا ہوا تھا ، دفع کیا ۔ لکھنوتی کو عزالملک علاء الدین خانی[3] کے سپرد کیا اور خود

١- ان اشعار میں لفظی تغیرات ہیں مقابلے کے لیے ملاحظہ ہو فرشتہ ١/٦٦ ، بدایونی ، ص ٢٧ ، بزم مملوکیہ ، ص ٩٩ ۔

٢- متن میں غلطی سے ٦١٦ھ چھپ گیا ہے ۔ منشور خلافت ٢٣ ربیع الاول ٦٢٦ھ (١٩ فروری ١٢٢٩ء) کو آیا تھا ۔ (طبقات ناصری ١/٣٤٧) ۔

٣- علاء الدین جانی (طبقات ناصری ١/٣٤٨) ۔

دارالملک دہلی کی طرف واپس ہوا۔

۶۲۹ھ/۳۲-۱۲۳۱ء میں قلعہ گوالیار کی فتح کے ارادے سے اس نے فوج کشی کی۔ ایک سال تک اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ آخر کار راجا دیو سیل[1] جو اس قلعہ کا حاکم تھا رات میں فرار ہو گیا اور قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔ بہت آدمی قید ہوئے۔ ان میں سے تین سو آدمیوں کو قتل کرا دیا۔ ملک تاج الدین ریزہ نے کہ جو دبیر مملکت تھا، قلعہ کی فتح کے بارے میں یہ رباعی کہی کہ جو قلعہ کے دروازے کے پتھر پر کندہ ہے: [۶۱]

ہر قلعہ، کہ سلطان سلاطین بگرفت
ازعون خدا و نصرت دیں بگرفت
آں قلعہ گوالیار و آں حصن حصین
درستائمہ سنہ ثلاثین بگرفت

۶۳۰ھ

اس کے بعد سلطان وہاں سے واپس ہوا اور ۶۳۰ھ/۳۳-۱۲۳۲ء[2] میں اس نے ولایت مالوہ پر حملہ کیا۔ قلعہ بھیلسا کو فتح کیا، شہر اجین پر بھی قبضہ کر لیا اور مہاکال کے بت خانے کو کہ جو تین سو سال کی مدت میں تعمیر ہوا تھا اور نہایت پختہ و مستحکم تھا، منہدم کرا کے نیست و نابود کر دیا۔ اجین نگری سے بکرما جیت کی مورتی کو کہ جس (بکرما جیت) سے ہندو (اپنی) تاریخ شروع کرتے ہیں اور کچھ اور مورتیاں بھی کہ جو حادثے سے خراب ہو گئی تھیں، لا کر، دہلی کی جامع مسجد کے دروازے کے سامنے زمین میں دفن کرا دیں تاکہ لوگوں کے پیروں کے نیچے آئیں[3]۔

پھر اس نے ملتان[4] کی طرف لشکر کشی کی۔ یہ سفر اس کو منحوس

۱- میلکدیو پسر بسیل (طبقات ناصری ۱/۴۴۸)۔
۲- ۶۳۱ھ (طبقات ناصری ۱/۴۴۹)۔
۳- طبقات ناصری ۱/۴۴۹، فرشتہ ۱/۶۶۔
۴- "بنیان" (طبقات ناصری ۱/۴۴۹)۔

ہوا اور وہ بیمار پڑ گیا۔ جب وہ دہلی پہنچا، تو ۲۰ شعبان ۶۳۳ھ[1] کو اس کا انتقال ہو گیا۔

خواجہ قطب الدین بختیار کے ملفوظات میں کہ جس کے جامع شیخ فرید شکر گنج ہیں، لکھا ہے کہ جب سلطان نے حوض بنوانے کا ارادہ کیا۔ تو وہ حوض کے لیے مناسب جگہ کے انتخاب کی غرض سے خواجہ صاحب کے پاس آیا۔ ان سے مشورہ کیا۔ (اس سلسلے میں) سلطان جس زمین پر پہنچتا وہاں سے گزر جاتا یہاں تک کہ جس جگہ حوض شمسی ہے پہنچا۔ اس زمین کو پسند کیا۔ جب رات ہوئی، تو سلطان نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اس زمین پر گھوڑے پر تشریف فرما ہیں تو ارشاد فرماتے ہیں کہ شمس الدین کیا چاہتا ہے؟ سلطان نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حوض بنایا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ اسی جگہ بنا اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کے گھوڑے نے [۶۲] اس زمین پر سُم رگڑنے اور وہاں پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ سلطان خواب سے بیدار ہوا۔ ابھی کچھ رات باقی تھی۔ اسی وقت خواجہ قطب الدین کے پاس آیا اور تمام واقعہ بیان کیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ سلطان مجھ کو اس زمین پر لے گیا۔ میں نے چراغ کی روشنی میں دیکھا کہ اس جگہ پانی کا چشمہ جاری تھا[2]۔

نقل ہے کہ جس زمانے میں ملک شمس الدین التتمش بغداد میں غلام کی حیثیت سے تھا، تو اس کے آقا کے مکان میں درویشوں کی ایک جماعت نے مجلس سماع آراستہ کی۔ جیسا کہ اہلِ حال درویشوں کا دستور ہے، اس مجلس میں ملک التتمش دل و جان سے خدمت کرتا تھا اور شمع پر روتا تھا۔ قاضی حمید الدین ناگوری وہاں میر مجلس تھے۔ چونکہ ملک شمس الدین کی خدمت درویشوں کو پسند آئی، لہذا اس پر سب نے نظر ڈالی۔ خداوند تعالیٰ نے اس نظر کی برکت سے اس کو بادشاہ بنا دیا[3]۔

۱- ۳۰ اپریل ۱۲۳۶ء - (ق)
۲- فوائد السالکین، ص ۲۸، بزم مملوکیہ، ص ۷۵، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ص ۱۲۸ - ۱۲۹ -
۳- سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ص ۱۰۳ -

ایک زمانے کے بعد وہ ملک ہندوستان کے تخت پر بیٹھا اور قاضی حمید الدین ناگوری دہلی میں مریدوں کے ارشاد (و ہدایت) میں مشغول رہتے تھے اور ہمیشہ ان کی مجلس میں درویش رقص و سماع کرتے تھے۔ دو علمائے ظاہر کہ ایک کو ملا عماد الدین اور دوسرے کو ملا جلال الدین کہتے تھے، مجلس سماع کے خلاف تھے۔ ان دونوں نے بادشاہ کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ قاضی ناگوری کو سمع سے منع کر دیا جائے۔ سلطان نے قاضی (ناگوری) کو بلایا۔ اعزاز و اکرام کے ساتھ بٹھایا۔ ان دونوں نے ان سے سوال کیا کہ آیا سماع حرام ہے یا حلال؟ قاضی نے کہا کہ اہل قال کے لیے حرام اور اہل حال کے لیے حلال ہے اس کے بعد سلطان کی جانب رخ کر کے فرمایا کہ سلطان کو وہ وقت یاد ہوگا کہ ایک رات بغداد میں درویش اور اہل حال سماع میں مشغول تھے اور آپ اپنے آقا کے حکم سے ان درویشوں کی خدمت کرتے تھے اور روتے تھے۔ درویشوں نے آپ پر نظر ڈالی اور آپ اس نظر کی بدولت اس سلطنت پر پہنچے۔ سلطان کو وہ بات یاد آ گئی، وہ رونے لگا۔ قاضی کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور نوازش کی۔ اس کے بعد وہ سمع سے لذت اور نفع حاصل کرنے لگا اور درویشوں کا معتقد ہوگیا[۱]۔

سلطان شمس الدین اطاعت و عبادت خوب کرتا تھا۔ ہر جمعہ کو جامع مسجد جاتا اور فرائض و نوافل ادا کرتا، دہلی کے ملحد اس بات سے رنجیدہ خاطر ہوئے اور انھوں نے طے کیا کہ سلطان کو نماز ادا کرتے وقت قتل کر دیا جائے کہ اس وقت مخلوق خود نماز میں مشغول ہوگی۔ انھوں نے ایک جماعت فراہم کی، جمعہ کے دن ہتھیار لیے اور مسجد میں داخل ہوگئے اور تلواریں نکال کر چند آدمیوں کو شہید کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے سلطان کو ان کے فتنے سے محفوظ رکھا۔ مخلوق بالا خانوں اور دیواروں پر چڑھ گئی۔ پتھر اور تیروں کی مار سے (ان فتنہ پردازوں) کو ہلاک کر دیا اور دنیا کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کر دیا[۲]۔

۱- سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ص ۱۲۰ - ۱۲۱ -

۲- فرشتہ ۱/۶۷، عصامی ص ۱۱۶ - ۱۱۷، منہاج سراج نے اس واقعہ کو ۶ - رجب ۶۳۴ھ بروز جمعہ در عہد سلطان رضیہ لکھا ہے اور نورترک کو سرخیل بتایا ہے (طبقات ناصری ۱/۴۶۱) -

بد اندیش ہم برسر شر رود
چو کژدم کہ در خانہ کمتر رود

آخر عمر میں بغداد کا وزیر فخرالملک عصامی کہ جو تیس سال تک بغداد میں منصب وزارت پر رہا تھا اور صوری و معنوی فضائل و کمالات میں مشہور تھا ، اسباب دینوی کی بنا پر کہ جو ارباب دولت کے رنجش و ملال کا سبب ہوا کرتے ہیں ، جلا وطن ہوا اور دہلی آیا ، سلطان نے اس کی آمد کو غنیمت سمجھا اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ اس کو شہر میں لائے - وزارت کا منصب اس کے سپرد کیا اور اس پر شاہانہ نوازشیں کیں - سلطان شمس الدین کی سلطنت کی مدت چھبیس سال ہوئی[1] -

ذکر سلطان رکن الدین فیروز شاہ بن سلطان شمس الدین

۶۲۵ھ/۱۲۲۸ء میں اس کے باپ نے پرگنہ بدایوں اس کے سپرد کیا[2] اور چتر اور دورباش (شاہی نیزہ) اس کو عنایت کیے - گوالیار کی فتح کے بعد جب سلطان دہلی آیا ، [۲۴] تو لاہور کی ولایت اس کے سپرد کر دی[3] - جب سلطان سیوستان کے سفر سے کہ جو آخری سفر تھا ، واپس آیا تو رکن الدین فیروز شاہ کو لاہور سے اپنے ہمراہ لیا - جب اس کی وفات ہو گئی ، تو امراء و اعیان سلطنت نے فیروز شاہ کو منگل کے دن ۶۳۳ھ[4] میں دہلی میں تخت نشین کیا - انعام و ایثار کے لوازم عوام و خواص کے بارے میں پورے کیے گئے اور شاعروں نے شاندار قصیدے تعریف اور مبارک باد میں لکھے اور انعام و صلہ پایا - ان میں سے ملک تاج الدین ایزہ نے جو سلطان کا دبیر تھا ، ایک طویل قصیدہ پیش کیا اور انعام و صلہ سے سرفراز ہوا ، اس کے دو شعر بطور یادگار یہاں لکھے جاتے ہیں :

۱- فرشتہ ، ۱/۶۷ -
۲- بدایوں کی جامع مسجد اسی کے عہد میں مکمل ہوئی اور اسی کے عہد میں تاج الدین یلدوز کا خاتمہ ہوا (کنز التاریخ ، ص ۱۹۸) -
۳- طبقات ناصری ، ۱/۴۵۳ -
۴- ۲۱ - شعبان ۶۳۳ھ کو تخت نشین ہوا (طبقات ناصری ۱/۴۵۵ -

مبارک باد ملکِ جاودانی
ملک را خاصہ در عہدِ جوانی
یمین الدولہ رکن الدین کہ آمد
درش از یمن چوں رکنِ یمانی

جب وہ تخت پر بیٹھا ، تو عیش و عشرت نے اس کو سلطنت کے کاموں کی طرف سے غافل کر دیا ۔ خزانوں کے دروازے کھلوا دیے اور سخاوت و ایثار پر کمر باندھی ۔ ہندوستان کی فرمانروائی اس کی والدہ کرتی تھی کہ جو ایک ترک کنیز تھی اور ''شاہ ترکان'' کے لقب سے مشہور تھی ، چونکہ وہ بہت غلبہ اور اقتدار رکھتی تھی ، لہذا ان تمام بیگمات کو جو سلطان کے زمانے سے اس سے رشک کرتی تھیں ، بہت تکالیف پہنچائیں ۔ سلطان کے سب سے چھوٹے لڑکے قطب الدین کو قتل کرا دیا ۔ خزانہ خالی ہوتا گیا ، وہ زیادہ تر طوائفوں ، کمینوں ، مسخروں اور بدمعاشوں کو انعام دیتا تھا[۱] ۔

چھوٹے بڑے رذیل اور شریف سب اس سے ناراض ہوگئے ۔ ملک غیاث الدین محمد شاہ کہ جو اس کا چھوٹا بھائی تھا اور ولایت اودھ کی حکومت اس کے قبضے میں تھی ، اس کے خلاف ہوگیا ۔ ملک عز الدین کبیر خاں والیٔ ملتان اور ملک سیف الدین کوجی نے جو ہانسی پر قابض تھا ، آپس میں خط و کتابت کی اور مخالفت کا جھنڈا بلند کیا ۔ سلطان رکن الدین ان کے دفع کرنے کے ارادے سے ایک بڑے لشکر کے ہمراہ دہلی سے نکلا اور کیلوکھری میں آیا ۔ اسی دوران میں نظام الملک محمد [۶۵] جنیدی جو وزیر سلطنت تھا ، نہایت وہم اور خوف کی وجہ سے کیلوکھری سے بھاگ کر قصبہ کول چلا گیا اور ملک عزالدین محمد سالاری[۲] سے مل گیا ، سلطان رکن الدین نے پنجاب کی طرف کے فتنے کو دبانا ضروری سمجھا اور اس نے کہرام کا رخ کیا ، جب وہ منصور پور اور ترائن کے نواح میں پہنچا تو جو امراء اس کے ہمراہ تھے ، مثلاً

۱- طبقاتِ ناصری ، ۱/۴۵۵ ۔
۲- ''ملک عزالدین سالاری کہ مقطع بداہوں بود'' (طبقاتِ ناصری ۱/۴۵۵) نیز دیکھیے کنزالتاریخ ، ص ۲۰۲ - ۲۰۳ ۔

تاج الملک محمد دبیر ، بہاء الدین حسین ، ملک کریم الدین زاہد ، ضیاءالملک شروانی ، خواجہ رشید اور امیر فخرالدین ، لشکر سے علیحدہ ہو کر دہلی چلے گئے اور سلطان رضیہ کی جو سلطان شمس الدین کی بڑی بیٹی تھی ، بیعت کر لی اور اس کو تخت شاہی پر بٹھا دیا ۔ سلطان رکن الدین کی والدہ شاہ ترکان کو گرفتار کر کے قید کر دیا ۔

سلطان رضیہ خصائل حمیدہ ، مثلاً شجاعت و سخاوت اور عقل و فراست سے متصف تھی اور مردانہ صفات کی حامل تھی اور باپ کی توجہ بھی اس کی طرف بہت تھی اور باپ کے زمانے میں مہمات ملکی میں دخل انداز رہتی تھی اور حکومت کرتی تھی ۔ جب سلطان رکن الدین کو خبر ملی ، وہ فوراً دہلی کی طرف آیا اور کیلوکھری پہنچا ۔ سلطان رضیہ نے اس کے مقابلے کے لیے ایک فوج بھیجی ۔ (رکن الدین) گرفتار کر کے قید کر دیا گیا اور وہ تھوڑے ہی عرصے میں قید میں مر گیا ۔ اس کی حکومت چھ ماہ اٹھائیس دن ہوئی[1] ۔

ذکر سلطان رضیہ

جس سال سلطان شمس الدین نے گوالیار کا قلعہ فتح کیا ، وہ اس (رضیہ) کی دانش مندی و فراست کا مشاہدہ کر چکا تھا ، اس لیے چند امراء کو بلا کر اس کی ولی عہدی کی وصیت کر دی ۔ امراء نے عرض کیا کہ لائق بیٹوں کے ہوتے ہوئے لڑکی کو ولی عہد کرتے ہیں ، اس میں کیا مصلحت ہے ؟ سلطان نے کہا کہ میں اپنے بیٹوں کو ، شراب ، اشے اور دوسرے نواہی و عیاشی میں مبتلا پاتا ہوں ۔ سلطنت کا بوجھ [۶۶] ان سے نہیں اٹھ سکے گا ۔ رضیہ اگرچہ بظاہر عورت ہے ، لیکن حقیقت میں مرد ہے اور اصل میں وہ لڑکوں سے بہتر ہے[2] ۔

غرض جب ۶۳۵ھ[3] میں سلطان رضیہ تخت نشین ہوئی اور اس نے

۱- ۱۸ - ربیع الاول ۶۳۴ھ بروز ہفتہ (۲۹ - نومبر ۱۲۳۶ء) کو فوت ہوا (طبقات ناصری ۱/۴۵۷) ۔

۲- طبقات ناصری ۱/۴۵۸ ۔

۳- یہ سنہ درست نہیں ہے رضیہ کی تخت نشینی ۶۳۴ھ میں ہوئی ۔ (فرشتہ ۱/۶۸ ، بدایونی ، ص ۳۰) (ق) ۔

شمسی قواعد و ضوابط جو رکن الدین کی سلطنت کے زمانے میں مہمل اور فرسودہ قرار دے دیے گئے تھے ، ان کو رواج دیا اور بخشش و انصاف کا طریقہ اختیار کیا ۔

نظام الملک محمد جنیدی جو وزیر سلطنت تھا ، ملک خانی ، کوجی ، ملک عزیز الدین ایاز[1] نے کہ جو اطراف سے رضیہ کے دربار میں آ گئے تھے ۔ نمک حرامی کی اور مخالف ہو گئے[2] ۔

اسی زمانے میں اودھ کے جاگیردار ملک عزالدین تاسی[3] نے سلطان رضیہ کی مدد کے ارادے سے دہلی کا رخ کیا ۔ جب وہ دریائے گنگا کو عبور کر چکا ، تو تمام سردار کہ جن کا ذکر ہو چکا ہے ۔ اس کے مقابلے پر آ گئے اور اس کو گرفتار کر لیا ۔ یہ ضعیفی کی وجہ سے اسی حال میں انتقال کر گیا ۔ اس کے بعد تھوڑے ہی عرصے میں سلطان رضیہ نے اپنی دانش مندی اور تدبیر سے ان تمام خبیث سرداروں کو منتشر کر کے پریشان کر دیا ، وہ سب مختلف اطراف میں چلے گئے ۔ سلطان رضیہ نے ان بھگوڑوں کا تعاقب کیا ، ملک کوجی کو مع اس کے بھائی کے گرفتار کر لیا اور قتل کرا دیا ۔ ملک خانی پاہل کے حدود میں مارا گیا ، اس کا سر دہلی لایا گیا ۔ ملک نظام الملک کوہ سرمور میں چلا گیا اور وہیں مر گیا[4] ۔

جب سلطان رضیہ کی سلطنت میں استحکام پیدا ہو گیا اور اس نے مملکت کا انتظام کر لیا ، تو اس نے خواجہ مہذب کو وزیر بنایا جو نظام الملک جنیدی کا نائب تھا ۔ وہ نظام الملک کے لقب سے مشہور ہوا اور لشکر کی نیابت ملک سیف الدین ایبک کے سپرد ہوئی ۔ اس کو

۱- ملک عزالدین کبیر خان ایاز (طبقات ناصری ، ص ۱/۴۵۹) (ق) ۔
۲- نول کشور ایڈیشن (ص ۳۲) میں یہ اضافہ ہے ''اطراف کے سرداروں کو خطوط روانہ کیے اور مخالفت کی ترغیب دی'' (ق) ۔
۳- ملک نصرت الدین تائسی (تازی) معزی مقطع اودھ (طبقات ناصری ، ص ۱/۴۵۸) ۔
۴- طبقاتِ ناصری ، ص ۱/۴۵۹ ۔

قتلق خان[1] کا خطاب دیا گیا ۔ ملک کبیر خان ایاز کو لاہور کی حکومت دی گئی ۔ لکھنوتی ، دیول اور دربند کے علاقے تمام شہر اور بستیاں ہر ایک امیر [۶۷] کے سپرد کر دی گئیں ۔ اسی زمانے میں سیف الدین ایبک نے وفات پائی ۔ اس کے بجائے قطب الدین حسن مقرر ہوا اور اسے ایک بڑے لشکر کے ساتھ قلعہ رنتھمبور کی طرف بھیجا اور وہ مسلمان جو اس قلعے میں تھے اور سلطان شمس الدین کی وفات کے بعد ہندوؤں نے ان کا محاصرہ کر لیا تھا ، قطب الدین حسن نے ان کو اس محاصرے سے نکالا ۔ قلعہ پر قبضہ کرنا اس نے ضروری نہ سمجھا ۔

اس کے رنتھمبور جانے کے بعد ملک اختیار الدین ایتگین ، امیر حاجب مقرر ہوا اور جمال الدین یاقوت حبشی نے جو میر آخور تھا ، سلطان رضیہ کے حضور میں خاص تقرب حاصل کر لیا کہ سلطان رضیہ کے سوار ہونے کے وقت اس کی بغل میں ہاتھ ڈال کر وہ اسے سوار کراتا تھا[2] ۔

سلطان رضیہ نے پردہ ترک کر دیا تھا ۔ وہ مردانہ لباس پہنتی تھی ۔ اس کے جسم پر قبا اور سر پر ٹوپی ہوتی تھی ۔ اسی طرح تخت پر بیٹھتی تھی اور دربار عام کرتی تھی[3] ۔

۶۳۷ھ/۴۰-۱۲۳۹ء میں ملک عزالدین ایاز ، جو لاہور کا حاکم تھا ، اطاعت سے منحرف ہو کر مخالف ہو گیا ۔ سلطان رضیہ اس کی مدافعت کے لیے گئی ۔ وہ اخلاص کے ساتھ پیش آیا اور دولت خواہوں میں شامل ہو گیا ۔ سلطان رضیہ ، ملتان کی ولایت کو جو ملک قراقش کے قبضے میں تھی ، ملک عزالدین کے حوالے کر کے لوٹ آئی[4] ۔

اسی سال وہ ایک بڑے لشکر کے ہمراہ تبرہندہ کی طرف روانہ ہوئی ۔

۱- قتلغ خان (طبقات ناصری ، ص ۱/۴۵۹) ۔
۲- طبقات ناصری (ص ۱/۴۶۰) میں اس طرح سوار کرانے کا ذکر نہیں ہے البتہ یہ بات عصامی نے لکھی ہے (عصامی ، ص ۱۲۹) ۔
۳- طبقات ناصری ، ص ۱/۴۶۰ ۔
۴- طبقات ناصری ، ص ۱/۴۶۰ ۔

اثناء راہ میں ترک امیروں نے اس پر حملہ کر دیا اور جلال الدین یاقوت حبشی کو جو امیرالامراء تھا ، مار ڈالا اور سلطان رضیہ کو قلعہ تبرہندہ میں قید کر دیا[1] ۔

معزالدین بہرام شاہ بن سلطان شمس الدین کو بادشاہی سپرد کر کے (ترک امیر) دہلی پر قابض ہو گئے ۔ اسی زمانے میں ملک اختیار الدین التونیہ نے جو تبرہندہ کا حاکم تھا ، سلطان رضیہ سے نکاح کر لیا اور رضیہ نے تھوڑے ہی عرصے میں التونیہ کے لشکر کو لے کر کھوکھروں ، جاٹوں اور اطراف و جوانب کے تمام زمینداروں کو جمع کر لیا اور چند سرداروں کو ہمراہ لے کر دہلی کا رخ کیا ۔ سلطان معزالدین بہرام شاہ نے [۶۸] ملک تگین خورد کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ رضیہ کے مقابلے کے لیے بھیجا ۔ دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی ۔ رضیہ کو شکست ہوئی ۔ وہ تبرہندہ واپس چلی گئی ۔ ایک مدت کے بعد منتشر لشکر کو جمع کر کے اس نے از سر نو جنگ کا اہتمام اور سامان کیا اور دہلی کی طرف روانہ ہو گئی ۔ سلطان بہرام شاہ نے پھر ملک تگین خورد کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ رضیہ کے مقابلے اور لڑنے کے لیے بھیجا ۔ دونوں کا مقابلہ کیتھل کے میدان میں ہوا ، رضیہ کو پھر شکست ہوئی اور ملک التونیہ زمینداروں کے ہاتھ میں پڑ گیا ۔ انھوں نے (التونیہ کو) قتل کر دیا ۔ بعض کا قول ہے کہ انھوں نے گرفتار کر کے بہرام شاہ کے سامنے پیش کیا اور بہرام شاہ نے اس کو قتل کر دیا ۔ یہ واقعہ ۲۵ ماہ ربیع الاول ۶۳۷ھ کو ہوا[2] ۔ سلطان رضیہ کی مدت سلطنت تین سال چھ ماہ اور چھ روز ہوئی ۔

ذکر سلطان معزالدین بہرام شاہ بن سلطان شمس الدین

بروز پیر ۸ ماہ[3] رمضان ۶۳۷ھ کو سلطان معزالدین بہرام شاہ ،

۱- اپریل ۱۲۴۰ء (عزیز ، ص ۲۰۲ - ۲۰۴) ۔
۲- ۱۴ اکتوبر ۱۲۴۰ء (عزیز ، ص ۲۰۷) ۔
۳- ۲۷ رمضان (طبقات ناصری ۱/۶۶۴ھ) ۲۲ اپریل ۱۲۴۰ء (عزیز ، ص ۲۰۴) ۔

اکابر ، امراء اور سرداروں کے مشورے سے تخت نشین ہوا ۔ وزیر مملکت نظام الملک مہذب الدین کے اتفاق رائے سے ملک اختیار الدین مملکت کے تمام کام خود انجام دیتا تھا اور سلطان معزالدین کی بہن کے ساتھ کہ جو پہلے قاضی اختیار الدین کی منکوحہ تھی ، اس نے اپنا نکاح کر لیا ، وہ ہمیشہ ایک بڑا ہاتھی اپنے دروازے پر رکھتا تھا ۔ چونکہ اس زمانے میں بادشاہ کے سوا کوئی اور ہاتھی نہیں رکھ سکتا تھا ، لہذا بادشاہ کے لیے یہ بات بدگمانی کا سبب ہوئی ۔ سلطان معزالدین نے چند فدائیوں[1] کو حکم دیا اور انھوں نے ملک اختیار الدین کی چھری سے شہید کر دیا اور ملک مہذب الدین کے پہلو پر دو زخم لگائے ، مگر وہ زندہ باہر نکل گیا[2] ، اس کے بعد ملک بدر الدین سنقر رومی امیر صاحب [۶۹] مقرر ہوا ۔ اس نے مملکت کے تمام کاموں کو اسم اور قانون کے مطابق انجام دینا شروع کیا ۔ اتفاق سے ملک بدر الدین سنقر فتنہ پردازوں کی ایک جماعت کے اغوا سے ملک میں انقلاب لانے کے لیے سلطنت کے اراکین و امراء سے مشورہ کرنے لگا ۔ پیر کے دن سترہ ماہ صفر کو صدر الملک تاج الدین کے مکان میں کہ جو مشرف ممالک تھا ، تمام اکابر جمع ہوتے اور سلطنت تبدیل کرنے کے متعلق مشورہ ہوا صدر الملک کو نظام الملک کے بلانے کے لیے بھیجا کہ وہ بھی اس مشورے میں شریک ہو جائے ۔ اسی وقت صدر الملک نے سلطان معزالدین کو اس بات کی خبر کر دی اور سلطان کے ایک معتمد آدمی کو ایک گوشے میں چھپا دیا اور خود نظام الملک کے پاس پہنچا اور اس مجمع کو جو قاضی جلال الدین کاشانی ، قاضی کبیر الدین ، شیخ محمد ساؤجی[3] اور چند دوسرے آدمیوں پر مشتمل تھا ، اطلاع کی ، نظام الملک نے موقع ٹالنے کے لیے اپنی شرکت کسی دوسرے وقت کے لیے ملتوی کر دی ۔ صدر الملک نے حقیقت حال اس آدمی کی معرفت کہ جس کو پوشیدہ کر دیا تھا ، سلطان سے عرض کر دی ۔ سلطان اسی وقت

۱۔ طبقات ناصری ، (ص ۱/۶۶۴) میں ہے ”سلطان معزالدین دو لفر ترک مست را برسم فدائی بالای قصر فروفرستاد“ (ق) لکھنؤ ایڈیشن ، (ص ۷۳) چند رائے ہے ۔ (ق)

۲۔ یہ واقعہ ۸ محرم ۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء کو ہوا (طبقات ناصری ۱/۶۶۴)(ق)

۳۔ شیخ محمد شامی (طبقات ناصری ، ص ۴۷۸) ۔

اس جماعت کے پاس پہنچ گیا اور ان کو منتشر کیا ۔ ملک بدر الدین سنقر کو بدایوں کی طرف بھیج دیا اور قاضی جلال الدین کاشانی کو عہدہ قضا سے معزول کر دیا ۔ کچھ عرصے کے بعد جب ملک بدر الدین[1] بدایون سے شاہی دربار میں آیا ، تو سلطان نے اس کو ملک تاج الدین[2] موسیٰ کو قتل کرا دیا اور قاضی شمس الدین[3] کو جو قصبہ مار ہرہ[4] کا قاضی تھا ، ہاتھی کے پیروں تلے ڈلوا دیا ۔ اس بات سے لوگوں میں خوف و ہراس پیدا ہو گیا ۔

اس دوران میں پیر کے دن سولھویں جمادی لاآخری ۶۳۹ھ/۱۲۴۱ء کو چنگیزی مغول فوجوں نے آ کر لاہور کا محاصرہ کر لیا ۔ جب ملک قراقش نے جو لاہور کا حاکم تھا ، دیکھا کہ لوگ موافقت میں نہیں ہیں ، تو آدھی رات کے وقت لاہور سے نکل کر دہلی کی طرف چلا گیا ، لاہور شہر چنگیز خانیوں کے ظلم و ستم سے خراب اور برباد ہوا بہت مخلوق اسیر اور گرفتار ہوئی - [۷۰]

جب یہ خبر سلطان معزالدین کو ملی تو اس نے قصر سپید میں سرداروں کو جمع کیا اور از سر نو بیعت لی ۔ وزیر مملکت ملک نظام الملک کو دوسرے سرداروں کے ساتھ مغول کے فساد کو دفع کرنے کے لیے لاہور روانہ کیا ۔ جب لشکر دریائے بیاہ (بیاس) کے کنارے جو قصبہ سلطان پور کے قریب ہے ، پہنچا تو نظام الملک نے جو دل میں سلطان سے منافقت رکھتا تھا ، سرداروں کو سلطان کے خلاف کر دیا اور مکر و فریب کی بنیاد رکھی ۔ اس نے سلطان کو تحریر کیا کہ منافقوں کی اس جماعت سے کہ جو آپ نے میرے ہمراہ کی ہے ، کام نہیں چلے گا اور یہ فتنہ دفع نہ ہوگا ۔ سلطان خود اس طرف کا قصد کریں ۔ چونکہ سلطان اس پر اعتبار کرتا تھا ، لہذا اس نے سادگی سے جواب میں لکھ دیا کہ یہ جماعت قتل

۱- دیکھیے کنیز التاریخ ، ص ۲۰۵ - ۲۰۶ -

۲- ملک تاج الدین موسوی (طبقات ناصری ۱/۴۶۳ -

۳- قاضی شمس الدین مہر ، (ص ۱/۴۶۶) -

۴- قصبہ مہر ہورہ (طبقات ناصری ۱/۴۶۶) نولکشور اڈیشن (مالبرہ) عزیز ، (ص ۲۰۷) مارہرہ - (ق)

اور سزا کی مستوجب ہے اس کو وقت پر سزا دی جائے گی ۔ فی الحال چند روز چشم پوشی کرو ۔ اس فرمان کو نظام الملک نے سرداروں کو دکھا کر سب کو اپنے ساتھ ملا لیا ۔

جب سلطان کو یہ حال معلوم ہوا ، تو اس نے شیخ الاسلام شیخ قطب الدین بختیار اوشی[۱] کو سرداروں کو تسلی دینے کے لیے بھیجا ۔ سردار کسی طرح مطمئن نہ ہوئے ۔ شیخ دہلی واپس چلے آئے اس کے بعد نظام الملک اور تمام امراء سلطان معزالدین کو ختم کرنے کے ارادے سے دہلی آئے اور سلطان معزالدین کا محاصرہ کر لیا ۔ روزانہ جنگ ہوتی تھی ۔ چونکہ شہر کے لوگ امراء سے ملے ہوئے تھے ، لہذا ہفتہ کے دن چھٹی ذی قعدہ[۲] سال مذکور کو شہر دہلی پر قبضہ کر لیا ۔ سلطان معزالدین کو چند روز قید میں رکھا اور پھر قتل کر دیا[۳] اس کی سلطنت کی مدت دو سال ایک ماہ اور پندرہ روز ہوتی ۔

ذکر سلطان علاء الدین مسعود شاہ

جب سلطان بہرام شاہ کو قتل کر دیا تو ملک عزالدین بلبن[۴] دہلی کے تخت پر بیٹھ گیا اور شہر میں منادی کر دی گئی ۔ امراء اور سردار

۱۔ شیخ قطب الدین بختیار اوشی کا انتقال شمس الدین التتمش کی زندگی میں ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ/۱۲۳۵ء کو ہو گیا تھا ، لہذا یہ دوسرے بزرگ ہیں اور نام کی یکسالیت کی وجہ سے ''بختیار اوشی'' کا اضافہ ہو گیا ہے ۔ طبقات ناصری ، ص ۱/۶۷ میں ''شیخ الاسلام حضرت سید قطب الدین'' تحریر ہے ۔ (ق)

۲۔ ۸ ذی قعدہ ۶۳۹ھ (طبقات ناصری ، ص ۱/۶۸) (۱۰ مئی ۱۱۴۲ء) (عزیز ، ص ۲۱۰) ۔

۳۔ ۱۲ ذی قعدہ ۲۳۹ھ (۱۹ مئی ۱۲۴۲ء) کو معزالدین بہرام شاہ قتل کر دیا گیا (طبقات ناصری ، ص ۱/۶۸) ۔ (ق)

۴۔ عزیز ، (ص ۲۱۰) میں ہے کہ عزالدین بلبن ، غیاث الدین بلبن الغ خاں حاشیہ کے علاوہ دوسرا شخص تھا فرشتہ (۱/۷۰) بدایونی ، (ص ۳۲) نے بلبن بزرگ لکھا ہے ۔

اس بات سے خوش لہ ہوئے [۱۰] الھوں نے فوراً سلطان ناصر الدین و سلطان جلال الدین پسران سلطان شمس الدین التتمش اور سلطان علاءالدین مسعود شاہ پسر سلطان رکن الدین کو ، جو قصر سپید میں قید تھے ، باہر نکالا اور سلطان علاء الدین مسعود شاہ کو ماہ ذی قعدہ ۶۳۹ھ[1] میں دہلی میں تخت نشین کیا ۔ ملک قطب الدین حسن کو نیابت اور مہذب الدین نظام الملک کو وزارت کے عہدوں پر سرفراز کیا اور ملک قراقش امیر حاجب مقرر ہوا ۔ چونکہ نظام الملک نے عروس سلطنت کو بغیر کسی کے مشورے کے پہلو میں لیا تھا ، اس لیے امراء و اراکین سلطنت نے متفق ہو کر بروز بدھ دوسری جمادی اوائل ۶۴۰ھ[2] کو اسے قتل کر دیا :

نباید تیز دولت بود چوں گل
کہ سیلی تندروزد و افگند پل

وزارت صدر الملک نجم الدین ابوبکر کے سپرد ہوئی اور غیاث الدین بلبن کو اس وقت اس کا خطاب الغ خان تھا ۔ امیر حاجب ہوا[3] ۔ ناگور ، سندھ ، اجمیر[4] ، ملک عزالدین بلبن بزرگ[5] کے سپرد ہوئے اور پرگنہ بداپون ملک تاج الدین[6] کو دیا گیا اور ملک کے تمام پرگنے ہر سردار کی اہلیت کے لحاظ سے تقسیم کر دیے گئے ۔ مملکت کا انتظام درست ہوا اور مخلوق میں اطمینان و سکون پیدا ہو گیا ۔

اسی زمانے میں ملک عزالدین طغا خان نے کہ جو اپنی ولایت لکھنوتی کی طرف سے آیا تھا ، کڑہ سے شرف الملک اشعری کو سلطان

۱- ۸ ذی قعدہ ۶۳۹ھ (۱۰ مئی ۱۲۴۲ء) (طبقات ناصری ۱/۴۶۸) ۔
۲- ۲۸ اکتوبر ۱۲۴۲ء (عزیز ، ص ۲۱۲) ۔
۳- طبقات ناصری ، ص ۱/۴۶۹ ۔
۴- ”مندور“ (طبقات ناصری ، ص ۱/۴۶۸) ۔
۵- طبقات ناصری ، (ص ۱/۴۶۸) میں ”ملک عزالدین بلبن“ ہے ۔ لفظ ۔ (ق)
۶- ملک تاج الدین قتلق (دیکھیے کنز التاریخ ، ص ۲۰۶ ، تاج الدین سنجر قتلو) ۔

علاء الدین کے پاس بھیجا ۔ سلطان نے چتر لعل اور خاص خلعت اودھ کے حاکم قاضی جلال الدین[1] کی معرفت عزالدین طغا خاں کے لیے لکھنوتی بھیجے[2] اور اپنے دونوں چچاؤں کو قید سے آزاد کیا ۔ ملک جلال الدین کو قنوج دیا [۲۷] اور ملک ناصر الدین کو بہرائچ اور اس کے مضافات کی حکومت سپرد ہوئی ، ان علاقوں میں اچھے آثار ظاہر ہوئے۔[3]

۶۴۲ھ/۴۵ - ۱۲۴۴ء میں مغول[4] کی فوجیں لکھنوتی کے علاقے میں آئیں ۔ قیاس یہ ہے کہ مغول اس راستے سے آئے ہوں گے کہ جس سے محمد بختیار ، تبت و ختا کی طرف گیا تھا ۔ سلطان علاء الدین نے عزالدین طغان کی امداد کے لیے تیمور خاں اور قراایبگ کو ایک بڑا لشکر دے کر لکھنوتی بھیجا ۔ جب مغلوں کو شکست ہو گئی اور وہ لکھنوتی سے چلے گئے تو عزالدین طغان اور ملک قرایبگ میں مخالفت ہو گئی ۔ سلطان نے لکھنوتی کو تیمور خاں کے سپرد کیا اور طغان خاں سلطان کے پاس دہلی پہنچا ۔

اسی دوران میں خبر ملی کہ مغول کا لشکر اچھ کے نواح میں آ گیا[5] سلطان نے اپنے امراء کو جمع کیا اور بہت جلد اچھ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب سلطان دریائے بیاہ (بیاس) کے کنارے پہنچا ، تو مغول کے لشکر نے جو اچھ کے قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے تھا راہ فرار اختیار کی ۔ سلطان فتح و نصرت حاصل کرکے دہلی واپس ہوا ۔ اس کے بعد سلطان علاء الدین نے عدل و انصاف سے روگردانی کر لی اور ظلم و قتل کا طریقہ اختیار کیا ، اس لیے تمام امراء و اکابر اس کے خلاف ہو گئے ۔ سب نے متفق ہو کر سلطان ناصر الدین محمود بن شمس الدین کو جو بہرائچ میں تھا ، خطوط روانہ کیے ۔ جب سلطان ناصر الدین محمود دہلی آ گیا ، تو سلطان

۱- قاضی جلال الدین کاسانی (کاشانی) (طبقات ناصری ، ص ۱/ ۴۷۰) ۔
۲- ۱۱ ربیع الاخری ۶۴۱ھ/۱۲۴۳ء پہنچے (طبقات ناصری ، ص ۱/ ۴۷۰)
۳- طبقات ناصری ، ص ۱/ ۴۷۰ ۔
۴- "کفار جاجنگر" (طبقات ناصری ۱/ ۴۷۰) ۔
۵- مغول کا یہ لشکر مارچ ۱۲۴۶ء میں منکورہ کی سرکردگی میں حملہ آور ہوا (عزیز ، ص ۲۱۵) ۔

علاء الدین مسعود شاہ کو ۶۴۴ھ[1] میں گرفتار کرکے قید کر دیا ، وہ اسی قید میں مر گیا - اس کی سلطنت کی مدت چار سال ایک ماہ اور ایک دن ہوئی -

ذکر سلطان ناصر الدین محمود

وہ سلطان شمس الدین التتمش کا چھوٹا بیٹا ، عادل ، خدا ترس اور درویش طبیعت بادشاہ تھا - علماء اور صلحاء کو دوست رکھتا تھا اکابر اور افاضل پر [۴۷] نوازش کرتا تھا - طبقات ناصری میں ، جو اس کے نام پر تالیف ہوئی ہے ، اس کے اوصاف حمیدہ کا ذکر ہے - وہ ۶۴۴ھ/۱۲۴۶ء میں دہلی میں تخت نشین ہوا -[2] اس وقت کے تمام امراء اور سرداروں نے بیعت کی - ہر خاص و عام کے ساتھ ایثار اور سخاوت کا برتاؤ کرتا تھا ، شعراء نے شاندار قصائد لکھ کر اس کے دربار سے انعام و اکرام پائے - قاضی منہاج نے ایک طویل قصیدہ لکھ کر پیش کیا - اس کے چند شعر یہ ہیں :

آن خداوند یکہ[3] ، حاتم بذل و رستم کوشش ست
ناصر الدنیا[4] و دین محمود بن التتمش ست
آن جہاندار یکہ سقف خرج از ایوان او
در علوئے مرتبہ ، گوئی ، فرودیں پوشش ست
سکہ را ز القاب میمونش ، چہ لنداز ست فخر
خطبہ را ز اسم ہمایونش ، چہ[5] مایہ نازش ست

منصب وزارت ملک غیاث الدین بلبن کے سپرد ہوا جو اس کے باپ کا

۱- ۲۳ محرم ۶۴۴ء (۱۰ جون ۱۲۴۶ء) کو محبوس و مقتول ہوا ، (طبقات ناصری ، ص ۱/۴۵۱ ، عزیز ، ص ۲۱۶) -

۲- ناصر الدین محمود ۲۳ محرم ۶۴۴ھ بروز یکشنبہ (۱۰ جون ۱۲۴۶ء) کو تخت نشین ہوا (طبقات ناصری ، ص ۱/۴۷۸ ، عزیز ، ص ۲۲۴)

۳- شہنشاہیکہ (طبقات ناصری ۱/۴۷۲) -

۴- ناصر دنیا (طبقات ناصری ۱/۴۷۲) -

۵- پایہ (طبقات ناصری ۱/۴۷۳) -

غلام اور داماد تھا ۔ اس کو الغ خان کے خطاب سے سرفراز کیا گیا ۔ چتر ، دور باش (شاہی نیزہ) نیز دیگر کار ہائے مملکت اس کی صائب رائے کے سپرد کر دیے گئے ۔ کہتے ہیں کہ مہمات مملکت سپرد کرتے وقت سلطان نے اس سے کہا کہ میں نے تجھ کو اپنا نائب کیا اور کار ہائے سلطنت کے اختیارات تجھ کو دے دیے ۔ ایسا نہ کرنا کہ حضرت بے نیاز (خدا تعالیٰ) کے سامنے ان کے جواب دینے سے عاجز ہو اور مجھ کو اور خود کو خجل اور شرمسار کرے ۔ ملک بلبن الغ خان نے نیابت ملک کے قواعد ایسے بنائے تھے کہ تمام امور مملکت کلیتاً اس کے قبضے میں آ گئے اور کسی کو امور مملکت میں دم مارنے کی جرأت نہ رہی ۔ تخت نشینی کے سال (۶۴۴ھ/۱۲۴۶ء) ماہ رجب میں سلطان ناصر الدین نے ملتان کی طرف لشکر کشی کی اور ماہ ذی قعدہ کی پہلی تاریخ کو دریائے لاہور دریائے راوی کو عبور کیا ۔ الغ خان کو لشکر کا سردار بنا کر کوہ جود اور نندنہ کی طرف بھیجا اور خود دریائے سندھ کے کنارے دس روز تک قیام [۴۷] کیا ۔ جب الغ خان نے کوہ جود اور اس نواح کے تمام شہروں کو غارت کر دیا اور کھوکھروں اور اس علاقے کے سرکشوں کو قتل کر دیا ، تو وہ سلطان کی خدمت میں پہنچا ۔ اس کی کمی کی وجہ سے سلطان وہاں سے دہلی واپس آ گیا ۔

دوسری ماہ شعبان ۶۴۵ھ/۱۲۴۷ء کو پھر دوآبہ کی طرف روانہ ہوا اسی سال دسویں ذی قعدہ (۶۴۵ھ/۱۲۴۸ء) کو کڑہ کی طرف گیا ۔ الغ خان کو لشکر کا سردار بنایا الغ خان نے دالکی و ملکی[1] مواضعات کو غارت کر دیا اور کثیر مال غنیمت کے ساتھ سلطان کے پاس واپس آیا ۔ سلطان دہلی لوٹ آیا ۔ چوتھی شعبان ۶۴۶ھ/۱۲۴۸ء کو رنتھبور[2] پر حملہ کیا اور اس ملک کے سرکشوں کو سزا دے کر پھر دہلی آیا ۔

اسی سال قاضی عماد الدین شفور خانی[3] بغاوت سے متہم ہوا اور عہدۂ

۱- تاریخ مبارک شاہی ، (ص ۲۵) میں ''رائے دلکی و ملکی'' ہے عزیز ، (ص ۲۲۷) نے اس لفظ کی وضاحت کی ہے اور مختلف نظریے بیان کیے ہیں - (ق)

۲- رتن پور (طبقات ناصری ، ص ۱/۴۸۲) -

۳- سفور قانی (طبقات ناصری ، ص ۱/۴۸۲) -

قضا سے معزول کر دیا گیا اور عماد الدین ریحان کی کوشش سے (قاضی عماد الدین) قتل ہوا[1] - ۶۴۷ھ/۵۰ - ۱۲۴۹ء میں سلطان نے الغ خاں کی بیٹی سے نکاح کر لیا - ۶۴۸ھ/۵۱ - ۱۲۵۰ء میں ملتان کی طرف لشکر کشی کی - دریائے بیاہ (بیاس) کے کنارے شیر خاں سلطان کی خدمت میں آیا - اسی سال چھٹی ربیع الاول کو سلطان ملتان پہنچا - چند روز کے بعد ملک عزالدین[2] کو اچہ کی جانب روانہ کیا اور خود دہلی لوٹ آیا -

۶۴۹ھ/۵۲ - ۱۲۵۱ء میں ناگور کے حاکم ملک عزالدین بلبن نے منحرف ہو کر بغاوت کر دی[3] - سلطان ناصر الدین اس فتنے کو فرو کرنے کے لیے ناگور کی جانب روانہ ہوا - ملک عزالدین مقابلے کی تاب نہ لا کر امان کا خواہاں ہوا اور حضور میں حاضر ہو گیا - سلطان ناصر الدین مظفر و منصور دہلی آیا[4] -

اسی سال پانچویں شعبان کو لشکر کثیر کے ساتھ گوالیار، چندیری اور مالوہ کی جانب روانہ ہوا - جاہر دیو[5] جو اس نواح کا راجا تھا، پانچ ہزار سوار اور دو لاکھ پیادوں کے ساتھ مقابلے کے لیے آیا - سلطان سے جنگ عظیم ہوئی - لیکن راجا کو شکست ہوئی اور زور بزور ختم کیا - [۵۷] سلطان فتح حاصل کرکے دہلی آیا - اس جنگ میں الغ سے نہایت مردانگی اور بہادری ظاہر ہوئی -

اس کے بعد شیر خاں نے اچہ کو فتح کرنے کے ارادے سے ملتان سے لشکر کشی کی اور ملک عزالدین بلبن بھی ناگور سے اچہ آ گیا -

---

۱- قاضی عماد الدین شفور خانی، بداہوں گئے اور وہاں عماد الدین ریحانی کی سازش سے قتل ہوئے (طبقات ۱/۴۸۲، کنز التاریخ، ص ۲۰۸) -

۲- طبقات ناصری، (ص ۱/۴۸۴) اسی صفحہ پر اس کو ملک عزالدین کشلو خاں بھی لکھا ہے - (ق)

۳- ملک عزالدین کشلو خاں بلبن بہ ناگور تمرد آغاز نہاد (طبقات ناصری ۱/۴۸۴) -

۴- طبقات ناصری، ص ۱/۴۸۵ -

۵- چہادا دیو (عزیز، ص ۲۳۳) -

قلعہ اچہ کو شیر خاں کے قبضے میں دے کر خود (عزالدین بلبن) سلطان کے حضور میں چلا گیا ۔ اس (عزالدین بلبن) کی جاگیر میں بدایون[1] کی ولایت دی گئی ۔

سلطان بائیس شوال ۶۵۰ھ[2] کو لاہور کے راستے سے اچہ و ملتان کی جانب گیا ۔ اس سفر میں قتلق خاں ولایت سہسواں[3] سے اور کشلو خاں عزالدین بدایوں سے اپنے اپنے لشکر لے کر سلطان کے پاس آ گئے اور دریائے بیاہ (بیاس) کے کنارے تک ساتھ رہے ۔

۶۵۱ھ/۵۴-۱۲۵۳ء میں الغ خاں اپنی جاگیر سوالک اور ہانسی چلا گیا اور وزارت کا عہدہ عین الملک محمد جنیدی کے سپرد ہوا ۔ ملک عزالدین کشلو خاں[4] امیر حاجب ہوا ۔ اور ایبک[5] کو جو خان اعظم کا بھائی تھا ، کڑہ کی ولایت دی ۔ عماد الدین ریحان وکیل دربار ہوا ۔ سلطان دہلی چلا آیا ۔

اسی سال شوال کے شروع[6] میں سلطان دہلی سے روانہ ہو کر دریائے بیاہ (بیاس) کے قریب پہنچا ۔ تبر ہندہ ، اچہ اور ملتان جو شیر خاں کے قبضے میں تھے اور شیر خاں سندھیوں[7] سے شکست کھا کر ترکستان چلا گیا تھا ، سلطان نے لشکر بھیج کر مذکورہ علاقوں کو فتح کر لیا اور ارسلاں خاں کے سپرد کر دیا ۔ اور خود واپس آ گیا ۔

۱- دیکھیے کنز التاریخ ، ص ۲۰۸ - ۲۱۱ ۔
۲- ۲۶ دسمبر ۱۲۵۲ء (عزیز ، ص ۲۲۳) ۔
۳- متن میں سہسوان ہے فرشتہ ، (ص ۱ / ۷۲) میں "سہوان" اور طبقات ناصری (۱/۳۸۶) میں بھیالہ (بیالہ) ہے ۔ (ق)
۴- کشلی خاں (طبقات ناصری ، ص ۱/۳۸۷) ۔
۵- الغ مبارک ایبک (طبقات ناصری ، ص ۱/۳۸۷) ۔
۶- دسمبر ۱۲۵۳ء (عزیز ، ص ۲۳۶) ۔
۷- شیر خاں کا مقابلہ دریائے سندھ کے کنارے مغول سے ہوا تھا جس کے نتیجے میں وہ ترکستان چلا گیا تھا طبقات ناصری ، (ص ۱/۳۸۷) میں ہے "پیش ازیں شیر خاں از مصاف کفار (آب) سندھ عطف کردہ بود" ۔ (ق)

۶۵۲ھ/۱۲۵۴ء میں کوہ پایہ[1] کے نواح کی طرف لشکر کشی کی۔ بہت مال غنیمت ہاتھ آیا۔ دریائے گنگا کو میاں پور کے گھاٹ سے عبور کیا۔ دامن کوہ میں دامن رہب[2] تک پہنچا اور سکلہ مانی[3] میں اتوار کے دن پندرھویں ماہ صفر ۶۵۲ھ/۱۲۵۴ء کو ملک عزالدین رضی الملک، وہاں کے زمینداروں کے ہاتھ مستی[4] کی حالت میں قتل ہوا اور سلطان اس کے خون کا بدلہ لینے کی غرض سے کیتھل اور کہرام[5] کی طرف روانہ ہوا اور اس نواح کے سرکشوں کو سزا دے کر بدایون [۷۶] چلا گیا۔ پھر چند روز وہاں قیام کرکے دہلی چلا آیا۔ پانچ ماہ قیام کیا۔ یہ دن عیش و عشرت میں گزارے جب یہ خبر ملی کہ بعض سردار مثلاً ارسلاں خاں، بتخاں[6] ایبک ختائی اور الغ خان اعظم نے ملک جلال الدین سے مل کر تبرہندہ میں مخالفت شروع کر دی ہے، تو سلطان تبرہندی کی طرف روانہ ہوا، جب ہالسی کے نزدیک پہنچا تو امرائے مذکور بھی کہرام و کیتھل کی طرف چل دیے۔ کچھ لوگوں کو درمیان میں ڈال کر صلح کر لی۔ قول و قسم کے بعد سلطان کی خدمت میں آئے۔ سلطان نے لاہور کی حکومت ملک جلال الدین کے سپرد کی اور وہ خود دہلی واپس آ گیا[7]۔

۶۵۳ھ/۱۲۵۵ء میں سلطان کا نربع اپنی والدہ ملکۂ جہاں سے جو قتلغ خان کے نکاح میں تھی، برہم ہو گیا۔ اس نے اودھ کی جاگیر قتلغ خان کے سپرد کرکے اس کو اس طرف بھیج دیا اور تھوڑے ہی دنوں میں وہاں

۱- ہر دوار و سوالا پور کا پہاڑی علاقہ (عزیز، ص ۲۳۷) - (ق)
۲- رام گنگا (عزیز، ص ۲۳۷) - (ق)
۳- .راورٹی کا خیال ہے کہ یہ جگہ "تیگری برچنی" (Tigree-Barchnee) ہے (عزیز، ص ۲۳۷) -
۴- بعض نے "ملک عزالدین رضی الملک درمشی" لکھا ہے (عزیز، ص ۲۳۷) -
۵- طبقات ناصری (۱/۴۸۸) اور عزیز، (ص ۳۷) میں کتھیر ہے - (ق)
۶- مستی خاں (طبقات ناصری، ص ۱/۴۴۸) - (ق)
۷- طبقات ناصری، ص ۱/۴۸۹ - (ق)

سے تبدیل کر کے بہرائچ بھیج دیا ۔ قتلغ خاں وہاں سے بھاگ کر سنتور[۱] کی طرف چلا گیا ۔ ملک عزالدین کشلو خاں اور بعض دوسرے امراء اس سے مل گئے اور بغاوت کر دی ۔ سلطان نے الغ خاں بلبن کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ ان کے اوپر متعین کیا ۔ جب فریقین ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو دہلی سے کچھ بزرگوں مثلاً شیخ الاسلام سید قطب الدین اور قاضی شمس الدین بہرائچی نے قتلغ خاں اور کشلو خاں کو دہلی آنے اور شہر پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی اور دہلی کے لوگوں کو بھی خفیہ طور سے ان کی بیعت پر رضا مند کر لیا ۔ جب الغ خان بلبن کو اس بات کی اطلاع ملی ، تو اس نے سلطان کو حقیقت حال سے مطلع کیا اور عرض کیا کہ جماعت مذکور کو منتشر کر دیا ئے ۔ سلطان نے حکم دیا اور وہ جماعت اپنی اپنی جاگیروں پر چلی گئی ۔ اس موقع پر قتلغ خاں اور ملک کشلو خاں سو کوس کا سفر دو روز میں طے کر کے سامانہ سے دہلی آ گئے ۔ جب انھوں نے دیکھا کہ وہ جماعت دہلی میں نہیں ہے ، تو وہ بھی متفرق ہو گئے الغ خاں بلبن بھی پیچھے سے سلطان کی خدمت میں آ گیا ۔ [۷۷]

اس سال کے آخر میں مغول کا لشکر اچہ اور ملتان کے نواح میں آ گیا ۔ سلطان نے ان کی مدافعت کی غرض سے سفر اختیار کیا اور مغول کا لشکر بغیر جنگ کے واپس چلا گیا ۔ سلطان بھی واپس آ گیا ۔ اس نے ملک جلال الدین جانی کو خلعت دے کر لکھنوتی کی طرف روانہ کیا ۔ ۶۵۷ھ/۱۲۵۹ء میں دو ہاتھی ، جواہرات اور بہت سے کپڑے لکھنوتی سے آئے ۔ ملک عزالدین کشلو خاں مذکور اسی سال ماہ رجب (۶۵۷ھ/۱۲۵۹ء) میں مر گیا ۔

کہتے ہیں کہ سلطان ناصر الدین ایک سال میں دو قرآن شریف کی کتابت کرتا تھا ۔ اور اس کی قیمت ، اپنے خوردونوش پر صرف کرتا تھا ۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ سلطان کا لکھا ہوا قرآن شریف ایک امیر نے زیادہ قیمت میں خرید لیا ۔ جب سلطان کو خبر ہوئی ، تو اسے یہ بات پسند نہ آئی اور حکم دیا کہ آئندہ سے میرا کتابت کیا ہوا قرآن شریف خفیہ طور سے معینہ قیمت پر فروخت کیا جائے ۔

۱- سنتور (طبقات ناصری ، ص ۱/۲۹۱) سہرامو (سیرامشو) (عزیز ، ص ۲۳۱) ۔

نقل ہے کہ سلطان کی بیوی کے علاوہ اس کے پاس کوئی کنیز یا خادمہ نہیں تھی - وہ (بیوی) سلطان کے لیے کھانا پکاتی تھی - ایک روز اس نے کہا کہ کھانا پکانے میں میرے ہاتھوں کو تکلیف ہوتی ہے اگر روٹی پکانے کے لیے ایک کنیز خرید لی جائے ، تو کیا حرج ہے ؟ سلطان نے جواب دیا کہ بیت المال (کا خزانہ) خدا کے بندوں کا حق ہے - مجھے اختیار نہیں ہے کہ میں اس سے کنیز خریدوں - صبر کرو خدا ولد کریم تم کو آخرت میں جزائے خیر دے گا :

بیت

جہان خوابیست ، پیش چشم بیدار
نجوابے دل نہ بندو مرد ہشیار

۶۶۳ھ/۱۲۶۴ء میں سلطان ناصر الدین بیمار ہوا اور گیارہویں جمادی الاولیٰ ۶۶۴ھ[1] کو اس دارفانی سے رخصت ہو گیا - اس کی اولاد میں سے کوئی نہ رہا - اس کی سلطنت کا زمانہ انیس سال تین مہینے چند روز ہوا -

ذکر سلطان غیاث الدین بلبن

[۲۸] جب سلطان ناصر الدین نے وفات پائی ، ۶۶۴ھ[2] میں الغ خاں بلبن کو کہ جس کو بلبن خورد کہتے تھے ، شہر کے تمام امراء اور سرداروں نے قصر سپید میں تخت نشین کیا اور عوام و خواص نے بیعت کی - سلطان غیاث الدین ، سلطان شمس الدین کے چہل گانی غلاموں میں سے تھا - سلطان شمس الدین کے چالیس ترک غلام تھے ان میں سے ہر ایک امارت کے مرتبے پر پہنچا - اس جماعت کو "چہل گانی" کہتے ہیں -

---

۱- ۱۸ فروری ۱۲۶۶ء (عزیز ، ص ۲۵۰) -

۲- ۱۲ جمادی الاولیٰ ۶۶۴ھ (۲۰ فروری ۱۲۶۶ء) کو غیاث الدین بلبن تخت نشین ہوا تعجب ہے کہ برنی ، (ص ۲۵) نے ۶۶۲ھ اور عصامی (ص ۱۹۵) نے ۶۶۵ھ لکھ دی تاریخ مبارک شاہی ، (ص۳۹ - ۴۰) اور بداہونی ، ص ۲۷) میں البتہ ۶۶۴ھ دیا ہے دیکھیے حبیب اللہ ، ص ۱۸۱ عزیز ، ص ۲۵۹ - (ق)

سلطان غیاث الدین عقل مند ، پختہ خیال ، صاحب وقار اور پختہ کار بادشاہ تھا ۔ وہ سارے کام نہایت سنجیدگی اور فراست سے کرتا ہے :

چہ نیکو متاعسیت کار آگہی
مبادا ازیں نقد عالم تہی
کسے سربر آرد بعالم بلند
کہ درکار عالم بود ہوشمند

سلطنت کے کاموں کو عقلمند اور بزرگوں کے سوا کسی اور کے سپرد نہ کرتا اور کم حیثیت لوگوں کو کام میں دخل نہیں دینے دیتا تھا ۔ جب تک کسی کا نسب ، نیکی ، تقویٰ اور دیانت داری ثابت نہ ہو جاتی ، اس وقت تک اس کو کوئی عہدہ نہیں دیا جاتا تھا ۔ وہ صحت نسب میں بہت مبالغہ اور تحقیق کرتا تھا ۔ اگر کوئی عہدہ سپرد کر دینے کے بعد اس کو کسی کے ذاتی یا صفاتی نقص کا علم ہو جاتا ، تو اس کو فوراً معزول کر دیتا تھا ۔ اس کی بادشاہت بائیس سال رہی ۔ اپنی بادشاہت کے تمام زمانے میں اس نے کبھی کسی رذیل اور بخیل آدمی سے بات نہیں کی ۔ کسی مسخرے یا ہنسوڑ کو کبھی اپنے دربار میں آنے کی اجازت نہیں دی[1] ۔

کہتے ہیں کہ فخر امانی[2] ایک رئیس تھا ۔ برسوں بارگاہ سلطانی میں حاضر رہا ۔ اس نے سلطان کے مقربین میں سے ایک شخص سے التجا کی اور مال کی پیشکش کی کہ اگر بادشاہ ایک مرتبہ اس سے بات کر لے تو نقد و جنس اور مال کثیر پیشکش گزارے گا ۔ جب یہ بات سلطان سے عرض کی گئی ، تو سلطان نے فرمایا کہ وہ رئیس ، بازار کا امیر ہے بادشاہ کا اس سے گفتگو کر لینا [۹۷] عوام پر سے اپنا رعب کم کرتا ہے اور شاہی عظمت و جلال میں فرق آ جائے گا ۔ سلطان غیاث میں تمام اوصاف حمیدہ موجود تھے ۔ عدل و انصاف کے معاملے میں تمام سلاطین سابق میں کوئی بھی اس کا ہم سر نہیں گزرا ہے ۔

۱- برنی ، ص ۲۹ - ۳۰ ۔

۲- فخر باوفی (برنی ، ص ۳۳) ۔

نقل ہے کہ ملک بقبق سر[1] جاندار نے اپنے فراش کے چند کوڑے مارے اور وہ فراش اس صدمے سے مر گیا ۔ بقبق مذکور کو کوڑے مار کر قصاص میں ٹھکانے لگا دیا گیا[2] ۔ ملک قیران علامی کا باپ ہیبت خاں، سلطان بلبن کا مقرب غلام تھا ، اس نے مستی کی حالت میں ایک شخص کو قتل کر دیا ۔ مقتول کے ورثاء سلطان کے پاس آئے اور انصاف کے خواستگار ہوئے ۔ سلطان نے حکم دیا کہ ہیبت خاں کو پانچ سو کوڑے لگائے جائیں اور اس کو مقتول کی بیوہ کے سپرد کر دیا ۔ لوگ درمیان میں پڑ گئے اور بیس ہزار تنکے قصاص میں دلا دیے اور اس کو عورت کے ہاتھ سے آزاد کرا دیا ۔ ہیبت خاں مرتے وقت تک گھر سے باہر نہ نکلا[3] ۔ اسی طرح کچھ اور امیروں سے بھی قصاص لیا گیا جن کے ہاتھوں قتل ناحق ہوا تھا ۔ اس کی نظر میں یہ بات نہ تھی کہ قاتل امیر اور سردار ہے اور مقتول غریب اور معمولی آدمی ہے ۔

وہ واعظوں کی صحبت میں حاضر ہوتا تھا اور وعظ سنتا اور رویا کرتا تھا ۔ جہاں تک ہو سکتا تھا اور مرو لواہی کی رعایت کرتا تھا ۔ ضوابط سلطنت اور قوانین مملکت جو شمس الدین التتمش کے لڑکوں کے زمانے میں خراب اور فرسودہ ہو گئے تھے ، از سر نو مستحکم اور مضبوط کیے ۔ اس کے قہر اور سیاست کی وجہ سے کسی کی یہ جرأت نہ تھی کہ اطاعت سے روگردانی کرے اور عدل و انصاف کا ایسا طریقہ اختیار کیا تھا کہ ممالک ہند کی تمام رعایا اور عوام الناس اس کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے تھے ۔ اکثر امراء و اراکین جو سلطان شمس الدین کی وفات کے بعد اس کے لڑکوں کی کمزوری کی وجہ سے ظلم وجور میں نمایاں تھے ، مطیع اور فرمانبردار ہو گئے ۔

عدل وقتے کہ شمع افروزد
گرگ را گو سفندی آموزد

۱۔ باڈی گارڈ کا افسر ۔

۲۔ ملک بقبق ، بدایوں کا مقطع تھا جب بلبن بدایوں آیا تو فراش کی بیوہ اس سے فریادی ہوئی تھی (دیکھیے برنی ، ص ۴۰ ، کنز التاریخ ص ۲۱۲ - ۲۱۳ - (ق)

۳۔ برنی ، ص ۴۰ - ۴۱ ۔

[۸۰] دربار اور خلوت (دونوں موقعوں پر) لباس کی آرایش اور شاہانہ شان و شوکت میں بہت مبالغہ کرتا تھا ۔ دربار کے وقت اس کی نشست و برخاست سے ایسی ہیبت اور عظمت و جلال ظاہر ہوتا تھا کہ دیکھنے والوں کا پتا پانی ہو جاتا تھا ۔ شاہانہ عظمت و شوکت سے دور و نزدیک کے سرکشوں کے دل دہل جاتے تھے ۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ میں نے ان بزرگوں سے جو سلطان شمس الدین کے دربار میں صاحب اعتبار تھے ، سنا ہے کہ جو بادشاہ دربار کی ترتیب ، سواری کے دبدبے اور سلطنت کے آداب و رسوم کی محافظت نہیں کرتا ہے اور اس کے قول و فعل سے بادشاہی جلال ظاہر نہیں ہوتا ہے ، تو اس کی ہیبت ملک کے دشمنوں اور رعایا کے دل میں نہیں بیٹھتی ہے اور سلطنت کے کاموں میں خلل واقع ہوتا ہے ۔ جشن کی مجالس کے آراستہ کرنے ، نقش و نگار کے فرشوں ، سونے چاندی کے برتنوں ، زربفت کے پردوں ، انواع و اقسام کے پھلوں ، کھانوں اور پان میں بہت مبالغہ کرتا تھا ۔ جشن کے روز تمام دن مجلس میں بیٹھتا ۔ امراء اور خواتین کی قدریں اس کے سامنے آتیں ۔ جب کسی رئیس کی طرف سے کوئی پیشکش گزرتی ، تو حاضرین دربار اس کی پسندیدہ صفات اور اعلیٰ خدمات بادشاہ سے عرض کرتے ۔ جشن کی مجلسوں میں گانا بجانا ہوتا ۔ شاعر مدحیہ قصیدے پڑھتے اور انعام و اکرام پاتے[۱] ۔

کہتے ہیں کہ اس کے پرانے خدمت گاروں میں کسی نے لکھی جو اس کی خاص مجلس کے ہم راز تھے ، اس کو کسی وقت بغیر ٹوپی ، موزے اور بارانی (جامہ) کے نہیں دیکھا ۔ وہ کبھی کسی مجلس میں قہقہہ نہیں لگاتا تھا اور کوئی دوسرا بھی اس کی مجلس میں نہیں ہنستا تھا ۔ وہ کہا کرتا تھا کہ جتنا رعب و دبدبہ بادشاہ کی بردباری اور وقار سے مخلوق پر قائم ہو سکتا ہے سیاست کے ذریعہ نہیں ہو سکتا اور بادشاہ کی ہیبت نہ ہونے سے رعایا باغی اور سرکش ہو جاتی ہے ۔ اگر ایسا (بے رعب بادشاہ کچھ عرصے تک تخت نشین رہے ، تو اس کے ملک میں جلد فتنہ و فساد پیدا ہو جائے گا ، عدالت کے قانون میں بے قاعدگی ہو جائے گی اور ظلم و جبر کے دروازے کھل جائیں گے ۔

۱- برنی ، ص ۳۱ - ۳۲ ۔

سلطان غیاث الدین تمام حالات میں اعتدال کو ملحوظ [۸۱] رکھتا تھا لطف و غضب کو اپنے اپنے موقع پر کام میں لاتا تھا ۔ اکثر کہا کرتا تھا کہ جب بادشاہ اپنی وضع و کردار میں ظالموں کی رسم کو اختیار کرتا ہے ، تو گویا یہ بات خدا کے ساتھ مشرک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے اور اس کی سزا عذاب (الٰہی) کے سوا اور کچھ نہیں ہے ۔ اس کی تلافی صرف مندرجہ ذیل چار چیزوں سے ہو سکتی ہے[۱] :

اول : (بادشاہ) اپنا قہر و غضب خاص موقع پر ضرور اختیار کرے اور اس میں مخلوق کی بہبودی اور حق کے خوف کے سوا کوئی اور بات مدنظر نہ ہو ۔

دوم : رعایا کو ایسا موقع نہ دے کہ اس کے ملک میں فسق و فجور علانیہ ہونے لگے اور اس کا انسداد کرے ۔ اشرار اور فاسقوں کو ہمیشہ ذلیل و خوار کرتا رہے ۔

سوم : ذمہ داری کے کام عقلمند ، شایستہ ، دیانت دار اور خدا ترس کے سپرد کرے اور بداعتقاد لوگوں کو ملک میں نہ رہنے دے جن کی وجہ سے رعایا میں گم راہی پیدا ہو ۔

چہارم : عدل و انصاف اس درجہ کرے کہ اس کے ملک میں ظلم و جبر کا نام باقی نہ رہے :

پائداری بعدل و داد بود
ظلم شاہی ، چراغ و باد بود

جب سلطان بلبن کسی سرائے ، پل ، دلدل اور جھیل کے پاس پہنچتا ، تو وہاں ٹھہر جاتا اور امراء و ارکان سلطنت کو مقرر کر دیتا اور وہ اپنے اپنے ہاتھوں میں لاٹھیاں لیتے اور پہلے مریضوں ، بوڑھوں ، بچوں اور کم زور جانوروں کو زور آوروں کی مزاحمت کے بغیر پار کرتے ۔ اپنے تمام ہاتھی اور جانور اس کام میں لگا دیتا کہ وہ مخلوق کو عبور

۱- برنی ، ص ۱۴ - ۴۳ ۔

کرائیں اور ایسے مقامات پر چند روز قیام کرتا ۔ تاکہ مخلوق آسانی سے گزر جائے ۔ سلطان بلبن اپنی خانی کے زمانے میں شراب پیتے ، جشن منعقد کرتے ، امیر اور سرداروں کو مہمان رکھتے ، جوا کھیلتے اور جوئے کی رقم کو اہل مجلس پر نثار کرنے میں بہت دل چسپی رکھتا تھا اور ہمیشہ اس کی مجلس میں شیریں زبان مصاحبین اور خوش آواز گوئے رہا کرتے تھے، لیکن جب وہ بادشاہ ہوا اس نے یہ تمام باتیں ترک کر دیں ، بلکہ شراب ، شرابی اور تمام برے کاموں کو [۸۲] اپنے ملک سے ہٹا دیا ۔ نفلی روزے رکھتا ، رات کو قیام کرتا ، نماز جمعہ اور جماعت کی پابندی کرتا ، اشراق ، چاشت اور تہجد کی نماز میں مشغول رہتا اور وہ کسی وقت بغیر وضو نہ رہتا تھا ۔ اس کے دسترخوان پر کبھی ایسا نہ ہوتا کہ عالم یا صالح حضرات نہ ہوں ۔ کھانے کے وقت علماء سے مسائل شرعی کی تحقیق کرتا اور بزرگوں کے گھروں پر جاتا ، نماز جمعہ کے بعد قبرستان جایا کرتا ، بزرگوں کے جنازوں میں شریک ہوتا اور تعزیت کے لیے جاتا ، مرنے والے کی اولاد اور عزیزوں کو خلعتیں دیتا اور مرنے والے کا وظیفہ اس کے وارثوں کے لیے مقرر کر دیتا ۔ اس شان و شوکت کے باوجود بھی اگر وہ سوار ہوتے وقت بھی سن لیتا کہ فلاں جگہ مجلس وعظ ہے تو فوراً سواری سے اتر آتا ۔ وعظ سنتا اور روتا[۱] :

فرکخیسروی ازیں جاخاست
کہ جہاں را بعدل و علم آراست
روز خلوت گلیم پوشیدی
بہ نماز و نیاز کوشیدی
روئے بر ریگ و دل چو دیگ بجوش
دل سخن گستر و زبان خاموش
تاہدہدی دلش ہدہدۂ راز
دید لیہائے ایں نسیب و فراز

ان اعمال و افعال حسنہ کے باوجود باغیوں اور سرکشوں کے معاملے میں مطلق خدا ترس نہ تھا ، بلکہ نہایت قہر و جبر اختیار کرتا اور قتل

۱- ایرنی ، ص ۴۵ - ۴۷ ۔

کرانے کے معاملہ میں ظالموں کی طرح ایک سوئی کے ناکے کے برابر بھی رعایت نہ کرتا اور بغاوت کی بنا پر چاہے لشکری ہو یا رعایا کا آدمی اس کو ختم کر دیتا ۔ ملک کی بہتری کو ہر بات پر مقدم رکھتا ۔ اکثر شمسی سرداروں کو جو اس کے ساتھی تھے ، مختلف تدابیر اور حکمت عملیوں سے قتل کرا دیا[1] ۔

جب اس کی سلطنت مستحکم ہو گئی تو چند شمسی [۸۳] امیروں نے عرض کیا کہ اب قوت و اقتدار حاصل ہو چکا ہے ، گجرات ، مالوہ اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں کو چھوڑنا مناسب نہیں ہے ۔ سلطان نے جواب دیا کہ چونکہ مغل ہر سال حملہ کر دیتے ہیں ، ان کا خیال رکھنا ضروری ہے اور دہلی سے دور ممالک کے لیے جانا میں مناسب نہیں سمجھتا ۔ پہلے اپنے ملک کو مطمئن کر دینا چاہیے ، اس کے بعد دوسرے ملک کی فکر کرنی چاہیے ۔ شاہان سلف کا قول ہے کہ اپنے ملک کو مضبوط اور پرامن رکھنا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ دوسرے ممالک پر ہاتھ ڈالا جائے اور جس نے اپنے ملک کے امن و سکون میں فروگزاشت کی وہ ضرور خدا کے سامنے ماخوذ ہوگا[2] ۔

اس کے سن جلوس ۶۶۴ھ/۱۲۶۶ء میں ارسلان خاں[3] کے بیٹے تاتار خاں نے لکھنوتی سے تریسٹھ ہاتھی بھیجے ، شہر آراستہ کیا گیا ، جشن منایا گیا اور سلطان بلبن نے ناصری چبوترے پر کہ جو کہ بداہوں دروازہ کے باہر ہے ، دربار عام کیا ۔ امراء ، ملوک ، صدور اور اکابر حاضر ہوئے ۔ قدریں پیش کیں ، (لوگوں کو) صلے اور انعام[4] دیے گئے ۔

چونکہ سلطان کو شکار کا بہت شوق تھا ، اس لیے اس نے یہ حکم دے دیا تھا کہ شہر کے قریب بیس کوس تک شکارگاہ کا انتظام کیا جائے ۔ وہ میر شکاروں کی بہت عزت کرتا تھا ، بہت سے شکاری اس کے یہاں ملازم

۱- برنی ، ص ۴۷ ۔
۲- برنی ، ص ۵۰ - ۵۱ ۔
۳- تتر خاں (برنی ، ص ۵۳) ۔
۴- برنی ، ص ۵۳ - ۵۴ ۔

تھے - موسم سرما میں روزانہ گھوڑے پر سوار قصبہ ریواڑی بلکہ کچھ اور آگے تک شکار کھیلنے جایا کرتا اور شام ہونے کے کچھ دیر بعد شہر میں ضرور داخل ہو جاتا - رات کبھی شہر سے باہر نہیں گزارتا تھا ، تقریباً ایک ہزار سوار جن کو سلطان پہچانتا تھا اور ایک ہزار آدمی جن میں نائک اور تیرانداز ہوتے تھے ، ہمیشہ باری باری سلطان کے ہم رکاب رہتے تھے - ان سب کو شاہی باورچی خانے سے کھانا ملا کرتا تھا - جب یہ خبر بغداد میں ہلاکو خاں کو ملی کہ سلطان مستقل شکار کو جایا کرتا ہے ، تو اس نے کہا کہ بلبن پکا بادشاہ ہے - وہ مخلوق پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا وہ شکار کو جاتا ہے اور حقیقت میں وہ سواری کی مشق کرتا ہے اور اپنے لشکر کی شان بڑھاتا ہے اور ملک کا لحاظ رکھتا ہے - جب یہ بات سلطان نے سنی بہت خوش ہوا اور ہلاکو [۸۴] کی فراست کی تعریف کی اور کہا کہ ملک گیری کے قواعد وہی لوگ جانتے ہیں کہ جنھوں نے سلطنت کی ہو اور ملک فتح کیے ہوں[۱] -

چونکہ شمس الدین کے لڑکوں سے غفلت اور کمزوری کا اظہار ہوا اس لیے سلطنت کے تمام کام پورے طور سے خراب ہوگئے ان کے احکام و قوانین ملک میں بے اثر ہو گئے - میوں[۲] کی جماعت نے جو شہر کے قرب و جوار میں رہتے تھے ، ان جنگلوں کی وجہ سے جو نواح (دہلی) میں تھے ، سرکشی اور بغاوت کی بنا ڈالی اور رہزنی شروع کر دی - وہ رات کو شہر میں داخل ہو کر نقب لگایا کرتے تھے اور لوگوں کے مال و اسباب چرا لے جاتے تھے اور ان سراؤں کو جو شہر کے نواح میں تھیں ، ظلم و جور سے لوٹ لیتے تھے - چاروں طرف کے راستے بند ہو گئے تھے - سوداگروں کو آنے جانے کی ہمت نہ ہوتی تھی - شہر کے ان دروازوں کو جو قبلہ کی طرف تھے ، دوسری نماز (عصر کے وقت) ان کے خوف سے

۱- برنی ، ص ۵۴ - ۵۵ -

۲- عزیز (ص ۲۰۳) میں ہے کہ ہندو میو اور مینے خود کو راجپوت کہتے ہیں مگر مسلمان میو اپنے لیے میواتی کہتے ہیں - فرشتہ (۷۷/۱) میں ''میواتی'' ہے (ق) -

بند کر دیتے تھے - کوئی شخص نماز عصر کے بعد کسی بزرگ[1] کی زیارت کے لیے نہیں جا سکتا - بارہا چور حوض سلطان (شمس الدین) پر آتے تھے سقوں اور پانی بھرنے والی لونڈیوں کو پریشان کرتے تھے - سلطان نے اس سال ان کا دفع کرنا دوسری مہمات سے مقدم سمجھا - تمام جنگلوں کو کٹوا کر صاف کر دیا ، بہت سے مفسدوں کو قتل کرا دیا - کوالکر[2] میں ایک مضبوط قلعہ بنوایا اور شہر کے چاروں طرف کچھ تھانے قائم کیے اور تھانوں کے علاقوں کو اپنے لشکر میں تقسیم کر دیا کہ ہر آدمی اپنے علاقے سے خبردار رہے ، اس کے بعد شہر کے لوگوں کو میوں کے فساد سے امن مل گیا -

جب سلطان جنگلوں کے کٹوانے اور میوں کے خاتمے سے فارغ ہوا ، تو اس نے دوابہ کے قصبات اور دیہات کو زبردست جاگیرداروں کے سپرد کیا - انھوں نے سرکشوں کو تاخت و تاراج کرکے قتل کرا دیا ، ان کی اولاد کو اسیر کر لیا ، یہاں تک کہ اس گروہ کا فساد کلیۃً ختم کر دیا[3] -

اس کے بعد سلطان دو مرتبہ شہر سے باہر گیا - کیتھل[4] اور پٹیالی پر چڑھائی کی - اور وہاں کے سرکشوں اور مفسدوں کو [۸۵] قتل کرا دیا ، ہندوستان کا راستہ جو اہل ہندو کی اصطلاح میں "جولپور و بہار و بنگالہ" کہلاتا ہے ، بند ہو گیا تھا ، اس کو کھول دیا - اس تاخت و تاراج میں بہت سے غلام اور مویشی دہلی پہنچے اور کیتھل ، پٹیالی اور

۱- نواح دہلی میں بزرگوں کے جو مزارات تھے ان کی طرف اشارہ ہے (ق) -

۲- گوپال گیر (برنی ، ص ۵۷) -

لباشد ازو حصن گوپال گیر   بدستش ہمے سرکش آمد اسیر

(عصامی ، ص ۱۵۹)

۳- دیکھیے برنی ، ص ۵۶ - ۵۷ ، فرشتہ ۱/۷۷ -

۴- نولکشور ایڈیشن میں "کنپلہ" ہے اور یہی صحیح ہے اور آگے چل کر کنپل لکھا ہے - برنی (ص ۵۷) میں بھی کنپل ہے (ق) -

بھوج پورا میں جو رہزنوں کی جائے پناہ تھے ، مضبوط قلعے اور رفیع الشان مسجدیں بنوائیں اور ان تینوں قلعوں کو افغانوں کے سپرد کر دیا اور ان قصبات کو افغانوں کی جمعیت سے مستحکم کر دیا۔

اس زمانے میں قلعہ جلالی[2] کو جو رہزنوں کی جائے پناہ تھا ، تعمیر کرا کے مسلمانوں کو آباد کیا ۔ ابھی اس مہم سے فرصت نہیں ہوئی تھی کہ کٹھیر[3] کے لوگوں کے فتنہ و فساد کی خبر پہنچی کہ اس جماعت (کٹھیریہ راجپوت) کا غلبہ ہے بدایوں اور امروہہ کے حکام کی حالت خراب ہے ۔ سلطان نے کنپل اور پٹیالی سے شہر (دہلی) کی جانب واپسی کی اور حکم دیا کہ لشکر تیار کیا جائے ۔ لوگوں نے خیال کیا کہ غالباً (سلطان) کوہ پایہ کی طرف جائے گا ، قبل اس کے کہ سلطان کا خاص خیمہ باہر نکلے ، وہ پانچ ہزار جرار سواروں کے ساتھ یلغار کرتا ہوا صرف دو (راتیں) درمیان میں دے کر اور کٹھیر کے گھاٹ سے گنگا عبور کر کے کٹھیر کی ولایت میں داخل ہو گیا اور اس نے قتل و غارت کا حکم دے دیا ۔ عورتوں اور بچوں کے سوا کسی کو زندہ نہیں چھوڑا اور مرد کی جنس سے جس کی عمر آٹھ سال کی بھی تھی اس کو قتل کرا دیا ۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے اس وقت سے عہد جلالی[4] تک کسی باغی نے کٹھیر میں سر نہیں اٹھایا اور بدایوں اور امروہہ کے علاقے کٹھیریوں (راجپوت) کے شر سے پاک ہوگئے[5] ۔

۱۔ یہ قصبات ضلع فرخ آباد (یو ۔ پی) میں واقع ہیں (ق) ۔

۲۔ جلالی (ضلع علی گڑھ) (ق) ۔

۳۔ متن میں کاتھر لکھا ہے صحیح کٹھیر (ک ٹھ ی ر) ہے ۔ برنی (ص ۵۸) نے کٹھیر لکھا ہے ۔ اس علاقے میں کٹھیریہ راجپوت کی آبادی اور اقتدار تھا اس لیے یہ علاقہ کٹھیر کہلاتا تھا ۔ جب اس علاقے میں روہیلوں کا غلبہ ہو گیا تو روہیل کھنڈ کہلایا ۔ (ق)

۴۔ بدایونی لکھتا ہے کہ جلال الدین اکبر کے زمانے تک جو مصنف کا زمانہ ہے امروہہ اور بدایوں کا ملک کٹھیریوں کے ہاتھ سے امان میں تھا (بدایونی ، ص ۳۸) ۔ (ق)

۵۔ دیکھیے برنی ، ص ۵۸ ۔ ۵۹ ۔

اس کے بعد سلطان فتح یاب ہو کر شہر (دہلی) کو واپس آیا ۔ اس کے کچھ عرصے کے بعد اس نے کوہ پایہ کی طرف لشکر کشی کی اور اس پہاڑ کے قرب و جوار (کے علاقے) کو تاخت و تاراج کر دیا ۔ اس فتح میں لشکر کو بہت گھوڑے ملے ۔ یہاں تک کہ گھوڑے کی قیمت تیس اور چالیس تنکے تک پہنچ گئی ۔ سلطان بلبن مظفر و منصور دہلی واپس ہوا ۔ جب سلطان لشکر سے واپس آتا تھا ، تو شہر (دہلی) کے صدور و اکابر آئین منزل آگے جا کر استقبال کیا کرتے تھے ۔ شہر میں آرایش ہوتی اور جشن منائے جاتے [۸۶] اور جو کچھ خیرات کرنی ہوتی وہ سب ولایت میں ادھر اُدھر بھیج دیتا اور اہلِ استحقاق میں تقسیم کرا دیا کرتا تھا[۱] ۔

کچھ عرصے کے بعد وہ لاہور کی طرف روانہ ہوا اور قلعہ لاہور کو جو مغلوں نے خراب کر دیا تھا از سرِ نو تعمیر کرایا اور نواح لاہور کے مواضعات جو مغلوں کے حملوں سے برباد و خراب ہو گئے تھے از سرِ نو آباد کر دیے پھر دہلی چلا آیا ۔ اس وقت بعض لوگوں نے سلطان بلبن سے عرض کیا کہ سپاہیوں کی ایک کثیر تعداد سلطان شمس الدین کے زمانے سے اس وقت تک کچھ مواضعات اپنی جاگیر میں رکھتی ہے اور ان کی جاگیروں میں تبدیلی کے لائق بہت (اسباب) موجود ہیں ۔ سلطان نے حکم دیا کہ جو لوگ بوڑھے ہو گئے ہیں اور وہ کچھ خدمت انجام نہیں دے سکتے ، ان سے سپاہ گری کی خدمت معاف ہے اور ان کے لیے مدد معاش مقرر ہو جائے اور اس کے سوا جاگیر ان سے واپس لے لی جائے ۔ اس سبب سے لوگوں میں پریشانی و اضطراب پیدا ہو گیا ۔

ایک جماعت امیرالامراء[۲] کی خدمت میں تحفہ لے کر پہنچی اور حقیقت حال سے آگاہ کیا ۔ ملک الامراء نے ان کا تحفہ نہیں لیا اور کہا کہ اگر میں رشوت لیتا ہوں تو میری بات کا اثر کم ہوگا اور وہ اسی وقت سلطان کی خدمت میں گیا اور اپنی جگہ پر متفکر و رنجیدہ کھڑا ہو گیا ۔ سلطان

۱- دیکھیے برنی ، ۵۹ - ۶۰ -
۲- ملک الامراء فخر الدین کوتوال شہر (نولکشور ایڈیشن) ، برنی ص ۶۳ -

نے اس کو متفکر دیکھ کر سبب پوچھا ۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ سلطان نے بوڑھوں کو نکال دیا ہے اور ان کا وظیفہ (جاگیر) کم کر دی ہے ۔ مجھے یہ فکر ہوگئی کہ اگر قیامت میں بھی بوڑھوں کو نکال دیا گیا ، تو میرا کیا حال ہوگا ۔ سلطان سمجھ گیا کہ وہ کیا کہتا ہے اور ملک الامراء کی بات کی تہ کو پہنچ گیا اور رونے لگا ۔ اس نے حکم دیا کہ ان لوگوں کی تنخواہیں بحال رہیں گی ۔ کچھ بھی ان سے واپس نہیں لیا جائے گا[1] ۔

بیت

قرب سلطان مبارک آں کس راست
کہ کند کار مستمنداں راست

کچھ عرصے کے[2] بعد سلطان نے چچا زاد بھائی شیر خاں نے وفات پائی ۔ کہتے ہیں کہ سلطان نے حکم دیا تھا کہ اس کے شراب میں زہر دے دیا جائے ۔ یہ شیر خاں التتمش کا غلام تھا اور چہل گانی غلاموں میں سے تھا ۔ وہ امارت کے درجے کو پہنچا اس نے ابربھندہ[3] [۸۷] اور بھٹنیر کے قلعوں کو تعمیر کرایا اور بھٹنیر میں ایک بلند گنبد بنوایا ۔ یہ شیر خاں سلطان ناصر الدین کے زمانے سے سلطان بلبن کے عہد تک سنام ، لاہور اور دیپال پور اور ان اطراف کی تمام جاگیروں پر ، جدھر سے مغلوں کے آنے کے راستے تھے ، قابض رہا ۔ وہ چند مرتبہ مغلوں پر حملہ آور ہوا اور ان کو شکست دی اور غزنیں میں سلطان ناصر الدین کے نام کا خطبہ پڑھوایا ۔ اس کی شجاعت ، مردانگی اور فوج کی کثرت کی وجہ سے مغلوں کی یہ ہمت نہ ہوتی تھی کہ ہندوستان میں داخل ہوتے ۔

چونکہ وہ (شیر خاں) جانتا تھا کہ سلطان (بلبن) شمسی غلاموں کے قتل کرانے کا بیڑہ اٹھا چکا ہے ، اس لیے دہلی نہیں آیا ۔ اس (شیر خاں) کی وفات کے بعد سلطان بلبن نے سنام اور سامانہ تیمور خاں کو دیے کہ

۱- برنی ، ص ۶۲ - ۶۳ ۔
۲- چہارم سال جلوس (فرشتہ ۱/۷۸) ۔
۳- ''بھٹنڈہ'' (برنی ، ص ۶۵) ۔

وہ بھی چھل گانی غلاموں میں سے تھا اور دوسری ولائتیں دوسرے امیروں کو دے دیں[1] ۔ فعل جو شیر خاں کی حکومت کے زمانے میں ہندوستان کے قریب نہیں بھٹکتے تھے ، پھر ہندوستان کی سرحد پر آ کر دخل انداز ہونے لگے ۔ اس امر کے تدارک کے لیے سلطان بلبن نے اپنے بڑے لڑکے محمد سلطان کو ، جو ''خان شہید'' مشہور ہوا اور قا آن ملک کا خطاب رکھتا تھا اور ظاہری و معنوی کمالات سے آراستہ تھا ، چتر اور دور باش (شاہی نیزہ) دے کر اپنا ولی عہد کیا اور سندھ کو ملے امر کے مضافات و توابع کے اس کے سپرد کر دیا ۔ ایسے امراء اور علقمند لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ مع ساز و سامان ملتان بھیج دیا ۔ یہ محمد سلطان بہ نسبت اپنے بھائیوں کے سلطان کی نظر میں معزز تھا ۔ ہر وقت اہل کمال اور فاضل حضرات اپنی مصاحبت میں رکھتا ۔ امیر خسرو[2] اور امیر حسن[3] پانچ سال تک ملتان میں اس کے پاس رہے ۔ مصاحبین کے زمرے میں وہ انعام اور تنخواہ پاتے تھے ، وہ ان کو دوسرے مصاحبین کی بہ نسبت زیادہ عزیز رکھتا تھا اور ان کی نظم و نثر کو بہت پسند کرتا تھا ۔ وہ اس قدر مہذب و متودب تھا کہ اگر دربار شاہی میں تمام دن اور رات بیٹھنے کا اتفاق ہوتا ، تو بھی زانو نہ بدلتا قسم کھاتے وقت صرف لفظ ''حقا'' کہتا تھا شراب کی محفل یا غفلت و مستی کی حالت میں بھی کبھی اس کی زبان سے کوئی بیہودہ کلمہ نہ نکلتا ۔ [۸۸]

بیت

ادب بزرگ کند مرد را تو شاہد طبع
بحلیہ ادب آرائے تو بزرگ شوی

وہ علماء و مشائخ کا معتقد تھا ۔ کہتے ہیں کہ شیخ عثمان[4]

۱- دیکھیے برنی ، ص ۶۴ - ۶۵ - (ق)
۲- امیر خسرو المتوفی ۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء - (ق)
۳- امیر حسن سنجری جامع فوائد الفواد المتوفی ۷۳۶ھ/۱۳۳۵-۳۶ء (ق)
۴- سندھ کے مشہور قلندر ، مخدوم لعل شہباز قلندر مراد ہیں جن کا مزار سیوہن میں ہے - (پیدائش ۵۳۸ھ وفات ۶۵۰ھ) تفصیل کے لیے دیکھیے تذکرہ شہباز مومن عبدالمجید سندھی (سندھی ادبی اکیڈیمی لاڑکانہ) - (ق)

مرمدی[1] کہ جو بزرگانِ وقت سے تھے ، ملتان آئے ۔ شہزادے نے ان کی تعظیم کی اور نذر و ہدیہ پیش کیا اور شیخ (عثمان) سے درخواست کی کہ وہ ملتان میں سکونت اختیار کریں ۔ تا کہ ان کے لیے خانقاہ بنوا دی جائے اور مواضعات وقف کر دیے جائیں ۔ شیخ نے منظور نہیں کیا اور چلے گئے ۔ ایک دن شیخ مذکور[2] اور شیخ صدر الدین[3] بن شیخ بہاؤ الدین زکریا مجلس میں حاضر تھے ۔ ان کے عربی اشعار کے سننے سے دوسرے درویشوں کو وجد آ گیا ۔ سب رقص کرنے لگے اور وہ (محمد سلطان) سینے پر ہاتھ رکھ کر ان کے سامنے کھڑا ہو گیا اور زار زار رونے لگا[4] ۔ اکثر اس کی مجلس میں ایسے اشعار پڑھے جاتے کہ جن میں کچھ نصیحتیں ہوتیں ۔ وہ دوسرے کام چھوڑ کر متوجہ ہو جاتا اور رونے لگتا تھا ۔

کہتے ہیں کہ سلطان شمس الدین کی ایک لڑکی سلطان محمد کے نکاح میں تھی ۔ سلطان محمد نے وارفتگی کے عالم میں اسے تین طلاقیں دے دیں ۔ چونکہ حلالہ کے بغیر اس کا کوئی اور علاج نہیں تھا ، اس لیے اس کا نکاح شیخ صدر الدین ولد شیخ بہاء الدین زکریا کے ساتھ کرا دیا ۔ شبِ زفاف گزرنے کے بعد جب شیخ مذکور سے طلاق کے لیے کہا گیا ، تو اس عورت نے کہا کہ میں اس فاسق[5] کے گھر سے آپ کی پناہ میں آ گئی ہوں ۔ خدارا ایسا نہ کریں کہ میں پھر اس مصیبت میں مبتلا ہو جاؤں ۔ شیخ نے جواب دیا : (شہزادے کے یہاں) ایک عورت کے نہ ہونے سے کیا کمی ہو جائے گی اور طلاق نہیں دی ۔ سلطان بے چین ہوا اور انتقام لینے کا ارادہ کیا ۔ اتفاقاً اسی اثنا میں مغل آ گئے اور محمد سلطان ان کے دفعیہ

۱- مرلدی ، مرولدی یا میمندی ہونا چاہیے اکثر مورخین اور تذکرہ نویسوں نے "مرولدی" لکھا ہے ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تذکرہ شہباز ، ص ۱۸ - ۲۲ - (ق)

۲- شیخ عثمان مرولدی ۔

۳ - ابرنی ، (ص ۶۷) میں "شیخ قدوہ پسر حضرت شیخ بہاء الدین" لکھا ہے شیخ قدوہ "شیخ صدر" کی غالباً تصحیف ہے ۔

۴- دیکھیے تاریخ معصومی ، ص ۴۰ ۔

۵- تمام مورخین شہزادہ محمد کے حسن اخلاق کی تعریف کرتے ہیں ۔ (ق)

کو ضروری سمجھ کر مجبوراً ان کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا اور وہیں شہید ہو گیا ۔

اس نے دو مرتبہ شیخ سعدی[1] کو بلانے کے لیے ملتان سے شیراز آدمی بھیجے اور کچھ زر نقد بھیج کر ان سے درخواست کی [۸۹] کہ شیخ کے لیے ملتان میں خانقاہ بنوا دی جائے گی اور کچھ مواضعات بھی وقف کر دیے جائیں گے ، لیکن شیخ (سعدی) اپنے ضعف اور بڑھاپے کی وجہ سے نہ آ سکے اور دونوں مرتبہ انھوں نے ایک کتاب میں کچھ اشعار اپنے قلم سے لکھ کر سلطان کے پاس بھیج دیے اور اپنے نہ آنے کا عذر اور امیر خسرو کی سفارش کی ۔

محمد سلطان ہر سال ملتان سے اپنے باپ کی خدمت میں دہلی آیا کرتا تھا اور تحفے اور ہدیے پیش کیا کرتا تھا اور نوازش کا مستحق ٹھہرتا اور واپس چلا جاتا ۔ اس سال کہ جس کے بعد واپسی نہیں ہوئی ۔ بلبن نے رخصت کے وقت اپنے لڑکے (محمد سلطان) کو خلوت میں بلایا اور کہا کہ میری تمام عمر ملک گیری اور بادشاہت میں گزری ہے ۔ میں نے بہت سے تجربے حاصل کیے ہیں ۔ میں چاہتا ہوں کہ تجھ کو چند وصیتیں کروں جو بادشاہت کے لیے ضروری ہیں کہ جو میرے بعد تیرے کام آئیں ۔

پہلی وصیت یہ ہے کہ جب تخت سلطنت پر بیٹھو تو سلطنت کے کام کو معمولی اور سہل نہ سمجھنا ۔ حقیقت میں بادشاہت خدائے عزوجل کی نیابت ہے ، اس کا بہت احترام کرنا چاہیے ۔ یہ عظیم منصب ہے ، افعال قبیحہ اور ذلیل حرکتوں سے اس کو ذلیل و خوار نہ کر دینا اور رذیل و بخیل لوگوں کو اس کام میں شریک مت کرنا ۔

بیت

سفنیہ فطرت را ، رہ مدہ بساحت قرب
لیام رالتواں منصب کریماں داد

دوسری وصیت یہ ہے کہ اپنے جاہ و جلال کو اپنے موقع پر اختیار

۱- شیخ سعدی المتوفی ۔

کرنا اور اپنے نفس کی خواہشات سے پرہیز کرنا اور ہر کام صرف خدا کے لیے کرنا اور خزانے اور دفینے کہ جو عطیات الٰہی ہیں وہ حق کے اعلان اور رفاہ عام کے کاموں میں صرف کرنا۔ اور یہ کہ دین کے دشمنوں، فاسقوں اور ظالموں کو ہمیشہ ذلیل وخوار رکھنا اور ملک اور اپنے عمال کے احوال و افعال کے ہر وقت باخبر رہنا اور ان کو اچھے کاموں اور اعلیٰ اخلاق کی رغبت دلانا اور یہ کہ قاضی اور حاکم، متقی اور پرہیزگار مقرر کرنا [۹۰] تا کہ حق کا رواج اور عدل و انصاف مخلوق میں ظاہر ہو اور یہ کہ خلوت و جلوت میں بادشاہی جاہ و جلال کے لوازم کی رعایت رکھنا اور کسی وقت بھی ہنسی یا لامعنی کاموں میں مشغول نہ ہونا۔

بیت

لوازم حشمت را بجد صیانت کن
کہ ہزل باہمہ کس کم کند مہابت را

اور یہ کہ اہل ہمت، نیک نیت اور شکر گزار لوگوں کے ساتھ ہمیشہ انعام و اکرام سے پیش آنا اور ان کی دل دہی میں غفلت نہ کرنا اور اہل ہنر اور دانش مند لوگوں کی تربیت میں کوشش کرنا کہ وہ سلطنت کے کاموں کی رونق ہوتے ہیں۔ بخیلوں اور خدا سے نہ ڈرنے والوں سے کبھی وفا کی امید نہ رکھنا۔ ملک و دین کی بہتری ان لوگوں کو علیحدہ رکھنے میں ہے:

گوہر نیک را ز عقد مریز
وانکہ بدگو ہر است ازاں پرہیز
بد گہر باکے وفا نکند
اصل بد درخطا خطا نکند

اور یہ کہ ہمت اور بادشاہی دونوں لازم و ملزوم ہیں عقل مندوں اور حکیموں نے ان دونوں کو جڑواں بھائیوں سے تشبیہ دی ہے اور کہا ہے کہ بادشاہ کی ایسی ہمت ہونی چاہیے کہ اس کو ہمتوں کا بادشاہ کہا جائے اور کہا کہ اگر بادشاہ کی ہمت تمام لوگوں کی ہمت کے برابر ہو، تو اس میں اور عام لوگوں میں کوئی فرق نہ ہوگا اور بادشاہی بغیر

ہمت کے حاصل نہیں ہوتی ہے ۔ اور یہ کہ جس کو بزرگ سمجھو ، اس کی معمولی سی غلطی پر اس کو درجے سے نہ گرا دینا اور اپنے مخلص اور ہمدرد لوگوں کو بغیر ملکی مصلحت کے کبھی تکلیف نہ پہنچانا اور دوستوں کو دشمن نہ بنانا ۔

بیت

ہر سرے کہ خود بر افرازی
ناتوانی ز پا لیندازی

اور اگر کسی کو ملک و دین کی وجہ سے سزا دو ، تو مروت و و رعایت کا لحاظ بھی رکھنا ، شرفاء کو تکلیف پہنچانے میں جلدی نہ کرنا اور ان کی بے عزتی کا زخم جلد [۹۱] مندمل نہیں ہوتا ہے اور اس کا تدارک دشوار ہو جاتا ہے ۔ پھر یہ کہ اعتراض کرنے والے کی باتوں کو قبول نہ کرنا ان کو اپنے یہاں دخل انداز ہونے کا موقع نہ دینا ۔ ان کی وجہ سے مخلص اور مطیع لوگ خایف ہو جاتے ہیں اور مملکت کے کاموں میں بڑی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں ۔ اور یہ کہ جس کام کے متعلق یہ سمجھ لو کہ یہ نہ ہو سکے گا تو اس کو شروع نہ کرنا ، اس لیے کہ کسی کام کو نامکمل چھوڑ دینا بادشاہوں کے لایق نہیں ہے ۔

بیت

تانکنی جائے قدم استوار
پائے منہ در طلب ہیچ کار

دوسرے یہ کہ دانشمندوں کے مشورے بغیر کسی کام کا ارادہ نہ کرنا اور ہر وہ کام جو دوسرے سے پورا ہو جائے اس کے خود کرنے سے پرہیز کرنا اور امور مملکت کا راز یہ ہے کہ مخلوق کی اچھائی اور برائی سے واقف رہے اور معاملات میں میانہ روی کو اختیار کرے کہ سختی اور قہر سے عام نفرت ہو جاتی ہے اور سستی و نرمی سے سرکش سر اٹھاتے ہیں اور ہر وقت اپنی حفاظت کا خیال رکھنا چاہیے کہ یہ ایک عام علاج ہے اور اپنے دربار میں معتبر اور مخلص پاسبان و دربان رکھنے چاہئیں اور اپنے بھائی کے ساتھ ہمیشہ مہربانی کرنا اور اس کے معاملے

میں کسی کی بات کا اعتبار نہ کرنا ۔ اس کو اپنا قوت بازو سمجھنا اور اور اس کی جاگیر کو اس پر برقرار رکھنا ۔

سلطان (بلبن) نے اپنے لڑکے (محمد سلطان) کو یہ نصیحتیں کیں[1] اور بادشاہی امارت (حکومت) دے کر ملتان کی طرف بھیج دیا ۔ اس سال اپنے چھوٹے لڑکے کو جس کا نام بغرا خاں اور خطاب ناصر الدین تھا ، سامانہ اور سنام کی جاگیر دے کر سامانہ بھیج دیا ۔ چند نصیحتیں کیں اور فرمایا کہ وہاں پہنچ کر پرانے لشکر کی تنخواہیں زیادہ کر دینا اور نئے لشکر کی جتنی ضرورت ہو اتنا رکھنا ، مغلوں کے حملے سے خبردار رہنا اور امور مملکت میں ان دانشمندوں سے مشورہ کرنا جو راز دار ہوں ۔ اور اگر کسی معاملے میں مشکل یا اضطراب ظاہر ہو تو اس کی حقیقت سے ہم کو اطلاع دینا اور جو حکم دیا جائے [۹۲] اس پر عمل کرنا اور بغرا خاں کو شراب پینے سے منع کیا اور کہا کہ اگر اس کے بعد سے تو نے شراب پی تو تجھ کو اس جاگیر سے معزول کرکے دوسری جاگیر دے دی جائے گی اور تو میری نظر میں ہمیشہ ذلیل و خوار رہے گا ۔

بغرا خاں نے جب اپنے باپ کی یہ نصیحتیں گوش ہوش سے سنیں ، تو اس نیک چلنی اختیار کر لی ، لغویات کو ترک کر دیا اور ایسا ہو گیا کہ اگر مغل ہندوستان میں آتے تو محمد سلطان سے ، بغرا خاں سامانہ سے اور ملک باریک بیگ ترس دہلی سے اس کام کے لیے مقرر ہوئے اور دریائے بیاہ (بیاس) تک جو قصبہ سلطان پور کے نزدیک ہے پہنچتے اور مغلوں کے حملے کو دفع کر دیتے[۲] ۔

جب سلطان بلبن کی حکومت مستحکم ہو گئی اور ملک میں فساد برپا کرنے والے ذلیل و خوار ہو کر ختم ہو گئے ، تو طغرل نے ، جو ترک غلام تھا نہایت چسپ ، چالاک ، سخی اور شجاع تھا اور ولایت لکھنوتی کا حاکم تھا دیکھا کہ سلطان بوڑھا ہو گیا تھا اور اس کے اپنے دونوں لڑکوں کو مغلوں کے مقابلے کے لیے چھوڑ رکھا ہے ، ہر سال

۱- ملاحظہ ہو برنی ، ص ۷۰ - ۸۰ ۔
۲- برنی ، ص ۸۰ - ۸۱ ۔

مغل آتے ہیں اور محمد سلطان ان کے معاملے میں پھنسا رہتا ہے ، اس نے اپنے سامان (جنگ) اور فوج کو دیکھ کر سرکشی اختیار کی اور وہ باغی ہو گیا[1] ۔ اس نے تمام مال غنیمت اور ہاتھیوں پر قبضہ کر لیا جو جاجنگر سے آئے تھے اور سلطان کا حصہ نہیں دیا اور اپنے سر پر چتر رکھ کر خود کو سلطان مغیث الدین[2] کے خطاب سے مشہور کیا اور مخالفت کا علم بلند کر دیا ۔ چونکہ وہ سخاوت اور بخشش کرنے والا تھا ، اس لیے اس ولایت کے لوگ اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے اور اس کے کام کو ترقی ہو گئی

بیت

جوانمرد ہمواره باکس بابود
کس او را نباشد کہ ناکس بود

جب طغرل کی بغاوت کی خبر دہلی پہنچی تو سلطان نے ایک لشکر نامزد کیا اور ملک ایتگین موئے دراز کو کہ جس کا خطاب امین خاں تھا اور جو اودھ کا حاکم تھا ، لشکر کا سردار بنا کر اور دوسرے سردار ، مثلاً تمر خاں شمسی اور ملک تاج الدین پسر علی خاں شمسی کو اس کے ہمراہ کیا اور طغرل کو سزا دینے کے لیے بھیجا ۔ جب ملک اتیگین ، اپنے لشکر کے ہمراہ دریائے سرو[3] سے گزرا اور لکھنوتی کی طرف چلا ، تو طغرل مقابلے پر [۹۳] آیا اور جنگ میں غالب ہوا ۔ اس فتح سے طغرل کو خوب قوت و شوکت حاصل ہو گئی ۔ سلطان کو اس خبر کے سننے سے بہت رنج ہوا اور غصہ آیا ۔ اس نے ملک اتیگین کو قتل کرا کے اودھ دروازے پر لٹکوا دیا اور دوسرا لشکر طغرل کے مقابلے کے لیے روانہ کیا ۔ طغرل نے اس لشکر کو بھی شکست دے دی[4] ۔ یہ خبر سن کر سلطان کا ضبط و غضب بڑھ گیا ۔ وہ اپنی عالی ہمت اور شاہانہ عزم سے خود مقابلے کے لیے آمادہ ہوا اور اس نے حکم دیا کہ بہت سی کشتیاں

۱- ۱۲۷۹ء (عزیز ، ص ۲۷۸) ۔
۲- "معین الدین" لولکشور ایڈیشن ۔ (ق)
۳- دریائے سرو یا سرجو ، یعنی دریائے گھا گھرا ۔ (ق)
۴- یہ لشکر ملک ترمتی ترک کے زیر کمان گیا تھا (۱۲۸۰ء) (عزیز ، ص ۲۷۹) ۔ (ق)

دریائے جمنا اور گنگا میں تیار رکھیں اور خود بطور شکار سنام اور سامانہ کی طرف نمودار ہوا ۔ ملک سوج[1] سر جالدار کو سامانہ کی نیابت سپرد کی اور بغرا خاں کو مع اپنے لشکر خاصہ کے ساتھ لیا اور وہ سامانہ سے دوآبہ آیا ۔ دریائے گنگا کو عبور کیا اور لکھنوتی کا راستہ لیا ملک الامراء[2] کو اپنا نائب بنا کر دہلی میں چھوڑا اور انتہائی انتظام اور مصمم ارادے کے ساتھ مسلسل سفر جاری رکھا اور برسات کی بھی پرواہ کی اور لکھنوتی کو چل دیا ۔

بیت

ہر چیز ہے ز روئے کہ خدائی
سکون برتابد الا بادشاہی
جہاں او را بود کو بر شتابد
جہانگیری توقف برنتابد

چونکہ سلطان کو بارش کی کثرت اور راستوں کی تکالیف کی وجہ سے (پہنچنے میں) کچھ عرصہ لگا ، لہذا طغرل کو موقع مل گیا اور اس نے اپنے لشکر کو مضبوط کر لیا اور جاجنگر کا راستہ لیا کہ اس پر قبضہ کرے اور کچھ عرصے تک وہاں قیام کرے اور جب سلطان لکھنوتی سے واپس چلا جائے ، تو وہ پھر لکھنوتی آ جائے ۔ سلطان بلبن کی سیاست کے خوف سے کچھ طمع زر کی وجہ کی مخلوق طوعاً کرہاً اس کے موافق ہو گئی ۔ جب سلطان لکھنوتی پہنچا ، تو چند روز اس نے وہاں قیام کیا اور لشکر کی قوت بڑھا کر طغرل کے تعاقب میں جاجنگر روانہ ہوا اور لکھنوتی کی نگرانی سپہ سالار حسام الدین[3] وکیل در ملک باربک کے سپرد کی ۔ جب وہ سنار گام کے حدود میں پہنچا ، تو بھوج رائے کہ جو سنار گام کا حاکم تھا ، خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہی ہمدردوں میں شامل ہو گیا اور عہد کیا کہ اگر طغرل دریا سے فرار ہونے کا ارادہ [۹۳] کرے گا ، تو وہ اس کو نہیں چھوڑے گا ۔

۱- ملک سراج پسر جامدار (فرشتہ ۱/ ۸۰) ۔
۲- ملک الامراء فخر الدین ۔ (ق)
۳- متن میں حسام الدین اور وکیل در کے درمیان واؤ عاطفہ ہے ۔ (ق)

سلطان نہایت عجلت میں جاجنگر کی طرف روانہ ہوا ۔ اس نے چند منزلیں طے کر لیں ، مگر طغرل کی کوئی خبر نہیں ملی اور کسی نے اس کا پتہ نہیں بتایا ۔ سلطان نے ملک باربک بیگ ترس کو حکم دیا کہ سات ہزار منتخب سوار ہمراہ لے کر دس بارہ کوس آگے جاؤ ۔ ہراول سپاہی جتنے آگے بڑھتے تھے اور طغرل کا تعاقب کرتے تھے ، اس کا کوئی پتہ یا نشان نہیں پاتے تھے ۔ یہاں تک کہ کول کا حاکم ملک محمد تیر[1] انداز اور اس کا بھائی ملک مقدر[2] اور ایک اور شخص جو ''طغرل کش'' مشہور ہوا[3] بطور ہراول تیس چالیس سواروں کے ساتھ جاسوسی کے لیے جا رہے تھے کہ اچانک طغرل کے لشکر کے چند آدمی مل گئے ان سے معلوم ہوا کہ یہاں سے طغرل کا لشکر نصف کوس سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے اور آج ان کا مقام ہے ۔ کل وہ جاجنگر میں داخل ہو جائیں گے ۔

جب ہر اول سپاہی ایک ٹیلے پر پہنچے ، تو انھوں نے دیکھا کہ طغرل کا دربار لگا ہے ۔ اور اس کا لشکر نہایت غفلت میں آرام کر رہا ہے وہ تلوار سونت کر بے خبری میں طغرل کی بارگاہ پر ٹوٹ پڑے ۔ طغرل پر ایسا خوف غالب ہوا کہ حمام کے راستے سے باہر آیا ۔ اور بغیر زین کے گھوڑے پر سوار ہو کر فرار ہوگیا اور اپنا گھوڑا اس دریا میں ڈال دیا جو اس کے لشکر کے نزدیک تھا ۔ اس کا لشکر بھی ، خوف و ہیبت سے منتشر ہو گیا اور بھاگ کھڑا ہوا ۔ ملک مقدر اور طغرل کش نے طغرل کا تعاقب کیا اور دریا کے کنارے پر اس (طغرل) تک پہنچ گئے ۔ طغرل کش نے اس کے پہلو پر ایک تیر مارا کہ وہ گھوڑے سے گر پڑا ملک مقدر گھوڑے سے اترا اور اس[4] نے اس کا سر کاٹ لیا اور جسم کو دریا

۱- ملک محمد شیر انداز (فرشتہ ۱/ ۸۰ ، برنی ، ص ۸۸) ۔

۲- ملک مقدور (نولکشور اڈیشن) ۔

۳- عصامی ، (ص ۱۶۴ - ۱۶۵) میں اس تیسرے شخص کا نام ''علی'' دیا ہے ۔ (ق)

۴- طغرل کا سر طغرل کش ''علی'' نے کاٹا تھا :

سرش را علی چوں زتن بر گرفت
از انجا رہ راست لشکر گرفت

(عصامی ، ص ۱۶۵)

میں پھینک دیا ۔ اس کا سر دامن کے نیچے چھپا کر منہ ہاتھ دھونے میں مشغول ہو گیا ۔ اسی وقت ملک باربک کہ جو لشکر کا سردار تھا ، وہاں پہنچ گیا ۔ اس نے طغرل کا سر فتح نامہ کے ساتھ سلطان کے پاس بھیج دیا ۔ دوسرے روز ملک باربک مع مال غنیمت اور ان قیدیوں کے ساتھ جو طغرل کے لشکر سے ہاتھ آئے تھے ، بادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور فتح کا تمام حال بیان کیا ۔ سلطان نے ملک تیر انداز کے بے حفاظتی کے طریقے کو پسند نہیں کیا بلکہ تعاقب کیا اور آخر میں اس پر نوازش کی ملک تیر انداز اور تمام ترک سپاہیوں کو ان کے کاموں کے لحاظ سے انعام و اکرام [۹۵] سے نوازا اور ملک مقدر اور طغرل کش نے برابر برابر انعام پائے ۔

اس کے بعد سلطان لکھنوتی آیا ۔ طغرل کے عزیز و اقارب کو سزائیں دیں اور ان کو لکھنوتی کے بازار میں سولیوں پر چڑھوا دیا ، یہاں تک کہ اس قلندر[۱] کو بھی کہ جس کا وہ معتقد تھا ، دوسرے قلندروں کے ساتھ قتل کرا دیا اور طغرل کے باقی لشکریوں کو حکم دیا کہ ان کو دہلی میں سزائیں دی جائیں[۲] اور بغرا خاں کو چتر اور دور باش (شاہی لشان) اور تمام بادشاہی اختیارات دے کر لکھنوتی میں چھوڑا اور خود واپس آ گیا ۔ اپنے فرزند دلبند (بغرا خاں) کو رخصت کے وقت اس نے چند وصیتیں کیں ۔

پہلی وصیت یہ تھی کہ لکھنوتی کے حاکم کو یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ بادشاہ دہلی سے بغاوت کرے چاہے وہ اپنا ہو یا غیر ، اور اگر دہلی کا بادشاہ لکھنوتی کا قصد کرے تو اس کو چاہیے کہ لکھنوتی کو چھوڑ کر کسی دور و دراز کے مقام چلا جائے اور جب دہلی کا بادشاہ واپس چلا جائے تو وہ پھر لکھنوتی آ جائے اور اپنا کام کرے ۔

دوسری وصیت یہ تھی کہ رعایا سے خراج لینے میں میانہ روی اختیار کرے ۔ نہ اس قدر وصول کرے کہ سر کش اور مخالف ہو جائیں اور نہ

۱- لوگ اس کو ”شاہ قلندر“ کہتے تھے (فرشتہ ۱/۸۱) ۔
۲- برنی ، ص ۸۹ - ۹۲ ۔

اتنا کہ مجبور اور محتاج ہو جائیں اور لشکریوں کو اتنی تنخواہ دے کہ جو ان کے سال بھر کے اخراجات کے لیے کافی ہو اور وہ بسر اوقات کرنے میں دوسرے کے محتاج نہ ہوں ۔

اور وصیت یہ ہے کہ امور مملکت میں ان لوگوں سے مشورہ لیا جائے جو خیر خواہ سلطنت اور دانش مند ہوں ۔

بیت

ز صد شمشیر زن رائے قوی بہ
ز صد افسر کلاہ خسروی بہ
برائے لشکری را بشکند پشت
شمشیرے یکے تادہ تواں کشت

احکام کے جاری کرنے میں خواہش نفسانی سے پرہیز کرے ۔ اپنے نفس کی خاطر احکام خدا کے خلاف نہ کرے ۔

اور وصیت یہ ہے کہ لشکر کے احوال کی خبر گیری و تفتیش میں کہ جو حکومت کے لیے ضروری ہے غافل نہ ہو ۔ اور ان کے مزاج کی پاسداری کو ضروری سمجھے ۔ ان کے معاملے میں افراط و تفریط [۹۶] کو دخل نہ دے اور جو کوئی اس کو اس بات کے لیے تیار کرے اور رغبت دلائے اس کو اپنا دشمن سمجھے اور اس کی بات کو قبول نہ کرے ۔

اور وصیت یہ ہے کہ خود کو ایسے شخص کی پناہ میں دے جو دنیا کو ترک کر چکا ہو اور خدا سے واسطہ رکھتا ہو ۔

بیت

حمایت راکنی دامان درویش
ز صد سکندر قوتش بیش

سلطان اس شخص سے جس کے دل میں تھوڑی سی بھی دنیا کی محبت ہو ، پرہیز کرے اور اس کے قول و فعل پر اعتبار نہ کرے[1] ۔

۱۔ نصائح کی تفصیل کے لیے دیکھیے ۔ برنی ، ص ۹۵ - ۱۰۶ ۔

لڑکے (بغراں خاں) کو یہ نصیحتیں خوب سمجھا کر رخصت گیا اور خود دہلی واپس چلا آیا ۔ وہ جس شہر یا قصبے میں پہنچتا وہاں کے علماء و مشائخ اور اہل عرفان اس کا استقبال کرتے اور مبارکباد دیتے ۔ تحفے اور ہدیے پیش کرتے ۔ وہ خلعت اور انعام پاتے اور بڑے شہروں میں آرایش ہوتی اور خوشیاں منائی جاتیں ۔

جب وہ بدایوں سے گزرا اور دریائے گنگا کو عبور کیا[1] ۔ تو سادات قاضی اور دہلی کے تمام مشاہیر نے استقبال کیا اور مبارکباد کی رسوم بجا لائے اور شاہانہ نوازشوں سے سرفراز ہوئے ۔ جب سلطان دہلی پہنچا تو مستحقین کو خیرات و صدقات سے مالا مال کر دیا ۔ وہ خود علماء اور درویشوں کے یہاں گیا اور ان کو حسب حیثیت تحفے اور نذرانے پیش کیے اور جو لوگ مال (کی عدم ادائی) کی وجہ سے قید تھے ، ان کو رہا کیا گیا ۔ رعایا کے ذمے جو سرکاری واجبات تھے وہ معاف کر دیے گئے ۔ ملک الامراء جو اس کی عدم موجودگی میں نائب سلطنت تھا ، اپنی ان حسن تدابیر کی وجہ سے ، جو ملکی معاملات میں اس سے ظاہر ہوئیں ، انواع و اقسام کے انعامات سے سرفراز ہوا ۔

اس کے بعد حکم دیا گیا کہ دہلی کے بازار میں سولیاں نصب کی جائیں ۔ اور طغرل کے لشکر کے ان قیدیوں کو کہ جو دہلی سے لکھنوتی گئے تھے اور اس (طغرل) سے مل گئے تھے ، سزائے موت دی جائے ۔ اہل شہر رنجیدہ اور مغموم ہوئے کیونکہ اکثر قیدی ان (شہریوں) کے عزیز و اقارب تھے ۔ (لوگوں میں) رونا پیٹنا پڑ گیا ۔ لشکر کا قاضی ، جو اس زمانے کے متقی لوگوں [۹۷] میں سے تھا ۔ سلطان کی خدمت میں گیا اور رقت آمیز کلمات زبان سے ادا کرکے سلطان کو مہربان کر لیا ، اس کے بعد گنہ گاروں (قیدیوں) کی سفارش کی ۔ سلطان نے قبول کر لیا اور ان کی خطاؤں کی معافی کا حکم صادر کر دیا[2] ۔

اس کے بعد سلطان بلبن کا بڑا لڑکا محمد سلطان ملتان سے باپ کی ملاقات کے لیے آیا ۔ اس نے بہترین تحفے اور نذرانے پیش کیے ۔ سلطان

۱- کنور (ضلع بدایوں) کے گھاٹ پر عبور کیا ۔ (برنی ، ص ۱۰۶) ۔
۲- برنی ، ص ۱۰۸ ۔

اس کے آنے سے خوش ہوا اور شفقت و مہربانی سے پیش آیا اور اس کو رخصت کیا ۔

اسی اثناء میں تمر[1] ایک بڑے لشکر کے ساتھ لاہور اور دیپالپور آ گیا ۔ اس سے اور محمد سلطان سے زبردست جنگ ہوئی ۔ محمد سلطان مع اپنے چند امراء کے شہید ہو گیا[2] ۔ امیر خسرو اس جنگ میں قید ہو گئے اور پھر آزاد ہوئے[3] ۔ خواجہ حسن نے یہ مرثیہ لکھ کر دہلی بھیجا[4] :

ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے کہ یہ فرح ستم گر اگرچہ کچھ عرصے کے لیے موافقت کا وعدہ اور دوستی کا عہد کرتا ہے ، لیکن پھر جاتا ہے اور زمانۂ ناسازگار اگرچہ قلیل مدت کے لیے رضا مندی کی رسم ادا کرتا ہے اور وفا کا وعدہ بھی کرتا ہے ، لیکن مکر جاتا ہے اور یہ شوخ چشم آسمان کہ اس کی مروت کی پتلی بہت کمین اور ذلیل ہے ، اگرچہ ابتدا میں مستوں کی طرح کہ بغیر کسی وجہ کے کسی کو کچھ بخش دیتا ہے ، لیکن بعد میں بچوں کی طرح کہ ان کو (مانگنے میں) شرم نہیں آتی ، واپس لے لیتا ہے ۔ اس زمانے کے یہی قاعدے اور یہی عادتیں ہیں ۔ تجربات بھی یہی ہیں ایسا ہی دیکھا اور سنا گیا ہے ۔ جب وہ چاند کی طرح کس کو روشن دیکھتا ہے ، تو چاہتا ہے کہ اس کے روئے کمال کو نقصان کے داغ سے سیاہ کر دے اور جس کی ابر کی طرح سر پر چھایا ہوا پاتا ہے ، کہ اس کے جواہر کو ٹکڑے

۱- تیمور خاں (فرشتہ ۱/۸۲) ۔

۲- ۶۸۴ھ/۱۲۸۵ء برنی ، ص ۱۰۹) ذی الحجہ ۶۸۳ھ (مطابق فروری ۱۲۸۵ء) (بدایونی ، ص ۳۹) ۔

۳- ہاشمی فرید آبادی (۱/۲۰۸) نے امیر خسرو کی گرفتاری کو قیاسی خیال کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ مثنوی خضر خانی و دول رانی کے ان کے بلخ میں دو سال قید میں رہنے کی تائید ہوتی ہے ۔ (ق)

۴- مرثیہ کے لیے دیکھیے مبارک شاہی ، ص ۴۴ - ۵۱ - و بدایونی ، ص ۳۹ - ۴۲ ۔

ٹکڑے کرکے دنیا میں بکھیر دے اور اس حسرت کے باغ میں اور ارمانوں کے چمن میں کوئی پھول بغیر کانٹوں کے پیدا نہیں ہوتا اور کوئی دل رنج و تکلیف سے خالی نہیں ہوتا ۔ اکثر نئے اگے ہوئے سبزے کی لطافت خزاں کی آفتوں سے پژمردگی میں بدل جاتی ہے ۔ افسوس ان نونہالانِ چمن پر کہ جو زمانے کی آندھیوں سے خاک میں مل گئے ۔

[۹۸] بیت

در باغ خزاں بہ بیں کہ چہ حد سروری کرد
برسر و جواں چہ ناجواں مردی کرد

اس قسم کی مثالوں میں سے ایک واقعہ سلطان مرحوم قاآن ملک غازی کا ہے کہ جمعہ کے روز تیسری ماہ ذی الحجہ ۶۸۳ھ کو واقع ہوا[1] :

ماہ چو مہر در دل کافر
ہیچ جا در جہاں پذیر نبود

لشکر اسلام کی مصاحبت میں سورج تلوار چلاتا ہوا برآمد ہوا ۔ شہزادہ اعظم (محمد سلطان) جو سلطنت کے آسمان کا آفتاب تھا اور اس کی جواں مردی کا نور تمام عالم میں پھیلا ہوا تھا اور جہاد کا جذبہ اس کی فطرت میں داخل تھا ، گھوڑے پر سوار ہوا ۔ اس بہادر کے سامنے لوگوں نے عرض کیا کہ تمر اپنے لشکر کے ہمراہ تین کوس کے فاصلے پر قیام کیے ہوئے ہے ۔ جب صبح ہوئی ، تو وہ کوچ کے ارادے سے اس مقام سے روانہ ہوا اور ان ملاعین (مغول) کے مقابلے کے لیے صرف ایک کوس کا فاصلہ رہ گیا ۔ جنگ کا مقام باغ سرپر کے قریب دریائے لہاور (لاہور) کے کنارے اختیار کیا ۔ چنانچہ دریا اور منڈی کے نزدیک ایک بہت بڑا گنڈ (حوض) تھا ، وہاں اس نے ایک مستحکم مورچہ قائم کیا اور صورت یہ رکھی کہ جب کفار

۱- ۶۸۴ھ (برنی ، ص ۱۰۹) - (ق)

(مغول) مقابل ہوں اور دونوں دریا لشکر کے لیے مددگار (مفید) ثابت ہوں ، تو کسی کو اس دریا سے بھاگنے کا موقع نہ ملے اور نہ ان ملاعین سے لشکر کے پیچھے حصے کو ضرر پہنچ سکے ۔ اگرچہ یہ احتیاط اس خان ستان (محمد سلطان) کی انتہائی بیدار مغزی پر دلالت کرتی ہے ، لیکن جب منحوس قضا آ جاتی ہے تو تمام مصلحتیں بیکار اور ساری تدبیریں ناره ہو جاتی ہیں ۔

بیت

ہر کرا از بخت بد راہ او فتد
کار او در کام بد خواہ اوفتد
تخت چوں دیوانہ از رہ گم شود
عقل چوں شب کور در چاہ اوفتد

اتفاق سے اس دن چاند اور سورج کہ جو بادشاہوں سے نسبت رکھتے ہیں ، لشالہ ماہی میں اٹکے ہوئے تھے [۹۹] اور مریخ نے کہ اس کا تمام چہرہ اراکین سلطنت کے خون سے سرخ ہے ، اس برج کے ترکش سے ذلت اور سرکشی کے تمام تیر اور نیزے چلا دیے اور جوزا کمر کے خوان پر جو اسد تھا ، خوف و خرابی کے آب خانہ کے برج سے فتنہ و فتور ایسا کھلم کھلا ظاہر ہوا کہ ۔

اذجاء القضاضاق الغضاء ۔

جب قضا آتی ہے ، تو فضا تنگ ہو جاتی ہے کی مثل صادق آئی ۔

مختصر یہ کہ دوپہر کے وقت جب سورج سر پر آیا اور شاہ گیتی فروز کا وقت زوال نزدیک آیا تو اچانک کفار (مغول) کی طرف سے گرد نمودار ہوئی ۔ خان غازی اسی وقت سوار ہوا اور اس نے حکم دیا کہ تمام لشکر اور فوج ۔

اقتلو المشرکین کافۃً کما یقتلولکم کافتہ ۔

تم مشرکوں کو گروہ در گروہ قتل کرو جیسے وہ تمہیں گروہ در گروہ قتل کرتے ہیں ۔

کے مطابق آراستہ ہو ، وہ (لشکر) سد سکندر سے سو گنا طاقت ور تھا اور میمنہ و میسرہ کو ترتیب دینے کے بعد خود یہ نفس نفیس لشکر میں بھیڑا جیسے چاند ستاروں کے درمیان ہوتا ہے ۔ ذلیل و خوار کفار (مغول) نے دریائے لاہور کو عبور کیا اور مسلمانوں کے لشکر کے مقابل آ گئے ۔ بربادی کو پسند کرنے والے ان وحشیوں نے اپنے منحوس سروں پر الو کے پر لگائے اور غازیان اسلام یعنی ہندوستان کے مشہور خلجی اور ترک سردار اور تمام سپاہی میدان جنگ کی نماز گاہ میں تکبیر کہتے ہوئے پہنچے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کو نماز سے نسبت دیتے ہوئے فرمایا ہے ۔

رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر ۔

ہم نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کیا ۔

اور پہلے ہی حملے میں مغل فوج کے چند سرداروں کو قتل کر دیا اور امرائے شاہی کے نیزے دشمنوں کے جسموں میں اس طرح بیٹھتے تھے کہ لہزے کی طرح خون ہر ایک کے اوپر سے پھوٹ رہا تھا ۔ ساتھ مخصوص سپاہی ایسے پھرتیلے اور تیز تھے کہ تاتاریوں کو ان سے کوئی جائے امن نہ تھی :

در اول تک خدنگ شد جست
گشتند ہمہ تتارہاں سست

وہ شیر دل اور شمشیر زن شہزادہ جس کی تلوار مثل اس کے عقیدے سے صاف تھی ، جس وقت اپنی تلوار میدان جنگ میں چلاتا تھا ، تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا تلوار اس میدان جنگ میں اس شہزادے کے مزاج [. . .] سے لرز رہی ہے اور اپنے تمام جسم کی زبان بنا کر اس سے عرض کرتی ہے کہ آج ان ملعونوں کو دور کرنے کا کام اپنے غلاموں (لشکریوں) کے سپرد کر دیجیے اور خود یہ نفس نفیس اس جنگ میں شرکت نہ کیجیے کہ تلوار دو دہاری ہے اور نہیں معلوم قادر مطلق کا حکم موت کی تلوار کو بے حجابی کے لشے کی وجہ سے کسی کے لیے صادر

ہو جائے اور میں ڈرتی ہوں کہ کہیں فوج کو نظر نہ لگ جائے:

مرو تا خاک تو بر چشم بندم
مکن کز چشم بد اندیشہ مندم
فلک روئے چناں روشن ندیدست
من از دیدہ براں آتش سپندم

(شہزادہ) میدانِ جنگ میں بڑی دیر تک لڑائی کرتا رہا - ہر ایک اسلحہ زبانِ حال سے عرض کرنے لگا (مثلاً) نیزہ کہتا تھا کہ اے بادشاہ! مجھ سے ہاتھ روک لیجیے کہ جدال و قتال کی زیادتی کی وجہ سے میری انی کی زبان کند ہو گئی ہے اور مجھے دشمن پر طعنہ زنی کی قوت نہیں رہی - ایسا نہ ہو کہ اب حرکت کرنے سے مجھ سے کوئی نازیبا بات ظہورمیں میں آ جائے اور تیر کہتا تھا کہ اے شہزادے! تیرے نشانے کا نقطہ کہ جو زہرہ کے جوز کی گرہ کھول دیتا ہے ، اس جنگ کے ارادے سے آگے قدم نہ رکھ - میں چلنے میں خود اپنے سر پر خاک ڈالتا ہوں ایسا نہ ہو کہ ترک فلک (مریخ) جو پانچویں آسمان پر ہے اپنے ظلم و جفا کے تیر سے تجھ کو آٹھویں مکان کی گھات میں اس کے دروازے پر تیر خطا سے نشانہ بنائے اور کمند کہتی تھی کہ آج سر رشتہ تدبیر کو دست افکر سے نہ چھوڑئیے کہ اس جنگ بے درنگ اور رزم بے جزم سے خود پیچ و تاب میں ہوں - کچھ دیر غور و فکر کے لیے ٹھہر جائیے ، کیونکہ اسلام اور مسلمان تیری نعمتوں کے خیموں کے ساتھ رسیاں باندھے ہوئے ہیں سبحان اللہ! اس گروہ (مغول) کے مقابلے پر اس کو انی ڈھیل نہ دے:

من بر غبت پیش تو سر در طناب آوردہ ام
تو کمند از زلف انداز ، اے کمند انداز من

مختصر یہ کہ وہ شاہ دین پناہ کفر شکن قلب لشکر میں اس گمراہ گروہ (مغول) سے دوپہرہ سے شام تک بے پناہ جنگ کرتا رہا ، (اس دوران میں) اعدائے دین (مغول) کے شور و غل نے [۱۰۱] زمین و آسمان کو بہرہ کر دیا تھا اور آتشین زبانیں جو نیزوں

سے اٹھ رہی تھیں اور تلواروں کی زبانیں جو موت کا پیغام پہنچانے میں ایک حرف کی غلطی نہیں کرتی تھیں متواتر اس آیت کی تلاوت کر رہی تھیں۔

یوم یفرہ المرء من اخیہ۔

یوم (قیامت) کو بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے[1]۔

اور زمین کی پشت ان بوڑھوں کی آنکھوں کی طرح خون سے تر تھی جن کے لڑکے مر گئے ہوں اور آسمان کا چہرہ ان لڑکوں کے سر کی طرح گرد آلود تھا جن کے باپ مر گئے ہوں:

آہن شمشیر چوں آتش چہ تابی اے پدر
تامرا داغ یتیمی بر جگر خواہی نہاد

جنگ کے عین دوران اور اس پر آشوب و بلا وقت میں ایک تیر قضا اس شہباز قضاء و غزا (شہزادہ محمد) کے بازو پر لگا اور اس کا طائر روح اپنے جسم کے قفس سے گلشن جناں اور باغ رضوان کی طرف پرواز کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسی وقت دین محمدی کی پشت یتیموں کے دل زار کی طرح ٹوٹ گئی اور ملت احمدی کی دیوار مسافروں کی قبر کی طرح پست ہو گئی اور بادشاہ (بلبن) کا قوت بازو ختم ہوگیا۔ ملت اسلام کا اعتماد اٹھ گیا۔ عین غروب آفتاب کے وقت اس شہزادے کی عمر کا چاند کہ جس کا اقبال ختم ہو چکا تھا، زرد ہو کر مغرب فنا میں چھپ گیا۔ آسمان نے سوگواروں کی طرح دریائے نیل میں اپنے جامے کو تر کر لیا اور سیاہ اشک رخساروں پر گرانے شروع کر دیے۔ زحل نے وفاداری و غمداری کا ثبوت دینے کے لیے سیاہ لباس پہنا اور اس (شہزادے) کی موت پر اہل ہند کے لیے نوحہ کرتا تھا۔ مشتری اس کے صدمے سے تڑپنے لگی اور اس نے اپنی قبا کو خون آلود کر لیا۔ لباس پھاڑ ڈالا۔ اور پگڑی زمین پر پھینک دی۔

۱۔ سورہ عبس پارہ ۳۰۔

اس کی موت سے مریخ کا قلب ، ترکوں کی آنکھ کی طرح باریک اور چہرۂ زلگی زنگیوں کی چوٹی کی طرح تاریک ہو گیا ۔ اس افسوس سے اس کے قلب کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور مچھلی حمل[1] کی طرح قصاب کے قبضے میں تڑپ رہی تھی اور آفتاب اس شرم کی وجہ سے نہیں نکلا کہ اس حادثے کے دفع کرنے اور اس واقعہ کے ختم کرنے میں کوئی کوشش کیوں نہیں کی اور وہ شرم سے زمین میں گر گیا اور زہرہ نے جب یہ دیکھا کہ اس وقت کی جنگ سے ستاروں پر کیا کیا مصیبتیں پڑیں ، [۱۰۲] تو اس نے دف کے نغمے کو بدل دیا ۔ شہالہ دوسرے پردے سے شروع کر دیا ۔ عطارد نے جو کاتب ہونے کی وجہ سے غزوات و فتوحات کے متعلق فتح نامے تحریر کرتا تھا ، اس ظلم کو دیکھ کر دوات کی سیاہی سے اپنے چہرے کو سیاہ کر لیا اور اپنے دفتر کے کاغذوں سے اپنے پیرہن کو کاغذی بنا لیا ۔ اور ماہِ جلالی ، ہلال کی طرح باریک ہو گیا ۔ اور اس زمین قیامت میں روشن افق کے در و دیوار پر بار بار سر پٹکنے لگا ۔

نظم

رونے بخاک می نہی وہ کہ چنیں نخوا ہمت
ماہ زمانہ مرا زیر زمین نخوا ہمت
گر بشکار می روی جانے فست خاک تو
خلوت خاص خوش مرا جان من ایں نخوا ہمت

خداوند کریم اس غازی شہزادے کی مقدس و مطہر و مطیب روح کو اعلیٰ مدارج اور بلند مراتب عطا فرمائے اور اپنے جمال و جلال کی تجلی سے مالا مال کرے اور متواتر جام اس کو عطا فرمائے ۔ اور ہر قسم کی شفقت ، رحمت ، تربیت اور مہربانی اس شکستہ و بیکس پر نازل فرمائے ۔ اس کے درجات کو بلند کرے اور اس کے خطاؤں سے در گزر فرمائے ۔ آمین" ۔

۱- زحل (نولکشور ایڈیشن) ۔

جب یہ خبر سلطان بلبن کو پہنچی تو وہ نہایت رنجیدہ اور غمگین ہوا۔ اس وقت سلطان کی عمر اسّی سال سے زیادہ ہو چکی تھی، اگرچہ وہ قوت اور بہادری کا اظہار کرتا تھا، لیکن ضعف و شکستگی کے جو آثار اس مصیبت سے پیدا ہو گئے تھے، وہ ظاہر ہونے لگے۔ اور روز بروز اس کام میں تنزل آنے لگا۔

اس واقعہ کے بعد سلطان بلبن نے محمد سلطان کے لڑکے کیخسرو کو چتر اور دور باش (شاہی نشان) دے کر ملتان بھیجا اور بغرا خاں کو لکھنوتی سے دہلی بلایا اور اس سے کہا کہ تیرے بڑے بھائی کی جدائی نے مجھے بیمار اور کمزور کر دیا ہے، میں دیکھتا ہوں کہ میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ ایسی حالت میں تیری جدائی خلاف مصلحت ہے، کیونکہ تیرے سوا کوئی اور وارث نہیں ہے [۱۰۳] تیرا لڑکا کیقباد اور تیرے بھائی کا لڑکا کیخسرو دونوں کم عمر ہیں اور دنیا کے تجربوں سے ناواقف۔ اگر ملک ان کے ہاتھوں میں پہنچتا ہے تو غلبہ جوانی اور خواہشات نفسانی سے یہ اندیشہ ہے کہ وہ ملک کی حفاظت نہ کر سکیں گے اور دہلی کے تخت پر جو بھی بیٹھے۔ تجھ کو اس کی اطاعت کرنی چاہیے اور اگر تو دہلی کا تخت نشین ہو تو لکھنوتی کا حاکم تیرا مطیع ہوگا۔ پس تجھ کو میرے پاس سے جدا نہیں ہونا چاہیے۔ چونکہ بغرا خاں کو لکھنوتی کی لگن لگی ہوئی تھی اور سلطان کو بھی قدرے افاقہ ہو گیا تھا، لہذا وہ سلطان کی اجازت کے بغیر شکار کے بہانے سے لکھنوتی روانہ ہو گیا۔

ابھی بغرا خاں لکھنوتی نہیں پہنچا تھا کہ سلطان (بلبن) کا مرض عود کر آیا۔ اس مرتبہ سلطان نے دہلی کے کوتوال ملک الامراء فخر الدین کو بلا کر کیخسرو کی ولی عہدی کی وصیت کی اور تین دن کے[1] بعد وہ فوت ہو گیا اور دارالامان[2] میں دفن ہوا۔

۱۔ ۶۸۶ھ/۱۲۸۷ء (مبارک شاہی، ص ۵۲، بدایونی، ص ۳۳) عزیز، ص ۲۸۷ میں لکھا ہے کہ بلبن کا ۱۲۸۷ء کے آخر میں اور حبیب اللہ (ص ۱۷۸) میں ہے کہ بلبن کا انتقال ۱۲۸۷ء کے وسط میں ہوا۔ ایشوری پرشاد، (ص ۱۹۷) نے ۱۲۸۶ء) لکھ دیا ہے۔ (ق)

۲۔ دیکھیے آثار الصنادید۔

چونکہ فخر الملک کوتوال اور کوتوالی کا عملہ خاں شہید سے جو کیخسرو کا باپ تھا خوش نہیں تھے ، لہذا اس (کوتوال) نے اس (کیخسرو) کو کسی بہانے سے ملتان بھیج دیا ۔ سلطان غیاث الدین کی مدت سلطنت بائیس سال اور چند ماہ ہوئی ۔

ذکر سلطان معز الدین کیقباد

سلطان غیاث الدین بلبن کی وفات کے بعد بغرا خاں کے لڑکے کیقباد کو جس کی عمر اٹھارہ سال تھی ، سلطان معزالدین کیقباد سے موسوم کر کے تخت نشین کر دیا[1] ۔ یہ شہزادہ نہایت خلیق تھا ۔ چونکہ ہر وقت سلطان بلبن کی تربیت و پرورش میں رہتا تھا اور سخت مزاج معلم اور اتالیق اس پر مقرر کیے گئے تھے اور اس زمانے میں اس کو کسی قسم کا عیش یا لذت حاصل نہیں ہوتی تھی ، لہذا یک بارگی آزاد ہو جانے کی وجہ سے جوش جوانی اور خواہش نفسانی کی وجہ سے وہ عیش و عشرت میں پڑ گیا اور اس نے لذات نفسانی کی تکمیل کو امور سلطنت [۱۰۴] کے مقابلے میں مقدم سمجھا ۔ خود پرست اور لغو لوگوں کی بن آئی ۔ الناس

۱- ۶۸۶ھ/۱۲۸۷ء میں تخت نشیں ہوا ۔ امیر خسرو قران السعدین (ص ۳۵) میں لکھتے ہیں :

بر سرشان شاہ جوان بخت زاد
تا جور پاک گہر کیقباد
گرد چوں در شش صد و ہشتاد و شش
برسر خود تاج جد خویش خوش

عصامی لکھتا ہے :

دگر روز چوں لشکر شب شکست
شہ شرق بر تخت زرین نشست
بہ شش صد بر افزود ہشتاد و شش
جہاں گشت خورم ہوا گشت خوش

(عصامی ، ص ۱۸۰)

برنی (ص ۱۲۷) نے ۶۸۵ھ لکھ دیا ہے ۔ (ق)

علی دین منو کھم کے مطابق چھوٹے بڑے لہو و لعب میں مشغول ہو گئے ۔

سلطان نے دہلی سے نکل کر کیلوکھری میں دریا کے کنارے ایک بڑا باغ اور عالی شان محل بنوایا اور اس (کیلوکھری) کو دارالسلطنت قرار دیا ۔ اس عیش و عشرت کے غلبے کی خبر سن کر اطرافِ عالم سے طوائفیں ، مسخرے ، گویے ، اور گائنیں جمع ہو گئیں ۔ چونکہ اس قسم کے لوگوں کی ہندوستان میں بہت سی قسمیں ہیں ، لہذا لہو و لعب کے کاموں کا خوب رواج ہو گیا ۔ فسق و فجور کے دروازے کھل گئے اور غم و اندیشہ کا نام مخلوق کے دل سے مٹ گیا ۔ سلطان کی مجلس ہمیشہ خوبصورت ، خوش آواز ، ظریف اور شیریں کلام درباریوں سے بھری رہتی تھی اور اس کی ایک گھڑی عیش و عشرت کے بغیر نہیں گزرتی تھی اور وہ بخشش ، انعام ، سخاوت اور ایثار خوب کرتا تھا[1] ۔

ملک نظام الدین نے ، جو ملک الامراء[2] کوتوال کا داماد اور بھتیجا تھا ، بادشاہ کے حضور میں تقرب حاصل کر لیا اور تمام امورِ سلطنت اس کے سپرد کر دیے گئے اور ملک قوام الدین علاقہ[3] ، جو بے نظیر زمانہ انسان تھا ، عمدۃ الملک اور نائب وکیلدر مقرر ہوا ۔ ملک نظام الدین تجربہ کار اور مکار تھا ۔ بلبنی سردار جو سلطنتِ معزی کے معاون و مددگار بن چکے تھے ، اس کے تسلط اور تقرب سے پریشان خاطر اور ہراساں ہونے ۔ وہ اس کی رعایت خاطر کو ملحوظ رکھنے لگے اور امورِ مملکت میں اس کی رائے کا خیال رکھتے اور ہمیشہ اس کی اطاعت کرتے رہتے ۔ کم حوصلہ ملک نظام الدین نے جب امراء اور سرداروں کو اپنا مطیع سمجھا اور سلطان معزالدین کو عیش و عشرت میں مدہوش دیکھا ، تو سلطنت اور جہانداری کا ضبط جو کسی طرح اس (ملک نظام الدین) کے مناسب حال نہ تھا ، دماغ میں پیدا ہوا اور وہ بلبنی خاندان کی بیخ کنی کے لیے کمر بستہ ہو گیا اور خیالِ خام اور [۱۰۵] وسوسۂ باطل کی بنا پر سلطان

۱- برنی ، ص ۱۲۷ - ۱۳۰ ۔
۲- ملک الامراء فخرالدین کوتوال ۔
۳- ملک قوام الدین علاقہ دبیر (برنی ، ص ۱۳۱ ۔

معزالدین سے اس نے کہا کہ کیخسرو آپ کا شریکِ سلطنت ہے ، اراکین مملکت کی رائے بھی اس کی طرف ہے ۔ یہ باتیں سمجھا کر اس کے قتل پر اس کو آمادہ کر لیا ۔ سلطان معزالدین نے اس غدار کی گفتگو سن کر فوراً کیخسرو کو ملتان سے طلب کرنے کا حکم صادر فرما دیا اور ایک جماعت کو مقرر کر دیا کہ راستے میں اس بے گناہ کو قتل کر دے ۔ مظلوم کیخسرو نے تعمیل حکم کی اور دہلی کو روانہ ہوا قصبہ رہتک میں اس کو شہید کر دیا گیا[1] ۔ اس کے بعد خواجہ خطیر کو جو سلطان معزالدین کا وزیر تھا ، دروغ گوئی کے الزام میں بدنام کیا اور گدھے پر بٹھا کر اس کی تشہیر کرائی ۔ امراء اور سرداروں کے دل میں ملک نظام الدین کا جو خوف تھا اس میں اور اضافہ ہوگیا اور مخلوق اس کی طرف رجوع ہو گئی[2] ۔

اسی اثنا میں مغلوں کے لشکر کی لاہور کے نواح میں آ جانے کی خبر ملی ۔ ملک باربک بیگ ترس خان جہاں[3] ان کے دفعیہ کے لیے مقرر ہوا اور لاہور کے نواح میں سخت مقابلہ ہوا ۔ اکثر مغل قتل ہوئے ۔ ایک جماعت قیدی بنا کر دہلی لائی گئی ۔

اس کے بعد اس نے پھر سلطان معزالدین سے کہا کہ یہ مغل سردار جو ایک ہی قوم کے ہیں ، نہایت با اقتدار ہیں ۔ اگر سب نے متفق ہو کر آپ سے غداری اور مکاری کی تو اس کا علاج دشوار ہوگا ۔ اسی قسم کی لا یقینی گفتگو سے سلطان کو ورغلایا اور مغل سرداروں کے قتل کرانے کی اجازت لے لی اور سب کو ایک دن میں قتل کرا دیا اور ان کے خاندانوں کو ختم کر دیا[4] اور بعض بلبنی سرداروں کو بھی جو مغل سرداروں سے قرابت اور دوستی رکھتے تھے گرفتار کر کے دور دراز کے قلعوں میں بھیج دیا اور قدیم خاندانوں کی تباہی سے اسے مطلق خوف نہ

۱- برنی ، ص ۱۳۳ ۔

۲- برنی ، ص ۱۳۴ ۔

۳- متن میں ملک باربک بیگ ترس اور خان جہاں کے درمیان میں واؤ عاطفہ ہے (ق)

۴- برنی ، ص ۱۳۳ - ۱۳۴ ۔

تھا اور ملتان کے امیر ملک شاہبک[1] اور برن کے حاکم ملک یزکی کو جو سلطان بلبن کے امیر تھے ، مکر و حیلہ سے اکھاڑ دیا ۔

سلطان کو ایسا اپنے قبضے میں کیا تھا کہ جو کوئی اخلاص اور سلطنت کی ہمدردی میں [۱۰۶] ملک نظام الدین کی بداندیشی اور فساد کے متعلق ذرا بھی اس سے کہتا ، تو وہ فوراً اس بات کو ملک نظام الدین سے کہہ دیتا اور اس کو گرفتار کر کے اس کے سپرد کر دیتا ۔ ملک نظام الدین کی بیوی نے جو ملک الامراء کی لڑکی تھی ، سلطان کے محل کے اندر اپنا پورا اقتدار قائم کر لیا تھا اور سلطان کی منہ بولی ماں بن گئی ۔ امراء اور سردار ملک نظام الدین کے تسلط و اقتدار سے اس کے مطیع اور فرمانبردار تھے اور جب بھی موقع ملتا تھا ہر امکانی صورت سے اس کی حمایت کیا کرتے تھے اور حیلے بہالوں سے اس کے فساد سے بچنے کی کوشش کرتے تھے ۔ اس کی درگاہ عوام و خواص کا مرجع بن گئی تھی اور معزی دربار کی رونق جاتی رہی تھی[2] ۔

نظم

شہ گردوں را بلند و والا کرد
ہر بلا را بلند و بالا کرد
آتشے کاب را بلند کند
بر تن خویش ریشخند بکند

جب ملک الامراء فخرالدین کوتوال ملک نظام الدین کے قصد فاسد خیال باطل سے واقف ہوا ، تو چونکہ وہ اس کو مثل اپنے فرزند کے سمجھتا تھا ، لہذا اس نے خلوت میں بلا کر معقول گفتگو اور عقلی دلائل کے ساتھ اس سے بات کی کہ وہ اپنے اس تصور باطل اور خیال فاسد کو اپنے دماغ سے نکال دے ، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا اور وہ کوتاہ اندیش اور نا تجربہ کار متنبہ نہ ہوا ۔ اس نے جواب دیا کہ وہ جس طرح بادشاہ

۱- شاہ بیگ (نولکشور ایڈیشن) ، ملک علاء الدین شاہک و ملک ناصر الدین تزکی (عزیز ، ص ۳۵) ۔
۲- برنی ، ص ۱۳۳ ۔

کی خدمت کرتا ہے وہ درست ہے اور اس کے برخلاف نا درست ہے (اس نے کہا کہ) میں نے مخلوق کو ضرور اپنا دشمن کر لیا ہے ، لیکن سب جانتے ہیں کہ میں کیا کرنے والا ہوں ۔ اگر اب اس دعویٰ سے دست بردار ہو بھی جاؤں ، تو لوگ مجھ سے دست بردار نہیں ہوں گے ، ملک الامراء نے اس پر تفریں کی اور اس سے بیزار ہوگیا ۔ جب یہ معاملہ امراء اور اراکینِ سلطنت کو معلوم ہوا ، تو سب نے تعریف کی ۔ ملک الامراء کی دوراندیشی اور سلامت روی اس کے ہم عصروں پر ظاہر ہوگئی[1] ۔

مختصر یہ کہ جب سلطان معزالدین کے باپ بغرا خاں المخاطب بہ سلطان ناصر الدین نے کہ جو لکھنوتی کا حاکم تھا یہ سنا کہ سلطان معزالدین ہمیشہ لہو و لعب [۱۰۲] میں مشغول رہتا ہے اور جہانداری کی مطلق پرواہ نہیں کرتا اور ملک نظام الدین نے تمام بلبنی امراء اور سرداروں اور تمام تجربہ کار معاون اور مددگاروں کو ختم کر دیا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ بغاوت کرے تو اس نے اپنے بیٹے کو نصیحت آمیز خطوط لکھے اور ملک نظام الدین کے فاسد ارادے سے جملہ امراء و ملوک کو اشارہ و کنایہ سے اطلاع دی ۔

سلطان معزالدین نے جوانی کے غرور اور شراب کی مستی سے باپ کی طرف توجہ نہ کی اور اس کام کے انجام کو نہ سوچا ۔ جب ناصر الدین کو معلوم ہوا کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کی نصیحت کارگر نہ ہوئی ، تو اس نے چاہا کہ اپنے لڑکے سے ملاقات کرے اور جو کچھ کہنے کی باتیں ہیں ، اس سے کہے اس نے اپنے ہاتھ سے اس کو ایک خط لکھا کہ :

''اے فرزند ! تیری ملاقات کے شوق نے مجھے بے قرار کر دیا ہے ۔ 'تو مجھے اس سے زیادہ جدائی کی زحمت نہ دے اور میری ملاقات کو غنیمت سمجھ'' ۔

جب سلطان معزالدین نے باپ کے محبت آمیز خطوط پڑھے ، تو اس کو بھی ملاقات کا اشتیاق ہوا ۔ اس نے بھی اظہارِ اشتیاق کیا اور اپنی محبت آمیز عرضی مقربین کے ذریعہ باپ کے پاس روانہ کی ۔ طرفین میں

۱- برنی ، ص ۱۳۵ - ۱۳۸ ۔

شوق ملاقات پیدا ہوا اور خطوط کی آمد و رفت کے بعد یہ طے ہوا کہ سلطان معزالدین دہلی سے اودھ جائے اور سلطان ناصرالدین بھی اس طرف (اودھ) آئے اور دونوں بادشاہ آپس میں ملاقات کریں اور ایک دوسرے سے مل کر خوش ہوں ۔ امیر خسرو کی (مثنوی) قران السعدین باپ بیٹے کی ملاقات کی داستان ہے اور امیر خسرو کے لحاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان ناصر الدین دہلی کو فتح کرنے اور اپنے لڑکے کو دفع کرنے کے ارادے سے لکھنوتی سے روانہ ہوا ، سلطان معزالدین نے بھی مقابلے اور جنگ کا ارادہ کیا اور اودھ میں صلح ہوگئی ۔ مختصر یہ کہ سلطان معزالدین نے چاہا کہ وہ باپ کی ملاقات کے لیے تنہا جائے ۔ ملک نظام الدین نے کہا کہ بادشاہ کو ملاقات کے لیے اتنی مسافت طے کرنا مصلحت کے خلاف ہے ۔ امور مملکت میں باپ بیٹے کے رشتے کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے ۔ مصلحت یہ ہے کہ بادشاہ سلطنت کے ساز و سامان اور آراستہ لشکر کے ساتھ [۱۰۸] سفر کرے تاکہ رایوں ، راجاؤں اور زمینداروں کو شاہی شان و شوکت دیکھ کر رعب و ہیبت ہو اور سب لوگ اطاعت ، فرمانبرداری اور خدمت گاری کے ساتھ پیش آئیں ۔ سلطان نے ملک نظام الدین کے کہنے کے مطابق شاہانہ طمطراق و لشکر و حشم کے ساتھ اودھ کا رخ کیا ۔ جب سلطان ناصرالدین اس حال سے آگاہ ہوا ، تو سمجھ گیا کہ یہ نظام الدین کی حرکت ہے ۔ وہ بھی لشکر ، ہاتھی اور خدام لے کر بیٹے (معزالدین) کی طرف روانہ ہوا اور دونوں لشکر دریائے سرجو کے دونوں کناروں پر اترے ۔ تین روز تک خط و کتابت کے ذریعہ تصریک ملاقات ہوتی رہی اور ملاقات کی تفصیلات طے ہوتی رہیں ۔ آخرکار یہ طے پایا کہ لڑکا (معزالدین) تخت پر بیٹھے اور سلطان ناصر الدین دریا کو عبور کر کے شرائط تعظیم بجا لائے اور اپنے لڑکے سے تخت نشینی کی حالت میں ملاقات کرے[۱] ۔

سلطان معزالدین نے اپنا دربار آراستہ کیا اور کیقبادی اور خسروی قاعدوں کے مطابق جلوس کیا ۔ دربار کو خوب آراستہ کیا ۔ سلطان ناصر الدین جلو خانے میں آ کر اترا ۔ تین جگہ زمین بوسی کی شرط پوری کی اور جب تخت کے سامنے پہنچا تو سلطان معزالدین سے برداشت نہ ہو سکا

۱۔ ابرقی ، ص ۱۳۹ - ۱۴۲ ۔

اور وہ تخت سے اُتر کر باپ کے قدموں پر گر گیا ، دونوں ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے اور ان پر رقت طاری ہو گئی ۔ اس حالت کو دیکھ کر حاضرین کے بھی آنسو بھر آئے ۔ باپ نے لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر چاہا کہ تخت پر بٹھا دے اور خود تخت کے سامنے کھڑا ہو جائے ، مگر لڑکے (سلطان معزالدین) نے باپ (سلطان ناصرالدین) کو تخت پر بٹھا دیا اور خود با ادب اس کے سامنے بیٹھ گیا ۔ سونے اور چاندی کے تنکے نچھاور ہونے لگے ۔ شعراء نے مدحیہ قصیدے پڑھے ۔ مطربوں نے گانے شروع کیے چاؤشوں اور نقیبوں نے نعرے لگائے اور اس گروہ نے بادشاہی شان و شوکت کے وہ لوازم اور دربار کے وہ شرائط جن سے وہ واقف تھا ، پورے کیے اور دونوں ایک دوسرے سے گفتگو کر کے مسرور اور مستفید ہوئے ۔ کچھ دیر کے بعد سلطان ناصرالدین اٹھا اور دریا پار کر کے [۱۰۹] اپنی بارگاہ میں چلا گیا ۔ عجیب و غریب تحفے اور ہدیے ، مختلف اقسام کے میوہ جات ، کھانے اور مشروبات طرفین سے ایک دوسرے کے پاس پہنچے ۔ دونوں لشکروں کو حکم دے دیا گیا کہ نہایت آزادی سے ایک دوسرے سے ملاقات کریں اور اپنایت سے پیش آئیں ۔ چند روز متواتر سلطان ناصرالدین اپنے لڑکے (معزالدین) کے یہاں آتا رہا ۔ دونوں بادشاہ ملاقات کرتے رہے ، صحبتیں گرم رہیں ، جلسے کیے گئے ، جشن منعقد ہوئے ، شرابیں اڑائی گئیں ، جب رخصت کا دن آیا ، تو سلطان ناصرالدین نے اپنے لڑکے سے کہا کہ جمشید کا قول ہے کہ جس بادشاہ کے خزانے میں اتنی دولت نہ ہو کہ دشمن کے حملے کے وقت وہ اپنے لشکریوں کی اعانت کر سکے اور قحط و بلا کے موقع پر رعایا کی مدد کر سکے ، اس بادشاہ کو بادشاہ نہیں کہنا چاہیے اور اس کے علاوہ چند اور نصیحتیں کیں جو سلطنت کے اعتبار سے مناسب تھیں ۔ سلطان معزالدین نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسا ہمدرد اور غم خوار نہیں ہے جو مجھ کو خوابِ غفلت سے بیدار کرے ۔ بادشاہ (ناصرالدین) جس بات کو پسند اور مناسب سمجھیں مجھے اس سے تنبیہ کریں تاکہ میں اس کو اپنا دستورالعمل بناؤں اور اس کے خلاف نہ کروں ۔ سلطان ناصرالدین کی محبتِ پدری جوش میں آئی ۔ اس نے کہا کہ میں نے جو یہ سفر کی زحمت برداشت کی ہے اس کا مقصد صرف یہی تھا کہ تمہارے گوش ہوش کو نصیحت کے موتیوں سے گرانبار کروں اور تمہیں اس خوابِ غفلت سے

بیدار کر دوں کہ جو جوانی اور ہوا پرستی دولت کا لازمہ ہے اور جو کچھ باپ کی شفقت و محبت کا تقاضا ہے اسے پورا کر دوں ۔ (ناصرالدین نے) خلوت میں اس (معزالدین) سے کہا کہ ملک نظام الدین اور قوام الدین کہ جو عمدۃ الملک (ملک کے سردار) ہیں ، مجلس میں حاضر ہوں تاکہ جو کچھ کہنا ہے ان کے سامنے کہوں ۔ ملک نظام الدین اور قوام الدین مجلس میں حاضر ہوئے ۔ سلطان ناصرالدین نے مشفقانہ انداز میں کہا کہ بیٹا میں نے سنا ہے کہ تم تخت دہلی پر جلوہ گر ہوئے ، مجھے نہایت مسرت ہوئی اور میں سمجھا کہ ملک لکھنوتی کے ساتھ مجھے ملک دہلی بھی مل گیا ۔ [۱۱۰] اب دو سال ہو گئے کہ تمھاری عیش و عشرت اور ملک سے غفلت اور بے خبری کی خبریں میرے پاس آ رہی ہیں ۔ میں حیران ہوں کہ تم آج تک کس طرح سلامت رہے ۔ میں اس تاریخ سے تمھاری اور اپنی دولتوں کی خیر نہیں سمجھ رہا ہوں اور دہلی اور لکھنوتی دولوں ملکوں کو معرض زوال میں دیکھ رہا ہوں ، خصوصاً اس تاریخ سے میرا دل ٹوٹ گیا ہے جب سے تم نے میرے والد (بلبن) کے غلاموں اور اپنے مخلص و خیرخواہ سرداروں کو ختم کر دیا اور ان کے ختم کرنے کے بعد دوسروں کا اعتماد بھی تم پر سے اٹھ گیا ۔ اب مجھے کسی طرح کی امید ملک میں باقی نہیں رہی ۔ اے لڑکے ! یہی غور کر کہ میرا بڑا بھائی جو بادشاہت کے لائق تھا ، میرے باپ کی زندگی میں شہید ہو گیا اور تو نے اس کے لڑکے کو جو شایانِ سلطنت اور تیرا قوتِ بازو تھا ان لوگوں کے کہنے سے ختم کرا دیا جو تیرے دولت خواہ نہیں ہیں ۔ اب یہی ہونا ہے کہ تجھے بھی ختم کرا دیں اور دہلی کی سلطنت کسی اور قوم اور خاندان کے قبضے میں پہنچ جائے اور وہ ہمارا نام و نشان بھی روئے زمین پر نہ چھوڑیں ۔ اے لڑکے ! اگر تجھے اپنے اوپر رحم نہیں کرنا ہے تو اپنی اولاد اور متعلقین پر رحم کر ، اپنے کو دھوکا نہ دے اور اپنی حالت پر افسوس کر اور یہ چند نصیحتیں جو میں تجھے کر رہا ہوں ان پر کاربند ہو[1] :

پہلی نصیحت یہ ہے کہ اپنی جان پر رحم کر اور اپنے نفس کا علاج کر کہ تیرے چہرے کا رنگ گلاب اور لعل سرخ سے زیادہ سرخ

۱- برنی ، ص ۱۴۲ - ۱۴۴ ۔

اور شگفتہ تھا اور اب بلدی سے زیادہ پہلا پڑ گیا ہے ۔ اب عیاشی کی کثرت سے باز رہ کہ تو بہت ضعیف و ناتوان ہو گیا ہے ۔ (عیاشی کو) چھوڑ دے اور اس کے پاس مت پھٹک کہ جب انسان کمزور ہو جاتا ہے تو لذت سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا ۔

نظم

نشاید بادشاہ را مست بودن
نہ در عیش و ہوس پیوست بودن
بود شہ پاسبان خلق پیوست
خطا باشد کہ باشد پاسباں مست
شباں چوں شد خراب از بادۂ ناب
رمہ در معدہ گرگاں کند خواب
در آئینی کہ رسم ملک داریست
ثبات کارہا ، در ہوشیاریست

دوسری نصیحت یہ ہے کہ ملوک و امراء کے قتل سے باز آنا کہ جو [۱۱۱] اعتماد تیرے اعوان و انصار تجھ پر رکھتے ہیں زائل نہ ہو جائے ۔ یہ دونوں یعنی ملک نظام الدین اور ملک قوام الدین کہ پختہ کار اور تجربہ کار ہیں اور دوسرے بھی ان ہی کے مثل اپنے سرداروں میں سے (دو اور) منتخب کر اور اپنے کو ان کا شریک تصور کر اور ان چاروں کو سلطنت کے چار رکن سمجھ اور جو مہم تجھے پیش آئے ان (چاروں) کے اتفاق اور مشورے سے اس کے انجام کو پہنچا ، ایک کو دیوانِ وزارت دوسرے کو دیوانِ رسالت ، تیسرے کو دیوانِ عرض اور چوتھے کو دیوانِ انشاء مقرر کر اور ان چاروں کو اپنے نزدیک برابر سمجھ ، اگرچہ ان کے مراتب میں ان کے کاموں کے لحاظ سے فرق ہونا چاہیے اور ان میں سے کسی کو اتنا غلبہ نہ دے کہ وہ بغاوت و سرکشی پر آمادہ ہو سکیں ۔

تیسری نصیحت یہ ہے کہ رموز مملکت میں سے جس راز کے ظاہر کرنے کی نوبت آئے ان چاروں کے سامنے اس راز کو بیان کر کسی ایک کے سامنے اس راز کو بیان نہ کر کہ باقی دوسروں کو رنج ہو ۔

چوتھی نصیحت یہ ہے کہ صوم و صلواۃ کی پابندی کر کہ ان کے ترک کرنے سے دین و دنیا دونوں میں ذلت ہے ۔ میں نے سنا ہے کہ علمائے وقت میں سے کسی بہانہ باز نے تیری خوشامد میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دے دی ہے اور کہہ دیا ہے کہ اگر غلام آزاد کر دو یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو تو روزہ نہ رکھنے کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے ۔ اس قسم کے علماء کے قول و فعل سے پرہیز کر ، دین کا مسئلہ ایسے علماء سے دریافت نہیں کرنا چاہیے جو طامع و حریص اور دنیا کے بندے ہیں بلکہ اس قسم کا استفسار ایسے علماء سے کرنا چاہیے جن کی نظر میں دنیا ہیچ ہے اور دنیا کا زر و مال ان کی نظر میں کچھ حقیقت نہیں رکھتا[1] ۔

اس نے یہ نصیحتیں کیں اور زور زور سے رونے لگا ۔ سلطان معزالدین سے بغل گیر ہوا ۔ بغل گیر ہوتے وقت اس نے آہستہ سے کہا کہ نظام الدین کو بہت جلد اپنے سے علیحدہ کر دے ۔ اگر اس کو موقع مل گیا ، تو وہ تجھ کو ایک دن بھی نہیں چھوڑے گا ۔ یہ کہا اور روتا ہوا اپنی جائے قیام پر چلا گیا ۔ اس نے اس دن کھانا نہیں کھایا اور اپنے رازداروں سے کہا کہ آج میں نے اپنے لڑکے کو ملک دہلی [۱۱۲] کے لیے آخری مرتبہ رخصت کیا[2] ۔

اس کے بعد سلطان معزالدین اودھ سے دہلی روانہ ہوا ۔ چند روز تک اس نے اپنے باپ کی نصیحتوں اور وصیتوں کا خیال رکھا اور عیش و عشرت سے پرہیز کیا باوجودیکہ شاہد و شراب کا شوق اس کی طینت میں داخل ہو چکا تھا ۔ ہمدم و مصاحبین اشاروں کنایوں سے اس کی ترغیب دیتے

۱- ایرنی ، ص ۱۴۴ - ۱۵۵ ۔
۲- ایرنی ، ص ۱۵۶ ۔

تھے ، مگر باپ کی نصیحتوں کی وجہ سے کہ جو سب کے سامنے ہوئی تھیں اسے شرم آتی تھی اور وہ ان کو منع کر دیتا تھا ۔ چونکہ اس کے عیش و طرب کے جشنوں کی شہرت چاروں طرف ہو چکی تھی ، اس لیے ہر طرف سے حسین طوائفیں اور شیریں گفتار گویے اس کے دربار کا رخ کرتے اور روزانہ آراستہ ہو ہو کر اس کی صحبت میں شرکت کے ارادے سے اس کے اردگرد چکر کاٹتے اور اس کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کرتے ۔ چونکہ سلطان ایسی طوائفوں اور گویوں کا دل و جان سے فریفتہ تھا اگرچہ وہ چاہتا تھا کہ باپ کی نصیحتوں پر عمل کرے ، لیکن آہستہ آہستہ عنانِ دل ہاتھ سے چھوٹنے لگی اور لحظہ بہ لحظہ آتشِ شوق پھر بھڑک اٹھی ۔ وہ بے اختیار ہو کر نازنینوں کے چہرے پر نظر کرتا اور گوشہ چشم سے ان کی طرف دیکھتا ۔ اتفاق سے ایک پری زاد نے[1] کہ جو اس وقت کے نازنینوں کا سردار اور زمانے کے بے نظیروں میں انتخاب تھا ، نے شاندار ٹوپی سر پر رکھی ، ایک زرنگار قبا پہنی مرصع کمر بندی کے ساتھ ایک عربی النسل گھوڑے پر سوار ہوا (بادشاہ کے) سفر کے وقت سینکڑوں ناز و کرشمہ دکھاتا ہوا بادشاہی چتر کے سامنے آیا اور اس نے ایسے عجیب ہنر اور دلچسپ کرتب دکھائے کہ جس کو جادوگری کہہ سکتے ہیں اور اس نے نہایت خوش آوازی سے یہ شعر پڑھا :

بیت

گر قدم بر چشم ما خواہی نہاد
دیدہ بر رہ می نہم تا می روی

اس کے بعد اس نے عرض کیا کہ اس غزل کا مطلع موقع کے مناسب ہے ، لیکن حضور کی سوئے ادبی کی وجہ سے نہیں گا سکتا ہوں ۔ سلطان نے کہا کہ مت ڈر اور پڑھ اس نے پڑھا [۱۱۳] :

بیت

سرو سیمینا بصحرا می روی
لیک بد عہدی کہ بے ما می روی

۱- ”لولی بچہ“ برنی (ص ۱۵۸) ، ”گدا غازی بچہ“ ۔

سلطان اس ماہ پیکر کے حسن عالم افروز کے نظارے اور اس رشکِ قمر کے دل فریب حرکات کے مشاہدے سے ایسا حیران ہوا کہ باپ کی نصیحتیں یکبارگی بھول گیا اور راستے میں بے اختیار ٹھہر گیا اور اس توبہ شکن سے گفتگو کرنے لگا اور وہ نہایت بے قراری سے گھوڑے سے اُتر پڑا اور شراب طلب کی اور اسی جگہ منزل کر دی۔ جشن شروع ہو گیا وہ رقص و سرود میں مشغول ہو گیا اور اس کی زبان پر یہ شعر تھا:

شب ز مے توبہ کنم از بیم ناز شاہداں
بامداداں، روئے ساقی، باز درکار آورد

جب اس شوخ بدیہہ گو نے سلطان کی زبان سے یہ شعر سنا تو فوراً دوسرا شعر پڑھا:

بیت

غمزۂ عابد فریبم زاہد صد سالہ را
موئے پیشانی گرفتہ پیش خمار آورد

سلطان اس کی ذکاوت اور حاضر جوابی سے حیران اور متوالا ہو گیا (سلطان نے) اس کو ساقی بنایا اور اس نے خدمات تواضع بجا لا کر یہ شعر پڑھا:

بیت

ما گرچہ خوب تر زماہیم
ہم بندۂ بندگانِ شاہیم

شراب کا پیالہ بھرا اور سلطان کے ہاتھ میں دے دیا سلطان نے اس کے ہاتھ سے پیالہ لے لیا اور عاشقی کے انداز میں یہ اشعار پڑھے:

قدح چوں دور می آید بنزدیکان مجلس دہ
مرا بگزار تا حیراں بمانم چشم در ساقی
اگر ساقی تو خواہی بود ما را
کہ می گوید کہ مے خوردن حرام است

یہ کہا اور پی لیا اور امراء و ملوک بھی لہو و لعب میں [۱۱۴] مشغول

ہو گئے [1]۔

دوسرے روز سلطان نے وہاں سے کوچ کیا ۔ ہر منزل پر قیام اور جشن ہونے لگے اور عیش و طرب کی داد دی جاتی ، یہاں تک کہ (سلطان) دہلی پہنچ گیا اور اس نے کیلوکھری کے محل میں قیام کیا ۔ اہل شہر نے بادشاہ کے آنے کی خوشیاں منائیں ، جشن کیے گئے ، آرایش کی گئی ۔ سلطان معزالدین کے زمانے میں عیش و طرب اور جشن اتنے عام ہو گئے تھے کہ ہر کوچے اور گلی میں علانیہ شراب پی جاتی تھی اور مجلسیں گرم کی جاتی تھیں ، مخلوق کے دل سے رنج و غم ختم ہو چکا تھا اور غفلت نے ان پر قبضہ کر لیا تھا ۔

اسی طرح چند مہینے گزر گئے ۔ سلطان معزالدین بیمار ہو گیا ۔ مجامعت اور شراب نوشی کی کثرت نے اسے ضعیف و کمزور کر دیا تھا ۔ اس اثنا میں اس نے چاہا کہ باپ کی وصیت کے مطابق نظام الدین کو علیحدہ کر دے ۔ اس معاملے میں وہ معقول رائے قائم نہ کر سکا اور اس نے فوراً کہہ دیا کہ تجھ کو ملتان چلا جانا چاہیے اور وہاں کے مہمات کا انتظام کر ۔ ملک نظام الدین سمجھ گیا کہ سلطان نے اس کو ہٹانے کا ارادہ کر لیا ہے ۔ اس نے جانے میں ٹال مٹول کیا اور عذر کیے ۔ سلطان کے مقربین سلطان کے ارادے سے واقف ہوئے ۔ چونکہ وہ ہمیشہ نظام الدین کی ہلاکت کے خواہشمند رہتے تھے ، لہذا سلطان کے حکم اور اجازت سے اس کو زہر دے کر ہلاک کر دیا [2] ۔

بیت

چو بر خون خلقش نیامد دریغ
زمانہ بخونش بیالود تیغ

ملک جلال الدین فیروز کو جو سامانہ کا نائب اور سلطان کے دربار کا سر جاندار تھا ، کو سامانہ سے بلا کر عارض ممالک بنا دیا اور برن کا

۱- برنی ، ص ۱۵۹ - ۱۶۰ ۔
۲- برنی ، ص ۱۷۰ ۔

علاقہ سپرد کر دیا اور شایستہ خاں[1] کا خطاب دیا ۔ ملک ایتمر کجن[2] کو باربک اور ایتمر سرخہ کو وکیل بنایا اور تمام عہدے از سرِ نو امراء میں تقسیم کیے ۔ اسی اثناء میں سلطان کا مرض ترقی کر گیا ۔ لقوہ اور فالج نے آ دبایا اور وہ صاحب فراش ہو گیا ، کاموں سے مجبور ہو گیا ، صاحب شوکت امراء کو سلطنت کی آرزو پیدا ہوئی ۔ ہر ایک سر میں سودا اور ہر دل میں تمنائے (سلطنت) [۱۱۵] پیدا ہوئی ۔

بعض بلبنی امراء نے نمک حلالی کے خیال سے سلطان معزالدین کے لڑکے کو اگرچہ کم سن تھا ، محل سے لا کر اور سلطان شمس الدین کا خطاب دے کر تخت پر بٹھا دیا ۔ ناصری چبوترے پر سرا پردہ اور بارگاہ بنا کر سلطان شمس الدین کو وہاں رکھا اور امراء و ملوک اس سراپردہ کے قریب جمع ہو گئے ۔ سلطان معزالدین اگرچہ لاعلاج ہو چکا تھا ، لیکن کیلوکھری کے محل میں رکھ کر اس کا علاج جاری رکھا ۔ ملک جلال الدین خلجی جو عارض ممالک تھا خلجیوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ جو (تعداد میں) بہت زیادہ تھی ، بہا پور[3] میں قیام پذیر ہوا ۔ وہ اپنے لشکر کی حاضری خود لیتا تھا ۔ ملک ایتمر کجن باربک اور ملک ایتمر سرخہ وکیل در اور تمام بلبنی امراء اس پر متفق ہو گئے کہ بعض ان امراء کو جو غیر ترک ہیں ختم کر دینا چاہیے ، ان کی ایک فہرست مرتب ہوئی اور سرِ فہرست ملک جلال الدین خلجی کا نام تھا ۔ جب ملک جلال الدین کو اس بات کی خبر ہوئی ، تو اس نے اپنے آدمیوں کو جمع کیا ، خلجی امراء اور ملوک کو اکٹھا کیا ، اور بعض دوسرے امراء کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ، اسی موقع پر ملک ایتمر کجن سوار ہوا کہ ملک جلال الدین کو دھوکے سے بلا لائے اور اس کا کام تمام کر دے ۔ چونکہ ملک جلال الدین فیروز اس اندیشے سے خبردار تھا ، لہذا جیسے

۱- سیاست خان (برنی ، ص ۱۷۰) ۔ شایستہ خاں (مبارک شاہی ص ۵۶)

به فیروز شد شاستی خان خطاب
شده نائب آن شه کامیاب

(عصامی ، ص ۱۹۹)

۲- ملک ایتمر کچھن (برنی ، ص ۱۷۰) ۔

۳- بہار پور (برنی ، ص ۱۷۱) ۔

ہی ملک ایتمر اس کے مکان کے دروازے پر پہنچا تو لوگوں نے اس کو گھوڑے سے اتار لیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ۔

مزن در وادی مکروحیل گام
کہ در دام بلا رفتی سرانجام
مگر نشنیدی از سیاح این راہ
کہ ہر کو چاہ کند افتاد در چاہ

ملک جلال الدین کے لڑکے جو شجاعت و مردانگی سے متصف تھے ، پانچ سو سوار لے کر شاہی سرا پردہ کے اندر آ گئے اور سلطان شمس الدین کو تخت سے اتار کر ملک الامراء کے لڑکوں کے ہمراہ (سلطان شمس الدین کو) بہا پور میں باپ کے پاس لے گئے اور ملک ایتمر سرخہ کو جو ان کا تعاقب کر رہا تھا ، راستے میں مار ڈالا ۔ چونکہ شہر کے خواص و [۱۱۶] عوام کو خلجیوں کی سرداری ناپسند تھی ، اس لیے وہ ہجوم کر کے سلطان شمس الدین کی مدد کے لیے شہر سے باہر آئے ۔ بدایوں دروازہ کے سامنے اجتماع ہوا اور یہ طے پایا کہ ملک جلال الدین فیروز کو گھیر لیں ملک الامراء[1] نے اپنے لڑکوں کی وجہ سے جو ملک جلال الدین کے قبضے میں تھے ، لوگوں کو واپس کر دیا ، اور ان کی جمعیت کو منتشر کر دیا ۔ اکثر امراء و ملوک ملک جلال الدین کے ساتھ ہو گئے اور ہر ملک (سردار) نے جس کے باپ کو سلطان معزالدین نے قتل کرا دیا تھا ، کیلوکھری کے محل میں جا کر جبکہ سلطان (معزالدین) میں آخری سانس سے زیادہ کچھ نہ تھا ، چند لاتیں مار کر دریائے جمنا میں ڈال دیا[2]۔ اس کی سلطنت کی مدت تین سال اور چند ماہ ہوئی[3] ۔

● ● ●

۱- ملک الامراء فخر الدین ۔ (ق)

۲- بدایونی (ص ۶۳) لکھتا ہے کہ یہ واقعہ نصف محرم ۶۸۹ھ میں ہوا مبارک شاہی (ص ۵۹) میں ہے کہ یہ واقعہ ۱۹ محرم ۶۸۹ھ کو ہوا ۔ (ق)

۳- سلطان معزالدین کیقباد کے جانشین و فرزند سلطان شمس الدین کیومرث کی حکومت ۱۸ محرم ۶۸۹ھ (۳۱ جنوری ۱۲۹۰ء) سے ربیع الاول ۶۸۹ھ (مئی ۱۲۹۰ء) تک ہوئی (حبیب اللہ ، ص ۲۰۱) ۔

خلجی خاندان

ذکر سلطنت سلطان جلال الدین خلجی

معتبر تاریخوں میں سے ایک (تاریخ) میں میں نے دیکھا ہے کہ خلج کا گروہ[1] قالج خاں کی نسل سے ہے کہ جو چنگیز خاں کا داماد تھا۔ اس کا قصہ اس طرح ہے کہ اس کو اپنی بیوی یعنی چنگیز خاں کی بیٹی سے کچھ ناگواری پیدا ہو گئی، مگر وہ چنگیز خاں سے خوف سے مجبور تھا کہ اس کی دلجوئی اور مدارات کرتا رہے۔ وہ ہمیشہ اس سے اپنی رہائی اور چھٹکارا چاہتا تھا، لیکن یہ کسی طرح ممکن نہ ہوا۔ یہاں تک کہ چنگیز خاں نے دریائے سندھ کے سلطان جلال الدین کو مغلوب کیا اور ایران و توران کی مہمات سے فراغت حاصل کر کے وہ اپنے صدر مقام کو چلا گیا اور اسی زمانے میں وفات پائی۔ قالج خاں نے کوہستان غور و غرجستان کے استحکام کے خیال سے مع اپنے قبیلے اور خاندان کے جو تقریباً تین ہزار خاندان تھے، اس مذکورہ کوہستان میں سکونت اختیار کی۔ جب چنگیز خاں فوت ہو گیا، تو اس کے لڑکوں میں سے کسی نے اس کی

۱۔ برنی کے بیان سے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ خلجی ترک نہیں ہیں، مگر ''ہسٹری آف دی خلجیز'' (کشوری سرن لال) (کلکتہ ۱۹۶۷ء) میں اس پر مدلل بحث کی گئی ہے کہ کہ خلجی بھی ترک ہی ہیں۔ چونکہ دہلی کے تخت پر البری ترک قابض تھے، لہذا ان سے انھیں علیحدہ سمجھا گیا۔ (ص ۹ - ۱۳) آئندہ اس کا حوالہ ''لال'' سے دیا جائے گا۔

یہ لوگ افغانستان کے ایک علاقہ خلج میں آباد تھے اس مسئلہ پر پروفیسر شیخ عبدالرشید نے اپنے ایک مضمون مطبوعہ
Proceeding of the Indian History Congress 1938-PP 297-303.
میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ (ق)

پروا نہ کی اور وہ وہیں رہنے لگا ۔ وہاں اس کی نسل خوب بڑھی ۔ جب سلاطین غور اور ان کے تابعین نے ہندوستان کے علاقے فتح کیے ، تو خلجی آہستہ آہستہ قریب ہونے کی وجہ سے ہندوستان میں داخل ہو گئے [۱۰۷] اور ملازمت اختیار کر کے صاحب اختیار بن گئے ۔

سلطان جلال الدین کے باپ[1] اور سلطان محمود خلجی مندوی کے باپ جو عظیم الشان بادشاہ اور نامور سلاطین تھے ، قالج خاں کی اولاد سے ہیں ۔ قالج تحریف سے خالج ہو گیا اور کثرت استعمال سے خلج رہ گیا اور سلجوق نامہ کے مصنف کے بقول ترک بن یافث کے گیارہ لڑکے تھے ان میں سے ایک کا نام خلج تھا اس کی اولاد کو خلج کہتے ہیں ۔

القصہ سلطان جلال الدین بہار پور سے کثیر جماعت کے ساتھ سوار ہو کر کیلوکھری کے محل میں پہنچا اور چند روز سلطان شمس الدین کی نیابت میں قیام کیا ۔ ۶۸۸ھ کے شروع میں وہ تخت نشین ہوا[2] اور سلطان

۱- سلطان جلال الدین کے باپ کا نام معلوم نہیں ہو سکا ۔ مگر اس کا خطاب یغرش خاں اکثر مورخین نے لکھا ہے (لال ، ص ۱۵) مبارک شاہی ، ص ۶۱ ۔

۲- جلال الدین خلجی کی تخت نشینی کی تاریخ ۳ جمادی الاخریٰ ۶۸۹ھ (۱۳ جون ۱۲۹۰ء) ہے امیر خسرو نے مثنوی مفتاح الفتوح میں لکھا ہے :

جماد دوہمیں را سویمیں روز
سوم ساعت ز روز عالم افروز
بگاہ چاشت با فیروزی فال
ز ہجرت شش صد و ہشتاد و نہ سال

مبارک شاہی (ص ۶۱) میں ربیع الآخر (۶۸۹ھ) لکھا ہے ، برنی (ص ۱۷۵) اور فرشتہ (۸۹/۱) میں ۶۸۸ھ دیا ہے ۔ دیکھیے لال ، ص ۱۵ ۔ (ق)

غیاث الدین کے بھتیجے ملک چھجو کشلی خاں[1] کو کڑہ کی ولایت دے کر بھیج دیا[2] ۔ مخالف و موافق امراء نے سلطان جلال الدین کی طوعاً و کرہاً بیعت کر لی ۔ چونکہ شہر کے لوگ سلطان جلال الدین کی بادشاہی کی طرف راغب نہ تھے ، اس وجہ سے سلطان جلال الدین شہر میں نہیں گیا اور وہ اس تخت پر کہ (جس پر) بادشاہ ہمیشہ جلوس کیا کرتے تھے، نہیں بیٹھا ۔ کیلوکھری میں سکونت اختیار کی اور قصر معزی کی تکمیل کا حکم دیا ۔ اس محل کے سامنے ایک نیا باغ دریائے جمنا کے کنارے لگوایا ۔ امراء و ملوک نے بھی وہیں مکانات بنوا لیے ۔ اس نے پتھر کا قلعہ بنوایا ۔ تھوڑے ہی دنوں میں قلعہ ، مکانات ، مسجدیں اور بازار تیار ہو گئے ۔ اور وہ (شہر) ''شہر نو'' کے نام سے موسوم ہوا ۔

جب سلطان جلال الدین کا کام پکا ہو گیا اور اس کی خدا ترسی ، بردباری ، حیا ، انصاف اور احسان نے شہرت پائی ، تو شہر کے چھوٹے بڑے سب لوگ آئے اور اس کی بیعت کی ، علماء و مشائخ اور سرگروہ نے انعامات پائے ۔ صوبوں کی حکومت اور سلطنت کے کام امراء میں تقسیم کر دیے گئے ۔ سلطان جلال الدین کے بڑے لڑکے کا نام خانخاناں ، منجھلے کا ارکلی خاں [۱۰۸] اور چھوٹے کا قدر خاں خطاب ہوا اور ہر ایک کو کوئی پرگنہ اور ولایت[3] مل گئی اور سلطان کے بھائی کو یغیرس خاں[4] کا خطاب دیا گیا اور وہ عارض ممالک ہوا ۔ علاء الدین اور الغ خاں جو

۱- برنی (ص ۱۸۱) ''ملک چھجو'' (فرشتہ ۱/۸۹) ''ملک چھجو ابن کشلی خاں ایبک'' ، مبارک شاہی (ص ۶۲) در متن ''جھجو'' در حاشیہ ''چھجو'' بدایونی (اردو ، ص ۸۳) ملک چھجو ۔ قاری محمد بشیرالدین پنڈت بدایونی ''ہندی قرون وسطی'' (جلد دوم ، ص ۲۲۵) میں لکھتے ہیں کہ اس کے پانچ نام کتلو خاں ، کشلی خاں ، کشلو خاں ، علاء الدین محمد اور ملک چھجو ہماری نظر سے گزرے ہیں ، (آئندہ اس کا حوالہ بشیر الدین پنڈت سے دیا جائے گا ۔ (ق)

۲- تاریخ مبارک شاہی (ص ۶۲) ، شعبان (۶۸۹ھ) ۔ (ق)

۳- خانخاناں کو دہلی کے قریب کے اضلاع ملے (لال ، ص ۱۶) ۔ (ق)

۴- یغرش خاں (لال ، ص ۱۶) ۔

دونوں سلطان کے بھتیجے اور داماد تھے ، ان میں سے ایک امیر[1] بزرگ اور دوسرا آخربک[2] ہوا - جب سلطان کا بھانجا ملک احمد حب[3] نائب باربک اور ملک خرم وکیل در ہوا تو وزارت ممالک، خواجہ خطیر کو اور کوتوالی ملک الامراء کو ملی - خاص و عام سب مطمئن ہوگئے -

سلطان نہایت شان و شوکت کے ساتھ سوار ہوا اور لشکر کو لے کر شہر میں گیا ، دولت خانہ (شاہی محل) پہنچا ، دو رکعت نماز ادا کی اور شاہی تخت پر جلوس فرما کر کہا کہ میں نے برسوں اس تخت کے سامنے سجدہ کیا ہے - آج اس پر بیٹھا ہوں - اس کے شکریے سے کیسے عہدہ برآ ہو سکتا ہوں - وہ وہاں سے سوار ہو کر کوشک لعل کی طرف گیا ، اور قدیم رسم کے مطابق درگاہ پر گھوڑے سے اترا ملک احمد چپ باربک نے جو عمدہ ملک تھا ، عرض کیا کہ چونکہ کوشک تو بادشاہ کا ہے ، لہذا درگاہ پر اترنا مناسب نہ تھا - سلطان نے کہا کہ ہر حالت میں اپنے ولی نعمت کی عزت کرنی واجب ہے - ملک احمد حب نے کہا کہ سلطان کو اس مکان میں کہ دارالامارت ہے ، سکونت اختیار کرنی چاہیے - سلطان نے جواب دیا کہ اس محل کو سلطان بلبن نے اپنی خانی کے زمانے میں تعمیر کرایا تھا اب وہ اس کی اولاد کی ملکیت ہے - اس میں میرا کوئی حق نہیں ہے - احمد حب نے کہا ملکی معاملات میں اتنی احتیاط ضروری نہیں ہوتی - سلطان نے فرمایا کہ چند روزہ ملک کی مصلحت کے لیے اسلام کے قواعد کے خلاف کیوں کروں اور حقیقت سے روگردانی کیوں کروں -

بیت

کجا عقل یا شرع فتویٰ دہد
کہ اہل خرد دیں بدنیا دہد

وہ کوشک لعل میں پیدل داخل ہوا اور ان مقامات پر جہاں سلطان غیاث الدین [۱۱۹] بیٹھا کرتا تھا - احترام کی وجہ سے نہ بیٹھا ، بلکہ

۱- امیر تزک (لال ، ص ۱۶) -
۲- آخور بیگ (لال ، ص ۱۶) -
۳- برنی اور لال وغیرہ میں ملک احمد چپ لکھا ہے - (ق)

جو جگہ امراء کے لیے مخصوص تھی وہاں جلوس فرمایا[۱] اور امراء و ملوک سے کہا کہ ایتمر کجن[۲] اور ایتمر سرخہ کا برا ہو کہ اگر وہ مجھ سے بغاوت اور مکاری نہ کرتے ، تو میں اس بلا (بار سلطنت) میں نہ پڑتا اور یہ باقی عمر سرداری اور خانی میں بسر کر دیتا ۔ اب مجھے حیرت اس بات کی ہے کہ دیکھیے انجام کیا ہوتا ہے ، کیونکہ سلطان بلبن کے رعب و عظمت کے ایک طویل زمانہ اور اعوان و انصار کے غلبے کے باوجود سلطنت اس کے وارثوں کو نہیں ملی تو یہ ہمارے پاس کس طرح باقی رہے گی اور ہمارے بعد ہماری اولاد اور متعلقین پر دیکھیے کیا گزرتی ہے ۔ بعض حاضر امراء جو عقل مند اور تجربہ کار تھے اس کی اس گفتگو سے متاثر ہوئے ۔ ان پر رقت طاری ہو گئی اور بعض امراء نے جو جوان العمر اور بے باک تھے سلطان کی خدمت کی اور کہنے لگے کہ یہ شخص بادشاہ نہیں رہ سکتا ۔ اس کو ملک کے زوال کا اندیشہ ہے ۔ قہر و سیاست کہ جو جہانداری کا لازمہ ہے اس سے کس طرح وقوع میں آئے گی ۔ سلطان جلال الدین اسی روز پچھلے پہر شہر سے واپس چلا گیا اور کیلوکھری آ کر اس نے کیلوکھری کو تخت گاہ بنایا ۔

سن جلوس کے دوسرے سال[۳] ملک چھجو جو سلطان بلبن کا بھتیجا تھا اور کڑہ کا جاگیردار تھا ، باغی ہو گیا ۔ اس نے اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا ادر سلطان مغیث الدین کا خطاب اختیار کیا[۴] ۔ امیر علی سر جاندار جو اودھ کا حاکم تھا اور اس کو حاتم خاں کہتے تھے اور بلبن کے تمام امراء جو اس طرف جاگیردار تھے ، ملک چھجو سے متفق ہو گئے ۔ ملک چھجو اس امید میں کہ شہر کے لوگ خلجیوں کے اقتدار

۱- برنی ، ص ۱۷۷ - ۱۸۰ ۔

۲- ایتمر کچھن (برنی ، ص ۱۷۲) ایتمر کجھن (مبارک شاہی ، ص ۵۵ ۔

۳- شعبان ۶۸۹ھ (اگست ستمبر ۱۲۹۰ء) ، مبارک شاہی (ص ۶۲) ، لال (ص ۱۹) ۔

۴- ملک چھجو نے "مابین ارا ی موضع کھمسرہ اور چوکا پور اپنی تخت گاہ قائم کی اور اس مقام کا نام شاہ آباد رکھا" تاریخ کڑا مانکپور ص ۱۹۲ ۔

سے متنفر تھے ، لہذا اس سے متفق ہو جائیں گے ایک کثیر لشکر لے کر دہلی کی طرف روانہ ہوا ۔

سلطان جلال الدین نے اس حادثے کی خبر سنتے ہی اپنے بڑے لڑکے خانخاناں کو اپنی عدم موجودگی میں نائب بنا کر دہلی میں چھوڑا اور خود اپنے قدیم اعوان و انصار کے ساتھ ایک لشکر جرار لے کر ملک چھجو کے دفعیہ کے لیے روانہ ہوا اور اپنے منجھلے لڑکے ارکلی خاں کو جو نہایت شجاع اور بہادر تھا [۱۲۰] لشکر کا ہراول بنا کر روانہ کیا اور بہادر اور تجربہ کار جوان اس کے ساتھ کر دیے ۔ حسب الحکم ارکلی خاں اپنے لشکر کے ہمراہ دریائے کالاسکر[1] سے گزرا ۔ دوسری طرف سے ملک چھجو بلبنی ملوک و امراء بے قیاس لشکر اور اس علاقے کے زمینداروں اور مشہور راجاؤں کے ہمراہ مقابلے پر آیا ۔ بڑی زبردست جنگ ہوئی اور اس نے شکست پائی ۔ اس کے لشکر کے اکثر سردار گرفتار ہوئے ۔ ملک چھجو نے کسی محفوظ گڑھی میں پناہ لی ۔ وہ وہاں کے مقدم کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا (مقدم) اسے پکڑ کر سلطان کی خدمت میں لایا[2] ۔ ارکلی خاں نے قیدیوں کو اونٹوں پر سوار کر کے اور ان کو لوہے کے طوق و زنجیر پہنا کر سلطان کی خدمت میں لایا ۔ جب قیدی اس حالت میں سلطان کے سامنے پہنچے اور سلطان کی نظر ان پر پڑی تو اس نے فرمایا کہ ان کو اونٹوں سے اتارا جائے اور ان کی گردن سے دو شاخے الگ کر دیے جائیں ، ان میں سے چند آدمیوں کو جو سلطان بلبن کے نزدیک معزز و مقتدر تھے ، ان کے متعلق فرمایا کہ ان کو حمام لے جائیں ، ان کے سر اور منہ کو دھلوایا اور خاص سلطانی خلعت پہنائی ۔ ان کے عطر ملا اور خود دربار خاص میں مجلس شراب آراستہ کی ۔ ان کو وہاں طلب کیا اور شراب پیش کی گئی ۔

۱- برنی (ص ۱۸۲) میں ''دریائے کلانب لگر'' ہے ۔ بدایونی اور مبارک شاہی (ص ۶۳) میں آب رہب ہے ۔ لال (ص ۱۹ - ۲۰) نے بتایا ہے کہ یہ کالی ندی ہے جو قنوج کے قریب دریائے گنگا سے ملتی ہے رہب سے مراد رام گنگا ہوتی ہے ۔ (ق)

۲- تفصیل کے لیے دیکھیے لال ، ص ۲۰ - ۲۱ ۔

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الی من اسا

وہ خجالت کی وجہ سے سر نہیں اٹھاتے تھے اور شرمندگی کی وجہ سے ایک لفظ بھی ان کے منہ سے نہیں نکلتا تھا ۔ سلطان ان کی تسکین کے لیے کہتا تھا کہ تم نے اپنے ولی نعمت کی جانب سے تلوار چلائی ہے ۔ نمک حلالی اور وفاداری کا حق ادا کیا ہے ۔ یہ عیب نہیں ہے اور ملک جھجو کو ایک محمل میں سوار کرا کے ملتان روانہ کر دیا اور حکم دیا کہ اس کو عزت کے ساتھ نگرانی میں رکھا جائے اور عیش و آرام کے تمام سامان جن کی اس کو خواہش ہو ، اس کے لیے مہیا رہیں ۔ ملک احمد حپ اور تمام خلجی سرداروں کو بادشاہ کی یہ رعایتیں جو اس نے قیدیوں کے ساتھ کی تھیں ، ناگوار ہوئیں اور انھوں نے عرض کیا کہ سلطان نے یہ نوازشیں ان لوگوں کے ساتھ کی ہیں جو واجب القتل ہیں اور (یہ بات) طریقہ جہالداری اور اصول جہاں بانی کے خلاف ہے ، اس لیے کہ اگر اہلِ فتنہ کے سلسلے میں سیاست (قتل) کا اظہار نہ کیا [۱۲۱] اور ان کا خون نہ بہایا جائے ، تو ہر شخص کے دماغ میں ملک کی خواہش اور سلطنت کی ہوس پیدا ہو جائے اور پھر کس قدر فساد برپا ہو جائیں ۔ اس گروہ نے معاملے میں سلطان بلبن نے جس سیاست سے کام لیا اور ایسے (خود سر) لوگوں کا خون بہایا ہے ، وہ حضور نے خود بھی ملاحظہ فرمایا ہے کہ ان کے دلوں سے وہ سختیاں ابھی تک فراموش نہیں ہوئی ہیں ۔ بالفرض اگر ہم ان کے ہاتھ پڑ جاتے تو خلجیوں کا نام و نشان روئے زمین پر باقی نہ رہتا ، اس وقت ان کے معاملے میں سیاست سے کام لینا خلافِ مصلحت ہے ۔

نظم

رخنہ گری ملک سر افگندہ بہ
لشکر بد عہد پراگندہ بہ
سر نکشد شاخ نو از سرو بن
تانزنی گردن شاخ کہن

سلطان نے جواب دیا کہ جو کچھ تم لوگ کہتے ہو جہانداری کی

تدابیر کے بالکل مناسب اور موافق ہے ، لیکن کیا کروں میں ستر سال کا مسلمان ہوں اور میں نے کسی ایک مسلمان کا بھی خون نہیں بہایا ، اب میں بوڑھا ہوں ۔ میرا آخری زمانہ ہے ، میں نہیں چاہتا کہ کسی مسلمان کا خون بہاؤں اور قہاری و جباری کی صفت اپنے لیے ثابت کروں ۔ اگر ان کے ہاتھ پڑ جاتے اور وہ ہمارا خون بہا دیتے تو اس کے جواب کی ذمہ داری قباحت میں ان پر ہوتی ، ہم برسوں بلبن کے نوکر رہے ہیں اور اس کی نعمتوں کے حقوق ہماری گردن پر بہت ہیں ، آج میں اس کے ملک پر قابض ہوں ۔ اور اگر اس کے اعوان و انصار کو بھی قتل کرا دوں ، تو نہایت بے انصافی اور بے مروتی ہے[1] ۔

اس کے بعد جب سلطان نے بدایوں سے واپسی کی ، تو ملک علاءالدین کو جو اس کا داماد ، بھتیجا اور تربیت کردہ تھا ، کڑہ دے کر رخصت کر دیا اور خود مظفر و منصور دہلی واپس چلا آیا[2] ۔ دہلی میں آئینہ بندی ہوئی ، خوشیاں منائی گئیں ۔

سلطان جلال الدین کے اس تحمل اور بے آزاری کی وجہ سے اکثر امراء و ملوک کہا کرتے تھے[3] کہ یہ شخص جہانداری اور بادشاہی کرنا نہیں جانتا ۔ کہتے ہیں کہ اکثر چور اور ڈاکوؤں کو گرفتار کر کے [۲۰۰] اس کے سامنے لاتے تھے اور وہ ان کو قسم دیتا تھا کہ چوری نہ کرنا اور رہا کر دیتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اگرچہ میں جنگ میں لشکر کو درہم برہم کر سکتا ہوں اور میں نے خونریزیاں کی ہیں ، لیکن جس شخص کو قید کر کے میرے سامنے لایا جاتا ہے ، اس کو قتل نہیں کرا سکتا ۔ ایک مرتبہ ایک ہزار ڈاکوؤں کو گرفتار کر کے سلطان کے سامنے پیش کیا گیا ، اس نے ان میں سے ایک کو بھی قتل نہیں

۱- برنی ، ص ۱۸۳ - ۱۸۰ ۔
۲- سلطان جلال الدین کیلوکھری آخر محرم ۶۹۰ھ (۲ فروری ۱۲۹۱ء) کو واپس ہوا (دیکھیے لال ، ص ۲۱) ۔
۳- برنی ، ص ۱۸۸ ۔

کرایا بلکہ سب کو کشتی میں سوار کرا کے لکھنوتی روانہ کر دیا[1]۔ جباروں اور قہاروں کا شعار، مقابلہ، مکابرہ، عذاب دینا، تشدد کرنا اور لوگوں کے مال پر قبضہ کرنا ہے یہ سب اس کی حکومت کے زمانے میں کبھی نہیں ہوا۔

کہتے ہیں کہ اکثر کفرانِ نعمت کرنے والے جن کی طینت میں شرارت داخل تھی، شراب پیتے تھے اور جشن کرتے تھے اور سلطان جلال الدین کو ختم کرنے کے مشورے کرتے تھے۔ جب یہ خبریں سلطان کو پہنچیں تو وہ بالکل نہیں گھبرایا اور اس نے کہا کہ اگر مستی کی حالت میں مستوں سے نازیبا کلمات نکل جائیں، تو ان کا مواخذہ نہیں کرنا چاہیے۔ ایک ملک تاج الدین کوچی نے اپنے گھر میں بڑے بڑے امراء کو جمع کیا اور مجلسِ شراب منعقد کی۔ جب سب مست ہوگئے، تو کہا کہ سلطان جلال الدین بادشاہی کے لیے موزوں نہیں ہے، بلکہ ملک تاج الدین سلطنت کے لیے موزوں ہے، سب نے اس کی بیعت کرلی۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں شکاری نیچہ سے سلطان کا کام تمام کر سکتا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ میں اس تلوار سے اس کے سر کو تن سے جدا کر دوں گا۔ دوسرے مست بھی اسی طرح کی باتیں کرتے رہے۔ جب یہ خبر بادشاہ کو ملی تو اس نے اس جماعت کو طلب کیا اور تعریض کے طور پر اپنی تلوار نیام سے نکال کر ان کی طرف پھینک دی اور کہا کہ تم میں سے جو مرد ہے، اپنی تلوار اٹھا لے اور میرے مقابلے پر آئے تاکہ اسے معلوم ہو کہ مردانگی کیا چیز ہے۔ ملک نصرت صباح نے، جو ظریف اور خوش طبع آدمی تھا اور اس شراب نوشی کی مجلس میں اس کی زبان سے بھی ناشائستہ الفاظ نکلے تھے، نے کہا کہ سلطان جہاں جانتے ہیں کہ مستوں کی زبان سے مستی کی حالت میں جو الفاظ نکلتے ہیں، ان کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے۔ ہم سب [۱۲۳] جو مثل سلطان کی اولاد کے ہیں اور اس نے ہمیں پرورش کیا ہے خوب جانتے ہیں کہ ایسا حلیم و بردبار اور باوقار بادشاہ ہم کو نہیں مل سکتا۔ ہم کیسے اس کے حق میں برا سوچیں گے اور (حضور جانتے ہیں) کہ ہماری طرح خیر خواہ

۱۔ برنی ص ۱۸۹، فرشتہ ۱ / ۹۱۔

اور مخلص امراء اور امراء زادگان نہیں مل سکتے ۔ اسی بنا پر ہم کو یقین ہے کہ ہمارا قتل جائز نہ فرمائیں گے ۔

سلطان اس بات سے متاثر ہوا اور ان سے کچھ نہ کہا اور شراب منگوائی اور اس نے اپنے ہاتھ سے شراب کا پیالہ ملک نصرت صباح کو دیا اور اس کے دوستوں کو جو اس مجلس میں تھے ، حکم دیا کہ اپنی اپنی جاگیروں پر چلے جائیں اور کچھ دن وہیں رہیں[1] .

بیت

تیغ حلم از تیغ آہن تیز تر
بل ز صد لشکر ظفر انگیز

اس کے مقربین سے چاہے جتنے جرائم صادر ہوتے ، لیکن وہ کسی کو قید و بند کی سزا نہ دیتا اور جس کسی کو جاگیر دیتا پھر اس کو معزول نہ کرتا ۔ کہتے ہیں کہ جس وقت سلطان جلال الدین سلطان بلبن کا سر جاندار تھا اور سامانہ کی نیابت پر مقرر تھا ، مولانا سراج الدین ساوی کو جو اس زمانے کے شعراء میں سے تھے ، سامانہ کے مواضعات میں سے ایک گاؤں بطور مدد معاش ملا ہوا تھا ۔ سلطان جلال الدین نے دوسرے وظیفہ داروں کے قانون کے مطابق مولانا سے بھی خراج طلب کیا ، مولانا کو اس بات سے رنج ہوا ، لیکن انھوں نے سلطان کی مدح میں کچھ شعر کہے اور ان میں عاملوں کی شکایت درج کی ۔ سلطان جلال الدین کام کی کثرت کی وجہ سے مولانا کی طرف متوجہ نہ ہوا ۔ مولانا رنجیدہ ہو کر اس مجلس سے اٹھ کر چلے گئے اور انھوں نے چند اشعار سلطان جلال الدین کی ہجو میں لکھے اور اس کا نام "خلج نامہ" رکھ دیا ۔ اس زمانے میں سلطان جلال الدین سامانہ کا نائب تھا ۔ خلج نامہ مذکور سلطان کے پاس پہنچا جس میں مبتذل ہجو درج تھی ۔ مولانا سراج الدین اس خوف سے کہ سلطان ان سے انتقام لے گا ، سامانہ چھوڑ کر دوسرے مقام پر چلے گئے[1] ۔

اس زمانے میں سلطان منداہروں کے ایک گاؤں کو تاخت و تاراج کر رہا تھا کہ ایک منداہر سلطان کے مقابلے میں آ گیا اور اس نے سلطان

۱- برنی ص ۱۹۰ - ۱۹۳ ، فرشتہ ۱ / ۹۱ ، لال ص ۲۲ - ۲۳ -

کے چہرے پر ایک ایسا زخم لگایا کہ اس کا اثر آخر عمر تک باقی رہا۔ جب سلطان جلال الدین بادشاہ ہوا تو [م ۱۲۰] لوگ مولانا سراج الدین اور اس منداہر کی گردنوں میں رسیاں باندھ کر حضور میں لائے۔

جب سلطان کو اطلاع ہوئی تو اس نے فوراً ان کو طلب کیا۔ مولانا سے بغل گیر ہوا اور ان کو خلعت و انعام سے سرفراز کیا اور ان کا وظیفہ مقرر کر دیا اور حکم دیا کہ دوسرے مشاہیر کی طرح وہ بھی سلام کے لیے حاضر ہوا کریں اور اس منداہر پر بھی نوازش کی[1]۔

ایک دن سلطان جلال الدین نے اپنی بیوی ملکۂ جہاں سے کہا کہ جب اکابر و صدور مبارک باد کے لیے حرم کے دروازے پر آئیں تو ان سے کہو کہ وہ مجھ سے التماس کریں کہ وہ مجھ کو خطبے میں ''المجاہد فی سبیل اللہ'' کہنا چاہتے ہیں۔

اسی زمانے میں سلطان کے چھوٹے لڑکے قدر خاں کی شادی سلطان معزالدین کی بیٹی کے ساتھ ہوئی۔ اکابر (سلطنت) مبارک باد کے لیے گئے تو انھوں نے اس پیغام کو پسند کرتے ہوئے جواب میں ملکہ سے کہا کہ چونکہ سلطان نے مغلوں سے اکثر مقابلے کیے ہیں، لہذا (سلطان کو) ''المجاہد فی سبیل اللہ'' کہنا جائز بلکہ واجب ہے۔

جب اکابر و صدور مہینے کی پہلی تاریخ کو سلطان کے حضور میں مبارکباد کے لیے پہنچے اور دست بوسی کا شرف حاصل کیا، تو قاضی فخرالدین باقلہ[2] نے کہ جو علامہ عنصر تھے، تمہید شروع کی اور حاضرین کی جانب سے عرض کیا کہ سلطان کو خطبہ میں ''المجاہد فی سبیل اللہ'' کہا جائے۔ سلطان نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ ملکہ جہاں نے تم کو میرے کہنے کے مطابق اس پر آمادہ کیا ہے، لیکن میں اس وقت تک غور کر رہا ہوں کہ میں نے کسی وقت بھی دلیوی غرض کے بغیر صرف خدا کے لیے دشمنانِ خدا کے جہاد نہیں کیا ہے۔ میں نے جو یہ ارادہ کیا

۱- برنی ص ۱۹۴ - ۱۹۶، فرشتہ ۱ / ۹۱ - ۹۲ -

۲- فخر الدین ناقلہ (برنی ص ۱۹۶) -

تھا اس سے میں پشیمان ہوا اور میں نے اپنے ارادے کو بدل دیا ہے[1] -

جس زمانے میں سلطان جلال الدین عارض ممالک تھا ، اس نے امیر خسرو پر نوازشیں کیں اور مصحف داری کا کام سپرد کر دیا اور سفید جامہ اور کمر بند جو امرائے کبار کے لیے مخصوص تھا ، ان کو عنایت کیا - وہ (سلطان) شراب کی مجلسوں میں اہل مجالس اور مصاحبین سے بے تکلف ملتا جلتا تھا اور مساوات کا برتاؤ کرتا تھا - [۱۲۵] سلطان کی مجلس شراب میں شرکت کرنے والے مندرجہ ذیل حضرات تھے ، ملک تاج الدین کوچی ، ملک فخر الدین کوچی ، ملک عز الدین غوری[2] ، ملک قرابیگ[3] ، ملک نصرت صباح ، ملک احمد حب ، ملک کمال الدین ابو المعالی ، ملک نصیر الدین کہراجی ، ملک سعید الدین منطقی[4] - یہ ملوک (امراء) لطافت مزاج ، حسن اختلاط ، خوش طبعی ، شجاعت اور مردانگی میں اس زمانے میں بے نظیر تھے - تاج الدین عراق ، امیر خسرو ، میر حسن ، موئد جاجرمی ، موئد دیوانہ ، امیر ارسلاں کلاہی ، اختیار باغ ، اور باق خطیب[5] ، سلطان کے ندیم (و مصاحب) تھے - اور ان میں سے ہر ایک شاعری اور علم تاریخ میں ممتاز تھا - ہمیشہ سلطان کی مجلس میں خوش الحان غزل خوان مثلاً امیر خاصہ ، حمید راجا اور دلربا ساقی مثلاً ہیبت خاں کے لڑکے ، نظام خریطہ اور بے مثل گویے مثلاً محمد شہ چنگی[6] ، فتو خاں[7] اور نصرت خاں[8] رہتے تھے اور امیر خسرو روزانہ سلطان کی مجلس میں نئی غزلیں لاتے اور انعام و اکرام سے سرفراز ہوتے تھے -

---

۱- برنی ص ۱۹٦ ، ۱۹۷ -

۲- اعز الدین (برنی ص ۱۹۸) -

۳- ملک قیر (برنی ص ۱۹۸) -

۴- ملک سعد الدین منطقی (برنی ص ۱۹۸) -

۵- تاج خطیب (برنی ص ۱۹۹) -

٦- محمد سنہ چنگی (برنی ص ۱۹۹) -

۷- فتوحا (برنی ص ۱۹۹) -

۸- نصرت خاتون (برنی ص ۱۹۹) -

اس زمانے کے عجیب واقعات میں سے سیدی مولہ[۱] کا قضیہ ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ سیدی مولہ ایک درویش دہلی میں آ کر مقیم ہو گئے[۲] اور اُنھوں نے لوگوں کو کھانا اور لنگر خانہ جاری کر دیا۔ وہ کسی سے کوئی چیز نہیں لیتے تھے اور نہ ان کا کوئی وظیفہ یا تنخواہ مقرر تھی۔ ان کے اخراجات کی کثرت اور مصرف خبر سے تمام دلیا حیرت میں تھی۔ اکثر لوگ کہا کرتے تھے کہ وہ علم کیمیا و سیمیا جانتے ہیں۔ انھوں نے ایک بڑی خانقاہ تعمیر کرائی[۳] اور اس عمارت میں معقول رقم صرف کی۔ دلیا کے اکثر مسافر وہاں آ کر مقیم ہوتے اور روزانہ دو مرتبہ شیخ کا دستر خوان آراستہ ہوتا۔ ایک ہزار من میدہ اور پانچ سو من گوشت اور تین سو من شکر روزانہ خرچ ہوتی اور اس دستر خوان پر خاص و عام سب

۱۔ ''سیدی مولہ'' نام ہے۔ اس میں لام مشدد نہیں ہے۔
(The foundation of Muslim Rule in India by A.B.M. Habibullah, pp. 298) میں اور لال (ص ۲۰۳) میں Sidi Maula صحیح لکھا ہے اور عصامی کے مندرجہ ذیل شعر کو صحیح پڑھنے سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے:

درانی وقت آں مرد را خاص و عام
بخواندند سیدی مولہ بنام (عصامی ص ۲۰۹)

اور اس شعر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ ''سیدی'' ہے ''سیّدی'' نہیں ہے۔ (ق)

۲۔ برنی (ص ۲۰۸) میں ملک بالا سے آنا لکھا ہے اور فرشتہ (۱ / ۹۲) نے لکھا کہ وہ جرجان سے مغرب (افریقہ) گئے اور وہاں سے پھر جرجان آئے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ چنگیزی مغلوں نے عالم اسلام کو تباہ کر رکھا ہے۔ بہت سے صوفیاء و مشائخ ہندوستان کا رخ کر رہے ہیں اور قلعہ الموت کے باقی ماندہ حسن بن صباح کے پیرو بھی صوفیہ کے بھیس میں ہندوستان آ کر پناہ گزیں ہو گئے تھے۔
(بشیر الدین پنڈت ، ص ۲۴۹)

۳۔ معز الدین کے عہد میں خانقاہ تعمیر ہوئی جبکہ سیاسی استحکام باقی نہیں رہا تھا۔ برنی (ص ۲۰۹ - ۲۱۰)

حاضر ہوتے ۔ خانقاہ کے دروازے پر ایک کثیر مجمع رہا کرتا تھا ۔ سلطان جلال الدین کے اکثر امراء و ملوک [۱۲۶] سیدی مولہ کے مرید و معتقد ہو گئے ۔ سیدی مولہ بہت ریاضت کیا کرتے تھے ۔ خشک روٹی اور سبزی پر اکتفا کرتے ۔ اس کے ہاں کوئی بیوی نہ تھی اور نہ کوئی لونڈی ۔ اگرچہ نماز پڑھتے تھے ، مگر نماز جمعہ میں شریک نہیں ہوتے تھے اور جماعت کے شرائط جب کہ معمول ہے پورے نہیں کرتے تھے[1] ۔ دہلی میں آنے سے پہلے سیدی مولہ اجودھن میں قطب عالم فریدالحق والدین کی خدمت میں گئے ۔ چند روز وہاں رہے[2] ۔ رخصت کے وقت شیخ نے فرمایا کہ امراء کو اپنے یہاں نہ آنے دینا اور عوام کے ہجوم اور شہرت سے پرہیز کرنا ۔

ہر آتش دل منہ کہ رخ فروزد
کہ وقت آید کہ صد خرمن بسوزد

لیکن سیدی مولا ان باتوں سے اپنی حفاظت نہ کر سکے ۔

صد حکایت بشنود مدہوش حرص
در نیاید ، نکتہ در گوش حرص

انھوں نے سلطان کے بڑے لڑکے خانخاناں کو اپنا معتقد بنا لیا اور اس کو اپنا فرزند کہنے لگے ۔ قاضی جلال الدین کاشانی کو جو اس زمانے کے اکابر میں تھے ، ان کو اپنا ہوا خواہ اور دوست بنا لیا اور بعض بلبنی امراء کو جو سلطان جلال الدین کے زمانے میں بے جاگیر تھے اور بے حیثیت ہو گئے تھے ، سیدی مولہ سے نفع پہنچتا تھا لہذا وہ ہمیشہ اس کی خانقاہ کے ملازم اور مجاور بنے رہتے تھے ۔ لوگوں نے گمان کیا کہ سیدی مولہ اس جماعت کے اتفاق اور مدد سے سلطنت کا خواہش مند ہے ۔

۱- نماز جمعہ کی عدم شرکت نہایت اہم بات ہے ۔ گویا وہ جمہور مسلمانوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے تھے ۔
۲- برنی کی سماعی روایت ہے کہ دو تین روز شیخ کے یہاں رہے ۔
(برنی ، ص ۲۰۹)

جب یہ بات جلال الدین کو معلوم ہوئی[۱] تو اس نے حکم دیا کہ سیدی مولا کو ان کے تمام معتقدوں کے ساتھ گرفتار کر کے حاضر کریں۔ اس بے چارے نے ہر طرح سے انکار کیا اور قسمیں کھائیں، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ سلطان نے حکم دیا کہ بہار پور کے جنگل میں اتنی آگ جلائی جائے کہ اس کے شعلے آسمان تک پہنچیں۔ علماء و اکابر شہر وہاں جمع کیے گئے اور حکم دیا گیا کہ سیدی مولہ اور ان کے معتقدین کو اس آگ میں ڈلوا دیا جائے تاکہ اس کے صدق و کذب کی دلیل ظاہر ہو جائے۔ اس وقت جو علمائے زمانہ حاضر تھے، انھوں نے عرض کیا کہ چونکہ آگ کا کام [۱۲۷] بالطبع جلا دینے کا ہے، اس لیے اس کو سچائی اور جھوٹ کی کسوٹی قرار دینا خلافِ عقل و شرع ہے۔ سلطان نے علماء کی یہ بات سن کر اپنے ارادے کو بدل دیا اور قاضی جلال الدین کو کہ جس پر فتنہ انگیزی کا الزام تھا، بدایوں کے عہدہ قضا پر روانہ کر دیا اور دوسرے امراء کو کہ جن کو سیدی مولہ کا ہوا خواہ سمجھا جاتا تھا، ملک کے مختلف اطراف میں منتشر کر دیا اور بعض کو قتل کرا دیا۔ جب سیدی مولہ کو قید کر کے سلطان کے سامنے پیش کیا گیا، تو سلطان نے اس سے جرح کی اور اس نے جواب دیے۔ عقل و شرع کی رو سے سیدی مولہ پر کوئی گناہ ثابت نہیں ہوا۔ سلطان نے اپنا رخ شیخ ابوبکر طوسی حیدری کی جانب کیا کہ جو حیدری قلندروں کا سرگروہ تھا اور کہا کہ اے درویشو! اس ظالم سے میرا انصاف کرو۔ ایک قلندر جس کا نام بحری تھا، جھپٹا اور اس نے استرے سے چند وار سیدی مولہ پر کیے اور اس کو سوئے سے چھید چھید کر زخمی کر دیا[۲]۔ سلطان کے منجھلے

۱- مبارک شاہی (ص ٦٥) میں ہے الغو نے سازش سے اسے مطلع کیا تھا اور وہ خود تحقیقات کے لیے بھیس بدل کر گیا تھا، (بدایونی، اردو ص ۹۳)۔

۲- عبداللہ نبیرہ ہلو (ہلاکو) نے حملہ کیا (برنی، ص ۲۱۸)، عصامی (ص ۲۰۵)، (لال ص ۳۰)۔ (ق)

لڑکے ارکلی خاں[1] نے فیل بان کی طرف اشارہ کر دیا ، اس نے سیدی مولہ پر ہاتھی دوڑا دیا اور اس مظلوم کو شہید کر دیا[2] -

مشہور ہے کہ سیدی مولہ کے قتل کے دن کالی آندھی آئی اور ساری دنیا میں اندھیرا چھا گیا - اس سال بارش کم ہوئی اور دہلی میں قحط پڑ گیا[3] - چنانچہ ہندوؤں کے گروہ اکٹھے ہو کر بھوک کی تکلیف سے خود کو دریائے جمنا میں ڈال دیتے تھے اور اس طرح غرق و فنا ہو جاتے تھے -

سلطان نے ۶۸۹ھ[4] میں رنتھنبور کی جانب لشکر کشی کی اور اپنے منجھلے لڑکے ارکلی خاں کو اپنے بڑے لڑکے خانخاناں کی بجائے کیلوکھری میں نائب بنا کر چھوڑا ، کیونکہ خانخاناں کا انتقال ہو گیا تھا ، وہاں پہنچتے ہی اس نے جھائن پر قبضہ کر لیا[5] - وہاں کے بت خانے منہدم

۱- اس سلطانی محاسبے اور تعذیب میں حیدری فقیروں اور ان کے سرگروہ کا بیچ میں آنا عجیب ہے ممکن ہے کہ جس طرح خانخاناں کو سیدی مولہ کا تعاون حاصل تھا - اسی طرح ارکلی خاں نے حیدریوں کا تعاون حاصل کیا ہو - مورخین کے لیے یہ حل طلب مسئلہ ہے - (ق)

۲- سلطان جلال الدین کا فرزند اکبر خانخاناں ، سیدی مولہ کا نہایت معتقد بلکہ منہ بولا بیٹا ہے اور ارکلی خاں سیدی مولہ کو ہاتھی سے کچلوا رہا ہے - گویا یہ دو سیاسی پارٹیوں کی لڑائی ہے جس میں سیدی مولہ ایک پارٹی خانخاناں کی طرف ہے - (ق)

۳- فرشتہ (۹۳/۱) میں ہے کہ سلطان جلال الدین کچھ متردد تھا مگر سزا میں ارکلی خاں نے جلدی کی -

۴- بدایونی (اردو ترجمہ ، ص ۵۰) لکھتا ہے کہ یہ امور قابل اعتبار کے نہیں کبھی اتفاق بھی ایسا ہوتا ہے -

۵- لال (ص ۲۳ حاشیہ) کی لکھتے ہیں کہ سلطان جلال الدین ۲ فروری ۱۲۹۱ء (محرم ۶۹۰ھ) کو ملک چھجو کی بغاوت کو فرو کرنے کے بعد واپس آئے اور ۲۲ مارچ ۱۲۹۱ء (۱۸ ربیع الاول ۶۹۰ھ) رنتھنبور کو روانہ ہوئے سیدی مولہ کا واقعہ اس کے درمیان ہوا - (دیکھیے لال ، ص ۲۷) -

کرا دیے ، مال و اسباب غارت گیا ، بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا ۔ رنتھنبور کا راجا[1] قلعہ بند ہو گیا ۔ سلطان نے چند روز تک قلعہ کا محاصرہ رکھا پھر واپس چلا آیا[2] اور کہا کہ اس قلعے پر قبضہ کرنا ایک شخص کے مرنے کی قیمت نہیں ہے ۔ [۱۲۸]

بمردی ، کہ ملک سراسر زمیں
نیرزد کہ خونی چکد بر زمیں

فرض کیا میں نے اس قلعے کو فتح کر لیا اور خدا کے ہندوں کو قتل کرایا ۔ کل (مسلم سپاہیوں کی) عورتیں بیوہ ہو جائیں گی اور بچے یتیم ہو جائیں گے اور جب وہ میرے سامنے آئیں گے اور میں انھیں دیکھوں گا ، تو میری کیا حالت ہوگی اور اس قلعے کی فتح کی لذت میرے لیے زہر سے زیادہ تلخ ہو جائے گی[3] ۔

۶۹۱ھ[4] میں چنگیزی مغل ایک کثیر اشکر کے ساتھ ہندوستان پر حملہ آور ہوئے ۔ سلطان ایک عظیم لشکر لے کر ان کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا ، جب دونوں طرف کے لوگ قریب آئے اور مقابلہ ہوا ، تو بہادر جوانوں نے کئی لڑائیاں لڑیں[5] ۔ مغلوں کے لشکر نے سلطان کا غلبہ دیکھ کر صلح کی گفتگو شروع کی ۔ سلطان نے ان کے سردار کو ، جو ہلاکو خاں کا رشتہ دار تھا[6] ، بیٹا کہا اور اس نے سلطان کو باپ کہا

۱- تفصیل کے لیے دیکھیے لال ، ص ۲۸ ۔
۲- لال (ص ۲۸) نے رنتھنبور کے رانا کا نام ہمیر لکھا ہے ۔
۳- سلطان جلال الدین ۲ جون ۱۲۹۱ء (۳ جمادی الاخریٰ ۶۹۰ھ) کو اس مہم سے واپس آیا ۔ (لال ، ص ۳۰) ۔
۴- ملک احمد چپ نے اس سلسلے میں سلطان جلال الدین سے نہایت تفصیلی گفتگو کی اور دلائل پیش کیے ۔ ملاحظہ ہو برنی ، ص ۲۱۳ - ۲۱۸ ۔
۵- عصامی (ص ۲۰۳ - ۲۰۴) نے سر لشکر ملک خامش (برادر جلال الدین) بتایا ہے (ق) ۔
۶- عبداللہ (ق) ۔

اور دور سے ایک دوسرے نے ملاقات کی اور طرفین سے ایک دوسرے کو ہدیے اور تحفے پیش کیے گئے ۔ مغلوں کا لشکر واپس ہو گیا ۔ چنگیز خاں کا نواسا[1] الغو چند سرداروں کے ہمراہ سلطان کے پاس رہ گیا اور مسلمان ہو گیا ۔ اور سلطان کی دامادی سے مشرف ہوا[2] ۔ غیاث پور میں وہ (مغل) رہنے لگے ، اس جگہ کو مغول پور اور مغلوں کو ''نو مسلمان'' کہتے تھے[3] ۔

اس سال کے آخر میں سلطان نے مندو[4] پر حملہ کیا اور اس قلعے کے گرد و نواح کو غارت کر دیا[5] ۔

اسی زمانے میں ملک علاء الدین نے جو سلطان کا بھتیجا اور کڑہ کا حاکم تھا عرض کیا کہ بھیلسہ[6] پر حملہ کرنے کی اجازت دیجیے تا کہ وہ اس علاقے کو غارت کر دے ۔ سلطان کے حکم کے مطابق اس نے بھیلسہ پر حملہ کیا[7] اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا جو سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا ۔ وہ کانسے کے دو بت ، جو اس علاقے کے ہندوؤں کے معبود تھے ، لایا جن کو بدایوں دروازہ کے سامنے لوگوں کی پامالی کے لیے ڈال دیا ۔ ملک علاء الدین کی یہ خدمت سلطان (جلال الدین خلجی) کو بہت پسند آئی ۔ اس کو اس نے شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا اور اودھ کی ولایت بھی [۱۲۹] اس کی جاگیر میں اضافہ کر دی ۔

۱- الغولیہ چنگیز خاں (ق) ۔
۲- سلطان جلال الدین نے کچھ دب کر ہی صلح کی ہے (لال ، ص ۳۱ - ۳۲) ۔
۳- کچھ مغل واپس چلے گئے اور کچھ دہلی میں رہ گئے جو مقامی آبادی میں مل جل گئے (برنی ، ص ۲۱۹) ۔
۴- صحیح ''مندور'' ہے (لال ، ص ۳۲) ۔
۵- ۶۹۱ھ (آخر ۱۲۹۲ء) میں مندور پر حملہ کیا اور پھر جھائن پر دوبارہ تاخت اور دونوں جگہ کامیاب ہوا ، (لال ، ص ۳۲) ۔
۶- بھیلسہ دریائے بیتوا پر ایک ریلوے اسٹیشن ہے اور بھوپال سے شمال مشرق میں ۲۶ میل ہے (لال ، ص ۳۶) ۔
۷- ۶۹۱ھ (اواخر ۱۲۹۱ء) کا واقعہ ہے ۔ (لال ، ص ۳۶) ۔

جب ملک علاء الدین نے سلطان کو اپنے پر مہربان پایا ، تو عرض کیا کہ ولایت چندیری اور اس کے نواحی علاقوں میں مال و متاع بہت ہے ۔ اگر حکم ہو ، تو اپنی جاگیر کی فاضل آمدنی سے نئے ملازم بھرتی کر لوں اور پرانے لشکر کی مدد سے اس ولایت پر حملہ کروں اور کثیر مال غنیمت حاصل کر کے سلطان کے حضور میں پیش کروں اور پھر سرفرازی حاصل کروں ۔ سلطان نے اس کی گزارش کو منظور کیا ۔ ملک علاء الدین رخصت ہو کر دہلی سے کڑہ پہنچا ۔ وہ اپنی ساس ملکہ جہان سے بہت آزردہ خاطر تھا ۔ اس (ساس) کی زیادتیاں اور ایذا رسانیاں اس درجہ تھیں کہ وہ اپنی زندگی سے تنگ آ گیا تھا ، لیکن ملکہ جہاں کے غلبے کی وجہ سے یہ بات سلطان سے نہیں کہہ سکتا تھا ۔ ہمیشہ اس فکر میں رہتا تھا کہ کسی بہانے سے سلطان جلال الدین کی مملکت سے نکل جاؤں اور کسی مضبوط مقام پر پہنچ کر قبضہ کر لوں اور وہاں رہوں ۔ چونکہ اسے یہ بہانہ ہاتھ لگ گیا ، لہذا اس نے موقع کو غنیمت سمجھا ۔ وہ اپنے قدیم اور جدید لشکر کو فراہم اور درست کر کے کڑہ سے نکلا اور علاء الملک[1] کو جو اس کے خاص لوگوں میں سے تھا ، اپنی عدم موجودگی میں کڑہ اور اودھ میں اپنا نائب مقرر کیا اور دیوگیر کی طرف روانہ ہو گیا[2] اور ظاہر کیا کہ مضافات چندیری کی لوٹ مار کے لیے جا رہا ہے ۔ وہ ایلچ پور کے راستے سے گیا ۔ جب کچھ عرصے تک اس کی خبر نہ آئی ، تو ملک علاء الملک نے سلطان کی تسکین کے لیے لکھا کہ ملک علاء الدین ولایت چندیری کی تاخت و تاراج میں مشغول ہے ۔ آج کل میں اس کی فتح کی عرضداشت سلطان کے حضور میں پہنچ جائے گی ۔ سلطان اس سے مطمئن ہو گیا ۔ وہ اس (ملک علاء الدین) کو اپنا بھتیجا ، داماد اور پروردہ سمجھتا تھا اور وہ اس ایذا رسانی سے کہ جو اسے ملکہ جہاں سے پہنچی تھی ، مطلع نہ تھا اور سلطان کی طبیعت میں کسی طرح کی بدگمانی اس کی طرف سے نہ تھی ۔

۱- علاء الملک ، ضیاء الدین برنی (مؤلف تاریخ فیروز شاہی) کا چچا ہے (برنی ، ص ۲۲۲) ۔

۲- علاء الدین کی روانگی ۲۶ فروری ۱۲۹۶ء (۱۹ ربیع الآخر ۶۹۵ھ) کو ہوئی (لال ، ص ۴۰) ۔

اس زمانے میں دیوگیر کا حاکم رام دیو[1] اپنے لڑکے کے ساتھ کہیں دور گیا ہوا تھا ۔ جب اس نے سنا کہ ملک علاء الدین دیوگیر کے علاقے میں آ گیا ہے ، تو وہ [۱۳۰] راجاؤں اور رایوں کا ایک بڑا لشکر لے کر مقابلے پر آ گیا ۔ مقابلے کے بعد ملک علاء الدین نے اس لشکر کو شکست دے دی اور دیوگیر کو فتح کر لیا ۔ آخرکار رام دیو نے قاصر ہو کر اطاعت قبول کر لی ۔ چالیس ہاتھی اور رام دیو کے خاص طویلہ کے کئی ہزار گھوڑے ملک علاء الدین کے ہاتھ آئے اور سونا ، چاندی ، جواہر ، مروارید اور مختلف قسم کے سامان اور کپڑے مالِ غنیمت میں اتنی کثیر مقدار میں ملے کہ جن کا اندازہ کرنا ممکن نہیں ۔ جب ایک مدت گزر گئی اور ملک علاء الدین کی کوئی خبر نہ ملی ، تو سلطان نے سیر و شکار کے نام سے گوالیار کی جانب روانگی اختیار کی[2] اور کچھ عرصے تک اس علاقے میں کام کیا ۔ اگرچہ ملک علاء الدین کی کوئی عرضداشت نہیں پہنچی ، لیکن سلطان کے لشکر میں شہرت ہو گئی کہ ملک علاء الدین نے دیوگیر کو فتح کر لیا ہے اور بہت سے ہاتھی ، گھوڑے اور بے انتہا مال و اسباب اس کے قبضے میں آیا ہے ۔ اور وہ کڑہ کی طرف آ رہا ہے ۔ سلطان اس خبر سے خوش ہوا ، لیکن اس زمانے کے عقل مند یہ جانتے تھے کہ ملک علاء الدین نے یہ امر عظیم سلطان کی اجازت کے بغیر کیا ہے اور اس کو اس قدر مال ملا ہے ۔ وہ (لوگ) اس کی زوجہ اور خوش دامن ملکہ جہاں کی مخالفت سے باخبر تھے اور اس کے بغاوت و خروج کے ارادے سے بھی واقف تھے ، لیکن سلطان کے سامنے یہ بات نہیں کہتے تھے ۔

ایک دن سلطان نے اپنے رازداروں کو خلوت میں جمع کیا اور مشورے کے طور پر ان سے دریافت کیا کہ علاء الدین دیوگیر سے اپنے ہاتھی ، گھوڑوں اور مال و دولت کے ساتھ آ رہا ہے ، مجھے کیا کرنا چاہیے ؟ جس جگہ کہ ہم ہیں یہیں ٹھہرے رہیں یا اس کے استقبال کو چلیں یا دہلی واپس چلے جائیں ۔ ملک احمد حب نے ، جو رائے صائب اور

۱۔ لال (ص ۳۹) نے رام چندر لکھا ہے ۔

۲۔ شروع ۱۲۹۶ء (۶۹۵ھ) ، لال ، ص ۴۸ ۔

دانش مندی میں مشہور تھا ، عرض کیا کہ مال کی کثرت ، فوج اور آرزو کا حصول ، (انسان کی) سرکشی اور بغاوت کا سبب ہوتا ہے اور آدمی کو خواہ وہ کتنا ہی عقلمند ہو مست و مغرور کر دیتا ہے ۔ اب کڑہ کے مکار اور عیار کہ جنھوں نے ملک چھجو کو باغی کر دیا تھا ، سب اس کے گرد جمع ہو گئے ہیں ۔ وہ اس کو حضور کے حکم کے بغیر دیوگیر لے گئے ۔ کوئی کیا جانے کہ اس کے دل میں کیا ہے [۱۳۱] مناسب یہی ہے کہ سلطان بعجلت تمام ملک علاء الدین کے آنے سے پہلے چندیری کا راستہ روک لے ۔ جب وہ سنے گا کہ سلطان نزدیک پہنچ گیا ہے ، تو اس کو اطمینان نہیں رہے گا اور وہ مجبوراً حاضر خدمت ہو جائے گا اور طوعاً و کرہاً مال غنیمت حضور میں پیش کر دے گا ۔ سلطان ہاتھی ، اسباب اور تمام نقد مال جو اس کے غلبے کا سبب ہو سکتا ہے ، اس (علاء الدین) سے لے کر دہلی چلا جائے اور کچھ مال غنیمت اس کو دے دے اور اس کی جاگیر میں اضافہ کر کے خواہ اس کو کڑہ روانہ کر دے خواہ اپنے ہمراہ دہلی لے جائے ۔ اگر سلطان اس واقعہ کو معمولی سمجھتا ہے اور اس کی اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ہے ، تو دہلی چلا جائے اور ملک علاء الدین جب اپنے ہاتھیوں ، گھوڑوں اور خزانوں کو لے کر جو سلطنت اور غرور کی ہوس ہیں ، کڑہ پہنچے گا اور وہاں کچھ دن آرام کر لے گا تو گویا یہ اس طرح ہے کہ سلطان نے اپنے زوال کی خود کوشش کی اور اپنے خاندان کو خراب کر کے اکھاڑ پھینکا ۔

بسے بکام دل دشمنان بود آنکس
کہ نشنود سخن دوستان نیک اندیش

ملک احمد حب کی گفتگو سلطان جلال الدین کی رائے کے موافق نہ ہوئی اور کہا کہ ملک علاء الدین بیٹے کی طرح میرا پالا ہوا ہے ، وہ ہرگز میرے خلاف نہیں ہو سکتا اور جو کچھ میری رضا کے خلاف ہوگا وہ ہرگز اس سے صادر نہیں ہو سکتا ۔ اس کے بعد حاضرین مجلس کی طرف رخ کیا اور کہا تم اس معاملے میں کیا رائے دیتے ہو ۔ ملک فخرالدین کوچی نے ، جو جانتا تھا کہ ملک احمد کی رائے درست ہے ، مگر جب اس نے سلطان کی مرضی نہ دیکھی ، تو اس نے چشم پوشی کرتے ہوئے کہا کہ ملک علاء الدین کی واپسی کی خبر اور مال و اسباب لانا نہ تو اس کی عرضداشت سے تحقیق ہوا اور نہ معتبر لوگوں کی زبان

ہے ، تو پھر کیسے یقین کیا جائے اور اس کے مطابق کوئی انتظام کیا جائے ۔ ہو سکتا ہے کہ یہ خبر صحیح ہو اور ہم اس پر لشکر کشی کر دیں اور اس کا راستہ روک دیں ۔ چونکہ وہ (علاء الدین) سلطان کے حکم کے بغیر گیا ہے ، تو لہذا اس میں یہ احتمال ہے کہ اس کے دل میں (شاہی) رعب [۱۳۲] پیدا ہو جائے اور وہ جس جگہ پہنچا ہو وہاں سے لوٹ جائے اور باغی ہو کر اور طرف چلا جائے اور ہم کو اس طرح کہ برسات کا موسم قریب ہے[1] اس کا تعاقب کرنا چاہیے اور جہاں (ہمارا لشکر) پہنچ چکا ہے وہاں سے چلنا چاہیے ۔ مثل مشہور ہے کہ ''پیش از آب موزہ نباید کشید'' ۔

اگر وہ ہاتھیوں اور مال و اسباب کے ساتھ کڑہ میں آتا ہے اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے مزاج میں فساد اور بغاوت ہے تو سلطان ایک حملے سے اس کا کام تمام کر سکتے ہیں ۔ ملک احمد حب نے کہا کہ اگر ملک علاء الدین ہاتھیوں اور مالِ غنیمت کے ساتھ کڑہ میں آ جاتا ہے اور دریائے سرجو کو پار کر کے لکھنوتی کا ارادہ کرتا ہے ، تو کوئی شخص اس پر غالب نہیں آ سکتا ۔

عدو را بکوچک نباید شمرد
کہ کوہ کلاں دیدم از سنگ خورد

سلطان اس بات سے ناراض ہو گیا اور کہا کہ ملک احمد کو ہر وقت ملک علاء الدین کی طرف سے بدگمانی رہتی ہے ۔ میں نے اس کو اپنی گود میں پالا ہے اور بیٹا بنایا ہے ۔ ممکن ہے کہ میرے لڑکے مجھ سے خلاف ہو جائیں ، لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ میرے خلاف ہو جائے ۔ ملک احمد اس مجلس سے اٹھ آیا اس نے افسوس کیا اور یہ شعر پڑھا[2] :

بیت

چو تیرہ شود مرد را روزگار
ہمہ آن کند کس نباید بکار

۱۔ متن میں برسات کی بجائے ''برستانی'' چھپ گیا ۔ فرشتہ (ص ۱/ ۹۷) میں صاف ہے ''برسات نزدیک رسیدہ است'' ۔

۲۔ برنی ، ص ۲۲۳ - ۲۲۸ ۔

سلطان جلال الدین نے ملک فخر الدین کی رائے کی تعریف کی اور دہلی لوٹ آیا۔ اس کے بعد یہ خبر آئی کہ ملک علاء الدین کڑہ میں آ گیا اور اس کی عرضداشت بھی پہنچی کہ میں اکیس ہاتھی اور اتنے ہی گھوڑے، زر و جواہر و مروارید اور ہر طرح کا ساز و سامان اور کپڑے ہمراہ لایا ہوں اور چاہتا ہوں کہ یہ سب چیزیں حضور میں پیش کر دوں، لیکن چونکہ ایک عرصے تک غیر حاضر رہا ہوں اور شاہی حکم کے بغیر اس کام (فتح دیوگیر) میں ہاتھ ڈالا ہے، اس وجہ سے تمام غلاموں کے دل میں جو میرے ہمراہ ہیں خوف ہے، لہذا اگر ایک فرمان جو میری اور میرے تمام ہمراہیوں کی تسلی سے متعلق ہو، صادر ہو جائے، تو میں بے خوف درگاہ سلطانی میں حاضر ہو سکتا ہوں۔ [۱۳۳] اس قسم کی باتوں سے وہ سلطان جلال الدین کو دھوکا دے رہا تھا اور خود لکھنوتی جانے کا انتظام کر رہا تھا۔ اس نے ظفر خاں کو اودھ بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ دریائے سرجو کے کنارے کشتیاں تیار رکھے اور اپنے اعوان و انصار سے مشورہ کیا کہ جیسے ہی میں یہ سنوں گا کہ سلطان جلال الدین دہلی سے نکل کر کڑہ کی طرف آ رہا ہے، تو ہم اپنے لشکر کے ساتھ دریائے سرجو کو عبور کر کے لکھنوتی چلے جائیں گے اور لکھنوتی کے ملک پر قبضہ کر لیں گے اور وہیں رہیں گے۔

سلطان جلال الدین نے ایک شفقت آمیز عہد نامہ اپنے قلم سے تحریر کیا اور اپنے دو راز دار آدمیوں کی معرفت کڑہ بھیج دیا۔ جب سلطان کے وہ دونوں راز دار کڑہ پہنچے، تو انھوں نے دیکھا کہ ملک علاء الدین سلطان کے خلاف ہو گیا ہے اور وہاں کے تمام امراء کو بھی خلاف کر دیا ہے۔ ملک علاء الدین نے ان دونوں آدمیوں کی ایسی نگرانی کی کہ ان کو یہ موقع ہی نہ ملا کہ وہ سلطان کو مطلع کریں۔

جب اس طرح کچھ عرصہ گزر گیا تو ملک علاء الدین نے ایک خط اپنے بھائی الماس بیگ کو لکھا کہ وہ بھی سلطان کا بھتیجا اور داماد تھا اور اس میں تحریر کیا کہ چونکہ میں نے حضرت سلطان کی مرضی کے بغیر یہ سفر اختیار کیا تھا، اس لیے لوگوں نے مجھے خوف زدہ کر دیا ہے۔ میں چونکہ سلطان کا بیٹا بلکہ غلام ہوں، لہذا اگر حضور تنہا جلد سے جلد تشریف لائیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر لے جائیں، تو مجھے سوائے اطاعت

و فرمانبرداری کے کوئی عذر نہ ہوگا اور اگر ایسا نہ ہوا ، تو میں زہر سے اپنا کام تمام کر لوں گا یا کہیں چلا جاؤں گا اور لاپتہ ہو جاؤں گا۔ الماس بیگ نے وہ خط سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا ۔ سلطان نے فرمایا ــ کہ فوراً جا کر ملک علاء الدین کو تسکین دو اور میں بھی پیچھے سے آ رہا ہوں ۔ الماس بیگ اسی وقت کشتی میں سوار ہوا اور جیسے پانی پر ہوا چلتی ہے اس طرح ساتویں روز ملک علاء الدین کے پاس پہنچ گیا[۱] ۔ ملک علاء الدین بہت خوش ہوا اور بھائی کے آ جانے کو اپنی کامیابی سمجھا اور کہا کہ اب لکھنوتی کا پختہ ارادہ کر دینا چاہیے اور جو عاقلمند اس سے تقرب رکھتے تھے انھوں نے کہا کہ لکھنوتی جانے کی ضرورت [۱۳۴] نہیں ہے ۔ سلطان جلال الدین ، مال اور ہاتھیوں کے لالچ میں اسی برسات میں تنہا ہمارے پاس چلا آئے گا ۔ ہم یہیں اس کا کام تمام کر دیں گے اور ملک گیری اور بادشاہی میں کامیاب ہو جائیں گے ۔ ملک علاء الدین کو رائے پسند آئی ۔ سلطان جلال الدین کی موت کا وقت قریب آ گیا تھا ۔ اس نے ہمدرد مخلصین کی رائے پر توجہ نہیں دی ۔ چند خواص اور ایک ہزار سوار لے کر کشتی میں بیٹھا اور روانہ ہو گیا اور احمد حب کو لشکر و حشم کے ساتھ خشکی کے راستے روانہ کر دیا ۔

بیت

نہ شنده چوں گوش لنهد نپد
خورد گو شمال از سپهر بلند

جب سلطان ساتویں[۲] ماہ رمضان المبارک کو کڑہ پہنچا ، تو ملک علاء الدین نے اپنا لشکر مستعد کیا اور دریائے گنگا سے گزر کر کڑہ اور مانک پور کے درمیان آ کر ٹھہر گیا اور سلطان کے آنے کی خبر سن کر اپنے بھائی الماس بیگ کو سلطان کی خدمت میں بھیجا ۔ تا کہ وہ ہر حصے سے جیسے مناسب سمجھے سلطان کو لشکر سے جدا کرکے اس کے پاس لے آئے ۔ الماس بیگ ، سلطان کی خدمت میں پہنچا ۔ قدم بوسی کے شرایط بجا

۱- برنی ، ص ۲۳۰ ۔
۲- سترہ رمضان ہے جیسا کہ مؤلف نے خود لکھا ہے ہر سبکتے برنی ، ص ۲۳۱ ۔

لایا اور عرض کیا کہ اگر یہ غلام بحکم سلطانی پہلے سے نہ آ جاتا اور اپنے بھائی کو دلاسا نہ دیتا تو اب تک وہ آوارہ ہو گیا ہوتا۔ اس کے باوجود اب بھی اس کے دل میں رعب (سلطانی) ہے۔ اگر وہ سلطان کو اتنے مستعد سواروں کے ساتھ دیکھے گا، تو یہ اندیشہ ہے کہ اس کو وہم ہوگا اور ممکن ہے کہ وہ پھر بھاگنے کا ارادہ کر بیٹھے۔ سلطان نے اس کی بات کو صحیح سمجھا اور حکم دیا کہ جو سوار ہمراہ ہیں، وہ سب وہیں ٹھہر جائیں اور خود چند خواص کے ساتھ آگے روانہ ہوا۔ جب کچھ راستہ طے ہو گیا تو پھر الماس بیگ غدار نے مکر کی زبان کھولی اور کہا کہ میرا بھائی نزدیک آ گیا ہے۔ اگر وہ چند سواروں کو جو سلطان کی خدمت میں حاضر ہیں، مسلح اور مستعد دیکھے گا، تو یہ اندیشہ ہے کہ انتہائی وہم اور خوف کی وجہ سے جو اس کے دل میں ہے، سلطان کی رحمت و شفقت سے مایوس ہو جائے گا۔ سلطان نے حکم دیا اور سب نے ہتھیار اپنے سے علیحدہ کر دیے۔ جب [۱۳۵] وہ دریائے گنگا کے کنارے پہنچے، تو اس کے مقربین نے علاء الدین کے لشکر کو دور سے دیکھا کہ مسلح و مستعد کھڑا ہے اور موقع کا منتظر ہے۔ اب علاء الدین کے مکر اور غداری کا یقین ہو گیا اور سمجھ میں آیا کہ الماس بیگ کیا چاہتا ہے۔ ملک خرم وکیل در نے الماس بیگ سے کہا کہ ہم نے تمہاری بات کا اعتبار کر کے لشکر کو اپنے سے علیحدہ کر دیا اور ہتھیار بھی جدا کر دیے۔ تمہارا لشکر مسلح اور جنگ کے لیے مستعد نظر آ رہا ہے۔ الماس بیگ نے کہا کہ میرا بھائی چاہتا ہے کہ اپنے لشکر کو آراستہ، مسلح اور مستعد کر کے سلطان کے سامنے لائے اور خود بھی آداب بجا لائے۔ سلطان نے

اذجاء القضاعمی البص۔

جب موت آتی ہے تو آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔

کے حکم کے مطابق ان کی غداری اور مکاری کا ذرا بھی اندیشہ نہیں کیا حالانکہ ہر خوردو بزرگ پر یہ بات روشن ہو چکی تھی، (سلطان نے) الماس بیگ سے کہا کہ میں اتنا سفر کر کے روزہ کی حالت میں علاء الدین کے پاس آیا ہوں۔ اس کا دل نہیں چاہتا کہ کشتی میں سوار ہو کر میرے پاس چلا آئے۔ غدار الماس بیگ نے جواب دیا کہ میرا بھائی نہیں چاہتا

کہ خالی ہاتھ سلطان کے حضور میں آئے ۔ ہاتھی گھوڑے اور نفیس تحفے سلطان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہے ۔ اس نے افطار کا سامان ترتیب دیا ہے ، کہ سلطان اس کے یہاں افطار کریں تا کہ وہ اس شرف سے ہم عصروں اور ساتھیوں میں ممتاز ہو ۔ سلطان جلال الدین کے دل میں ان کی غداری کا مطلق شبہہ نہ تھا ۔ (وہ) مشاغل کشتی میں قرآن پڑھ رہا تھا یہاں تک کہ عصر کے وقت سترہویں رمضان کو دریا کے کنارے پہنچا ۔ علاء الدین بھی پہلے سے آ کر حاضر خدمت ہوا اور سلطان کے قدموں پر گر گیا ۔ سلطان نے نہایت محبت و شفقت کے ساتھ اس کے رخسار پر طمانچہ لگایا اور مہربانی کا اصرار کیا اور کہا کہ میں نے یہ سب تیری تربیت کی ۔ تجھ کو یہ بزرگی دی اور تو ہمیشہ میری نظر میں لڑکوں سے زیادہ عزیز رہا ۔ میں تیرے حق میں برائی کیسے سوچ سکتا تھا یہ کہا اور علاء الدین کا ہاتھ پکڑ کے کشتی کی طرف کھینچا ۔ اسی اثنا میں علاءالدین نے اپنی جماعت کی طرف جو سلطان کے قتل کے لیے مقرر اور تیار [۱۳۶] تھی ۔ اشارہ کیا ۔ محمود عالم[۱] نے جو سامانہ کے کم ظرفوں میں سے تھا، سلطان کو تلوار سے زخمی کر دیا ۔ سلطان زخمی ہو کر کشتی کی طرف دوڑا اور کہا کہ اے کم بخت علاء الدین ! تو نے یہ کیا کیا؟ اختیار الدین ہود[۲] نے کہ جو سلطان کا پروردہ تھا ، پیچھے سے آ کر سلطان کو زمین پر گرا دیا اور اس کا سر کاٹ کر علاء الدین کے پاس لے آیا[۳] ۔ اس مظلوم مرحوم کے سر کو نیزے پر بلند کیا گیا اور کڑہ و مانک پور میں گشت کرایا گیا ۔ پھر وہاں سے اودہ لے گئے اور سلطان کے کچھ مخصوصین جو کشتی میں تھے ، قتل کر دیے گئے ۔ ثقہ حضرات سے روایت ہے کہ جب

۱- خلیق احمد نظامی (سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ، ص ۲۱۴) میں محمود سلیم لکھا ہے ۔ (ق)

۲- فرشتہ (۱/۹۹) بدایونی (اردو ، ص ۵۴) ذکاء اللہ (تاریخ ہندوستان ۲/۳۳) (برنی ، ص ۲۳۵) میں اختیارالدین ہود لکھا ہے، محمود سالم کی بجائے محمود سلیم لکھا ہے ۔ (ق)

۳- یہ واقعہ ۱۷ رمضان ۶۹۵ھ (۲۰ جولائی ۱۲۹۶ء) بروز جمع ہوا ۔ (لال ، ص ۵۶) ۔ (ق)

سلطان جلال الدین کڑہ آ رہا تھا تو علاء الدین ، شیخ کڑک[1] مجذوب کے پاس جو کڑہ میں دفن ہیں ، گیا اور نیاز مندی کا اظہار کیا (مجذوب مذکور) نے سر اٹھایا اور کہا[2] ۔

بیت

کہ ہر کس کہ بکند با تو جنگ
سر در کشتی تن در گنگ

مختصر یہ کہ سلطان جلال الدین کا چتر ملک علاء الدین کے سر پر سجایا اور اس کی بادشاہی کی ندا کی گئی اور وہ جماعت جو سلطان جلال الدین کے قتل میں ملک علاء الدین کی شریک تھی ، تھوڑی ہی مدت میں عظیم بلاؤں میں گرفتار ہو کر دوزخ میں پہنچ گئی ۔ محمود پر سالم ایک سال کے بعد مبروص ہو گیا اور اس کا جسم جوش کھا کر پھٹ گیا اور اختیار الدین ہور[3] دیوانہ ہو گیا ۔ جانکنی کے وقت چلا چلا کر کہتا تھا

۱- شیخ کڑک کے لیے دیکھیے ۔ تاریخ کڑا مانکپور ، ص ۱۰۷ - ۱۱۳ - ۱۱۷ ، مولف نے ، (ص ۱۰۷) پر شیخ کڑک کی تاریخ انتقال ۳ رجب ۷۰۰ھ لکھی ہے ، مگر ، ص ۱۱۷ پر ۳ رجب ۷۱۰ھ لکھی ہے اور مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ لکھا ہے :

گرد رحلت ز عالم فانی
رفت در جفت و بہ آرامید
درد سر است از خمار فراق
لا جرم بادہ وصال چشید

''لا جرم بادہ وصال'' سے ۷۳۰ھ برآمد ہوتے ہیں ۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں کہ خواجہ کڑک ، سہروردی سلسلے میں بہاء الدین زکریا ملتانی کے خلیفہ شیخ اسماعیل قریشی کے مرید تھے (سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ، ص ۲۶۸) ۔

۲- دیکھیے فرشتہ (۱/۱۰۰) و تاریخ کڑا مانکپور ، ص ۱۱۷ ۔

۳- اختیار الدین (برنی ، ص ۲۳۷) ۔

کہ سلطان جلال الدین کے ہاتھ میں تلوار ہے اور میرا سر کاٹتا ہے - کافر نعمت ملک علاء الدین اگرچہ کچھ عرصے تک سلطنت پر رہا اور اپنی خواہش پوری کر لی لیکن آخر کار زمانے نے اس کو بھی بیکار نہ چھوڑا پدا نہ لیا اور اس کی نسل کا نام و نشان بھی دنیا میں نہ رہا :

سرائے آفرینش ، سرسری نیست
زمین و آسمان بیداوری نیست
در اندیش اے حکیم از کار ایام
کہ پاداش عمل باشد سر انجام

[۱۳۷] جب سلطان جلال الدین کی شہادت کی خبر ملک احمد حبب کو ملی جو لشکر کا سردار تھا ، تو وہ وہاں سے واپس ہو کر دہلی چلا آیا - سلطان جلال الدین کی بیوی ملکہ جہاں نے اپنی کم عقلی کی بنا پر عجلت سے کام لیا - اپنے لڑکے رکن الدین ابراہیم کو جو کم عمر اور نوجوان تھا اور امور سلطنت سے بالکل ناواقف تھا ، ارکان دولت کے مشورے کے بغیر تخت پر بٹھا دیا اور کیلو کھری سے نکل کر دہلی میں کو شک سبز میں اتار دیا - امراء و ملوک میں جاگیریں اور کام تقسیم کر دیے - ارکلی خاں جو سلطان کا لائق فرزند تھا اور بادشاہت کی قابلیت رکھتا تھا ، اس خبر کے سننے سے رنجیدہ ہوا - وہ ملتان میں بیٹھ گیا اور دہلی نہیں آیا - علاء الدین عین برسات میں کڑہ سے دہلی کی طرف متوجہ ہوا اور متواتر کوچ کرکے دریا جمنا کے کنارے پہنچا اور مخلوق کو مال و دولت دے کر ایسا فریفتہ کیا کہ سب اس کی طرف راغب ہو گئے اور جو بغض سلطان جلال الدین کے قتل سے ان کے دلوں میں قایم ہو گیا تھا، وہ بالکل جاتا رہا :

بیت

سخاوت مس عیب را کیمیا ست
سخاوت ہمہ درد پارا دو است

کہتے ہیں کہ ملک علاء الدین روزانہ منجنیق دولت سے بھر کر اشکر میں بکھیر دیا کرتا تھا اور جو کوئی اس کا نوکر ہوتا دس کے بیس یا دس کے تیس جیسا کہ اس وقت کا معمول تھا ، تنخواہیں دیتا اور

مخلوق کے دلوں کو شکار کرتا تھا :

بیت

بزرگی بایدت دل در سخا بند
سر کیسہ بہ برگ گندنا بند

روایت ہے کہ جب وہ بدایوں پہنچا تو ساٹھ ہزار سوار اور پیادے ملازم ہوئے - جلالی امراء و ملوک ہر طرف سے دولت کے لالچ اور تنخواہوں میں اضافے کی وجہ سے علاء الدین کے پاس آ کر جمع گئے - ملکہ جہاں نے بعد از خرابی بسیار ارکلی خاں کو بلایا اس نے جواب دیا کہ اب کام کو سنبھالنے کا وقت ختم ہو گیا :

بیت

سر چشمہ شاید گرفتن بہ میل
چو پرشد نشاید گزشتن بہ میل

[۱۳۸] ملک علاء الدین یہ خبر سن کر خوش ہوا اور اس سے دریائے جمنا کو کانھ کے گھاٹ پر عبور کیا اور بخش کے جنگل میں نزول کیا (خوب بخشش کی) اور رکن الدین ابراہیم نے بھی مقابلے میں فوج آراستہ کرکے حرکت مذلوجی دکھائی - رات کو اکثر جلالی امراء رکن الدین ابراہیم سے جدا ہو کر ملک علاء الدین سے جا ملے - جب رکن الدین نے دیکھا کہ کام ہاتھ سے نکل چکا ہے ، تو اس نے اپنی والدہ کو لے کر کچھ خزانہ ساتھ لیا اور ملک رجب ، قطب الدین علوی احمدحب اور دوسرے نمک حلالوں کے ہمراہ ملتان کا راستہ لیا - سلطان جلال الدین کی سلطنت کی مدت سات سال اور چند ماہ ہوئی -

ذکر سلطان علاء الدین خلجی

(علاء الدین نے) ۶۹۵ھ میں دہلی کے تخت پر جلوس کیا[۱] - اسے

۱- دہلی میں علاء الدین ۲۲ ذی الحجہ ۶۹۵ھ (۲۰ اکتوبر ۱۲۹۶ء) کو تخت نشین ہوا (لال ، ص ۶۱) اور ''ابوالمظفر سلطان علاء الدنیا والدین محمد شاہ خلجی'' لقب اختیار کیا - (ق)

بھائی الماس بیگ کو الغ خاں اور ملک نصرت جلیسری کو نصرت خاں اور ملک ہزبر الدین کو ظفر خاں اور اپنے سالے سنجر کو کہ جو اس کی مجلس کا امیر تھا ، الپخاں[1] کا خطاب دیا اور اپنے دوستوں کو جو امیر نہ تھے ، امارت کے مراتبے پر پہنچا دیا اور جو امیر تھے ان کے مراتب اور جاگیر میں اضافہ کیا اور اپنے اعوان و انصار کو بہت دولت دی۔ تاکہ لیا لشکر فراہم کریں ۔ لشکر میں بہت اضافہ ہو گیا ۔

جب وہ سیری کے جنگل میں پہنچا اور وہاں لشکر نے پڑاؤ کیا ، تو شہر کے خوردو کلاں حاضر ہوئے ۔ انھوں نے مبارکباد دی ۔ خطبہ ، سکہ اور بادشاہی رسوم کے دوسرے لوازم پورے کیے گئے ۔ ملک علاء الدین بادشاہی شان و شوکت کے ساتھ شہر میں داخل ہوا اور تخت سلطنت پر بیٹھا اور اس کا خطاب سلطان علاء الدین ہوا ۔ وہ وہاں سے کوشک لعل آیا ۔ اس کو دارالسلطنت بنایا ۔ شہر میں جشن کیے گئے ۔ آئینہ بندیاں کی گئیں ۔ گلیوں میں شرابوں کی سبیلیں لگائی گئیں ۔ لہو و لعب نے رواج پایا ۔ سلطان علاء الدین نے [۱۰۹] دولت کے غرور اور جوانی کی مستی کی وجہ سے عیش و طرب میں بہت خرچ کیا اور انعام و اکرام کی کثرت سے مخلوق کو اپنا مخلص اور ہوا خواہ بنا لیا ۔ ہر ایک کو کام اور خطاب دے کر امتیاز بخشا ۔ پرگنے اور ولایتیں تقسیم کر دی گئیں ۔ خواجہ خطیر کو جو نہایت نیک طینت اور صفات حمیدہ سے متصف تھا ، وزارت کا عہدہ دیا اور قاضی صدر الدین عارف کو کہ جس کا خطاب صدر جہاں تھا ، قاضی ممالک کا عہدہ ، سید اجل کا خطاب اور شیخ الاسلام کا عہدہ دیا قدیم سید اجل کے پاس ہی خطابت کا منصب رہا کہ وہ خطیب بھی تھا اور شیخ الاسلام بھی تھا[2] ۔ عمدۃ الملک حمید الدین کو دیوان الشاہ کا عہدہ ملا اور ملک عزالدین[3] کو جو صوری و معنوی صفات سے متصف

۱۔ الپ خاں (برنی ، ص ۲۴۲) برنی میں جملہ کا انداز اس طرح ہے کہ گویا سنجر اس کے میر مجلس کا سالا تھا ۔ (ق)

۲۔ برنی ، (ص ۲۴۷) میں ہے کہ شیخ اجل اور شیخ الاسلام کا عہدہ قدیم سید اجل کے پاس ہی رہا ۔ (ق)

۳۔ برنی ، (ص ۲۴۷) میں ہے کہ عمدۃ الملک کو دیوان الشاہ کا عہدہ ملا اور حمید الدین اور اعزالدین ، عمدۃ الملک کے بیٹے تھے ۔ (ق)

تھا ، اپنی قربت کے اعزاز سے ممتاز کیا اور نصرت خاں کو جو نائب ملک تھا ، شہر کوتوال بنایا اور ملک فخر الدین کو جی کو شہر کا داروغہ مقرر کیا ۔ ظفر خاں عارض ممالک ہوا ۔ ملک ابا جی جلالی باخربیگی[1] اور ملک ہرن بار نائب باربک مقرر ہوا ۔ ضیائے برنی کہ جو تاریخ فیروز شاہی کا مولف ہے ، اس کا چچا ملک علاء الملک ولایت کڑہ و اودھ پر مقرر کیا گیا ۔ ملک جونا قدیم وکیل دری کی نیابت پر اور ضیائے برنی کا باپ موئد الملک قصبہ برن[2] کی حکومت و نیابت پر مقرر ہوا ۔ املاک و اوقاف مستحقین پر برقرار رہے اور دوسرے وظایف بھی بطور مدد معاش لوگوں کو دیے گئے اور ساری فوج کو اس سال تنخواہوں کے علاوہ ششماہی انعام دے کر خوش کر دیا ۔ مخلوق میں عیش و راحت کا دور شروع ہو گیا ۔ سلطان جلال الدین کے قتل کی برائی ان کی نظر سے اوجھل ہو گئی ، یہاں تک کہ ان کے دلوں سے اس کا خیال بھی جاتا رہا ۔

جب سلطان علاء الدین ، دہلی کے تخت کا مالک ہو چکا تو اس مضمون کے مطابق :

بیت

سری وارث ملک تاہر لنست
لن ملک را فتنہ پیراہنست

[۱۳۰] سلطان علاء الدین نے سلطان جلال الدین کے لڑکوں کے دفعیہ کو جو ملتان میں تھے ، سارے کاموں پر مقدم سمجھا ۔ الغ خاں اور ظفر خاں کو چالیس ہزار سواروں کے ساتھ ملتان روانہ کیا[3] ۔ امرائے مذکور نے وہاں پہنچ کر ملتان کا محاصرہ کر لیا ۔ دو ماہ کے بعد ملتان کا کوتوال اور وہاں کے عمائد ، ارکلی خاں اور اس کے بھائیوں سے برگشتہ ہو گئے اور شہر سے نکل کر الغ خاں اور ظفر خاں سے ملاقات کی ۔

۱- برنی ، (ص ۲۴۸) ملک اباجی جلالی آخوربک ۔ (ق)
۲- (برنی ، ص ۲۴۸) برن مار ۔ (ق)
۳- محرم ۶۹۶ھ/۱۲۹۶ء (بدایونی ، ص ۱۸۵) لال ، (ص ۶۵) ۔

سلطان کے لڑکے پریشان ہو گئے اور شیخ رکن الدین[1] کے توسط سے عہد و امن کے ساتھ الغ خاں سے ملاقات کی ۔ الغ خاں نے ان کی تعظیم کی ۔ اپنے سرا پردہ کے نزدیک ان کو ٹھہرایا ۔ دہلی کو فتح نامہ روانہ کر دیا ۔ اور وہ فتح نامہ دہلی میں منبر پر پڑھا گیا ۔ شہر آراستہ کیا گیا اور خوشی کے شادیانے بجائے گئے ۔ الغ خاں ، سلطان جلال الدین کے لڑکوں اور امراء و ملوک کے ہمراہ دہلی کی جانب روانہ ہوا ۔ راستے میں نصرت خاں ، جو دہلی سے اس کام پر مقرر ہوا تھا ، الغ خاں سے جا ملا[2] ۔ اس نے سلطان جلال الدین کے لڑکوں اور الغو کہ جو سلطان جلال الدین کا داماد تھا ، ملک احمدحب کو جو نائب امیر حاجب تھا (ان سب کو) اندھا کر دیا ۔ ان کے مال اور لشکر پر قبضہ کر لیا ۔ ان دونوں مظلوم شہزادوں کو ہانسی میں قید کر دیا[3] ۔ اور ارکلی خاں کے دونوں لڑکوں کو شہید کر دیا ۔ احمدحب اور سلطان جلال الدین کی بیگمات اور ان کے لڑکوں کو دہلی لا کر قید کر دیا ۔

دوسرے سال جلوس میں نصرت خاں نے وزارت کا عہدہ پایا[4] اور ملک علاء الملک کو کڑہ کے امراء اور خزانہ کے ساتھ بلا کر ، دہلی کی کوتوالی پر جو ملک الامراء کا عہدہ تھا ، مقرر کر دیا ، نصرت خاں کو موقع مل گیا ۔ اس نے تمام وہ مال و دولت جو سلطان علاء الدین نے ابتدائے جلوس میں مصلحتاً جلالی امراء میں تقسیم کر دیا تھا ، واپس لے لیا ۔ اس طرح تمام مال و دولت خزانے میں واپس آ گیا ۔

اسی سال[5] مغلوں کا لشکر دریائے سندھ سے گزر کر ہندوستان آ

۱- شیخ رکن الدین (ف ۷۳۵ھ/۱۳۳۵ء) ابن شیخ صدر الدین عارف ابن بہاء الدین زکریا ملتانی ، سہروردی سلسلے کے مشہور شیخ طریقت ہیں ۔ (ق)

۲- بمقام ابوہار متصل ہانسی ملاقات ہوئی (لال ، ص ۶۵) ۔

۳- دیکھیے مبارک شاہی ، (ص ۷۲) ۔

۴- ۱۲۹۷ء (لال ، ص ۹۶) ۔

۵- بقول برنی ۶۹۶ھ بقول خسرو (خزائن الفتوح) ، بقول لال ، ص ۱۲۱) ۹۸ - ۱۲۹۷ء ۔

گیا[1] ۔ سلطان علاء الدین نے الغ خاں اور ظفر خاں کو دوسرے امراء کے ہمراہ ان کے دفعیہ کے لیے روانہ کیا ۔ فریقین کا مقابلہ [۱۳۱] جار مہخور[2] کے نواح میں ہوا ۔ جنگ کے بعد مغلوں کے لشکر کو شکست ہوئی ۔ ان میں سے بہت سے مارے گئے اور بہت سے گرفتار ہوئے ۔ جب فتح کی خبر دہلی پہنچی ، تو خوشی کے شادیانے بجائے گئے شہر آراستہ کیا گیا اور جشن کیے گئے ۔ اس کے بعد جلالی امراء کو جنھوں نے بیوفائی کی تھی ، اور علاء الدین سے مل کر منصب اور جاگیریں پائی تھیں ، گرفتار کر لیا ۔ ان میں سے بعض کو اندھا کرا دیا اور کچھ (امراء) دور کے قلعوں میں قید کر دیے گئے ۔ ان کے مال و اسباب کو خزانے میں داخل کر لیا گیا اور ان کے خاندانوں کو ختم کر دیا گیا ۔ تمام جلالی امراء میں سے ملک قطب الدین علوی ، ملک نصر الدین شحنہ پیل اور قدر خاں کے باپ ملک امیر جمال ایسے تھے جنھوں نے سلطان کے لڑکوں کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا اور سلطان علاء الدین سے کچھ نہیں لیا تھا ۔ وہ سب سلامت رہے اور ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی ۔ نصرت خاں نے اس سال اس طرح ایک کروڑ حاصل کیا اور خزانے میں داخل کر دیا[3]۔

تیسرے سال جلوس[4] میں سلطان (علاء الدین نے) الغ خاں اور نصرت خاں کو بڑے لشکر کے ساتھ گجرات کے لیے مقرر کیا[5] ۔ انھوں

۱- قدر خاں کی سربراہی میں یہ حملہ ہوا (لال ، ص ۱۳۱) ۔
۲- خسرو (خزائن الفتوح) جارن منجور ، مبارک شاہی ، (ص ۷۲) منجہور فرشتہ (۱/۱۰۲) حدود لاہور اور برنی ، (ص) جالندھر ، (ص ۲۵۰) ہے ۔ لال ، (ص ۱۳۱) نے جالندھر ہی کو ترجیح دی ہے ۔ (ق)
۳- برنی ، (ص ۲۵۰ - ۲۵۱) فرشتہ (۱/۲۰۲ - ۲۰۳) ۔
۴- ۲۴ فروری ۱۲۹۹ء (۲۰ جمادی الاولیٰ ۶۹۸ھ) لال ، (ص ۶۸) ۔
۵- گجرات کے راجا نے اپنے وزیر مادھو کی حسین بیوی کو اس کی غیر حاضری میں زبردستی اپنے محل میں داخل کر لیا تھا جس پر وزیر نے دہلی آ کر سلطان علاء الدین کو گجرات پر چڑھائی کی ترغیب دلائی (تاریخ گجرات از ابوظفر ندوی ، ص ۲۹۳ - ۲۹۴) لال ، (ص ۶۹ - ۷۰ حاشیہ) ۔

نے نہروالہ اور گجرات کے تمام شہروں کو تاخت و تاراج کر دیا۔ نہر والہ کا حاکم رائے کرن وہاں سے فرار ہو کر دیو گیر دکن کے راجا سے جا ملا۔ اس کی عورتیں اور لڑکی کہ جس کا نام دیول رانی تھا، خزانہ اور ہاتھی جو کچھ بھی تھا، لشکر کے ہاتھ آیا اور اس بت کو کہ جسے سومنات کی بجائے کہ جس کو محمود غزنوی نے توڑا تھا، سومنات کے برہمنوں نے پھر اپنا معبود بنایا تھا، وہاں سے دہلی لا کر ڈال دیا تا کہ مخلوق کے پیروں تلے رولدا جائے۔ نصرت خاں کنبایت پہنچا اور ان تاجروں سے جو وہاں رہتے تھے اور بہت مال و دولت رکھتے تھے، مال و جواہر اور قیمتی سامان حاصل کیا اور اس نے کافور ہزار دیناری کو کہ سلطان علاء الدین نے اپنے اس تعلق خاطر کی وجہ سے کہ جو اس کے ساتھ اسے تھا، بالآخر نائب بنایا تھا، اس کے خواجہ سے زبردستی لے کر سلطان (علاء الدین) کی خدمت میں بھیج دیا۔ اور جب الغ خاں اور نصرت خاں [۱۳۲] گجرات کو تاخت و تاراج کرکے بے انتہا مالِ غنیمت کے ساتھ واپس ہوئے[۱]۔

واپسی کے دوران میں لشکریوں سے مال غنیمت کے خمس وغیرہ کے سلسلے میں مواخذہ کیا گیا۔ تشدد اور سختی کی گئی اور حد سے زیادہ طلب کیا گیا۔ بعض امراء کہ جن کو نو مسلم[۲] کہتے تھے، دوسرے لوگوں کے ساتھ کہ وہ بھی مواخذہ کی وجہ سے تنگ آ گئے تھے، مل گئے اور اپنا ایک گروہ بنا لیا۔ وہ ملک عزالدین پر جو نصرت خاں کا بھائی تھا اور (نصرت خاں) الغ خاں کا امیر حاجب تھا، ٹوٹ پڑے اور اس کو قتل کر دیا۔ وہ الغ خاں کی بارگاہ میں بھی داخل ہو گئے۔ الغ خاں دوسرے راستے سے نکل کر نصرت خاں کی بارگاہ میں پہنچا۔ سلطان علاء الدین کا بھانجا بارگاہ میں سو رہا تھا۔ اس کو الغ خاں کے دھوکے میں لوگوں نے قتل کر دیا۔ نصرت خاں نے ہمت سے کام لے کر

۱۔ دیکھیے لال، (ص ٦٨ - ٧١) برنی، (ص ۲۵۱ - ۲۵۲)، فرشتہ (۱۰۳/۱)۔

۲۔ نو مسلم مغل ان کے سرداروں کے ناموں کے لیے دیکھیے مبارک شاہی (ص ٧٦) عصامی، (ص ۲۴۴)۔

مفسدوں کا مقابلہ کیا اور وہ متفرق ہو کر ادھر اُدھر چلے گئے ۔ الغ خاں اور نصرت خاں نے مالِ غنیمت کی وصول یابی ختم کر دی اور مال ، ہاتھی اور تمام ساز و سامان کے ساتھ جو ان کے ہاتھ آیا تھا ، دہلی پہنچ گئے ۔ سلطان علاء الدین نے ان لوگوں کی اولاد اور متعلقین کو کہ جو اس فتنے کے اُبھارنے والے تھے ، گرفتار کرا کے قتل کرا دیا ۔ نصرت خاں نے اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لیے اُن لوگوں کی عورتوں کو کہ جنھوں نے اس کے قتل میں کوشش کی تھی ، جلادوں کے سپرد کر دیا کہ بچوں کو عورتوں کے سروں پر ماریں تا کہ وہ ہلاک ہو جائیں[1] ۔ اس سے سے پہلے دہلی میں یہ قاعدہ نہیں تھا کہ کسی کے جرم میں اس کی اولاد اور متعلقین کو قتل کیا جائے ۔

اسی سال جب[2] صلدی نام مغل اور اس کا بھائی آ کر سیوستان[3] پر قابض ہو گیا ، تو ظفر خاں[4] ایک بڑے لشکر کے ساتھ سیوستان بھیجا گیا ۔ اس ظفر شعار (فاتح) نے سیوستان کا محاصرہ کر لیا ۔ تھوڑی سی مدت میں اس نے فتح پائی ۔ صلدی اور اس کے بھائی کو اس کی اولاد اور متعلقین کو دوسرے مغلوں کے ساتھ کہ جو ان کے ہمراہ تھے ، گرفتار کر لیا اور ان کی گردنوں میں طوق ڈلوا کو دہلی روانہ کر دیا ۔

اسی سال کے[5] آخر میں قتلغ خواجہ پسر داؤد[6] کئی ہزار مغل لے کر

۱- ملاحظہ ہو - برنی ، ص ۲۵۳ ، بدایونی (اردو ، ص ۵۹) مبارک شاہی (۷۶ - ۷۷) فرشتہ (۱۰۳/۱) لال ، (ص ۷۲ - ۷۳) - (ق)

۲- ۱۲۹۹ء میں جبکہ الغ خاں اور نصرت خاں ، گجرات کی مہم میں مشغول تھے - (ق)

۳- سندھ کا شمالی مغربی علاقہ - (ق)

۴- میر معصوم بھکری نے غلطی سے نصرت خاں کا نام لکھ دیا ہے - حالانکہ وہ اس وقت گجرات کی مہم پر تعینات تھا - (تاریخ معصومی، ص ۴۴) -

۵- اواخر ۱۲۹۹ء (لال ، ص ۱۳۴) -

۶- قتلغ پسر دوا (والی ماوراء النہر) (فرشتہ ۱/۱۰۳) ذکاء اللہ (۱/۲۴۱) لیکن بدایونی ، (ص ۵۹) میں داؤد لکھا ہے - برنی ، (ص ۲۵۴) میں "ذودا لعین" ہے اس "لعین" بطور صفت ہے لال ، (ص ۱۳۴) میں "دوا" ہے - (ق)

ہندوستان کے ارادے سے ماوراء النہر سے آیا اور دریائے سندھ [۳۰۱] کو عبور کیا ۔ چونکہ ملک گیری کے ارادے سے آیا تھا ، لہذا ان مواضعات و قصبات کو جو راستے میں واقع تھے ، اپنے ملک میں داخل سمجھنے لگا اور ان میں سے کسی کو برباد و تاراج نہیں کیا اور دہلی کے حدود میں آ کر محاصرہ کی سی کیفیت پیدا کر دی ۔ چونکہ بے شمار لوگ قصبات اور نواحی بستیوں سے مغلوں کے خوف کی وجہ سے شہر میں آ گئے تھے ، لہذا اتنا ہجوم ہو گیا تھا کہ مسجدوں ، محلوں ، گلیوں اور بازاروں میں بیٹھنے اور کھڑے ہونے تک کی جگہ نہیں رہی تھی ۔ مخلوق کثرت ہجوم کی وجہ سے پریشان ہو گئی تھی غلہ اور خوراک کی آمدورفت بند ہو گئی تھی ہر چیز گراں ہو گئی تھی ۔ سلطان علاء الدین نے امراء و ملوک کو اطراف سے ملا کر لشکر کی قوت بڑھائی اور شاہانہ دبدبہ و شان کے ساتھ شہر سے باہر نکلا اور سری میں قیام کیا ۔ ملک علاء الملک کو جو دہلی کا کوتوال تھا ، شہر ، خزانے اور حرم کی حفاظت کے لیے چھوڑا ۔ کہتے ہیں کہ بعض سرداروں[1] نے عرض کیا کہ جنگ کا معاملہ خطرناک ہے اور لاٹھی کے دوسرے ہوتے ہیں ، لہذا جہاں تک ہو سکے حیلہ حوالے سے معاملہ کو ٹالنا چاہیے اور جنگ نہیں کرنی چاہیے ۔

اگر پیل زورے و گر شیر جنگ
بنزدیک من صلح بہتر ز جنگ

سلطان علاء الدین نے کہا کہ بادشاہت اور جنگ سے پرہیز کرنا دونوں چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں :

کسے کو کلاہِ کیاں می نہد
سر خویش را درمیاں می نہد

قلعہ بند ہونا بادشاہوں کے لیے مناسب نہیں ہے ۔ جنگ کا سامان درست کر کے جنگ کا علم لہرا دیا ۔ قتلغ خواجہ نے بھی ادھر سے جنگ شروع کی اور جرأت و بہادری کی داد دی ۔ ظفر خاں نے جو میمنہ کا

۱- یہ گفتگو علاء الملک سے ہوئی تھی ۔ دیکھیے برنی ، ص ۲۵۵ - ۲۵۸ - (ق)

سردار تھا ، مغلوں کے لشکر پر حملہ کرکے اس کو زیر و زبر کر دیا ۔ اور شکست دی ۔ مغل بھاگ کھڑے ہوئے ۔ ظفر خاں اٹھارہ کوس تک ان کا تعاقب کرتا ہوا گیا اور الغ خاں جو میسرہ کا سردار تھا ، اس نے ظفر خاں سے عداوت رکھنے کی وجہ سے ساتھ نہ دیا اور اس کو [۱۴۴] اکیلا چھوڑ دیا ۔ ناگاہ بعض مغل سرداروں نے جو راستے میں گھات لگائے بیٹھے تھے ، دیکھا کہ ظفر خاں تنہا آگے بڑھ گیا ہے اور اس کی کمک کے لیے پیچھے سے فوج نہیں آئی ہے ، وہ اس کے پیچھے سے آگئے اور اس کو درمیان میں لے لیا اور اس کے گھوڑے کے پیر توڑ دیے ۔ اس نے پیادہ پا ہو کر بھی بہادری کی داد دی ۔ ہر چند قتلغ خواجہ نے اس کو زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کی ، مگر کامیاب نہ ہو سکا ۔ آخر کار اس نے حکم دیا اور اس کو تیر برسا کر شہید کر دیا جائے اور دوسرے امراء کو بھی جو اس کی فوج میں تھے ، قتل کر دیا ۔ قتلغ خواجہ اس روز ہندوستانیوں کے غلبے کے خوف سے تیس کوس تک کہیں نہ ٹھہرا اور نہایت تیزی سے اپنے ملک کو چلا گیا ۔ ظفر خاں دلاوری اور صف شکنی کی وجہ سے ان کے درمیان "ضرب المثل" ہو گیا ۔ چنانچہ اگر ان کا گھوڑا پانی پینے سے استغنا ظاہر کرتا ، تو کہتے تھے کہ شاید ظفر خاں کو دیکھ لیا ہے ۔ سلطان علاء الدین نے جو ظفر خاں کی بہادری اور جرأت کی وجہ سے غیرت اور خوف کی حالت میں تھا ، اس کی شہادت کو دوسری فتح شمار کیا اور کیلی[1] سے واپس ہو کر دہلی آیا ۔ وہاں خوشیاں منائی گئیں جشن کیے گئے اور عیش و طرب میں مشغول ہوا ۔

چونکہ جلوس کے ان تین سالوں میں مملکت کے کام اکثر سلطان علاء الدین کے حسب منشا ہو گئے تھے اور بیگمات کی کثرت کی وجہ سے اولاد بھی بہت تھی اور اب ملک میں اس کا کوئی شریک نہ رہا تھا ، لہذا سلطان کے دل میں عجیب و غریب خیالات پیدا ہونے لگے ۔

ان میں سے ایک یہ تھا کہ چونکہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوت و شوکت سے ایک شریعت کا اجرا کیا اور ان کے چاروں یاروں (حضرت صدیق اکبر ، حضرت فاروق اعظم ، حضرت عثمان غنی اور

۱- دہلی کے قریب ایک گاؤں تھا ۔ (ق)

حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کی مدد سے اس (شریعت) نے اہتمام و استحکام پایا ، لہذا اگر میں بھی اپنے چاروں یاروں کی قوت اور ہمت سے کہ جو الغ خاں ، نصرت خاں ، ظفر خاں اور الی خاں[1] ہیں کوئی دین اور شریعت جاری کروں ، تو قیامت تک دنیا میں میرا نام باقی رہے گا ۔ ہمیشہ شراب نوشی اور خلوت کی صحبت میں امراء و ملوک سے یہی گفتگو ہوا کرتی اور پوچھتا کہ کون سی روش اور طریقہ اختراع کرنا چاہیے کہ میرے بعد بھی دنیا کے لوگوں میں اس کا رواج اور اعتبار باقی رہے[2] ۔

دوسرا خیال باطل جو مال و دولت اور لشکر و حشم اور اس طرح کی دوسری اشیاء کی کثرت کی وجہ سے [۱۰۵] اس کے دل میں پیدا ہوا تھا ، یہ تھا کہ دہلی کو اپنے معتمدین میں سے کسی ایک کے سپرد کروں اور خود سکندر رومی کی طرح تمام دنیا کے ممالک کی فتح میں مشغول ہو جاؤں ۔ اس نے حکم دے دیا تھا کہ اس کو خطبے میں سکندر ثانی کہا جائے اور سکے میں بھی یہی ٹھپہ لگا ۔ اس کے درباری اور مصاحب اس کی درشت مزاجی اور سخت طبیعت کی وجہ سے اس کی ان لغو باتوں کی تصدیق کیا کرتے اور اس کی عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کی تعریف کیا کرتے ۔

دہلی کا کوتوال ملک علاء الملک بہت موٹا تھا ۔ وہ ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو سلام کے لیے جاتا تھا اور شراب کے جلسے میں شرکت کرتا تھا ۔ ایک مرتبہ وہ رسم مقررہ کے مطابق سلطان کے پاس گیا اور مجلس میں شریک ہوا ۔ سلطان نے ان دونوں معاملوں کے متعلق اس سے مشورہ کیا ۔ علاء الملک نے سنجیدہ اور پسندیدہ گفتگو کی اور عقلی و نقلی دلائل سے سلطان کو مطمئن کر دیا کہ کسی نئی شریعت کے اجراء کا ترک ہی بہتر ہے اور اس ارادہ (اجرائے شریعت) کا نتیجہ ملک اور سلطنت کی خرابی ہوگا[3] ۔

۱- برنی ، (ص ۲۶۳) الپ خاں ۔ (ق)

۲- برنی ، ص ۲۶۲ - ۲۶۳ ۔

۳- برنی ، ص ۲۶۵ - ۲۶۶ ۔

ہنوز من آنکس نکو خواہ تست
کہ گوید فلاں خار در راہ تست

علاء الدین نے بہت غور و خوض کے بعد کہا کہ جو کچھ تو نے کہا وہ تمام تر درست اور حقیقت کے موافق ہے اب اس کے بعد سے اس کا ذکر نہ ہو ، لیکن دوسرے معاملے کے متعلق کیا کہتا ہے ، وہ غلط ہے یا صحیح - ملک علاء الملک نے کہا کہ یہ ارادہ جو سلطان نے کیا ہے اس کی عالی ہمتی پر دلالت کرتا ہے اور شاہانِ گزشتہ نے بھی اس قسم کے ارادے کیے ہیں - حضور سلطان اپنی قوت ، بہادری ، طاقت ، فوج اور خزانوں کے ذریعہ سے تمام دنیا کو اپنے قبضے میں لا سکتے ہیں ، لیکن جب سلطان ، دہلی سے نکل کر غیر ملکوں میں پہنچے گا اور مدتوں وہاں رہے گا تو کون ہے کہ جو سلطان کی عدم موجودگی میں نیابت کا کام کر سکے اور جب سلطان ، دہلی یا کسی دوسری ولایت پر واپس آئے گا ، تو وہ لوگ کہ جن کو وہ اپنا نائب بنا گیا ہوگا ، معلوم نہیں وہ [۱۳۶] ان (لوگوں) کو مطیع اور ان ملکوں کو سالم واپس بھی پائے گا یا نہیں ، اس لیے اس زمانے کو سکندر کا زمانہ خیال نہیں کرنا چاہیے ، کیونکہ اس زمانے میں بغاوت ، مکاری اور عہد شکنی کم تھی اور لوگ جو وعدہ کر لیتے تھے اس کو کتنا ہی زمانہ کیوں نہ گزر جاتا ، مدت کی درازی یا مقام کی دوری ان کے وعدے کو نہیں توڑ سکتی تھی اور سکندر ، ارسطالیس جیسا وزیر رکھتا تھا جس نے مملکت روم کے عوام و خوا کو کہ جو بہت وسیع مملکت تھی ، بغیر فوج اور خزانوں کے راضی اور مطیع رکھا - اس کی قوت فکر اور صائب رائے کی وجہ سے دوسرے ملکوں کا فتح کرنا آسان ہو گیا اور اس کی عدم موجودگی کے زمانے میں جو بتیس سال کا عرصہ تھا ، ملک قوم میں اس حکیم (ارسطالیس) کی صحیح تدبیر کی وجہ سے کسی طرح کا کوئی خلل واقع نہیں ہوا اور جب سکندر اعظم دنیا کو فتح کرکے فارغ ہوا اور ملک روم کو واپس آیا تو اہلِ روم کو اپنا مخلص اور ہوا خواہ پایا[۱] - اگر سلطان بھی اپنے امراء

۱- معلوم ہوتا ہے کہ علاء الملک کو تاریخ یونان کے متعلق بالکل سطحی واقفیت تھی - (ق)

اور رعایا پر اتنا ہی اعتماد رکھتا ہے ، جیسا کہ سکندر رکھتا تھا ، تو یہ ارادہ جو دل میں پیدا ہوا ہے ، بالکل صحیح اور درست ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو بہتری کے طریقے کے خلاف ہے ۔

سلطان علاء الدین نے بہت غور کرنے کے بعد علاء الملک سے کہا کہ اگر میں ان رکاوٹوں کا خیال کر کے کہ جن کا تو نے ذکر کیا ہے ۔ ''جہانگیری'' میں کوشش نہ کروں اور صرف دہلی کی مملکت پر قناعت کر لوں ، تو پھر اس فوج اور خزانے کا جو میرے پاس ہے ، کیا مصرف ہوگا اور اس سے کیا فائدہ ہوگا اور ''جہانگیری'' کی شہرت کہ اس کے سوا میرا کوئی اور مقصد نہیں ہے ، کس طرح پاؤں گا ۔ ملک علاءالملک نے زمین خدمت کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ سلطان کو اس وقت دو ایسی مہمیں درپیش ہیں ، کہ اگر تمام فوج اور خزانے ان کی تکمیل میں صرف ہو جائیں ، تو کوئی حرج نہیں ہے ۔ اول ہندوستان کے بعض علاقے مثلاً رنتھمبور ، چتوڑ ، چندیری ، مالوہ اور پورب میں دریائے سرجو اور دریائے اودھ تک اور سوالک میں دریائے عمان[۲] تک فتح ہو جائے اور اگر یہ علاقہ کہ جو سرکشوں کی پناہ اور چوروں کا ٹھکانا ہے ، قبضہ و تصرف میں آ جائے تو ہندوستان کا تمام میدان مفاسد اور خلل سے پاک ہو جائے اور دوسری مہم مغلوں کا سدِ باب کرنا ہے اور وہ قلعے جو مغلوں کے آنے کی طرف [۲۰۷] واقع ہیں ، مثلاً دیبال پور ، ملتان اور سامانہ ان کو مستحکم اور مضبوط کرنا چاہیے ۔ جب یہ دونوں اہم کام ہو جائیں تو ممکن ہے کہ سلطان دہلی کے دارالمملکت میں اطمینان سے رہے اور مخلص غلاموں کو مستعد لشکروں کے ساتھ مختلف اطراف میں مقرر کر دے کہ وہ دور و دراز کے ممالک پر جا کر قبضہ کریں اس طرح سے خداوند جہاں (سلطان علاء الدین) کی ''جہانگیری'' کا نام اور ''عالم گیری'' کی شہرت دنیا میں پھیل جائے گی اور اس وقت یہ مناسب ہے کہ سلطان شراب کی کثرت ، شکار کے انہماک اور عیش پرستی سے باز آئے ۔ سلطان علاء الدین نے جب یہ گفتگو سنی تو اس کی صائب رائے اور حسن تدبیر کی بہت

۱۔ برنی ، ص ۲۶۷ - ۲۶۸ ۔
۲۔ ''سوالک تا آبِ عمان'' برنی میں نہیں ہے ۔

تعریف کی اور شاباش دی ۔ زردوزی جامہ ، جس پر شیر کی تصویر بنی تھی ، قیمتی کمر بند ، دس ہزار تنکے ، دو گھوڑے زین اور جڑاؤ لگام کے ساتھ اور دو گاؤں اس کو انعام میں دیے ۔ دوسرے امراء کہ جو اس مجلس میں تھے ، علاء الملک کی باتوں سے خوش ہوئے اور ان میں سے ہر ایک نے کئی ہزار تنکے اور دو گھوڑے علاء الملک کو بھیجے اور اس کی صائب رائے کی بہت تعریف کی[1] ۔

چونکہ رنتھمبور ، دہلی کے نزدیک تھا[2] اور پتھورا کا پوتا[3] ہمیردیو اس پر پوری طرح قابض تھا ، لہذا سلطان علاء الدین نے رنتھمبور کی فتح کو مقدم سمجھا اور الغ خاں کو جو ساماںہ کا حاکم تھا ، بلایا اور اس مہم پر مقرر کیا[4] اور کڑہ کے حاکم نصرت خاں کو بھی اس کی مدد کے لیے بھیجا ۔ انھوں نے جا کر جھائن پر قبضہ کر لیا اور رنتھمبور کے قلعے کا محاصرہ کر لیا ، اور اس کے فتح کرنے میں کوشش کی ۔ اتفاق سے ایک پتھر قلعے کے اندر سے آ کر نصرت خاں کے لگا اور وہ فوت ہوگیا ۔

اس خبر کے سنتے ہی سلطان علاء الدین نے رنتھمبور کی طرف کوچ

۱- فرشتہ (۱۰۶/۱) تالمغان و کابل ہے ، غالباً یہی امغان ، عمان لکھ دیا گیا ہے ۔ (ق)

۲- قتلغ کی مہم کے دوران بعض مغل مثلاً ''محمد شاہ اور کیہبرو'' رنتھمبور کے راجا کے یہاں پناہ گزین ہوئے تھے ، چنانچہ راجا کو لکھا بھی گیا تھا ۔ عصامی لکھتا ہے :

قمیزی محمد شہ و کابہرو
کہ ہستند غدار بلغاک جو
خزیدند بر رائے کشور اروز
مقیم اند در خدمتِ او ہنوز

(عصامی ، ص ۲۶۲)

۳- لال (ص ۸۳) میں ایک کتبہ کی روشنی میں سلسلہ نسب یوں ہے ۔ ہمیر ابن جیترا سمہا بن واگبہت (بھادا) بن پرتھوی راج ۔ (ق)

۴- ۱۳۰۰ء (لال ، ص ۸۴) ۔

کر دیا ۔ جب وہ تلھیت[1] پہنچا ، تو چند روز اس نے وہاں قیام کیا ، وہ روزانہ جنگل کو جاتا تھا اور گھیرا ڈال کر شکار کرتا تھا ۔ ایک دن حسب معمول شکار کے لیے گیا ہوا تھا کہ ناوقت ہو گیا اور لشکر کو نہ آسکا اور باہر ہی رہا ۔ [۳۰۸] دوسرے روز سورج نکلنے سے پہلے اس نے حکم دیا کہ لوگ شکار کے لیے گھیرا بنائیں اور خود چند آدمیوں کے ساتھ ایک طرف کو چلا گیا اور بلندی[2] پر بیٹھ گیا کہ جب شکارگاہ تیار ہو جائے تو شکار کرے ۔ اچانک سلطان علاء الدین کا بھتیجا اکت خاں جو وکیل در تھا چند نو مسلم (مغل) سواروں کے ساتھ کہ جو اس کی قدیم جاگیر کے ملازم تھے ، وہاں آ گیا اور سلطان کو مار ڈالنا چاہا ، جب سلطان کو تیر کا نشانہ بنایا ، تو سلطان بلندی[3] سے نیچے اُتر آیا اور اسی بلندی (بلند چیز)[4] کو ڈھال بنا لیا ۔ اس کے بازو پر تیر کے دو زخم لگ چکے تھے ۔ اکت خاں نے ارادہ کیا کہ گھوڑے سے اُتر کر سلطان کا سر کاٹ لے ، پایکوں کی جماعت جو سلطان کے گرد تھی دوڑ کر آگے آ گئی ، انھوں (پایکوں) نے بظاہر (اکت خاں) کی موافقت دکھائی اور اس سے بیعت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ سلطان (علاء الدین) کا کام تمام ہو گیا ۔ اکت خاں نے ان باتوں پر یقین کر لیا اور وہ نہایت تیزی سے لشکرگاہ کی جانب روانہ ہوا اور وہ سلطان کی بارگاہ میں سوار ہو کر گیا اور تخت پر بیٹھ گیا اور ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ میں نے سلطان کو قتل کر دیا ۔ لوگوں نے خیال کیا کہ صحیح کہہ رہا ہے ۔ ہر شخص آ کر اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے مرتبے سے اس کے پاس کھڑا ہو گیا ۔ مبارک باد اور بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا ، انھوں نے نعرے لگائے ، مقربین قرآن پڑھنے لگے ، گویوں نے گانے شروع کر دیے ۔ اکت خاں نے جو جوان اور کم ہمت تھا ارادہ کیا کہ فوراً حرم میں داخل ہو جائے ملک دینار حرمی جو اپنی جماعت کے ساتھ مسلح اور متحد حرم کے دروازے

۱- تلپت ، دہلی سے ۱۲ میل کے فاصلے پر ہے ، برنی (ص ۲۷۲) ، لال (ص ۸۷) ۔

۲ ، ۳ ، ۴- برنی (ص ۲۷۳) میں واضح طور پر لکھا ہے کہ سلطان "موڑھے" پر بیٹھا تھا اسی پر سے اُترا اور اسی کو ڈھال بنایا تھا ۔ (قمر)

پر تعینات تھا ، اس نے نہ جانے دیا اور کہا کہ جب تک سلطان کا سر نہیں دکھائے گا ، میں تجھ کو حرم میں نہیں جانے دوں گا ۔

جب سلطان علاء الدین کو ہوش آیا تو اپنے زخموں کو باندھا اور سمجھ گیا کہ امراء سے مل کر اکت خاں نے یہ کام کیا ہے ۔ اس نے چاہا کہ ان پچاس ساٹھ آدمیوں کے ہمراہ کہ جو اس کے ساتھ تھے الغ خاں کے پاس جھائن چلا جائے اور پھر اس کے ساتھ مل کر جو کرنا چاہیے وہ کرے ۔ عمدۃ الملک کے بیٹے ملک حمید الدین نائب وکیل در نے جو اس زمانے کے عقل مندوں میں سے تھا ، سلطان کو جانے سے منع کیا اور کہا کہ فوراً اپنے سراپردہ کی طرف چلنا چاہیے ۔ چونکہ ابھی اس کا کام مستحکم نہیں ہوا ہے ، [۱۰۹] جب لشکر کے لوگ چتر سلطانی کو دیکھیں گے ، تو سب سلطان کی طرف دوڑے چلے آئیں گے اور اس کی مجلس منتشر ہو جائے گی ۔ اگر اس کام میں تاخیر ہوئی تو پھر اس کا تدارک مشکل ہو جائے گا ۔ اسی وقت سلطان سوار ہو کر اپنے سراپردہ کی جانب روانہ ہوا ۔ راستے میں جو سوار سلطان کو دیکھتا تھا اس کے ساتھ ہو جاتا تھا اور (سلطانی) بارگاہ پہنچنے تک تقریباً پانسو سوار سلطان کے پاس جمع ہو گئے ۔ جب وہ لشکر کے نزدیک پہنچا تو اس نے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر اپنے کو دکھایا اور اکت خاں کی مجلس درہم برہم ہو گئی ، ہر شخص سلطان کی طرف دوڑا ۔ اکت خاں سوار ہو کر افغان پور کی طرف چل دیا ۔

سلطان علاء الدین بلندی سے اتر کر اپنی بارگاہ میں آیا اور تخت پر بیٹھ گیا ۔ اس نے دربار عام کیا ۔ ملک عزالدین[1] ، تغان خاں اور ملک نصرالدین نور خاں[2] کو اکت خاں کے تعاقب میں روانہ کیا ، وہ افغان پور میں اس کے پاس پہنچے اور اس کا سر کاٹ کر سلطان کی خدمت میں لائے اور لشکر میں گھمایا ۔

تکیہ بر جائے بزرگاں نتواں زد بگزاف
مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی

۱۔ ملک اعزالدین بغان خاں (برنی ، ص ۲۷۶) ۔
۲۔ ملک نصیرالدین نور خاں (برنی ، ص ۲۷۶) ۔

سلطان نے اس (اکت خاں) کے بھائی کو کہ جسے قتلغ خاں کہتے تھے ، اس کی خاص جماعت کے ساتھ قتل کرا دیا اور بعض کو قید کر کے (دور) قلعوں میں بھیج دیا ۔ سلطان نے وہاں سے رنتھمبور آ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا اور قلعہ گیری کی ضروریات کو پورا کر کے اس کے فتح کرنے میں مشغول ہوا ۔

اسی دوران میں خبر پہنچی کہ عمر خاں[1] اور منگو خاں جو دونوں سلطان کے بھتیجے تھے[2] ، بداپوں[3] میں باغی ہو گئے ہیں ۔ سلطان نے بعض امراء کو ان کی تنبیہہ کے لیے بھیجا ۔ امراء گئے اور ان کو گرفتار کر کے سلطان کے پاس لے آئے ۔ سلطان نے دونوں بھتیجوں کو اندھا کرا دیا ۔ ان کے خاندانوں کا نام و نشان مٹا دیا ۔

بیت

یا ولی نعمت از بروں آئی
گر سپہری کہ سرنگوں آئی

[۱۵۰] اس کے بعد دہلی میں کوتوال ملک الامراء کے خاصہ خیلوں (حفاظتی دستہ) میں سے ایک شخص حاجی مولا[4] رنتھمبور کے محاصرے کے زمانے میں موقع غنیمت سمجھ کر اپنی تقدیر کی گردش سے فتنہ انگیزی کا بانی ہوا اور اس نے ایک جھوٹا فرمان بنایا اور وہ بداپوں دروازہ سے شہر میں داخل ہوا اور کوتوال شہر کو اطلاع دی کہ سلطان کا فرمان آیا ہے کہ باہر آؤ تاکہ تمھارے سامنے فرمان پڑھا جائے ، جیسے ہی کہ ترمذی[5] کوتوال گھر سے باہر نکلا ، حاجی مولا نے اس مفسد جماعت کو جو اپنے ہمراہ رکھتا تھا ، اشارہ کر دیا اور ان (لوگوں) نے کوتوال کو

۱- عمر خاں بداپوں کا اور منگو خاں اودھ کا گورنر تھا ۔ (ق)
۲- برنی (ص ۲۷۲) ، فرشتہ (۱/ ۱۰۴) اور لال (ص ۸۹) میں بھانجا ہے ۔
۳- ملاحظہ ہو کنزالتاریخ ، ص ۲۱۶ - ۲۱۸ ۔
۴- حاجی ، ملک فخرالدین سابق کوتوال دہلی کا غلام تھا ، (لال ، ص ۹۰) ۔ (ق)
۵- ذکاء اللہ (۲/ ۹۴) نے کوتوال کا نام با یزید لکھا ہے ۔ (ق)

فوراً قتل کر دیا اور اس نے لوگوں سے کہا کہ میں نے فرمان کی رو سے قتل کرایا ہے اور شہر کے دربانوں سے کہا کہ شہر کے تمام دروازے بند کر دو اور ایک آدمی کو علاء الدین ایاز کے پاس جو "قلعہ لو" کا کوتوال تھا ، بھیجا کہ سلطان کا فرمان آیا ہے کہ فوراً آؤ اور اس کا مضمون پڑھ لو ۔ علاء الدین ایاز اس کی غداری سے واقف ہو چکا تھا ، اس نے اپنے ہوش و حواس درست رکھے اور قلعے کے دروازوں کو مستحکم کر لیا ، حاجی مولا اُس جماعت کے ہمراہ کوشک لعل میں آیا ، قیدیوں کو رہا کر کے اپنے ساتھ لیا ، گھوڑے ، اسلحہ اور خزانہ جو کچھ وہاں تھا ، سب اس جماعت میں کہ جو اس کے ساتھ آئی تھی ، تقسیم کر دیا ، اور اس نے ایک علوی کو کہ جسے شاہ لبہ محتسب[1] کہتے تھے اور ماں کی طرف سے اس کا نسب سلطان شمس الدین سے ملتا تھا ، زبردستی لا کر کوشک لعل میں تخت نشین کر دیا اور اکابر و صدور کو زبردستی بلا کر مجبور کیا کہ اس کی بیعت کریں ۔ جب یہ خبر سلطان علاء الدین کو پہنچی ، تو اس نے اس کو ظاہر نہیں کیا بلکہ اس نے قلعے کے فتح کرنے میں اور زیادہ کوشش کی اور اپنی جگہ سے نہیں ہٹا ۔ اس واقعہ کو ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ ملک حمید الدین امیر کو[2] ، اپنے لڑکوں کے ہمراہ جو شجاعت میں فرد تھے ، بدایوں دروازہ کھول کر باہر نکلا ، اور ظفر خاں کے سواروں کی ایک جماعت کو جو امروہہ سے پیشکش لے کر آئے تھے ، اپنے ہمراہ لیا اور دروازہ ہندرکال[3] کے نزدیک ان سے اور حاجی مولا سے جنگ ہوئی ۔ امیر کو ، گھوڑے سے اُتر کر حاجی مولا

۱- برنی (ص ۲۸۰) "علوی بود کہ او را ابسہ شہ نجف گفتندے" فرشتہ (۱/۲۰۷) ، "علوی کہ او را شاہنشہ گفتندے" فرشتہ کے ایک خطی نسخہ (مملوکہ دکن دارالاشاعت کراچی) میں ہے ، "علیبری کہ او را تاجبخشہ گفتندے" ممکن ہے کہ یہ "علیبری" "البری" ترک ہو ۔ (ق) اور چونکہ خلجیوں کو حکومت البری ترکوں سے ملی تھی لہذا یہ کشمکش موجود تھی (لال ، ص ۹۰) ۔ (ق)

۲- امیر کو (امیر کوہی) ۔

۳- برنی (ص ۲۸۱) ، لال (ص ۹۲) ہندرکال ۔

سے لپٹ گیا اور اس کو چت کر دیا ۔ حالانکہ وہ زخمی ہو چکا تھا ، [۱۵۱] مگر اس نے دشمن کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کو ختم نہ کر دیا ۔ اس کے بعد کوشک لعل میں داخل ہوئے اور اس علوی کو کہ جسے حاجی مولا نے تخت پر بٹھایا تھا ، قتل کر دیا اور اس کے سر کو نیزے پر بلند کر کے ستھام شہر میں گشت کرایا اور اس سر کو فتح نامہ کے ساتھ سلطان (علاء الدین) کی خدمت میں بھیج دیا ۔

سلطان علاء الدین نے الغ خاں کو دہلی روانہ کیا ۔ اس نے فتنہ انگیزوں کو قتل کر دیا اور قدیم کوتوال ملک الامراء کے لڑکوں کو اس وجہ سے کہ حاجی مولا ان کے خاصہ خیل (حفاظتی دستہ) کا آدمی تھا ، قتل کرا دیا حالانکہ ان کا اس فتنے میں مطاق دخل نہ تھا ۔ ان کے خاندان کو بھی ملیا میٹ کر دیا ۔

اس کے بعد سلطان علاء الدین نے نہایت جدوجہد سے قلعہ رنتھمبور کو فتح کیا[1] اور رائے ہمیر دیو کو مع اس کی قوم اور قبیلے کے قتل کرا دیا ۔ لکھتے ہیں کہ میر محمد شاہ اور ایک باغی گروہ کہ جو جابور سے بھاگ کر رنتھمبور کے قلعے میں پناہ گزیں ہوا تھا ، ان میں سے اکثر قلعے کی فتح کے وقت قتل ہو گئے ۔ میر محمد شاہ زخمی پڑا ہوا تھا ۔ جب سلطان کی نظر اس پر پڑی تو اس نے بہ لظر ترحم اس سے فرمایا کہ اگر تیرا علاج کرا دوں اور تجھ کو اس ہلاکت سے نجات دلا دوں ، تو تُو کیا کرے گا اور تو کس قسم کا سلوک کرے گا ۔ اس نے جواب دیا کہ اگر مجھ کو صحت ہو جائے تو تجھ کو قتل کر دوں گا اور ہمیر دیو کے لڑکے کو تخت نشین کروں گا ۔

بیت

بد گہر با کسے وفا نکند
اصل بد در خطا خطا نہ کند

۱- رنتھمبور کا قلعہ ۳ ذی الحجہ ۷۰۰ھ (۱۱ جولائی ۱۳۰۱ء) کو فتح ہوا ۔ (لال ، ص ۹۵) ۔ (ق)

سلطان نے حکم دیا اور اس کو مست ہاتھی کے پیروں سے کچلوا دیا ۔ کچھ دنوں کے بعد اس کی نمک حلالی جو اس نے اپنے آقا کے ساتھ کی تھی ، یاد آئی تو (سلطان نے) اس کے کفن دفن کا حکم دے دیا ۔

مختصر یہ کہ سلطان علاء الدین نے قلعہ رنتھمبور کو اس کے نواحی علاقوں کے ساتھ الغ خاں کی جاگیر میں دے دیا اور خود دہلی چلا گیا ۔ اس کے بعد الغ خاں بیمار[1] ہوا اور مر گیا ۔

سلطان علاء الدین نے متواتر بغاوتوں اور فتنوں کے متعلق جو اس دوران میں رونما ہوئے ، صائب رائے امراء سے کہ جو تجربہ کار اور عقلمند تھے ، پوچھا [۱۵۲] کہ ان متواتر حادثات کے وقوع پذیر ہونے کے کیا اسباب ہو سکتے ہیں اور ان کا تدارک کس طرح کیا جائے ۔ امراء نے جواب دیا کہ یہ باتیں چار اسباب کی بنا پر واقع ہوئی ہیں :

اول : مخلوق کے اچھے اور برے حالات سے بادشاہ کی بے خبری ۔

دوم : لوگوں کی شراب نوشی کہ جب وہ شراب پیتے ہیں تو ان کی بری عادات کا ظہور ہوتا ہے اور فساد برپا ہوتے ہیں ۔

سوم : امراء کی ایک دوسرے سے دوستی ، رشتہ داری اور اتفاق ۔

چہارم : جب رذیل اور بے حوصلہ لوگوں کو دوستی مل جاتی ہے ، تو ان کے دل میں فاسد اندیشے اور باطل خیالات پیدا ہوتے ہیں[2] ۔

سلطان علاء الدین نے امراء کی رائے کو درست قرار دیا ۔ ہر گاؤں جو کسی کو وقف یا انعام یا ملک میں دے دیا گیا تھا ، وہ سب خالصہ قرار پایا اور جس شخص کے پاس مال و دولت تھا وہ جس بہانے سے بھی ہو سکا ، اس سے لے کر خزانے میں داخل کر لیا ۔ لوگ پریشان ہو گئے

۱- بعض لوگوں کا گمان ہے کہ الغ خاں طبعی موت نہیں مرا تھا ۔ (لال ، ص ۹۶) ۔ (ق)

۲- برنی ، ص ۲۸۲ - ۲۸۴ ۔

اور اپنی روزی کی فکر میں پڑ گئے ۔ ان کی زبانوں پر فتنہ و فساد کا نام بھی باقی نہ رہا ۔ ہر محلے ، گلی اور گھر میں جاسوس مقرر کر دیے گئے ۔ اس معاملے میں اتنی تاکید کی گئی کہ امراء اور ارباب دولت کو آپس میں ملنا جلنا ، ملاقات کرنا اور ایک کو دوسرے کے گھر جانا میسر نہ ہوتا تھا ۔ خاصہ سلطانی کی مجلس کا اسباب جو کہ نہایت پُرتکلف تھا ، اس کے متعلق حکم دیا اور وہ بدایوں دروازے کے سامنے توڑ ڈالا گیا اور شراب بہا دی گئی تاکہ مخلوق امتناع شراب سے آگاہ ہو جائے اور شہر میں منادی کرا دی گئی اور امتناع شراب کے متعلق احکام و فرامین سلطنت میں سب طرف بھیج دیے گئے ۔ آزاد اور بے راہرو لوگوں کی جماعت جو کہ شراب نوشی کی عادی تھی ، (شراب) نہیں چھوڑتی تھی ، وہ لوگ طرح طرح کے بہانوں اور تدبیروں سے شراب لاتے تھے ۔ بعض اپنے گھروں میں چھپا کر شراب کھینچتے تھے ۔ جب سلطان کو ان امور کی اطلاع ملی ، تو اس نے حکم دیا کہ بدایوں دروازہ کے نزدیک جو کہ مخلوق کے گزرنے کا عام راستہ ہے ، کنواں کھودا جائے اور ان لوگوں کو اس میں قید رکھا جائے ۔ جو لوگ اس کنویں میں قید کیے جاتے تھے وہ مر جاتے تھے اور جو زندہ رہ جاتے تھے وہ مدتوں اپنے علاج معالجے کے بعد [۵۳ ب] صحت یاب ہوتے تھے ۔ جب شراب نوشی کی رسم لوگوں میں ختم ہو گئی اور یہ قانون مستحکم ہو گیا ، تو سلطان نے اجازت دے دی کہ اگر اکابر میں سے کوئی شخص تنہا اپنے گھر میں شراب پیئے اور جلسہ (شراب) منعقد نہ کرے ، تو اس سے بازپُرس نہ کی جائے اور حکم دیا کہ تمام امراء اور اکابر ایک دوسرے کو اپنے یہاں مہمان نہ کریں ۔ اور نہ دعوت کریں ۔ سلطان کی اجازت کے بغیر کوئی رشتہ داری اور قرابت نہ کرے ۔ اس معاملے میں بھی اتنا مبالغہ کیا گیا کہ لوگوں میں میل ملاقات کا طریقہ ہی ختم ہو گیا اور امراء ایک دوسرے کے ساتھ غیریت کا برتاؤ کرنے لگے ۔ مذکورہ قوانین کے مستحکم ہو جانے کے بعد اس نے ارادہ کیا کہ کچھ ضابطے بنا کر ملک میں جاری کر دیے جائیں ، جن کی رو سے قوی اور ضعیف رعایا میں مساوات قائم ہو جائے تاکہ چودھری اور مقدم کا اقتدار کہ جو کمزور رعایا پر ہے ، ختم ہو جائے ۔ اس نے حکم دیا کہ مساحت کے مطابق نصف محصول پورے طور سے سب سے وصول کیا جائے اور مقدم اور چودھری اور تمام رعایا کے ساتھ یکساں

سلوک کیا جائے اور طاقتور لوگوں کا بوجھ کمزوروں پر نہ ڈالا جائے اور جو مقدم کا حق ہے وہ وصول کر کے خزانے میں داخل کیا جائے اور چرائی کا محصول بھی گائے ، بھینس ، بکری کے حساب سے لیا جائے۔ افسروں اور منشیوں کے معاملے میں اتنی احتیاط اور مبالغہ کیا گیا کہ ان کو بد دیانتی سے ایک جیتل حاصل کرنے کا موقع نہ ملتا ۔ اگر تنخواہ کے علاوہ کوئی چیز لیتے اور پٹواری کے کاغذ کے مطابق اگر کچھ کسی کے نام میں نکلتا تو اسی وقت نہایت سختی اور ذلت کے ساتھ واپس لے لیا جاتا ۔ لوگ اہل کاری اور منشی گری کو معیوب سمجھنے لگے اور (ان ملازمتوں کو) ترک کر دیا ۔ چودھری اور مقدم جو ہمیشہ گھوڑوں پر سوار پھرتے تھے ، مسلح رہتے تھے اور بہترین لباس پہنتے تھے ان کی یہ حالت ہو گئی کہ ان کی عورتیں لوگوں کے گھروں میں جا کر خدمت کرنے لگیں اور بطور اجرت جو کچھ ملتا تھا ، اس سے اپنا پیٹ پالتی تھیں[1] ۔

سلطان علاء الدین کبھی کبھی کہا کرتا تھا کہ سلطنت کے احکام و ضوابط [۱۵۴] بادشاہوں سے متعلق ہیں اس میں شریعت کا کوئی دخل نہیں ہے - جھگڑوں کا نپٹانا مقدمات کا فیصلہ کرنا اور عبادات کے طریقے قاضیوں اور عالموں سے متعلق ہیں ، لہٰذا اصلاح ممالک کے سلسلے میں جو کچھ اس کے ذہن میں آتا ، کر گزرتا ۔ اس بارے میں وہ اس بات کا خیال نہیں کرتا تھا کہ یہ شرع کے موافق ہے یا شرع کے خلاف ، علماء میں سے بیانہ کے قاضی ضیاء الدین ، مولانا لنگ اور مولانا مشید گھرامی، امراء کے ساتھ باہر دستر خوان پر حاضر ہوا کرتے تھے[2] ، مگر بیانہ کے قاضی مغیث الدین ، سلطان کی خاص مجلس میں شریک ہوا کرتے تھے ۔ ایک دن سلطان نے ان سے کہا کہ میں چند مسائل تم سے دریافت کرنا چاہتا ہوں ۔ قاضی مغیث الدین نے جواب دیا کہ شاید میری موت آ چکی ہے ، کیونکہ جو کچھ شرع کی کتابوں میں ہوگا ، میں وہی عرض کروں گا ، ممکن ہے کہ وہ سلطان کی رائے کے موافق نہ ہو ، سلطان نے کہا کہ جو حق ہے وہ بیان کرو کہ تم سے اس کا مواخذہ نہ ہوگا ۔

۱- برنی ، ص ۲۸۳ - ۲۸۹ ۔

۲- برنی ، ص ۲۸۹ ۔

پہلے اس نے پوچھا کہ کس ہندو کو شریعت مطہرہ کے مطابق ذمی اور خراج گزار کہہ سکتے ہیں ؟ قاضی نے جواب دیا کہ سلطان کا خراج وصول کرنے والا اس سے مال و خراج طلب کرے تو وہ بلا عذر نہایت انکسار سے خراج ادا کرے اور اگر خراج اس طرح سے دیا جائے کہ اس (وصول کنندہ) کی اہانت کا سبب ہو ، تو فوراً بلا توقف اس کی گردن مار دینی چاہیے ، اس لیے کہ کفار کے متعلق (قرآن کریم میں) ہے :

حتی یعطو الجزیہ عن یدوھم صاغرون ۔
جب تک دیویں خریہ سب ایک ہاتھ سے وہ بے قدر ہوں ۔

اور علمائے دین نے ان کے بارے میں یا قتل یا اسلام کا حکم دیا اور حدیث نبوی علیہ الصلواۃ والسلام بھی اس بارے میں یہی ہے ، مگر امام اعظم حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے جذیہ لینے کو ان کے قتل کا قائم مقام قرار دیا ہے ، لیکن ان کو آگ میں جلانے کی ممانعت کی ہے بس، ان سے خراج اور جزیہ اتنی سختی سے وصول کیا جائے کہ جو اُن کے قتل کا قائم مقام ہو ۔ سلطان ہنسا اور کہا کہ تم نے شرع کی کتابوں کے مطابق جو کچھ بتایا ۔ میں نے اپنے اجتہاد سے وہ سب کچھ سمجھ لیا تھا اور اسی کے مطابق ہندوؤں کے ساتھ برتاؤ کیا ۔

پھر اس نے دریافت کیا کہ جو عمال (سلطنت) رشوت لیتے ہیں اور سلطنت کی آمدنی کو [۱۵۵] کم کرتے ہیں کیا اس کو چوری قرار دے سکتے ہیں اور ان کو سزا دے سکتے ہیں ؟ قاضی نے کہا کہ اگر عمال (سلطنت) کو ان کے اخراجات کے بقدر بیت المال سے ملتا ہے اور وہ اس سے زیادہ رشوت کی صورت میں لیتے ہیں ، تو ان سے ہر قسم کی شدت اور سختی کرنا اس مال کے واپس لینے میں درست ہے ، لیکن ہاتھ کاٹنا جو صرف چور کی سزا ہے ان کو نہیں دینی چاہیے ۔ سلطان نے کہا کہ میں اتنا جانتا ہوں کہ جس روز سے میں نے اس سلسلے میں انتظام کیا ہے کہ جو کوئی کسی سے خیانت کے طور پر کچھ لیتا ہے ہر قسم کی سختی و تشدد سے جو بھی ممکن ہو اس سے (مال) واپس لے کر داخل خزانہ کر دیتا ہوں (اس طرح چوری اور خیانت بند ہو گئی اور لالچیوں کی لوٹ مار ختم ہو گئی ۔

اس کے بعد سلطان نے دریافت کیا کہ یہ مال جو میں نے سرداری کے زمانے میں دیو گیر سے حاصل کیا ہے ، وہ میرا ہے یا بیت المال کا ؟ ۔ قاضی نے کہا کہ چونکہ سلطان نے وہ مال لشکر کی مدد سے حاصل کیا ہے ، اس لیے تمام اہل لشکر اس میں شریک ہیں اور وہ مال بیت المال کا ہے نہ کہ سلطان کی ذات خاص کا ۔ سلطان کو غصہ آ گیا ۔ اس نے کہا کہ وہ مال جو سرداری کے زمانے میں بڑی محنت سے میں نے حاصل کیا اور اس وقت کے بادشاہ (جلال الدین) کے خزانے میں داخل نہیں کیا ، اس مال کو کس طرح بیت المال کا تصور کیا جا سکتا ہے ؟ قاضی نے جواب دیا کہ سلطان نے جو مال تنہا حاصل کیا اور اس کے حصول اور دستیابی میں لشکر کی مدد نہ لی ہو ، وہ سلطان کی ذات خاص کا مال ہے اور یہ مال جو سلطان نے دیو گیر سے حاصل کیا ہے وہ اس قسم کا نہیں ہے ۔ اس کے بعد قاضی نے معذرت چاہی اور اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ اگر میں سلطان کی اطاعت میں شریعت کے حکم کے خلاف عرض کر دوں اور سلطان کو کسی دوسری جگہ سے میرا جھوٹ معلوم ہو جائے ، تو یہ (بات) سلطان کے غضب کے اضافہ کا سبب ہوگی اور سلطان کی نظر میں میری کیا عزت رہے گی اور میں بد دیانت قرار پاؤں گا ۔

اس کے بعد سلطان نے دریافت کیا مجھ کو اپنے خاص متعلقین کے لیے بیت المال میں سے کس قدر حق ہے ؟ قاضی نے رنجیدہ ہو کر کہا کہ اگر شریعت کے موافق [۱۵۶] کہوں گا ، تو سلطان میرے قتل میں تامل نہیں کرے گا اور اگر مداہنت اور خوشامد کروں گا ، تو عاقبت کے عذاب میں گرفتار ہوں گا ۔ سلطان نے کہا کہ جو کچھ حق ہو وہ کہو تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے ۔ قاضی نے کہا کہ اگر سلطان تقویٰ کو اختیار کرے اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم کی پیروی کرے ، تو صرف اتنا کہ جتنا اپنے ایک نوکر کے لیے مقرر کرتا ہے ، صرف کر سکتا ہے ۔ اگر وہ اعتدال کی راہ اختیار کرتا ہے ، تو ایک معروف امیر کے برابر جیسا کہ اس کو دوسرے سے زیادہ نہیں دیتا ہے ۔ بیت المال سے لے سکتا ہے ۔ اگر ان علمائے دین کے کہنے کے مطابق کہ جو ایسے وقت میں ضعیف روایت سے مدد لے کر مطلق العنان بادشاہوں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں ، کاربند ہوگا ، تو جیسے امراء کو دوسروں کے مقابلے میں امتیاز

حاصل ہوتا ہے ، اتنا خرچ کرنا چاہیے اور اس سے زیادہ بیت المال سے خرچ کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے - سلطان نے غصے میں آ کر کہا کہ میرے محل میں جو مال و دولت بطور انعام ، دوسرے کاموں یا اور مدات میں صرف ہوتا ہے ، تو کیا تو اس کو کہہ دے گا کہ وہ خلاف شرع ہے - قاضی نے کہا کہ چونکہ سلطان نے مجھ سے شرع کا مسئلہ دریافت کیا ہے ، لہذا مجھ پر واجب ہے کہ جو کچھ کتب شرع کے مطابق ہو ، بیان کروں اور اگر ملکی مصلحت کے اعتبار سے دریافت کیا جائے ، تو کہتا ہوں کہ جو کچھ سلطان کرتا ہے وہ تمام تر درست ہے اور جہانداری کے قواعد و قوانین کے مطابق ہے ، بلکہ اس سے جتنا بھی زیادہ ہو وہ سلطان کی شوکت و عظمت کا سبب ہوگا اور اس بات سے مختلف ملکی فوائد حاصل ہوں گے -

اس کے بعد سلطان نے کہا کہ جو سوار مجھے واجبات ادا نہیں کرتا ہے تو میں تین سال کے واجبات اس سے وصول کرتا ہوں اور میں باغیوں اور فتنہ انگریزوں کو مع ان کے اہل و عیال کے قتل کرا دیتا ہوں اور جہاں جہاں ان کا مال ہوتا ہے اس کو لکوا کر داخل خزانہ کرا لیتا ہوں - ان کے خاندان کو نیست و نابود کرا دیتا ہوں اور دوسری سزائیں جو میں چوروں ، شرابیوں اور زانیوں کے معاملات میں روا رکھتا ہوں کیا تم ان سب کو خلاف شرع بتا دو گے ؟ قاضی مجلس سے [۱۵۷] اٹھا ، آگے بڑھا اور اس نے تعظیم بجا لا کر کہا کہ یہ سب خلاف شرع ہے - سلطان غضب ناک ہو کر اٹھا اور زنانہ محل میں چلا گیا :

بیت

چوں سخن راست تو آری بجا
ناصر گفتار تو باشد خدا

(سلطان نے) دوسرے روز قاضی مغیث کو بلایا بہت مہربانی کا اظہار کیا - جامہ (خلعت) اور ایک ہزار تنکے انعام دیے اور کہا کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمان کی اولاد ہوں ، لیکن یہ سزا اور سختی جو مجھ سے ظہور میں آتی ہے ، ملک کی اصلاح کے لیے ہے - نہیں معلوم کہ کل قیامت

کے دن میرا کیا حشر ہوگا[1] ۔

کچھ عرصے کے بعد چتوڑ کی طرف اس نے لشکر کشی کی[2] اور تھوڑی سی مدت اس قلعے کو فتح کر لیا اور دہلی واپس چلا آیا[3] ۔

جب ماوراء النہر میں یہ خبر پہنچی کہ سلطان علاء الدین بہت دور و دراز کے قلعے فتح کرنے میں لگا ہوا ہے اور ایک مدت تک وہاں رہے گا ، طرغی مغول کہ جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ، بڑا لشکر لے کر ہندوستان کو لوٹنے کے لیے آیا وہ دریائے جمنا کے کنارے دہلی کے قریب آ گیا[4] ۔ اس سے ایک مہینہ پہلے سلطان (علاء الدین) چتوڑ کی فتح سے فارغ ہو کر دہلی آ چکا تھا ۔

چونکہ سلطان کے لشکر کا منتخب حصہ ارنگل[5] کی فتح کے لیے ، جو دکن کی جانب ہے ، گیا ہوا تھا اور اکثر بڑے بڑے امراء رنتھمبور کی فتح کے بعد اپنی اپنی جاگیروں کو چلے گئے تھے اور وہ لشکر جو سلطان کے ہمراہ تھا ، برسات اور طویل جنگ کی وجہ سے بے سامان تھا ، سلطان پریشانی کی حالت میں اس جماعت کو لے کر جو اس کے ہمراہ تھی ، دہلی سے باہر آ گیا اور سری میں قیام کیا اور لشکر کو خندق ، خار بندی اور سب طرح کی محافظت سے مستحکم کر کے بعض امراء کا انتظام کرنے لگا کہ جن کو اطراف و جوانب سے طلب کیا تھا ۔ چونکہ مغول نے دہلی کے حدود کو گھیر لیا تھا اور اطراف و جوانب سے (گزاؤ) کو مضبوط کر رکھا تھا ، اس لیے امراء سلطان تک نہیں پہنچ سکتے تھے ، لہذا بعض (امیر) کول اور بعض برن میں ٹھہر گئے ۔ جب دو ماہ کا عرصہ گزر گیا تو طرغی بغیر کسی ظاہری سبب کے واپس چلا گیا ۔ دہلی کے لوگوں

۱- برنی ، ص ۲۹۰ - ۲۹۶ ۔
۲- ۸ جمادی الاخریٰ ۷۰۲ھ (۲۸ جنوری ۱۳۰۳ء) (لال ، ص ۹۹) ۔
۳- چتوڑ کا راجا رانا رتن سنگھ تھا ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے لال ، ص ۹۸ - ۱۱۰ ۔
۴- ۱۳۰۳ء (لال ، ص ۱۴۳) ۔
۵- برنی ، ص ۳۰۰ ۔

نے اس بات کو شیخ نظام الدین قدس سرہ [۱۵۸] کی توجہ خیال کیا اور اس کو ان بزرگ (شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی) کی کرامت سمجھا[1] - کہتے ہیں کہ طرغی پر ایسا خوف غالب آیا کہ اس نے سراسیمگی کی حالت میں کوچ کیا اور واپس چلا گیا[2] -

اس کے بعد سلطان نے سری کو دارالمملکت بنایا - عالی شان عمارتیں تعمیر کرائیں اور قلعہ دہلی کو از سر نو بنوایا اور وہ قلعے جو مغلوں کے راستے پر تھے ، ان کو از سر نو زیادہ مستحکم کرا دیا - اس نے منصوبہ بنایا کہ وہ اس قدر لشکر فراہم کرے کہ جو مغلوں کے مقابلے کے لیے اور ہندوستان کے انتظام کے لیے کافی ہو اور جو خزانہ اس کے پاس تھا وہ اتنے بڑے لشکر کے لیے کافی نہ تھا - اس نے اس بارے میں نیک اندیش وزراء اور تجربہ کار امراء سے مشورہ کیا - انھوں نے کہا کہ اگر گھوڑا ، اسلحہ اور سپاہ گری کا تمام سامان کہ جس پر فوج کا استحکام منحصر ہے ، غلہ اور وہ تمام ضروری چیزیں جو عوام کے لیے لازمی ہیں ، سستی ہو جائیں تو سلطان نے جو ارادہ کیا ہے ، وہ پورا ہو سکتا ہے ، کہ سپاہی تھوڑی سی تنخواہ میں کہ جو اس کو ملتی ہے ، چیزیں سستی ہونے کی وجہ سے اپنی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے - اس کے بعد سلطان نے ان وزراء کے مشورے سے کہ جو دانشمندانِ زمانہ تھے ، اس بارے میں چند ضابطے مقرر کیے کہ ان ضوابط کے نفاذ سے تمام ضروریات زندگی سستی ہو جائیں گی[3] -

ضابطہ اول[4]: یہ کہ غلے کا نرخ سلطان کے حکم کے موافق متعین ہوگا اور اہلِ بازار کو غلے کے نرخ کے تعین میں کوئی دخل نہ ہوگا ، جو نرخ مقرر کیے گئے وہ یہ ہیں :

گیہوں : ساڑھے سات جیتل فی من

۱- فرشتہ (۱/۱۱۲) لال ، (ص ۱۴۲ - ۱۴۴) میں مغلوں کی واپسی کی وجوہات پر روشنی ڈالی ہے - (ق)

۲- برنی ، ص ۳۰۲ - ۳۰۴ -

۳- ایضاً -

۴- برنی ، ص ۳۰۵ -

جو : چار جیتل فی من

چنا : پانچ جیتل فی من

دھان : پانچ جیتل فی من

ارد : پانچ جیتل فی من

موٹھ : تین جیتل فی من

سلطان علاء الدین کے آخری زمانے تک یہی نرخ رہے - بارش نہ ہونے اور قحط سالی کے تمام اسباب کے باوجود اس میں مطلق فرق نہ ہوا -

ضابطہ دوم[1] : ملک قبول الغ خان کو کہ جو عادل اور بارعب انسان تھا ، غلے کے بازار کا کوتوال مقرر کیا - ہندی زبان میں اس کو منڈوی کہتے ہیں تاکہ سلطان نے جو نرخ مقرر کر دیا ہے ، اس کے موافق خرید و فروخت ہو -

ضابطہ سوم[2] : حکم دیا کہ سلطانی خالصات میں غلے میں جس قدر سلطان کا حصہ ہو [۱۵۹] وہ غلہ لے کر قصبات میں جمع کیا جائے - اگر بازار میں غلہ کم ہو جائے تو شاہی غلہ اس نرخ پر بازار میں فروخت کیا جائے کہ جس کا سلطان نے حکم دیا ہے -

ضابطہ چہارم[3] : ملک قبول کو حکم دیا کہ وہ اطراف ممالک کے غلہ فروشوں کو بلائے اور انھیں دریائے جمنا کے کنارے آباد کرے تاکہ وہ اطرافِ ممالک سے غلہ لا کر دہلی کے بازار میں سلطانی نرخ پر بیچیں - اس معاملے میں ان (غلہ فروشوں) سے اقرار نامہ لکھوائے -

ضابطہ پنجم[4] : احتکار (غلے کو گراں فروشی کی نیت سے رکھنا) کی اس

۱- برنی ، ص ۳۰۵ -
۲- برنی ، ص ۳۰۵ - ۳۰۶ -
۳- برنی ، ص ۳۰۶ -
۴- برنی ، ص ۳۰۷ -

درجہ ممانعت تھی کہ اگر یہ ظاہر ہو جاتا کہ کسی سپاہی نے غلے کو گرانی کے خیال سے جمع کیا ہے ، تو وہ غلہ اس سے لے کر سلطانی غلے میں داخل کر لیا جاتا تھا اور اس شخص پر جرمانہ کیا جاتا تھا ۔

ضابطہ ششم[1] : رعایا کو یہ حکم دیا گیا کہ غلہ کھیتوں میں فروخت کیا جائے اور وہ ایک دانہ بھی اپنے گھر نہ لے جائیں ، اور افسر ان کو بھی یہ احکام صادر فرمائے گئے کہ رعایا سے واجبی مطالبات اس طریقے سے وصول کیے جائیں کہ وہ غلہ اپنے کھیتوں میں فروخت کر کے رقم ادا کرے اور اپنے حصے کے علاوہ کچھ گھر نہ لے جائے اور گران فروشی کی نیت سے غلہ جمع نہ کر سکے ۔

ضابطہ ہفتم[2] : شرح غلہ اور فنڈوی[3] کے تمام حالات کی اطلاع روزانہ سلطان کو ہونی چاہیے ۔ اگر ان ضابطوں کی پابندی میں ، جو مقرر کیے گئے تھے ، ذرا بھی قصور ہوتا ، تو فنڈوی[4] کے منشیوں اور اس کے عملے کو سزا دی جاتی تھی ۔ خشک سالی کے زمانے میں حکم ہوتا کہ ہر شخص اپنے متعلقین کی ضروریات کے مطابق فنڈوی[5] سے غلہ خریدے اور کسی کو اجازت نہ تھی کہ ایک روز کی ضرورت سے زیادہ غلہ خریدے اور اس کام کے انتظام کے لیے موکل مقرر کر دیے گئے جو نہایت تاکید اور کوشش کرتے تھے ۔ سلطان کے جاسوس خفیہ طور سے ان معاملاتہ کی خاص خاص خبریں سلطان کو پہنچایا کرتے تھے ۔ کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ سلطانی نرخ میں آدھے جیتل کا بھی فرق کر سکے ۔

کپڑے کی ارزانی کے لیے بھی چند قاعدے بنا دیے گئے تھے :

ضابطہ اول[6] : بدایوں دروازے کے نزدیک ایک وسیع سرائے بنائی گئی

۱- برنی ، ص ۳۰۷ ۔
۲- برنی ، ص ۳۰۸ ۔
۳- ۴- ۵- برنی ، ص ۳۰۸ ''فنڈہ'' ۔
۶- کپڑوں کے ضابطوں کے لیے ملاحظہ ہو ۔ برنی ، ۳۰۹ - ۳۱۲ ۔

تھی اور اس کا نام سرائے عدل رکھا گیا اور حکم دیا گیا کہ اطراف و جوانب سے جو کپڑا بھی لایا جائے وہ اس سرائے میں اتارا جائے [۱۶۰] اور وہیں فروخت کیا جائے۔ بازار میں یا کسی کے گھر میں فروخت نہ کریں اور حکم تھا کہ صبح سے نماز ظہر تک لوگ سرائے عدل میں خرید و فروخت کریں اور اگر معلوم ہو جاتا کہ کسی دوکاندار نے اپنی دوکان نماز ظہر سے پہلے بند کر دی یا صبح کو بہت دیر سے کھولی ہے تو اس کو سزا دی جاتی تھی۔

ضابطہ دوم: کپڑوں کے نرخ جو سلطان کی طرف سے مقرر کیے گئے تھے ان کے موافق خرید و فروخت ہوتی تھی جو مندرجہ ذیل ہیں:

خز دہلی	سولہ تنکہ
خز کوتلہ	چھ تنکہ
برد شعری	تین تنکہ
برد قلمی لعل	آٹھ تنکہ
برد کمینہ	چھتیس جیتل
استر لعل ناگوری	چوبیس جیتل
شیریں بافت باریک	پانچ تنکہ
شیریں بافت میانہ	تین تنکہ
سلاہی اعلیٰ	چار تنکہ
سلاہی میانہ	تین تنکہ
سلاہی کمینہ	دو تنکہ
کرپاس باریک بیس گز	ایک تنکہ
کرپاس کورہ کمینہ چالیس گز	ایک تنکہ
چادر	دس جیتل

ضابطہ سوم: حکم دیا گیا کہ شہر اور اطرافِ ملک کے سوداگروں کے نام رجسٹر میں درج کیے جائیں اور حکم ہوا کہ وہ لوگ سابق دستور کے مطابق پارچہ جات شہر میں لائیں اور سرائے عدل میں

سلطانی نرخ کے مطابق فروخت کریں - جو اس بارے میں تساہل کرے گا وہ مجرم ہوگا -

ضابطہ چہارم : حکم ہوا کہ شہر کے سوداگروں کو خزانے سے روپیہ دیا جائے تاکہ وہ ملک کے دوسرے علاقوں سے کپڑا خرید کر لائیں اور سرائے عدل میں سلطانی نرخ پر فروخت کریں -

ضابطہ پنجم : نامور امراء میں سے جس کسی کو نفیس کپڑے کی ضرورت ہوتی ، وہ رئیس بازار سے اجازت نامہ حاصل کرتا اور یہ قاعدہ اس لیے تھا کہ بیرونی سوداگر نفیس کپڑے سرائے عدل سے سلطانی نرخ پر خرید کر دوسرے مقامات پر گراں قیمت پر فروخت نہ کر سکیں -

گھوڑوں کی ارزانی کے لیے بھی چار ضابطے بنائے گئے تھے[1] :

ضابطہ اول : تعین جنس ، اس کی قیمت ، مثلاً جنس اول سو تنکہ ، دوم اسی سے نوے تنکہ تک ، جنس سوم پینسٹھ سے ستر تک -

ضابطہ دوم : حکم تھا کہ شہر کے گھوڑوں کے سوداگر اور کیسہ دار (گھوڑا لادنے والے) بازار میں گھوڑوں کی خرید و فروخت نہیں کر سکتے تھے اور شہر کے کیسہ داروں (گھوڑا لادنے والوں) کی یہ عادت تھی کہ وہ سستے گھوڑے خریدتے تھے اور مہنگے کرتے تھے - ایسے لوگوں کو شہر بدر کرا دیا گیا اور منتشر کر دیا گیا -

ضابطہ سوم : گھوڑے کے دلالوں کی تنبیہہ اور سزا سے متعلق ہے - اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ بازار میں ایک گھوڑا بھی سلطانی نرخ کے خلاف فروخت ہوا ہے ، تو شہر کے سارے دلالوں کو سزا دی جاتی تھی -

ضابطہ چہارم : یہ تھا کہ ہر ماہ کے بعد گھوڑوں کی اقسام ، ان کی قیمتوں کا جائزہ اور دلالوں کے حالات کی تفتیش کی جاتی تھی -

---

۱- گھوڑوں کے ضابطوں کے لیے دیکھیے برنی ، ص ۳۱۲ - ۳۱۵ -

اگر سلطانی ضوابط کی نسبت ذرا بھی فرق پایا جاتا ، تو دلالوں کو سزا دی جاتی ۔

غلاموں اور چوپایوں کے بارے میں بھی وہی چار ضابطے تھے جو گھوڑوں کے متعلق ذکر کیے گئے ہیں اور جو کچھ بازار میں ہوتا تھا وہ سب لکھا جاتا تھا اور اس کی روزانہ کی روداد سلطان کے سامنے پیش کی جاتی تھی ۔

بازار کے حالات کی جانچ پڑتال کے لیے جاسوس اور موکل مقرر تھے ۔ اگر یہ ثابت ہو جاتا کہ بازار کے متصدیوں نے کوئی بات سلطان سے فرق کے ساتھ بیان کی ہے ، تو متصدیوں کو سزا دی جاتی ۔ بازار میں جن چیزوں کی خرید و فروخت ہوتی ، سلطان خود ان کو ملاحظہ فرما کر ان کی قیمتیں مقرر کرتا تھا ، انتہا یہ کہ خواہ وہ چیز معمولی ہی کیوں نہ ہوتی ، مثلاً سوئی ، کنگھی ، جوتی ، کوزہ اور مٹی کے پیالے تک کو نظرانداز نہیں کیا جاتا ۔ (سلطان) ہر اعلیٰ اور ادنیٰ چیز کی قیمت اپنی نظر سے دیکھ کر مقرر کرتا اور نرخ کی تفصیل لکھ کر بازار کے متصدیوں کے پاس بھجوا دیتا ۔ سلطان کا اہتمام اور احتیاط بازار والوں کی تحقیقات اور اشیاء کے نرخ کی تنقیح کے متعلق اس درجہ تھی کہ کچھ وقفے کے بعد بچوں کو جنھیں خرید و فروخت کی تمیز نہیں ہوتی ہے ، ان کے ہاتھ میں چند تنکے دے کر بازار بھیجا جاتا تھا تا کہ وہ چیزیں جن کی بچوں کو رغبت ہوتی ہے ، خریدتے تھے اور سلطان کے پاس لاتے تھے ۔ اگر ظاہر ہوتا [۱۶۲] کہ نرخ یا وزن میں کوئی فرق ہوا ہے تو فروخت کنندہ کو سزا دی جاتی تھی اور بدترین سزا جو دی جاتی تھی وہ ناک یا کان کا کٹوانا تھا[۱] ۔

جب اسباب معاش اور آلات سپہ گری روزاں ہو گئے اور فوج کی کثرت ہو گئی تو مغلوں کے آنے اور ان کی غارت گری کے دروازے بند ہو گئے ، اگر اتفاق سے مغل دہلی کا قصد کرتے تو سب گرفتار ہو جاتے اور قتل کر دیے جاتے ، چنانچہ ایک مرتبہ چنگیز خاں کا نواسا علی بیگ اور ترتاک ، چالیس ہزار سواروں کے ساتھ کوہ سوالک کے دامن پر قبضہ

۱- برنی ، ص ۳۱۵ - ۳۱۹ ۔

کر کے امروہے تک پہنچ گئے ۔ سلطان علاءالدین نے ملک نایک اختر بیگ[1] کو ایک بڑا لشکر دے کر ان کے مقابلے کے لیے تعینات کیا ۔ وہ حدودِ امروہہ[2] میں مغلوں کے لشکر سے مقابل ہوا[3] ، لڑائی ہوئی اور ان میں سے بہت سوں کو قتل کیا اور علی بیگ اور ترتاک کو زندہ گرفتار کر لیا اور ان کی گردن میں زنجیر ڈال کر بیس ہزار گھوڑوں کے ساتھ جو غنیمت میں ہاتھ آئے تھے ، سلطان کے پاس لائے ۔ اس روز سلطان نے شہر سے نکل کر سبحانی چبوترے پر دربار عام کیا ۔ یہاں (سبحانی چبوترہ) سے اندرپت تک دو رویہ لشکر کھڑا ہوا ۔ اس وقت علی بیگ اور ترتاک بیگ کو دوسرے قیدیوں کے ہمراہ سلطان کے سامنے لایا گیا ۔ ان میں سے اکثر کو ہاتھیوں کے پیروں تلے ڈلوا دیا اور مروا ڈالا گیا[4] ۔

بیت

کسے کو در جہاں بد ساز گردد
باو آخر بدی او باز گردد

دوسری مرتبہ[5] کبیک نام مغل لشکر کثیر کے ساتھ قصبہ کھکر میں آیا اور دہلی کے لشکر کے ساتھ مقابلہ ہوا ۔ اکثر مغول قتل ہوئے اور ان کے سروں سے بدایوں دروازے کے نزدیک منارہ بنوایا گیا[6] ۔ کچھ عرصے کے بعد تقریباً تیس ہزار مغول سواروں کا لشکر پھر سوالک کے علاقے میں آ گیا اور غارت گری شروع کر دی ۔ جب سلطان نے یہ خبر سنی تو اس نے ایک جرار لشکر ان کے مقابلے کے لیے بھیجا تاکہ وہ دریائے راوی کے کنارے پر کہ جو ان کی واپسی کا راستہ ہے قبضہ کرے جب

۱- آموز بیگ ۔
۲- تاریخ امروہہ (۱ / ۲۹ - ۳۱) ۔
۳- ۱۲ جمادی الآخر ۷۰۵ھ (۳۰ دسمبر ۱۳۰۵ء) ، (لال ، ص ۱۳۵) ۔ (ق)
۴- برنی ، ص ۳۲۰ - ۳۲۱ ۔
۵- ۱۳۰۶ء (لال ، ص ۱۳۶) ۔
۶- برنی ، ص ۳۲۱ ۔

مغول کے لشکر نے بہت سامانِ غنیمت حاصل کر لیا تو وہ دریا کے کنارے آیا ۔ دہلی کے لشکر نے [۱۶۳] نہایت دلیری اور مردانگی سے مقابلہ کیا اور فتح پائی ۔ مشہور مغول کی بڑی جماعت کو گرفتار کر لیا گیا اور قلعہ ترائینہ[۱] میں جو اس علاقے میں تھا ، قید کر دیا اور ان کی اولاد اور اہل و عیال کو شہر لائے ۔ انھیں دہلی کے بازار میں فروخت کر دیا ۔ اس کے بعد ملک خاص حاجب کو فرمان ملا ۔ اس نے قلعہ ترائینہ میں جا کر قیدیوں کو قتل کر دیا ۔

جب اس کو بھی کچھ عرصہ گزر گیا تو اقبال مندہ نامی مغل ایک عظیم لشکر لے کر ہندوستان آیا اور ادہندہ[۲] میں امیر علی واہن نے دہلی کے لشکر کا مقابلہ کیا اور وہ (اقبال مندہ) اس جنگ میں مارا گیا ۔ دوسرے مغول کو زندہ دہلی لایا گیا اور ہاتھیوں کے پیروں تلے ڈلوا کر ان کو پامال کرا دیا[۳] ۔ اس کے بعد مغول کے دلوں میں ایسا خوف اور رعب بیٹھ گیا کہ ان کے دل سے ہندوستان (پر حملہ کرنے کا) ارادہ ہی ختم ہو گیا اور سلطان قطب الدین مبارک شاہ کے آخری زمانے تک ہندوستان ان کے حملوں سے محفوظ رہا[۴] ۔

سلطان تغلق شاہ جو اس زمانے میں غازی ملک مشہور تھا ، دیبال پور اور لاہور کی جاگیر رکھتا تھا ۔ وہ ہر سال مغول کی ولایت کی سرحد تک جاتا تھا اور اس نواح کو تاخت و تاراج کرتا تھا ، مگر مغول کی یہ طاقت نہ تھی کہ مقابلے پر آئیں اور اپنے حدود کی حفاظت کر سکیں ۔ جب مغول کو دست اندازی بالکل ختم ہو گئی اور اکثر ممالک ہندوستان جو مفسدوں اور باغیوں کی جائے پناہ تھے ، قبضے میں آ گئے ۔ تمام تاجروں اور سیاحوں کے لیے راستے پر امن ہو گئے اور لشکر کی تعداد بھی

۱- برنی (ص ۳۲۲) ، ترائینہ ۔

۲- برنی (ص ۳۲۲) ، تلبنہ ۔

۳- برنی ، ص ۳۲۲ ۔

۴- کبک کے بعد مغلوں کے جن حملوں کا علیحدہ علیحدہ ذکر ہوا ہے ۔ وہ ایک ہی مہم کے مختلف ادوار تھے ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے لال ، ص ۱۴۶ - ۱۵۱ ۔

ضرورت کے قابل ہو گئی تو سلطان علاء الدین نہایت اطمینان کے ساتھ دہلی کے تخت پر متمکن ہوا اور دور و دراز کے علاقوں کی فتوحات شروع کیں - وہ جس طرف کا ارادہ کرتا تھا اس کو بغیر محنت و مشقت کے فتح کر لیتا تھا -

اشعار

چوں عون غیب سوئے مقبل آید
غرض پیش از تمنا ، حاصل آید
[۱۶۳] ہنوزش آرزو باشد باشد بسینہ
کہ پیش از خواست پیش آید خزینہ
بمشرق گربود ، کشت مرادش
ز مغرب ، در رسد باران و بادش

سلطان علاء الدین کی سعی اور جد و جہد سے جو مقاصد و مطالب پورے ہوئے اور جو عجیب و غریب واقعات ظہور پذیر ہوئے ، ان کو کچھ لوگ تو کرامت کہتے ہیں اور کچھ لوگ اس کے دعوے اور رائے کشف و الہام سے منسوب کرتے ہیں اور کچھ لوگ استدراج کہتے تھے اور مکر (تدبیر) الٰہی جانتے تھے - بعض لوگ خیال کرتے تھے کہ یہ امن و فلاح شیخ نظام الدین اولیا کے وجود شریف کی برکت سے ہے[1] -

القصہ (سلطان نے) ملک نائب کافور ہزار دیناری کو مشہور امراء اور بڑے خوانین کے ساتھ دیوگیر پر جو دکن کا شہر ہے ، مقرر کیا[2] اور اس پر مختلف قسم کی لوازشیں کیں اس کو سائبان لعل ملا اور دوسری شاہانہ عنایات بھی ہوئیں اور نائب عرض ممالک خواجہ حاجی کو اس وجہ سے اس کے ہمراہ بھیجا کہ وہ فوج کا انتظام کرے اور مال غنیمت کو قبضے میں رکھے - ملک کافور دیوگیر پہنچا اور اس نے اپنی تجربہ کاری اور مردانگی سے اس ولایت کے حاکم کو مع اس کے لڑکوں کے قید کر لیا اور اس کے تمام خزانے اور سترہ ہاتھی ہاتھ آئے جن کو اس نے فتح نامہ

۱- برنی ، ص ۳۲۳ - ۳۲۵ - (ق)
۲- ۱۳۰۸ء (لال ، ص ۲۳۲) -

کے ساتھ دہلی بھیج دیا ۔ اس کے بعد وہ اس رام دیو کو مہربانی سے خزانوں اور ہاتھیوں کے ساتھ سلطان کی خدمت میں لایا ۔ وہ مراحم خسروانہ کا مستحق ٹھہرا ۔ سلطان نے رام دیو پر نوازش کی ۔ اس کو رائے رایاں کا خطاب دیا ، چتر اور ایک لاکھ تنکے انعام میں دیے اور دیو گیر کو اسے دے کر اسے ہر طرح کا اختیار دے دیا ۔ رام دیو ، خیر خواہوں کی فہرست میں شامل ہو گیا ۔ ہر وقت اطاعت و فرمانبرداری کرتا اور شائستہ خدمات انجام دیتا تھا[1] ۔

[۱۶۵] ۷۰۹ھ[2] میں سلطان علاء الدین نے دوبارہ ملک کافور کو ایک عظیم لشکر کے ہمراہ ارنگل[3] کے لیے نامزد کیا اور رخصت کے وقت وصیت کی کہ اگر ارنگل کا حاکم رودر دیو خزانہ ، جواہرات اور ہاتھی دے اور ہر سال خراج دینے کا وعدہ کرے تو اس کو کافی سمجھنا اور واپس چلے آنا اور قلعہ ارنگل پر قبضہ کرنا اور رائے رودر دیو کو قید کرنے پر اصرار نہ کرنا اور وہاں کے معاملات کی انجام دہی میں خواجہ حاجی سے مشورہ کرتے رہنا ، معمولی جرائم اور چھوٹی خطاؤں پر امراء کو نہ ستانا اور کاموں کے پورا کرنے میں مداہنت سے کام لینے کو روا نہ رکھنا اور اگر کچھ مالِ غنیمت ہاتھ آ جائے اور وہ لوگ اس میں سے کچھ طلب کریں تو ان کے التماس کو قبول کر لینا اور اگر کسی کا گھوڑا جنگ میں مارا جائے یا چور لے جائے یا بیمار ہو جائے تو اس سے بہتر اس کو دے دینا ۔ ان باتوں کو اصولِ جہانداری سمجھنا[4] ۔

ملک نائب اور خواجہ حاجی سلطان سے رخصت ہو کر متواتر کوچ کرتے ہوئے ارنگل کی جانب روانہ ہوئے ۔ جب چندیری کے مقام پر پہنچے تو کچھ دنوں قیام کیا اور لشکر کا جائزہ لیا اور وہاں سے روانہ ہوئے ۔

۱- اسی مہم میں دیول رانی کو بھی حاصل کیا گیا تھا ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو لال ، ص ۲۳۳ - ۲۳۷ ۔

۲- ۲۵ جمادی الاول ۷۰۹ھ (۳۱ اکتوبر ۱۳۰۹ء) ، (لال ، ص ۲۳۸) ۔ (ق)

۳- ورنگل ۔

۴- برنی ، ص ۳۲۷ - ۳۲۸ ۔

رام دیو نے استقبال کیا اور بہت سے تحفے تحائف پیش کیے اور اطاعت و فرمانبرداری کے لوازم سے جو کچھ ضروری تھا ، وہ بجا لایا اور ملک نائب کے ہمراہ چند منزل تک رہا اور اس کی اجازت سے دیوگیر کو واپس ہو گیا ۔

جب ملک نائب ارنگل کے نزدیک پہنچا[۱] ، تو اطراف و حریت کے راجا لشکر اسلام سے خوف زدہ ہو کر قلعہ ارنگل کی طرف دوڑے اور قلعہ (ارنگل) کے بیرونی جانب ایک گڑھی میں ، کہ جو مٹی کی بنی ہوئی تھی اور بہت وسیع تھی ، اکٹھے ہو گئے اور اپنی حفاظت کی تدبیر کی اور رودر دیو اپنے خاص آدمیوں کے ساتھ الدروفی قلعے میں کہ جو پتھر کا بنا ہوا تھا ، محفوظ ہو گیا ۔ شاہی لشکر نے قلعے کا محاصرہ کر لیا[۲] اور اس کی فتح میں کوشش کی ۔ ہندوؤں نے بھی اندر سے مدافعت اور مخالفت کی کوششیں کیں ۔ ایک مدت کے بعد نہایت کوشش سے بیرونی قلعہ فتح ہو گیا ۔ بہت سے راجا اور زمیندار مع اپنی اولاد اور آدمیوں کے قید ہوئے اور بہت سی مخلوق قتل ہوئی ۔ رائے رودر دیو پریشان ہو گیا ۔ اس نے صلح کی بات چیت کی اور امان کا خواستگار ہوا ۔ ملک نائب نے خزانے ، ہاتھی اور سات ہزار گھوڑے لے کر [۱۶۶] امان دے دی اور طے پایا کہ وہ ہر سال مناسب پیشکش روانہ کیا کرے گا ۔ ان تمام حالات کی اطلاع سلطان کو دی گئی[۳] ۔

جب یہ خبر سلطان کو پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ فتح نامہ منبر پر پڑھا جائے ، شاہی طبل بجایا جائے ، صدقہ اور خیرات دی جائے ۔ جب ملک نائب واپس ہوا تو سلطان نے شہر سے باہر نکل کر ناصری چبوترہ پر ، جو بدایوں دروازہ کے نزدیک ہے ، دربار عام کیا ۔ وہاں ملک نائب سلطان کے حضور میں حاضر ہوا اور تمام مال غنیمت سلطان کے سامنے پیش کیا اور طرح طرح کی شاہی نوازشوں سے سرفراز ہوا[۴] ۔

۱- شعبان ۷۰۹ھ (جنوری ۱۳۱۰ء) ، لال ، ص ۲۴۰ - (ق)

۲- ۵ شعبان ۷۰۹ھ (۱۸ جنوری ۱۳۱۰ء) ، لال ، ص ۲۴۰ -

۳- اس فتح کے بعد ملک کافور مارچ ۱۳۱۰ء میں دھار اور جھائن کی طرف گیا (لال ، ص ۲۴۳) - (ق)

۴- ۲۴ محرم ۷۱۰ھ (۲۳ جون ۱۳۱۰ء) ، لال ۲۴۳ - (ق)

کہتے ہیں کہ سلطان علاء الدین جب کبھی کسی جگہ لشکر بھیجتا تو دہلی سے اس مقام تک کہ جہاں لشکر کو جانا ہوتا ہر منزل پر ڈاک کے گھوڑے تیار رہتے، جس کو قدیم زبان میں یام کہتے ہیں اور ہر کوس پر ایک تیز رو پیادہ جس کو ہندوستان میں پایک کہتے ہیں مقرر کر دیتا اور راستے کے ہر شہر اور قصبے میں ایک منشی مقرر ہوتا جو روزانہ کے حالات سے سلطان کو اطلاع دیا کرتا۔ اتفاق سے اس مرتبہ جب ملک نائب ارنگل روانہ ہوا تو راستے کی خرابی اور مناسب مقامات پر تھانوں کے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ عرصے تک اس کی خبر نہیں پہنچی۔ سلطان اس وجہ سے فکر مند ہوا اور ملک قرابیگ اور سامانہ کے قاضی مغیث الدین سے فرمایا کہ شیخ الاسلام شیخ نظام الدین اولیا کے پاس جاؤ، میری دعا پہنچاؤ اور عرض کرو کہ ایک مدت ہو چکی کہ لشکر اسلام کی جو ارنگل کی جانب بھیجا گیا ہے، کوئی اطلاع نہیں ملی۔ لشکر اسلام کی فکر آپ کو مجھ سے زیادہ ہوگی۔ اگر ان کو دور ولایت سے لشکر اسلام کی کوئی اطلاع ہو تو حالات سے مجھے با خبر کر دیں تاکہ مجھے مسرت حاصل ہو۔ ان سے یہ بھی کہا کہ اس کے جواب میں شیخ کی زبان سے جو الفاظ نکلیں، وہ بغیر کمی بیشی کے مجھ تک پہنچانا۔ جب وہ (دونوں) شیخ کی خدمت میں پہنچے اور سلطان کا پیغام پہنچایا تو شیخ (نظام الدین اولیا) نے گزشتہ بادشاہوں میں سے کسی (بادشاہ) کا ذکر کیا اور اس کی فتح کی حکایت بیان کی اور اسی حکایت کے سلسلے میں یہ بھی فرمایا کہ اس فتح کے علاوہ دوسری فتوحات بھی متوقع ہیں۔ ملک [۱۶۷] قرابیگ اور قاضی مغیث الدین شیخ کے پاس سے واپس آئے اور سلطان کے حضور میں شیخ کی وہی تقریر بیان کر دی۔ سلطان نہایت خوش ہوا اور سمجھ گیا کہ ارنگل فتح ہو گیا ہے اور دوسری فتح کی امید ہو گئی۔ اس روز آخر وقت میں ملک نائب کی جانب سے فتح نامہ آ گیا جو سلطان کے خلوص و اعتقاد میں اضافہ کا سبب ہوا۔ سلطان اگرچہ شیخ کی ملاقات کا قصد کبھی نہیں کرتا تھا، لیکن ہمیشہ رسل و رسائل بھیجتا رہتا تھا اور اپنی طرف سے خلوص و اعتقاد کا اظہار کیا کرتا تھا اور شیخ (نظام الدین اولیا) کے (نور) باطن سے استمداد کا خواہاں

رہتا تھا[1] -

اس کے بعد ۷۱۰ھ[2] میں سلطان علاء الدین نے ملک نائب کو دہور سمندر[3] اور معبر کے لیے نامزد کیا اور خواجہ حاجی نائب عرض کو اس کے ساتھ کر دیا - جب وہ دیوگیر پہنچے تو رائے رام دیو مر چکا تھا[4] - اس کے لڑکے نے فرمانبرداری کے فرائض ادا کیے اور ملک نائب اور خواجہ حاجی بغیر کسی روک ٹوک کے دیوگیر سے دھور سمندر کے علاقے میں پہنچ گئے[5] اور فوراً دہور سمندر کو فتح کر لیا اور ملار دیو کو جو وہاں کا حاکم تھا ، قید کر لیا - چھتیس ہاتھی اور بہت سے خزانے حاصل کیے اور فتح نامہ دہلی بھیج دیا[6] - وہاں سے معبر کی طرف لشکر کشی کی[7] اور اس کو بھی فتح کر لیا ، وہاں کے بت خانوں کو تباہ کیا ، سونے کے بنے ہوئے اور جڑاؤ بتوں کو توڑ کر ان کے سونے کو خزانے میں داخل کیا اور دونوں راجاؤں جو معبر کے حاکم تھے ، بہت سے تحفے حاصل کیے اور ۷۱۱ھ میں تین سو بارہ ہاتھی ، بیس ہزار گھوڑے اور چھیانوے ہزار من سونا ، جواہر و مروارید کے صندوق اور بہت سا مال غنیمت کہ جو حساب اور بے اندازہ تھا ، لے کر وہاں سے واپس ہوئے اور سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے - سلطان ان عظیم فتوحات اور کثیر مال غنیمت سے خوش ہوا - اکثر سرداروں کو انعامات سے مالا مال کر دیا[8] - [۱۶۸] عجیب و غریب حالات جو علاء الدین کے آخری زمانے

۱- برنی ، ص ۳۲۹ - ۳۳۲ -

۲- ۲۳ جمادی الآخر ۷۱۰ھ (۲۰ نومبر ۱۳۱۰ء) ، لال ، ص ۲۴۴ - (ق)

۳- دوار سمدر -

۴- برنی (ص ۳۳۳) ، فرشتہ (۱۱۹/۱) میں لکھا ہے کہ رام دیو مر چکا تھا مگر لال (ص ۲۴۵ - ۲۴۶) نے ثابت کیا ہے کہ وہ زندہ تھا - (ق)

۵- ۵ شوال ۷۱۰ھ (۲۵ فروری ۱۳۱۱ء) ، لال ، ص ۲۴۷ - (ق)

۶- ملاحظہ ہو لال ، ص ۲۵۵ - ۲۴۸ -

۷- ۱۸ شوال ۷۱۰ھ (۱۰ مارچ ۱۳۱۱ء) ، لال ، ص ۲۴۹ - (ق)

۸- ۴ جمادی الآخر ۷۱۱ھ (۱۰ اکتوبر ۱۳۱۱ء) کو دہلی میں دربار ہوا اور ملک کافور کو اس دربار میں اعزاز بخشا گیا (لال ، ص ۲۵۰) -

میں ظاہر ہوئے ، یہ تھے نو مسلموں (مغول) کی ایک اوباش جماعت نے کہ جو نوکر نہیں تھے اور بے روزگار تھے ، اس میں طے کیا کہ سلطان کو شکار کے وقت کہ جب وہ تنہا ہوتا ہے ، قتل کر دیا جائے ۔ سلطان کو جب یہ خبر ملی تو اس نے اپنی سخت بد مزاجی اور تند خوئی کی بنا پر کہ جو اس کے مزاج میں تھی ، حکم دیا کہ نو مسلموں (مغول) میں سے جو ملے اس کو قتل کر دو ۔ ایک دن کئی ہزار بے گناہ نو مسلم جو اس مشورے میں شریک بھی نہیں تھے ، قتل کر دیے گئے ، ان کے گھروں کو برباد کر دیا گیا اور ان کی نسل منقطع کر دی[1] ۔

اس زمانے میں اباحتیوں[2] کا ایک گروہ پیدا ہو گیا ۔ سلطان نے حکم دیا کہ ان سب کو گرفتار کر لیا جائے اور ان کے سروں پر آرے[3] چلائے جائیں اور اس عذاب سے ان کو ہلاک کیا جائے ۔ سلطان علاء الدین چونکہ سخت طبیعت اور تند خو تھا ، اس لیے کسی کی یہ ہمت نہ تھی کہ ان میں سے کسی کی سفارش کرتا[4] ۔

۱- برنی ، ص ۳۳۵ - ۳۳۶ ۔

۲- متن میں "باختیاں" تھا لکھنؤ ایڈیشن میں "اباحتیاں" ہے اور یہی صحیح ہے ۔ اسی کو یہاں اختیار کیا گیا ہے ۔ (ق)

۳- برنی (ص ۳۳۶) "ارہ سیاست" ۔ (ق)

۴- مورخین اس بارے میں مختلف الخیال ہیں کہ یہ کونسا فرقہ تھا ، فتوحات فیروز شاہی (ص ۸) میں لکھا ہے کہ "ایشاں شیعہ بودند" پروفیسر محمد حبیب کے خیال میں قرامطہ ، اسماعیلی اور دیگر مرتد شیعہ طبقے مراد ہیں (خزائن الفتوح کا انگریزی ترجمہ ، ص ۱۲ - بحوالہ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ڈاکٹر قریشی (ص ۲۵۴ - ۲۵۷) نے وام مارگی خیال کیا ہے ۔ عصامی نے بھی ان کا ذکر کیا ہے ۔ وہ لکھتا ہے :

براند ارہ بر فرق الموتیان
کہ فرق از زن و دخت کم بود شان
مران قوم را اہل ہندوستان
بخوانند "بورہ" بہندی زبان

[بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر]

وہ جس کسی سے رنجیدہ ہو جاتا ، تازیست اس کی طرف سے اس کی طبیعت صاف نہیں ہوتی تھی اور اس کے لیے کوئی امن نہیں تھا ۔ ابتدائی زمانے میں اگرچہ لوگوں سے امورِ مملکت میں مشورہ کیا کرتا تھا اور ان کے مشورے کے مطابق کارہائے سلطنت انجام کو پہنچاتا ، لیکن آخر زمانے میں جب کہ ہر طرف سے اسے اطمینان خاطر نصیب ہو گیا ، تو ملکی مہمات کو جس طرح اس کی طبیعت میں آتا تھا ، انجام کو پہنچاتا تھا اور جو کچھ اس کے خیال میں آتا اور اس کی رائے کے موافق ہوتا اسی طرح عمل میں لاتا اور ملکی معاملات میں کسی سے مشورہ نہیں کرتا تھا ۔

کہتے ہیں کہ جتنی فتوحات سلطان علاء الدین کے زمانے میں ہوئیں ، ہندوستان کے بادشاہوں میں سے کسی کو اتنی (فتوحات) نصیب نہیں ہوئیں ۔ مؤلف فیروز شاہی کہتا ہے کہ جتنی مسجدیں ، منارے ، حوض ، قلعے اور اس طرح کی دوسری عمارتیں اس کے زمانے میں تعمیر ہوئیں کسی کے زمانے میں تعمیر نہیں ہوئیں ۔ اہلِ ہنر اور ہر فن کے ماہر جتنے اس کے عہد میں دیکھے گئے ، کسی کے زمانے میں دیکھنے میں نہیں آئے اور عوام و خواص میں سماجی اور انصاف ، ہندوؤں کی فرمانبرداری اور سرکشی کا خاتمہ جتنا اس کے دور حکومت میں پایا گیا ، کسی کے زمانے میں نہیں ملتا اور بزرگانِ دین اور سالکانِ راہِ یقینی کا اجتماع [۱٦۹] کہ جن کے وجود مسعود کی وجہ سے دارالملک دہلی بلادِ عالم کے لیے قابلِ رشک شہر بن گیا تھا ، کسی کے زمانے میں نہیں ہوا'' ۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ]

''رشع ایڈیشن میں بورہ اور مہدی حسن میں ''بودہ'' ہے ۔''

تفصیل کے لیے دیکھیے سلاطینِ دہلی کے مذہبی رجحانات ، ص ۲۳٦ - ۲۳۹ ، ڈاکٹر قریشی ، ص ۲۵۴ - ۲۵۷ ، بشیر الدین پنڈت ، ص ۴۴۰ - ۴۵۱ ۔ (ق)

۱ - برنی ، ص ۳۴۱ ۔

ان بزرگوں میں سے شیخ الاسلام شیخ نظام الدین[1] (ہیں) جن کے اوصاف، قوتِ بیان سے باہر ہیں۔ وہ ارشاد و ہدایت فرماتے اور مخلوق کی رہنمائی کیا کرتے تھے۔ قوم کی پانچویں سے دسویں تاریخ تک کہ جو شیخ الاسلام فرید الدین اجودھنی[2] کے عرس کا زمانہ تھا، شیخ نظام الدین کی خانقاہ میں لوگ جمع ہوتے اور اس زمانے میں اطراف ہندوستان سے لوگ دہلی آتے اور اہلِ رشد کے وجد و حال کے مشاہدے سے کہ جو (اہلِ رشد) اس مجلس میں آتے تھے، در و دیوار فریاد میں آ جاتے تھے۔

دوسرے شیخ علاء الدین[3] (تھے) کہ جو شیخ فرید الدین اجودھنی کے پوتے تھے وہ اجودھن میں سجادۂ ارشاد پر متمکن تھے۔ وہ (علاء الدین) عبادت ظاہری و باطنی میں اس درجہ مستغرق رہتے تھے کہ لوگ ان کو "ملائکہ قدس" کی جنس سے شمار کرتے تھے۔

قطب الاولیا شیخ رکن الدین[4] ولد شیخ صدرالدین ولد شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی (تھے) جو میدانِ معرفت کے مسافروں کو طریقت کی شاہراہ کے ذریعے منزل تک پہنچاتے تھے۔ ملتان، اچہ اور سارے سندھ کے رہنے والے ان کی درگاہ میں حاضر ہوتے اور خود کو ان کی حمایت میں سمجھتے تھے اور آفتوں اور بلاؤں میں ان سے پناہ چاہتے تھے ان کے بعد بزرگوار شیخ صدر الدین[5] جو کمال و تکمیل کے زیور سے آراستہ تھے،

۱- نظام الدین اولیا بدایونی ثم دہلوی (ف ۷۲۵ھ)۔ تفصیل کے لیے دیکھیے سیر العارفین (حجابی)، (اردو ترجمہ از محمد ایوب قادری)، (اردو بورڈ لاہور ۱۹۷۵ء)۔

۲- فرید الدین گنج شکر (ف ۶۶۴ھ)۔ ملاحظہ ہو سیر العارفین (اردو ترجمہ)۔

۳- شیخ علاء الدین بن شیخ بدر الدین بن فرید الدین گنج شکر۔ تفصیل کے لیے دیکھیے برنی، ص ۳۴۷، سیر الاولیا، ص ۱۹۳۔

۴- شیخ رکن الدین (ف ۷۳۵ھ / ۱۳۳۵ء)، سہروردی سلسلے کے عظیم المرتبت شیخ۔ ملاحظہ ہو سیر العارفین (اردو مترجم)۔

۵- شیخ صدر الدین عارف۔ تفصیل کے لیے دیکھیے سیر العارفین (اردو ترجمہ)۔

سخاوت خوب کیا کرتے تھے - بے انتہا مال و دولت کے باوجود ، جو ان (رکن الدین) کو اپنے والد ماجد (صدر الدین) سے میراث میں ملا تھا ، اس قدر تحفے اور نذرانے آتے کہ محاسب ان کے حساب اور اندازے سے عاجز تھا اور وہ سخاوت کے باعث اکثر اوقات قرض لیتے تھے -

سید تاج الدین ولد سید قطب الدین (بھی تھے) کہ جو سخاوت ، علم ، حلم اور دوسرے کمالاتِ انسانی میں اپنی مثال آپ تھے ، وہ ایک مدت تک اودھ کے قاضی رہے - اس کے بعد وہ بدایوں کے قاضی رہے -

سید تاج الدین مذکور کے بھائی سید رکن الدین (تھے) کہ جو کڑہ کے قاضی تھے اور وہ اوصافِ حمیدہ سے آراستہ تھے -

کیتھل کے سادات ، سید مغیث الدین اور ان کے بھائی سید مستجب الدین[1] تھے اور یہ [۱۷۰] دونوں بھائی علم ، زہد ، تقویٰ اور تمام کمالات سے متصف تھے[2] ان کو سادات نوبتہ کہتے تھے -

دوسرے سادات اور اکابر (بھی تھے) کہ ان کی تفصیل طوالت چاہتی ہے - ان میں سے قاضی صدر الدین عارف تھے کہ جو قضائے ممالک (کا عہدہ) اور صدر جہاں کا خطاب رکھتے تھے - ان کے بعد قاضی جلال الدین دلواطی[3] قاضی ممالک ہوئے اور بیانہ کے مولانا ضیاء الدین صدر جہاں ہوئے اور سلطان علاء الدین کے آخری زمانے میں قضائے ممالک ملک التجار حمید الدین ملتانی کو ملی -

علمائے ظاہر میں چھیالیس حضرات تھے کہ جو مختلف علوم کے جامع تھے اور درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے - قاضی فخر الدین ناخلہ[4] ، قاضی شرف الدین سرمانی[5] ، مولانا نصیر الدین غنی ، مولانا تاج الدین

۱- مجیب الدین (برنی ، ص ۳۴۹) -

۲- واضح رہے کہ ضیاء الدین برنی کے باپ کی ننانہال "ساداتِ کیتھل" میں تھی (برنی ، ص ۳۵۰) - (ق)

۳- قاضی ولدالجی (ص ۳۵۱) -

۴- قاضی فخر الدین ناقلہ (برنی ، ص ۳۵۲) -

۵- سرباہی (برنی ، ص ۳۵۲) :

مقدم ، قاضی ضیاء الدین بیالہ ، مولانا ظہیر لنگ ، مولانا رکن الدین سنامی ، مولانا تاج الدین کلاہی ، مولانا ظہیر الدین بھکری ، قاضی محی الدین کاشانی ، مولانا کمال الدین کولی ، مولانا وجیہہ الدین پائلی ، مولانا منہاج الدین تبانی[1] ، مولانا نظام الدین کلاہی ، مولانا نصیر الدین کڑہ ، مولانا نصیر الدین صابونی ، مولانا علاء الدین تاجر ، مولانا کریم الدین جوہری ، مولانا حجت ملتانی ، مولانا حمید الدین مخلص ، مولانا برہان الدین بھکری ، مولانا افتخار الدین برنی ، مولانا حسام الدین برح ، مولانا وجیہہ الدین ظہور[2] ، مولانا علاء الدین کڑک ، مولانا حسام الدین شادی ، مولانا حمید الدین ملتانی[3] ، مولانا شہاب الدین ملتانی ، مولانا فخر الدین ہانسوی ، مولانا فخر الدین سفاقل[4] ، قاضی زین الدین ناقلہ[5] ، مولانا سہر کہی[6] ، مولانا وجیہہ الدین رازی ، مولانا علاء الدین صدر شریعت ، مولانا میران ماریکلہ ، مولانا نجیب الدین ، مولانا شمس الدین ، مولانا صدر الدین ، مولانا علاء الدین لاہوری ، قاضی شمس الدین گازرونی ، مولانا شمس الدین یحییٰ ، مولانا ناصر الدین اناوی[7] ، مولانا معین الدین لولی[8] ، مولانا افتخار الدین رازی ، مولانا معز الدین اندیہی[9] ، مولانا نجم الدین انتشاری ۔ [۱۷۱]

سلطان علاء الدین کے دور حکومت کے آخر میں مولانا علم الدین سبزہ شیخ بہاء الدین زکریا ، جو اس زمانے کے فاضل ترین تھے ، دہلی پہنچے اور علم عقلی و نقلی کی تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے ۔

۱- تلنبی (برنی ، ص ۳۵۳) ۔
۲- مولانا وحید الدین ملھو (برنی ، ص ۳۵۳) ۔
۳- بنیانی (برنی ، ص ۳۵۳) ۔
۴- سقاقل (برنی ، ص ۳۵۳) ۔
۵- ناقلہ (برنی ، ص ۳۵۳) ۔
٦- مولانا صلاح الدین سترکی (برنی ، ص ۳۵۳) ۔
۷- تاوی (برنی ، ص ۳۵۴) ۔
۸- لوفی (برنی ، ص ۳۵۴) ۔
۹- اللہیثی (برنی ، ص ۳۵۴) ۔

علم قرأت کے استادوں میں مولانا شاطی[1] ، مولانا علاء الدین مقری ، خواجہ زکی خواہر زادہ حسن بصری ممتاز تھے -

واعظین میں مولانا عماد حسام درویش[2] اور ان کے بھائی مولانا جلال ، مولانا ضیاء الدین سنامی ، مولانا شہاب الدین خلیلی اور مولانا کریم زمانے کے نادر و منتخب حضرات میں سے تھے -

سپہ سالار تاج الدین عراق ، خداوند زادہ چاشنی گیر بنیرہ بلبن بزرگ ، ملک رکن الدین ابیہ ، ملک عز الدین تغان خاں[3] ، ملک نصیر الدین نور خاں ، مجلس (سلطان) کے ندیم تھے -

سلطان علاء الدین کے دور سلطنت میں دار الملک دہلی ہی میں نہیں ، بلکہ تمام ہندوستان میں شعراء تھے اور ان کے بے مثل وجود سے (ملک میں) رونق و زینت تھی اور ان کی شاعری کی شہرت تمام دنیا میں تھی - ان میں منتخب و ممتاز امیر خسرو[4] تھے کہ جو شاعری اور معنیٰ آفرینی میں اعجاز کی سی کیفیت رکھتے تھے اور ان کے فضائل و مناقب کے آثار ان کی ان تصنیفات سے ظاہر و واضح ہیں کہ جو نثر و نظم میں ہیں - اس کے ساتھ وہ (امیر خسرو) صاحب وجد و حال صوفی بھی تھے - وہ اپنا زیادہ وقت صوم و صلوٰۃ میں گزارتے تھے اور عشق و محبت میں مستغرق رہتے تھے - ایسے نادرۂ زمانہ شاعر کو سلطان علاء الدین ایک ہزار تنکہ تنخواہ دیتا تھا -

دوسرے امیر حسن سنجری[5] تھے - وہ کلام کی سلاست اور شاعری کی لطافت میں مشہور تھے - بہت سلیس غزلیں لکھتے تھے - لوگ ان کی شاعری کی داد دیتے تھے - ان کو (لوگ) ہندوستان کا سعدی کہتے تھے -

---

۱- مولانا جلال الدین شاطبی (برنی ، ص ۳۵۵) -
۲- مؤلف نے دو شخص بنا دیے ہیں مگر مولانا عماد حسام درویش ایک شخص ہیں (برنی ، ص ۲۵۵) -
۳- پٹھان خاں (برنی ، ص ۳۵۸) -
۴- دیکھیے سیر العارفین (اردو ترجمہ) -
۵- دیکھیے سیر العارفین (اردو ترجمہ) -

وہ تہذیب اخلاق ، قناعت اور ترک و تجرید میں بے مثل تھے ۔ شیخ نظام الدین اولیاء سے ان کو خلافت بھی ملی تھی ، شیخ کی گفتگو ، جو انھوں نے اپنی ارادت کے زمانے میں سنی ، اس کو جمع کرکے فوائد الفواد نام رکھا اور نظم و نثر میں ان کی اور بھی بہت سی تصانیف ہیں ۔

صدر الدین علی[1] [۱۷۲] ، فخر الدین قواس ، حمید الدین راجا ، مولانا عارف ، عبید حکیم اور شہاب صدر نشین[2] شعراء بھی سلطان علاء الدین کے عہدِ حکومت میں گزرے ہیں ، وہ شاعری کی مد سے تنخواہ پاتے تھے ۔ ان میں سے ہر ایک شاعری میں ایک خاص طرز کا مالک تھا ۔ ان کے دیوان ان کی شاعری کے فضل و کمال اور ہنر کے شاہد ہیں ۔

مورخین[3] میں بھی چند آدمی بے مثل تھے اور اطبائے مسیح نفس میں استاد الاطباء مولانا بدر الدین دمشقی ایسے بے مثل طبیب تھے کہ اگر کسی شیشی میں چند جانوروں کا پیشاب جمع کرکے ان کو دکھایا جاتا تو وہ ایک نظر دیکھتے ہی کہہ دیتے کہ اس شیشی میں فلاں فلاں جانور کا پیشاب جمع کیا گیا ہے[4] ۔

صوفیوں میں چند حضرات صاحب سر و کشف و مشاہدہ تھے ۔ نجومیوں اور مالوں میں چند ایسے آدمی تھے کہ جو دوسروں کے دل کی باتیں اور چھپے ہوئے حالات کے اظہار میں ساحری کرتے تھے ۔ گویے ، غزل خواں اور تمام اہلِ طرب اور دوسرے اہلِ ہنر ایسے جمع ہو گئے تھے کہ ان سب کی تعداد تحریر کرنے کی اس کتاب میں گنجائش نہیں ہے[5] ۔

۱- صدر الدین عالی (برنی ، ص ۳٦۰) ۔
۲- "شہاب صدر نشین" ایک نام لکھا مگر برنی (ص ۳٦۰) میں "شہاب انصاری و صدر بستی" دو نام ہیں ۔
۳- برنی (ص ۳٦۱) نے اپنے علاوہ مورخین میں امیر ارسلان کوہی اور کبیر الدین کا ذکر کیا ہے ۔ (ق)
۴- دیگر اطباء کے لیے دیکھیے برنی ، ص ۳٦۲ - ۳٦۳ ۔
۵- تفصیل کے لیے دیکھیے برنی ، ص ۳٦۳ - ۳٦٦ ۔

جب سلطان علاء الدین کی سلطنت کا زمانہ قریب الختم ہوا اور اس کی اقبال مندی کی انتہا ہو چکی تو جیسا قاعدہ ہے کہ ہر کمال کو زوال اور ہر ابتدا کی انتہا ہوتی ہے ، اس سے ایسے امور سرزد ہونے لگے جو ملک کے زوال اور سلطنت کے خاتمے کا اسباب ہوئے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ملک نائب کافور ہزار دیناری کا ایسا عاشق اور شیفتہ ہو گیا تھا کہ تمام امور ملکی اس کے اختیار میں دے دیے تھے اور امور ملکی میں اس کی رعایت خاطر کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کرتا تھا اور اس کے کہنے سے انحراف نہیں کرتا تھا چاہے وہ نا مناسب ہی کیوں نہ ہو۔ اس نے اپنے کم عمر لڑکوں کو قبل اس کے کہ وہ استادوں اور اتالیقوں کی تعلیم و تربیت سے فارغ ہوں ، محل سے باہر آنے کی اجازت دے دی اور اس کے اصلاح احوال کی کوشش نہیں کی اور خضر خاں کو بغیر پختگی فکر اور تجربہ کاری کے چتر دے دیا اور ولی عہد بنا دیا۔ کسی دانا اور تجربہ کار امیر کو اس پر مقرر نہیں کیا کہ وہ اس کو [۱۷۳] شروع ہی میں عیش اور نفسانی خواہشات سے روکتا۔ اتفاقاً سلطان نے اپنی علالت کے زمانے میں خضر خاں کو امروہہ کی جانب سروشکار کی اجازت دی اور اس سے کہا کہ جب مجھ کو صحت ہو جائے گی تو تجھ کو بلا لوں گا۔ خضر خاں نے منت مانی کہ جب سلطان کو صحت ہو جائے گی تو وہ پیادہ دہلی کے مشائخ کی زیارت کے لیے جائے گا۔ جب اس نے سلطان کی صحت کی خبر سنی تو قبل اس کے کہ سلطان کی صحت کی خبر سنی تو قبل اس کے کہ سلطان کی طرف سے حاضری کا حکم پہنچے وہ ننگے پاؤں مزارات کی زیارت کے ارادے سے چل پڑا۔ ملک نائب نے ، جس کے دماغ میں سلطنت کی خواہش پیدا ہو چکی تھی اور وہ سلطان کی نسل کی بیخ کنی کی فکر میں تھا ، عرض کیا کہ خضر خاں فاسد ارادے سے سلطان کی اجازت کے بغیر آیا ہے۔ اس نے سلطان کو اس پر آمادہ کر دیا کہ (سلطان نے) خضر خاں کو قلعہ گوالیار بھیج دیا۔ کچھ دنوں کے بعد سلطان کو مرض استسقاء عارض ہوا۔ مرض روز بروز بڑھتا گیا۔ اس دوران میں (سلطان نے) ملک نائب کو دیوگیر سے اور الپ خاں کو گجرات سے طلب کیا۔ جب یہ دونوں درگاہ سلطانی میں آئے تو ملک نائب نے اپنی اس عداوت کی بنا پر جو اس کو الپ خاں سے تھی ، سلطان سے کچھ بیہودہ باتیں لگائیں اور اس کی

آمادہ کر لیا کہ سلطان نے الپ خاں کو قتل کرا دیا اور اس کے بعد سلطان خود بھی فوت ہو گیا[1] ۔

دمے چند پژمرد و ناچیز شد
زمانہ بخندید کو نیز شد

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ملک نائب نے اس کو زہر دے دیا ۔ اللہ بہتر جانتا ہے ۔ اس کی حکومت کا زمانہ بیس سال اور چند مہینے ہوا ۔

ذکر سلطان شہاب الدین پسر خورد سلطان علاء الدین خلجی

سلطان علاء الدین کی وفات کے دوسرے روز ملک نائب نے امراء و اراکین سلطنت کو جمع کیا اور ایک نوشتۂ سلطانی اس مضمون کا ظاہر کیا کہ جس میں سلطان نے شہاب الدین کو اپنا ولی عہد بنا دیا تھا اور خضر خاں کو معزول کر دیا تھا ۔ اس نے اس (شہاب الدین) کو تخت پر [۱۷۰] بٹھایا[2] اور خود سلطنت کی نیابت میں مشغول ہو گیا ۔ پہلے ہی روز اس نے ملک سنبھل[3] کو خضر خاں اور اس کے بھائی شادی خاں کو اندھا کرنے کے لیے گوالیار بھیجا اور اس کے باربیگی کے منصب کا وعدہ کیا ۔ وہ نمک حرام اس بات پر آمادہ ہو گیا اور اس نے سلطان کے دونوں لڑکوں کو کو اندھا کر دیا ۔ خضر خاں کی ماں کو جس کو ملکہ جہاں کہتے تھے ، قید کر لیا اور جو کچھ نقد و جنس اور سونا اس کے پاس تھا ، لے لیا اور شہزادہ مبارک خاں یعنی سلطان قطب الدین کو گھر میں قید کر دیا ۔ وہ اس کو بھی اندھا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا ۔ چونکہ تقدیر اس (ملک نائب) کے خلاف تھی اس لیے وہ اس پر قابو پانے نہ ہو سکا ۔ وہ ملک نائب روزانہ سلطان شہاب الدین کو جو بچہ تھا ہزار ستون کے بالا خانے پر لے جاتا اور ایک دو ساعت تخت پر بٹھاتا ۔ امراء ،

۱- علاء الدین خلجی ، ۷ شوال ۷۱۵ھ (۶ جنوری ۱۳۱۶ء) کو فوت ہوا (لال ، ص ۲۷۰) ۔

۲- شہاب الدین چھ سال کا بچہ تھا (لال ، ص ۱۸۶) (برنی ، ص ۳۷۲)۔ (ق)

۳- ملک سنبل (برنی ، ص ۳۷۳) ۔

وہ صف باندھ کر اس کے اراکین ، حجاب اور سلاح دار کو حکم دیتا ۔ سامنے کھڑے ہوتے اور رسم فرمانبرداری بجا لاتے ۔ جب دربار ختم ہوتا ، تو اس بچے کو اس کی ماں کے پاس محل میں بھیج دیتا اور خود اس خرگاہ میں جو ہزار ستون کے بالا خانے پر بنائی گئی تھی ، آتا اور چند خواجہ سراؤں کے ساتھ جو اس کے راز دار تھے اور توری[1] کھیلنے میں مشغول ہو جاتا ۔ تاکہ جو نرد کی طرح تھی اور جوئے کی ایک قسم تھی اور ہر وقت سلطان علاء الدین کے خاندان کی بیخ کنی میں اپنے خاص (رازداروں) سے مشورہ کیا کرتا تھا ۔

اتفاق سے پرانے پایکوں کی ایک جماعت نے جو ہزار ستون کی حفاظت پر مقرر تھی ، سلطان کی وفات کے پینتیس روز بعد آپس میں مشورہ کیا اور ایک رات درگاہ سلطانی سے لوگوں کے چلے جانے اور دروازوں کے مقفل ہو جانے کے بعد وہ (پایک) خرگاہ میں داخل ہوئے اور ملک نائب کو اس کے خاص (ندیموں) کے ہمراہ قتل کر دیا[2] :

اگر بد کنی چشم نیکی مدار
کہ ہرگز نیارد گز انگور بار
نہ پندارم اے درخزاں کشتہ جو
کہ گندم ستانی بوقت درو

وہ شہزادہ مبارک خاں کو قید خانے سے نکال لائے اور ملک نائب کی بجائے اس کو [۱۷۵] سلطان شہاب الدین کی نیابت پر مقرر کیا ۔ کچھ دلوں وہ سلطان شہاب الدین کی نیابت میں رہا اور امور ملکی میں مشغول رہا ۔ اس نے امراء و ملوک کو اپنے ساتھ ملا لیا ۔ جب اس کو اس طرح دو مہینے گزر گئے تو اس نے تخت سلطنت پر جلوس کیا اور سلطان قطب الدین مبارک شاہ کا خطاب اختیار کیا اور سلطان شہاب الدین کو گوالیار بھیج دیا اور ملک نائب کے قاتل پایکوں کو کہ حسن کے دل میں

۱۔ برنی ، (ص ۳۷۵) ”گوڑی درباختن“ (لال ، ص ۲۸۷) پھیسی یا چوسر ۔ (ق)

۲۔ مبشر ، بشیر ، صالح اور منیر (عصامی ، ص ۳۴۲) ۔

غرور اور گھمنڈ پیدا ہو گیا تھا ، منتشر و متفرق کر دیا اور نواحی قصبات میں ادھر اُدھر بھیج دیا اور ان کے بڑوں کو جو بوڑھے ہو گئے تھے ، قتل کرا دیا[1] :

بباید سوختن ز آتش خسے را
کزو خارے رسد در دل کسے را

جس زمانے میں کہ سلطان علاء الدین کا خاندان تباہی میں تھا اور اس کی نسل مٹائی جا رہی تھی - لوگوں نے شیخ بشیر دیوالہ سے جو اس زمانے کے مجذوبوں میں سے تھے ، دریافت کیا کہ اے خواجہ ! یہ کیا ہو رہا ہے ؟ اس نے کہا کہ چونکہ علاء الدین نے اپنے چچا اور اپنے ولی نعمت کے خاندان کی بیخ کنی کی اس لیے وہی اس کے ساتھ ہو رہا ہے ۔ شعر :

نکو را نیک بد را بد شمار است
بپاداش عمل گیتی بکار است

اس کی حکومت کی مدت تین مہینے اور چند روز ہوئی ۔

ذکر سلطان قطب الدین مبارک شاہ پسر سلطان علاء الدین خلجی

۷۱۷ھ[2] میں جب سلطان قطب الدین دہلی کے تخت پر بیٹھا ، تو اس

۱- ۱۲ ذی قعدۃ ۷۱۵ھ (۱۱ فروری ۱۳۱۶ء) (لال ، ص ۲۸۸ حاشیہ) - (ق)

۲- یہ تاریخ برنی ، (ص ۳۸۱) سے ماخوذ ہے اور غلط ہے صحیح تاریخ ۲۰ محرم ۷۱۶ھ (۱۴ اپریل ۱۳۱۶ء) ہے خسرو "مثنوی نہ سپہر" میں لکھتے ہیں :

سنہ شانزدہ بعد ہفصد شدہ
کہ سلطان بہ تخت زبر جد شدہ

تاریخ مبارک شاہی ، (ص ۸۲) سے بھی تائید ہوتی ہے دیکھیے لال ، ص ۲۸۸ - ۲۸۹ ۔

نے ملک دینار[1] شحنہ پیل کو ظفر خاں ، اپنے چچا سے غلام محمد[2] کو شیر خاں اور مولانا ضیاء الدین پسر مولانا بہاء الدین خطاط کو صدر جہاں کا خطاب دیا اور ملک قرا بیگ کو اپنے تقرب سے سرفراز کیا اور امور سلطنت کو امراء کے درمیان حسب حال و لیاقت تقسیم کر دیا اور حسن نامی براؤ بچہ کو جو سلطان علاء الدین کے خاص حاجب [۱۷۶] ملک شادی نائب کا پروردہ تھا اپنی قربت سے سرفراز کیا اور خسرو خاں کا خطاب دیا - براؤ[3] ایک جماعت (برادری) ہے - وہ لوگ خدمت گار ہوتے

۱- ملک دینار شحنہ پیل ، بدایونی کا گورنر رہا (کنز التاریخ ، ص ۲۱۸ - ۲۲۰) -

۲- طبقات میں ' محمد مولانی عم خودرا" برنی ، (ص ۳۸۱) میں "محمد مولانا نیاء خودرا" مبارک شاہی ، (ص ۸۳) محمود محمد مولی میر خاں - (ق)

۳- اس لفظ کے املا میں اختلاف ہے (برنی ، ص ۳۸۱) ، بروار ، بدایونی (ص ۶۵) ، مبارک شاہی ، (ص ۸۵) براؤ فرشتہ (۱/۱۲۳) پروار ، عصامی ، (ص ۳۶۳) براؤ ہے :

همہ وحشیانِ براؤ نژاد
کہ ہر یک زا قصائے گجرات زار

خسرو (تغلق نامہ ، ص ۱۹) نے برادو لکھا ہے :

بسے ہندو کہ گویندش مراد
شدہ با از برائے فتنہ او
برادو وصف ہندو پست سر باز
کہ ہم سر باز باشد ہم سر انداز
بدند این طایفہ در پیش راہان
کہ جاں بازند بر فرمان راہان

علامہ سلیمان ندوی (مقالات سلیمان ۱/۲۰۷) بھڑواڑ (گڈریا) لکھتے ہیں ، یورپی مورخین نے پرواز (پربار) کی وجہ سے راجپوت قرار دیا ہے دیکھیے (لال ، ص ۳۰۹ - ۳۱۱) نیز دیکھیے تاریخ گجرات ، (ص ۳۲۵) ایشوری پرشاد (ہسٹری آف دی قرونہ ترکس ۱/۸ - ۹) ہوڈی والا (اسٹڈیز ان انڈو مسلم ہسٹری ، ص ۳۶۹ - ۳۷۱) -

ہیں اور گجرات کے علاقے میں بہت ہوتے ہیں ۔ چونکہ وہ اس سے بہت محبت کرنے لگا تھا اس لیے اس نے ملک شادی کی ساری فوج اس کے حوالے کر دی ۔ وہ اس کا بہت شیدا اور فریفتہ تھا ، لہذا یہ دیکھے بغیر کہ اس میں وزارت کی قابلیت ہے یا نہیں ، اسے وزارت کا عہدہ سونپ دیا :

بیت

گرت مملکت باید آراستہ
مدہ کار اعظم بنو خاستہ
نخواہی کہ ضائع شود روز کار
لیا کار دیدہ مفرمائے کار

وہ اس کا اس درجہ عاشق اور اس پر ایسا فریفتہ ہو چکا تھا کہ اس کے بغیر ذرا دیر بھی نہیں رہ سکتا تھا ۔

مختصر یہ کہ وہ تمام فتنے جو علاء الدین کے مرنے کے بعد ملک میں پیدا ہو گئے تھے ، سلطان قطب الدین کے تخت نشین ہونے کے بعد ختم ہو گئے ، مخلوق میں آرام و سکون پیدا ہو گیا ۔ چونکہ سلطان قطب الدین جوان ، خوش اخلاق اور رحم دل تھا اور قید کی مشقت اور قتل کے خوف سے گزر چکا تھا ، لہذا اس نے پہلے ہی دن حکم دے دیا کہ قیدیوں کو رہا کر دیا جائے اور جن لوگوں کو جلا وطن کر دیا گیا تھا ، ان کی واپسی کے احکام جاری ہو گئے ۔ تمام فوج کو ششماہی تنخواہ انعام دی گئی ۔ امراء و ملوک کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا اور حکم دیا کہ اہل احتیاج کی عرضیاں کہ جو مدت سے تعویق میں پڑی ہیں ، حضور میں پیش کی جائیں ۔ ان کی درخواستوں پر ان کے ارادوں کے موافق جواب صادر ہوتے تھے ۔ علماء و صلحاء اور مستحقین کے وظایف میں اضافہ کر دیا گیا ۔ لوگوں کی جاگیریں جو سلطان کے زمانے میں خالصہ کرا لی گئی تھیں ، ان کو واپس کر دی گئیں ۔ زیادہ خراج اور سخت مطالبے جو سلطان علاء الدین کے عہد کا معمول تھے ، ختم کر دیے گئے ۔ مخلوق اس کے حسن سلوک سے آسودہ اور خوش حال ہو گئی ۔ لوگوں کی جیبوں میں پیسہ رہنے لگا ۔ سلطان علاء الدین کے تمام ضابطے جو مصلحت اور

حکمت کی بنا پر مقرر ہوئے تھے ، منسوخ کر دیے۔ اگرچہ بظاہر شراب کی ممانعت کی جاتی تھی ، لیکن فسق و فجور و سرکشی و عیش و عشرت [۱۷۷] جو سلطان علاء الدین کے زمانے میں ختم ہو چکے تھے ، رعایا میں دوبارہ پیدا ہو گئے ۔ سلطان قطب الدین کو اپنے عہد سلطنت میں کہ جو صرف چار سال اور چار مہینے کا تھا سوائے عیش و عشرت اور بے انتہا بخشش کے دوسرا کام نہ تھا ۔ اس زمانے میں وہ فتنے کہ جو سلطان کی تکلیف و مصیبت کا باعث ہوتے ہیں اور وہ آفت کہ جو مخلوق کے امن میں مخل ہوتی ہے ، ظہور پذیر نہ ہوئی[1] ۔

اس سے پہلے سلطان علاء الدین نے الپ خاں کو گجرات سے بلا لیا تھا ۔ اس کے بعد وہاں بغاوت اور فسادات شروع ہو گئے ۔ ان حادثات کو دفع کرنے کے لیے ملک کمال الدین کو نامزد کرکے گجرات روانہ کیا گیا ۔ وہ بھی وہاں شہید ہو گیا ۔ اس وجہ سے فتنہ پردازی بڑھ گئی ۔ سلطان قطب الدین نے گجرات کی بغاوت کو اہم خیال کرکے عین الملک ملتان کو آراستہ لشکر کے ساتھ مقرر کیا ۔ اس نے وہاں پہنچ کر ان لوگوں سے جو فتنہ انگیزی اور بغاوت کا سبب تھے ، جنگ کی اور ان کو شکست دے کر نہروالہ اور تمام گجرات کو دوبارہ قبضے میں لے آیا اور اس نواح کے زمینداروں کو مطیع کر لیا ۔

اس کے بعد سلطان قطب الدین نے ملک دینار کی لڑکی سے نکاح کر لیا اور اس کو ظفر خاں کا خطاب دے کر گجرات بھیج دیا ۔ اس نے تین چار مہینے کی مدت میں گجرات کو تمام باغیوں اور فسادیوں سے پاک کر دیا کہ ان کا نشان بھی اس علاقے میں نہ رہا اور وہاں کے راجاؤں اور زمینداروں سے زر کثیر حاصل کرکے خزانۂ شاہی میں بھیج دیا ۔

سلطان علاء الدین کے بعد دیو گیر کی ولایت پر رام دیو کا داماد ہرپال دیو قابض و متصرف تھا ، سلطان قطب الدین نے دوسرے[2] سال جلوس میں دیو گیر پر فوج کشی کر دی اور ایک غلام بچہ شاہین نامی

۱- برنی ، ص ۳۸۲ - ۳۸۸ -

۲- ۱۳۱۸ء (لال ، ۲۹۳) -

کو جسے باوہلدا[1] کہتے تھے ، فرما ملک کا خطاب دے کر اپنی عدم موجودگی کے زمانے کے لیے نائب سلطنت مقرر کیا اور دہلی میں چھوڑا اور خود ایک بڑے لشکر کو لے کر دکن روانہ ہو گیا ۔

جب وہ دیو گیر کے حدود میں پہنچا تو ہرپال دیو اور دوسرے زمیندار جو جمع ہو گئے تھے ، مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگ گئے ۔ [۱۷۸] سلطان نے چند روز دیو گیر میں قیام کیا ۔ نامی اور ممتاز خواتین کی ایک جماعت ہرپال دیو کے تعاقب میں بھیجی ۔ تعاقب کے جو شرائط تھے وہ پورے کیے اور ہرپال دیو کو گرفتار کرکے لے آئے ۔ سلطان قطب الدین کے حکم سے اس کی کھال اتاری گئی اور اس کا سر دیو گیر کے دروازے پر لٹکا دیا گیا ۔ سلطان (قطب الدین) کو تکان سفر کی وجہ سے کچھ روز وہاں قیام کرنا پڑا ۔ اس زمانے میں مرہٹ پر بھی قبضہ ہوگیا ۔ دیو گیر کی ولایت کو ملک یک لکھی کے سپرد کیا جو علاء الدین کے غلاموں میں سے تھا ۔ علاقہ مرہٹ کو امراء کی جاگیر میں تقسیم کر دیا ۔ خسرو خاں کو چتر اور دور باس دے کر نامزد کیا[2] اور خود دہلی لوٹ آیا ۔ راستے میں اکثر اوقات شراب اور عیش کا شغل رہتا تھا ۔

اسی اثناء میں سلطان قطب الدین کی غفلت اور اس کی دائمی شراب نوشی کی وجہ سے سلطان علاء الدین کے چچا زاد بھائی[3] کے سر میں حکمرانی کا خیال پیدا ہو گیا اور اس نے لشکر کے سپاہیوں کی ایک جماعت سے ساز باز کر لی اور یہ طے پایا کہ جب سلطان ساگون کی گھاٹی سے گزرے اور محل سرا میں جائے ، اس وقت سلاح داروں ، پایکوں اور تمام محافظوں میں سے کوئی اس کے پاس نہ ہوگا ، تو ہم سب محل سرا میں گھس جائیں اور اس کا کام تمام کر دیں ۔ اتفاق سے اسی رات کو کہ جب سلطان نے چاہا کہ ساگون کی گھاٹی سے گزرے ، ملک اسد الدین

۱- باوہلدا (برنی ، ص ۳۸۹) ۔

۲- رجب ۷۱۸ھ (ستمبر ۱۳۱۸ء) میں خسرو کو تلنگانہ کی مہم پر بھیجا (لال ، ص ۲۹۴ - ۲۹۵) ۔

۳- ملک اسد الدین ابن خاموش (لال ، ص ۲۹۵) ۔

کے دوستوں میں سے ایک[1] نے آ کر سلطان کو حقیقت حال سے آگاہ کر دیا ۔ سلطان وہیں ٹھہر گیا ۔ اس نے حکم دیا اور ملک اسد الدین کو پکڑ کر قتل کر دیا ۔ یغرش خاں کے لڑکوں میں سے انتیس کو جو دہلی میں تھے ، اور اس سازش میں ان کا کوئی دخل نہ تھا اور بعض کم سن بچے تھے ، اس کے حکم سے ان سب کو قتل کرا دیا ۔ جب وہ جھائن پہنچا ۔ تو شادی کہتہ پسر سلاح دار کو گوالیار بھیجا ۔ اس نے علاءالدین کے لڑکوں خضر خاں شادی خاں اور ملک شہاب الدین کو کہ جن کو اس سے قبل اندھا کرا چکا تھا ، قتل کر دیا[2] اور ان کے اہل و عیال کو دہلی لے آیا ۔

سلطان قطب الدین ، خضر خاں کے خلاف اس وجہ سے بھی تھا کہ وہ شیخ نظام الدین اولیاء کا مرید تھا [۱۷۹] اور شیخ کو اس کا مخلص سمجھتا تھا ۔ سلطان (قطب الدین) شیخ نظام الدین اولیاء سے منحرف تھا اور ہمیشہ اظہار عداوت کیا کرتا اور ان بزرگ کی شان میں طعن آمیز کلمات نکالا کرتا تھا[3] :

بیت

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ لیکاں برد
ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس
کم زند در عیب معیوباں نفس

جب سلطان قطب الدین دہلی پہنچا اور گجرات ، دیو گیر اور تمام مملکت کو اپنے قبضے میں دیکھا اور امراء و ملوک کو اپنا مطیع و فرمانبردار پایا اور ملک کا کوئی دعویدار نہ رہا ، تو شراب کی مستی ،

۱۔ آرام شاہ ابن خرم کھجوری نے مطلع کیا تھا (لال ، ص ۲۹۵) ۔
۲۔ لال ، (ص ۲۹۹) نے لکھا ہے ۷۱۸ھ میں شمس الدین محمود شاہ کے نام سے کسی کا سکہ جاری ہوا گویا کوئی دعویٰ دار سلطنت کھڑا ہوا تھا ۔
۳۔ برنی ، ص ۳۹۴ ۔

جوانی اور دولت نے اس کے سر میں غرور پیدا کر دیا ۔ احکام کے اجراء اور امور سلطنت میں کسی سے مشورہ نہیں کرتا تھا اور کسی مخلص یا دولت خواہ کی بات نہیں مانتا تھا اور اگر کوئی از روئے دولت خواہی اس کی رائے کے خلاف عرض کرتا ، تو وہ رد کر دیتا ۔ اس کو گالیاں دیتا اور اس کی اہانت کرتا ۔ کسی کی یہ مجال نہ تھی ۔ کہ وہ بات جس میں اس کی بہتری ہو ، اشارے اور کنایے سے بھی عرض کر سکے ۔ اس کے اخلاق حمیدہ بداخلاقیوں میں تبدیل ہو گئے ۔ اس نے ظلم و جبر اختیار کر لیا اور اپنے باپ کی طرح بے گناہوں کا خون کرنا شروع کر دیا ۔ ان میں سے ظفر خاں والیٔ گجرات کو جو اس کی سلطنت کا رکن تھا ، بغیر کسی صدور جرم کے قتل کرا دیا ۔ اس کے بعد ملک شاہین کو کہ جسے وفا ملک کا خطاب دیا گیا تھا ۔ حاسدوں کے کہنے سے قتل کرا دیا اور ایسے کام کرنے شروع کر دیے گئے ۔ کہ جو حکومت کے زوال کا سبب اور بقائے سلطنت کے منافی تھے ۔ وہ اکثر اوقات اپنے کو زیور اور (عورتوں) کے لباس سے آراستہ کرتا تھا اور مجمع میں آ جاتا تھا ۔ تو شک ہزار ستون کے بالا خانے پر بیہودہ اور مسخری عورتوں کو بلاتا [۱۸۰] اور حکم دیتا کہ بڑے بڑے سردار مثلاً عین الملک ملتانی اور ملک قرا بیگ کہ جو چودہ عہدے رکھتے تھے یا مثل ان کے اور دوسرے امراء کے ساتھ ہنسی مذاق اور اہانت کریں اور بُری حرکتوں کے مرتکب ہوتی تھیں اور وہ (عورتیں) برہنہ ہو کر مردوں کے سامنے آتی تھیں اور ان امراء کے کپڑوں پر پیشاب کر دیتی تھیں[۱] ۔

قطب الدین نے اس عداوت کی وجہ سے جو اس کو شیخ نظام الدین اولیاء سے تھی ، لوگوں کو ان کے یہاں آنے سے منع کر دیا تھا اور شیخ (نظام الدین) کا نام بے ادبی سے بطور اہانت سے لیا کرتا اور شیخ زادہ جام کو کہ جو شیخ کے مخالفوں میں سے تھا ، اپنے تقرب سے سرفراز کیا ۔ شیخ نظام الدین کے تعصب میں شیخ رکن الدین ملتانی کو ملتان سے بلایا[۲] ۔

۱- برنی ، ص ۳۹۴ - ۳۹۶ ۔
۲- برنی ، ص ۳۹۶ ۔

جب ظفر خاں حاکم گجرات کو قتل کرا دیا تو حسام الدین کو جو ماں کی طرف سے خسرو خاں کا بھائی تھا ، امراء و ملوک کے ساتھ گجرات بھیج دیا اور ظفر خاں کی تمام فوج اس کے حوالے کر دی ۔ جب وہ گجرات پہنچا ، تو اس نے براوؤں کی جماعت کو جمع کر کے چاہا کہ بغاوت کرے دوسرے امراء جو اس کے ساتھ تھے انھوں نے اس کو گرفتار کر لیا اور سلطان قطب الدین کے پاس بھیج دیا ۔ سلطان قطب‌الدین خسرو خاں کی وجہ سے اس سے رعایت کرتا تھا کہ وہ اس کا بھائی تھا اس نے اس کو فوراً آزاد کر دیا اور شاہانہ نوازشوں سے اس کو سرفراز کیا ۔ اس بات سے امراء اور اراکین سلطنت میں انتشار و وحشت پیدا ہو گئی[1] ۔ حسام الدین کی بجائے ملک وحید الدین قریشی کو جو بہادر اور تجربہ کار تھا ، گجرات روانہ کیا ۔ اس نے گجرات کے انتظام کو درست کیا جسے حسام الدین نے خراب اور برباد کر دیا تھا[2] ۔

اسی اثناء میں خبر پہنچی کہ دیو گیر کے حاکم ملک یک لکھی نے سرکشی اختیار کی ہے اور باغی ہو گیا ہے ۔ سلطان نے کچھ نامی امراء کو عظیم لشکر کے ساتھ ملک یک لکھی کے دفعیہ اور اس فتنے کو فرو کرنے کے لیے بھیجا ۔ وہاں پہنچ کر اپنی حکمت عملی سے ملک یک لکھی کو دوسرے مفسدوں کے ساتھ جو فتنہ و فساد کے بانی مبانی تھے ، گرفتار کر لیا [۱۸۱] اور دہلی سے آئے ۔ سلطان نے یک لکھی کے ناک کان کٹوا لیے اور اس کے ساتھیوں کو طرح طرح کی سزائیں دیں ۔ ملک عین الملک ملتانی کو دیو گیر کی حکومت دی اور تاج الدین پسر خواجہ علاء الدین دبیر کو ولایت دیو گیر کا مشرف بنایا ۔ ملک وحید الدین کو گجرات سے بلایا اور وزارت کا منصب دے کر تاج الملک کا خطاب دیا[3] ۔

خسرو خاں کہ جو معبر کے لیے مقرر ہوا تھا وہ جب وہاں پہنچا تو وہاں کے راجا اپنے اپنے خزانے اور اسباب لے کر نکل گئے ۔ ایک سو سے

۱- برنی ، ص ۳۹۷ ، تاریخ گجرات ، ص ۳۴۳ ۔
۲- برنی ، ص ۳۹۷ ، تاریخ گجرات ، ص ۳۴۳ - ۳۴۴ ۔
۳- برنی ، ص ۳۹۷ - ۳۹۸ ، لال ، ص ۳۰۰ - ۳۰۱ ۔

کچھ زیادہ ہاتھی جو وہاں باقی رہ گئے تھے ۔ ہاتھ آئے اور خواجہ تقی[1] سوداگر جو بہت مال و دولت رکھتا تھا ، اس خیال سے وہاں سے نہیں گیا تھا کہ اسلام کا لشکر آ رہا ہے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا ۔ اس نے اس کو گرفتار کرکے اس کا تمام مال و دولت چھین لیا[2] اور اس کو قتل کرا دیا ۔ برسات کا موسم[3] وہیں گزارا ۔

اس بے باکی اور ناپاکی کی وجہ سے جو اس کی طینت میں تھی اس نے بغاوت کا ارادہ کیا اور اس نے چاہا کہ جو امراء اس کے ہمراہ ہیں ان کو قتل کرا دے اور معبر کی ولایت پر قابض ہو جائے ۔ ملک تمر حاکم چندیری ، ملک مل افغان ملک تلبغہ یغدہ جو معبر کے لامزد عمدہ امیر تھے خسرو خاں کے اس ارادے سے واقف ہوگئے ۔ انھوں نے اس سے اصرار کیا اور دہلی کی روانگی کا ارادہ کر لیا ۔ خسرو خاں ان سرداروں کی اس تنبیہہ سے خائف ہوا اور انھوں نے یلغار کے ساتھ دہلی کا ارادہ کیا ۔ امرائے مذکور نے اس کو پالکی میں بٹھایا اور نہایت عجلت کے ساتھ اس کو سات روز میں دیو گیر سے دہلی بھیج دیا[4] ۔

امراء کا یہ خیال ہوا کہ اس خیر خواہی کی وجہ سے وہ مزاحم

۱- عصامی ، (ص ۳۵۹) نے اس کا نام سراج تقی لکھا ہے :

بخواندند او را سراج تقی
کہ بود است یکے منعمے متقی

۲- خسرو اس کی لڑکی کا بھی خواہشمند ہوا (عصامی ، ص ۳۵۹) :

چو خاں دید در منظر دخترش
نظر دوخت از جملہ مال و زرش
بگفتا بداں مرد پرہیز گار
کہ دختر خود اندر بکامم در آر

۳- خسرو نے دکن کے انتہائی کنارے دریائے کرشنا تک اور اس کے نواح کو فتح کر لیا ۔ برنی نے اس کی ان عظیم مہمات کا ذکر نہیں کیا ہے ۔ دیکھیے لال ، ص ۳۰۲ - ۳۰۳ ۔

۴- برنی ، ص ۳۹۹ ، لال ، ص ۳۰۳ ۔

سلطانی کے مستحق ہوں گے ۔ جب خسرو خاں دہلی پہنچا اور سلطان کو خلوت نصیب ہوئی ، تو اس نے ان امراء کی طرح طرح کی شکایتیں کیں اور کہا کہ مجھ پر بغاوت اور فتنہ پردازی کی تہمت لگائی ہے اور چاہتے تھے کہ مجھ کو قتل کر دیں ، لیکن خدا نہیں چاہتا تھا ۔ میں بہ الطائف الحیل بچ گیا ۔ سلطان تو اس کا عاشق و فریفتہ ہی تھا ، اس نے اس کی جھوٹی باتوں کو صحیح سمجھا اور وہ امراء سے ناراض[1] ہو گیا ۔

جب امراء دہلی پہنچے ، تو انھوں نے ہر چند خسرو خاں کے فاسد ارادے سلطان کے سامنے بیان [۱۸۲] کیے اور اس کے ثبوت میں گواہ گزرانے ، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ سلطان نے غرور کا اظہار کیا اور چشم پوشی کی اور ملک تمر کے متعلق حکم دیا کہ وہ سلام کے لیے حاضر نہ ہو اور اس سے چندیری کی حکومت لے کر اس کے لڑکے کو دے دی[2] ۔

ملک تلبغہ یغدہ کے متعلق حکم دیا کہ اس کے منہ پر تھپڑ ماریں اس کی جاگیر تبدیل کرکے اس کو قید کر دیا اور گواہوں کو بھی سزائیں[3] دی گئیں ۔

دوسرے امراء نے جب سلطان کا یہ ظلم دیکھا ، تو گونگے بہرے بن گئے (کچھ نہ بولے) اگرچہ وہ خسرو خاں کی فتنہ پردازی اور بغاوت کو دیکھ رہے تھے ، مگر چشم پوشی کرتے تھے اور دم نہیں مارتے تھے اور انھوں نے مجبوراً خود کو خسرو خاں کی پناہ میں دے دیا[4] :

بیت

چوں بدگو پراں را گوی کرد دست
جہاں بیں کہ چوں گوہرش را شکست

۱- برنی ، ص ۴۰۰ ، لال ، ص ۳۰۳ ۔
۲- برنی ، ص ۴۰۱ ، لال ، ص ۳۰۳ ۔
۳- برنی ، ص ۴۰۱ ، لال ص ۳۰۳ ۔
۴- برنی ، ص ۴۰۱ ، لال ، ص ۳۰۴ ۔

سربر بزرگاں بخورداں سپرد
بہ بیں تا سرانجام کیفر چہ برد

سلطان غلبہ شوق اور کثرت شہوت سے کہ جو وہ خسرو خاں کے رکھتا تھا ، ایسا مست اور مدہوش ہو گیا تھا کہ وہ اس کی بغاوت کا کا خیال بھی نہیں کرتا تھا اور اس کو تنبیہ نہیں ہوتی تھی[1] :

بیت

قضا چوں ز گردوں فرو ہشت پر
ہمہ عاقلاں کور گشتند و کر
کسے را کجا مغز جو شیدہ نیست
برو برچنین کار پوشیدہ نیست

جب خسرو خاں نے یہ دیکھا کہ میرے تمام مخالف ضعیف و ذلیل ہو چکے ہیں اور اب کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ سلطان سے اس کی بدگوئی کر سکے ، تو اس نے مکاری اور غداری کی کمر کو مضبوط تر باندھا اور بادشاہت کے خواب دیکھنے لگا ۔

ایک دن اس نے (سلطان سے) خلوت میں عرض کیا کہ جب سلطان مجھے اپنی بندہ نوازی سے فوج کا سردار بنا کر دوسری ولایتوں کی فتح کے لیے بھیجتے ہیں ، تو جو سردار میرے ہمراہ ہوتے ہیں ان کی جمعیت ، لشکر اور قوم و قبیلہ کے آدمی مجھ سے زیادہ ہوتے ہیں اور مجھے مجبوراً ان کی رائے کی پابندی کرنی پڑتی ہے [۱۸۳] میری قوم و قبیلہ کے لوگ براؤ ہیں اور وہ گجرات میں بہت ہیں ۔ اگر حکم ہو تو میں بھی اپنے قبیلے کو بلا لوں ۔ تاکہ میری بھی قوت ہو جائے ۔ سلطان نے اس کی درخواست منظور کر لی اور اس گروہ (براؤ) کو بلانے کی اجازت دے دی ۔

خسرو خاں نے تھوڑی سی مدت میں قبیلہ براؤ کے لوگوں کی کثیر تعداد میں بلا کر اپنی قوت بڑھا لی اور اپنے ارادۂ بغاوت کو قوی تر کر

۱۔ برنی ، ص ۴۰۱ ۔

لیا[۱] - بہاء الدین دبیر کو جو سلطان کی طرف سے مردود اور مخذول تھا ، اپنا دوست بنا لیا اور دوسرے مفسدوں ، مثلاً پسر قرہ خمار ، یوسف صوفی اور ان جیسوں کو بھی ساتھ کر لیا اور موقع کا منتظر رہا -

اس اثنا میں سلطان سرساوہ کی طرف شکار کے لیے نکلا - خسرو خاں اور براؤوں نے چاہا کہ سلطان کو وہیں (شکار گاہ میں) قتل کر دیں - پسر قرہ[۲] خمار اور یوسف صوفی نے منع کیا اور کہا کہ اگر ہم نے سلطان کو شکار کے موقع پر قتل کر دیا ، تو ممکن ہے کہ اس کا لشکر ہم لوگوں کو قتل کر دے ، زیادہ مناسب یہ ہے کہ جب سلطان ہزار ستون کے بالا خانے پر جہاں ہر وقت تنہائی ہوتی ہے ، ہو تو اچانک وہاں ہم لوگ پہنچ جائیں اور اس (سلطان) کو قتل کر دیں اور امیروں کو گھروں سے بلا کر اس بات کا اندازہ کر لیں کہ ہمارے مطیع ہیں (اگر ایسا ہے) تو بہتر ہے ورنہ ان کو بھی قتل کر دیں[۳] -

جب سلطان شکار سے واپس آیا اور حسب معمول شراب و عیش میں مشغول ہوا :

بیت

بعزم دلی زاں طرف باز گشت
سوئے بزم گاہ آمد از کوہ و دشت
ولے غافل از کینہ روز کار
کہ خواہد شدن چوں سرانجام کار

خسرو خاں نے حصول مطالب میں زیادہ کوششیں شروع کر دیں - ایک رات اس نے خلوت میں سلطان سے عرض کیا کہ چونکہ میں ہر وقت حضور کی خدمت میں رہتا ہوں اور راتیں تسبیح خانے میں گزارتا ہوں ، میرے بعض رشتہ دار جو مراحم سلطانی کی امید میں گجرات سے آئے ہیں مجھ سے ملنے کے لیے آتے ہیں - مگر حضور کے دربان ان کو اندر آنے

۱- برنی ، ص ۴۰۲ ، لال ، ص ۳۰۴ - ۳۰۵ -
۲- پسر قرہ خمار برنی ، ص ۴۰۲ ، لال ، ص ۳۰۵ -
۳- لال ، ص ۳۰۵ -

کی اجازت نہیں دیتے ۔ اگر فرمان صادر ہو جائے کہ ان لوگوں کو منع نہ کیا جائے (تو بہتر ہے) ۔ سلطان نے حکم دے دیا کہ دولت خانے کے دروازوں کی کنجیاں خسرو خاں کے حوالے کر دی جائیں اور کہا کہ تم سے اور تمھارے بھائیوں سے زیادہ میرے لیے کون قابل اعتماد ہو سکتا ہے [۱۸۳] حقیقت میں دولت خانہ (محل) کا انتظام تیرے سپرد ہے ۔ خسرو خاں نے کنجیوں کو مبارک فال سمجھا اور ایک قسم کی خوش خبری پائی اور اپنے کو کامیاب سمجھا[1] :

چو فیروز دید آنچناں حال را
دلیل ظفر دید آں فال را
ازاں فال فرخ دل خسروی
چوکوہ قوی یافت پشت کوی

مختصر یہ کہ جب درگاہ سلطانی براؤوں کے قبضے میں آ گئی تو وہ بے باک اور سفاک جماعت گروہ در گروہ اور فوج در فوج اسلحہ اور ہتھیار کے ساتھ رات دن خسرو خاں کے تسبیح خانے میں جمع ہونے لگی اور (وہ لوگ) وقت کے منتظر رہے ۔ آہستہ آہستہ یہ بات تمام لوگوں پر ظاہر ہو گئی کہ خسرو خاں کا کیا ارادہ ہے ؟ لیکن سلطان کی اس محبت کی وجہ سے جو اس کو (خسرو خاں) سے تھی ، سب کو یقین تھا کہ اگر سلطان کو اس بات کی اطلاع دی گئی ، تو وہ (سلطان) ان (اطلاع دہندوں) کو گرفتار کرکے اس (خسرو خاں) کے حوالے کر دے گا ۔ لوگ اس (خسرو خاں) کو غالب مطلق اور اپنی ذات کو مغلوب محض سمجھتے تھے ۔ کوئی شخص دم نہیں مار سکتا تھا ۔ ایک دن قاضی ضیاء الدین نے کہ جن کا خطاب قاضی خاں تھا اور جو علم و عمل میں بلند پایہ رکھتے تھے اور خطاطی میں سلطان کے استاد تھے ، انھوں نے ملک و رعایا کی بہتری کو اپنی جان پر مقدم سمجھ کر عرض کیا :

۱- ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ وہ اسلام لانے کے بہانے سے انھیں رات میں بادشاہ کے حضور میں لانا چاہتا تھا (ابن بطوطہ ، ص ۲/۲۷) ، دیکھیے لال ، ص ۳۰۵ ۔

کہ شاہا خرد رہنمون تو باد
ظفر یار و دشمن زبون تو باد
جہاں داور آفرینش پناہ
پناہ تو باد جہانگیر شاہ

میں سلطان اور سلطان کے والد کی نعمتوں کا پروردہ ہوں اور رعایا کی بہبودی اور سلامتی سلطان کی ہستی میں سمجھتا ہوں ۔ اگر کلمۂ حق کے عرض کرنے میں کوتاہی کروں تو ایک قسم کی مداہنت ہوگی ۔ اپنے نفس ، مخلوق اور سلطان کے حق پر ظلم کروں گا ۔ (اس کے بعد) اس نے خسرو خاں کے خام خیال ، فاسد ارادے ، براؤوں کی کثرت ، بعض منافقین کی سازش اور ہر شب خسرو خاں کے فرو خانہ (مکان) میں ان (براؤوں) جمع ہونا بیان کیا اور کہا کہ سلطان کو اس کی تحقیقات کرنی نہایت ضروری ہے اگر صحیح ہو ، [۱۸۵] تو سلطان کو اپنی حفاظت کرنی چاہیے اور اگر جھوٹ ہو تو خسرو خاں اور ان کے بھائیوں پر اعتماد بڑھ جائے گا ۔ قاضی نے اس طرح کی بہت گفتگو کی ، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا اور (تمام گفتگو) بے سود رہی بلکہ اس (سلطان) نے قاضی کو سخت جواب (دیا) اور سخت و سست کہا ۔ انجام جو کچھ ہوا وہ دیکھ ہی لیا[1]:

زبند بزرگاں لباید گزشت
سخن را ورق در نشاید نوشت
کہ چوں آزمودہ شود روز گار
بیاد آیدت پند آموز گار

تھوڑے سے وقفہ کے بعد جب خسرو خاں سلطان کی خدمت میں گیا ، تو سلطان نے جو کچھ قاضی سے سنا تھا ، اس سے بیان کر دیا ۔ غدار اور مکار خسرو خاں نے جھوٹ موٹ رونا شروع کر دیا اور کہا کہ چونکہ سلطان مجھ پر عنایت و التفات فرماتے ہیں اس سبب سے دربار کے امراء مجھ سے حسد کرتے ہیں اور میری جان کے درپے ہیں ۔ (ہو سکتا ہے کہ) آج کل میں وہ مجھ پر کوئی اور بڑی تہمت لگا دیں اور خداوند عالم (سلطان) کو معقول کرکے مجھے قتل کرا دیں اور اس سلسلہ گفتگو میں رونے لگا

۱۔ برنی ، ص ۴۰۴ - ۴۰۵ ، لال ، ص ۳۰۶ ۔

اور (کہنے لگا) کہ میں تو خود کو مردہ سمجھے ہوئے ہوں ۔ اس منافق کے رونے نے سلطان کے دل پر اثر کیا ۔ سلطان نے بے اختیار اس کو بغل میں لے لیا ، اپنی خواہش کا اظہار کیا اس کے لب اور رخساروں کے چند بوسے لیے اور کہا کہ اگر تمام دنیا جمع ہو جائے اور تیری برائی کرے ، تو بھی میں ہرگز کسی کی بات نہ سنوں گا کہ تیری محبت نے مجھے دنیا سے مستغنی کر دیا ہے اور تیرے بغیر دنیا میری نظر میں ہیچ ہے[1] :

بیت

سر سودائے تو ہرگز ز سرما نرود
برود ایں سر و سودائے تو از سر نرود

جب کچھ رات گزر گئی اور وہ امیر کہ جن کے پہرے کی باری نہیں تھی واپس چلے گئے ۔ قاضی ضیاء الدین کہ جن کے ذمے ہر وقت درگاہ سلطانی کی حفاظت تھی ، ہزار ستون کے بالا خانے سے نیچے آتے ۔ دربانوں اور دروازوں کے حالات کی جانچ پڑتال کی اور (اس وقت) سلطان کے پاس خسرو خاں کے سوا کوئی اور نہ تھا ۔ براؤوں کی ایک جماعت اپنی بغلوں میں خنجر چھپائے ہوئے ہزار ستون میں داخل ہو گئی ۔ خسرو خاں کے چچا رندھول نے [۱۸۶] قاضی ضیاء الدین سے ملاقات کی اور ان کو باتوں میں لگا لیا ۔ ان کو پان کا بیڑہ اپنے ہاتھ سے دیا ۔ قاضی ، موت کی غفلت میں گرفتار ہو گئے ۔ اسی وقت جاہریا نامی ایک براؤ کہ جو قاضی کے قتل کا ارادہ کر چکا تھا ، ایک طرف سے آیا اور اس نے خنجر سے قاضی کو قتل کر دیا ۔ قاضی جلانے صرف اتنا زبان سے اگل سکا کہ غداری معلوم ہو گئی ۔ لوگوں کا شور ہونے لگا ۔ جب اس شور کی آواز سلطان تک پہنچی تو اس نے خسرو خاں سے کہا کہ یہ کیسا شور ہے ؟ خسرو خاں سلطان کے پاس سے اٹھ کر باہر آیا اور پھر واپس جا کر کہنے لگا کہ طویلے کے گھوڑے کھل گئے ہیں[2] ۔ اور آپس میں لڑ رہے ہیں ۔ اسی وقت جاہریا کہ جو خسرو خاں کا ماموں تھا ، ایک گروہ کے ساتھ

۱۔ رو ، ص ۳۰۶ ۔

۲۔ برنی ، ص ۴۰۹ - ۴۰۷ ، لال ، ص ۳۰۷ ۔

ہزار ستون کی طرف متوجہ ہوا ۔ ابراہیم اور اسحاق کہ جن کے سپرد محل کی حفاظت تھی ، قتل کر دیے گئے ۔ سلطان اس حقیقت حال سے واقف ہو گیا اور اٹھ کر زنانہ محل کی طرف دوڑا ۔ خسرو خاں پیچھے سے دوڑا اور سلطان کے بال پکڑ لیے ۔ سلطان سے اس کی مڈبھیڑ ہوئی اس (سلطان) نے اس (خسرو) کو پکڑ کر گرا دیا اور اس (خسرو) کے سینے پر سوار ہو گیا ۔ اتنے میں جاہریا پہنچ گیا اور خنجر سے سلطان کا پہلو زخمی کرکے اسے زمین پر گرا دیا اور اس مظلوم کا سر تن سے کاٹ کر ہزار ستون کے کے بالا خانے سے نیچے پھینک دیا[1] :

بیت

نہنگان غدار چوں پیل مست
براں پیلتن برکشادند دست
ز دلدش یکے زخم پہلو گزر
کہ از خون زمیں گشت چوں لالہ زار

جب لوگوں نے سلطان کے سر کو دیکھا تو ہر ایک چلتا بنا ، شور و غوغا بلند ہو گیا ۔ سلطان کے بہت سے درباری اس رات قتل کر دیے گئے ۔ جب براوے سلطان کے کام سے فارغ ہو گئے رندھول اور جاہریا کچھ اور لوگوں کے ساتھ سلطانی حرم کی طرف متوجہ ہونے ۔ شاہزادہ فرید خاں اور منگو خاں کو جو سلطان علاء الدین کے لڑکے تھے ، ان کی ماؤں سے جبراً چھین کر قتل کر دیا ۔ سلطان کے حرم میں شور بلند ہوا ان لوگوں نے لوٹ مار شروع کر دی جو کچھ [۱۸۷] ملا لے گئے :

بیت

شد آں تخت شاہی و آں دست گاہ
زمانہ زبودش چو بیجادہ گاہ

۱- تمام ماخذ کی روشنی میں لال ، (ص ۳۰۷) نے طے کیا ہے کہ قطب الدین مبارک شاہ کا قتل ۵ ربیع الاول ۷۲۰ھ (۲۶ اپریل ۱۳۲۰ء) کو ہوا ۔ (ق)

جب شاہزادوں کے قتل سے فارغ ہوئے ، تو ملک عین الملک ملتانی ، ملک وحید الدین قریشی ، ملک فخر الدین جونا کہ اس سے سلطان محمد تغلق شاہ مراد ہے ، قران بیگ[1] کے بیٹے اور دوسرے ممتاز امراء اس رات بلائے ، ہزار ستون کے بالا خانے پر ان کی نگرانی کی گئی ۔ صبح تک براوے اور خسرو خاں کے دوسرے موافقین اور بہت سی مخلوق اس کے پاس جمع ہو گئی ۔ جب دن نکل آیا تو شہر کے اکابر اور علماء کو طلب کر کے اکٹھا کیا ۔ اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور تخت نشین ہو گیا ۔ سلطان ناصر الدین کا خطاب اختیار کیا اور چند مشہور امراء کو جن کی طرف سے مخالفت کا اندیشہ تھا ۔ حیلہ و تدبیر سے گرفتار کر کے قتل کرا دیا اور قاضی ضیاء الدین مقتول کے گھر کا مال و اسباب رندھول کو دے دیا گیا ۔ قاضی کی زوجہ بھاگ گئی ، اس لیے بچ گئی ۔ اپنے بھائی حسام الدین کو اس نے خان خاناں ، رندھول کو رائے رایاں کا اور پسر قرہ قمار کو اعظم الملک کے خطاب دیے اور سلطان قطب الدین کے امراء میں سے عین الملک ملتانی کو عالم خاں کا خطاب دیا ۔ ملک تاج الملک وحید الدین قریشی کو وزارت کا منصب دیا اور اس کے بیٹوں کو ملک کے (دوسرے) مناصب دیے ۔ سلطان قطب الدین کے قاتل جاہریا کو موتی اور جواہرات دیے اور مختلف قسم کی عنایات اور نوازشوں سے سرفراز کیا[2] اور سلطان قطب الدین کی بیگمات کو براوؤں میں تقسیم کر دیا ۔ سلطان کی زوجہ سے خود نکاح کر لیا[3] :

نظم

جہانا بپرور چو خواہی درود
چو میبد ردی پروریدن چہ سود
ندانم نہانی ترا دوست کیست
کہ بر آشکارت بباید گریست

۱- گزشتہ صفحات میں ''قرا بیگ'' لکھا گیا ہے ۔ (ق)
۲- لال ، ص ۳۱۳ ؛ برنی ، ص ۴۱۰ ۔
۳- برنی ، ص ۴۱۱ ۔

چونکہ اکثر براوے ہندو تھے - مسلمانوں کے طریقے اور رواج تنزل پذیر ہو گئے اور ہندوؤں کی رسموں کی ترقی اور رواج ہو گیا بت پرستی اور مساجد کی بربادی ہونے لگی - خسرو خاں نے لوگوں کی تالیف قلوب کے لیے سخاوت شروع کی اور خزانوں کے دروازے کھل گئے - [۱۸۸]

غازی ملک جو سلطان علاء الدین کے ممتاز امراء میں سے تھا اور گروہ بند اور قبیلہ دار تھا اور دیپال پور کی حکومت پر قابض تھا اور ملک فخر الدین جونا جو غازی ملک کا لڑکا اور شجاعت و سخاوت سے متصف تھا ، وہ علائی امراء میں داخل تھا - خسرو خاں ان دونوں پر قابو پانے کو سب سے زیادہ اہم سمجھتا تھا اور وہ ان دونوں کی فکر میں تھا -

ملک فخر الدین جونا کو آخور بیگی کا منصب دے کر مطمئن کرنے کی کوشش کی اور غازی ملک کو خوش اسلوبی سے طلب کیا - غازی ملک دلیر ، حقیقت شناس اور خدا ترس آدمی تھا - وہ غیرت کو کام میں لایا - اس نے اپنے ولی نعمت کے لڑکوں کے خون کا انتقام لینے کے لیے جان کی بازی لگا دی اور اطراف و جوانب کے امراء سے نامہ و پیام شروع کر دیے اور اس کافر نعمت (خسرو خاں) کی بیخ کنی میں کوشش بلیغ شروع کر دی - اسی دوران میں ملک فخر الدین جونا نے رات کے وقت دہلی سے دیپال پور کا راستہ لیا اور کوچ کر دیا - خسرو خاں جب خواب غفلت سے بیدار ہوا ، تو اس واقعہ کو اپنے حکومت کے زوال کی علامت خیال کر کے متفکر ہوا اور پسر قرہ قمار کو کہ یہ عارض ممالک تھا ، دوسرے مشہور امراء کے ہمراہ ملک فخر الدین جونا کے تعاقب میں روانہ کیا اور وہ جماعت قصبہ سرستی تک تعاقب کر کے واپس چلی آئی - غازی ملک نے اس سے چند روز پہلے ہی سرستی کے قلعے میں دو سو سوار بھیج دیے تھے ، اس کو مضبوط کر دیا تھا اور اس کو اسی روز کا اندیشہ تھا - ملک فخر الدین جونا نے ، تھوڑے سے سوار ہمراہ لیے اور دیپال پور پہنچ گیا - ملک فخر الدین کے پہنچنے سے اس کے باپ (غازی ملک) کو بہت مسرت ہوئی - اس نے خوشی کے شادیانے بجوائے اور وہ انتقام کے ارادے کو پختہ کر کے لشکر کی ترتیب میں مشغول ہو گیا اور اس نے براؤوں کی بیخ کنی کا مصمم ارادہ کر لیا[۱] -

---

۱- لال ، ص ۳۱۶ - ۳۱۷ -

خسرو خان نے اپنے بھائی خان خاناں نامی کو چتر اور دورباش دے دیا اور یوسف صوفی کو صوفی خان کا خطاب دیا اور کچھ اپنے معتمد اور فدائی سپاہیوں کو اس کے ہمراہ کرکے غازی ملک کے مقابلے کے لیے روانہ کر دیا ۔ اسی دوران میں ملک بہرام ایبہ کہ جو [۱۸۹] اوچہ اور ملتان کا حاکم تھا ، ان کافر نعمتوں سے انتقام لینے کے ارادے سے لشکر آراستہ کرکے غازی ملک سے جا ملا[۱] ۔ جب خسرو خان کا لشکر قریب پہنچا ، تو غازی ملک نے بھی اس نامراد گروہ کا مقابلہ کیا اور جنگ میں فتح و نصرت حاصل کی[۲] ۔ خسرو خان کا بھائی اور یوسف خان نیم جان ہو کر الٹے پاؤں دہلی بھاگ گئے ۔ تمام فوج اور سامان سلطنت غازی ملک کے ہاتھ آیا ۔ غازی ملک اس فتح سے بہت قوی دل اور حوصلہ مند ہو گیا ۔ اس نے لشکر کو آراستہ کیا اور اس برگشتہ تقدیر (خسرو خان) کے دفعیہ کی غرض سے دہلی کی طرف متوجہ ہوا ۔ اس کافر نعمت (خسرو خان) نے بہت مال و دولت تقسیم کیا اور بہت بڑا لشکر تیار کرکے شہر سے باہر آیا[۳] ۔ اس نے علائی حوض کے قریب میدان میں مورچہ قائم کیا اور لشکریوں کو آئندہ ڈھائی سال کی تنخواہیں پیشگی تقسیم کر دیں ۔ اسی زمانے میں عین الملک ملتانی کہ جو اس کے بڑے امیروں میں سے تھا ، فرار ہو کر اجین و دھار کی طرف چلا گیا ۔ اس بات نے خسرو خان کی سراسیمگی کو اور بڑھا دیا اور یہ اس کی پریشانی کا سبب ہوا ۔ اندرپتہ کے نواح میں نمک حرام گروہوں کا مقابلہ ہوا ۔ حق باطل پر غالب آیا اور خسرو خان کو شکست ہوئی ۔ ملک تلبغہ ناگوری اور پسر قرہ قمار جس کا خطاب شایستہ خان تھا اور جو اس کم بخت کے ارکان سلطنت میں سے تھے ، قتل کر دیے گئے ۔ خسرو خان ، نہایت جرأت و مردانگی کو کام میں لایا ۔ اس نے آخر روز تک جنگ کی اور تلپتہ کو بھاگ گیا ۔ اس کا چتر ، علم اور لشکر غازی ملک کے ہاتھ آیا ۔ خسرو خان نہایت خوف و پریشانی میں تنہا تلپتہ سے فرار ہو کر ملک شادی کے خطیرے میں پہنچا

۱- غازی ملک کے مدد گاروں کی تفصیل کے لیے دیکھیے ۔ لال ، ص ۳۱۷ - ۳۱۸ ۔

۲- دیکھیے لال ، ص ۳۱۹ ۔

۳- تفصیل کے لیے دیکھیے ۔ لال ، ص ۳۱۹ - ۳۲۰ ۔

کہ اس کا پہلا آقا تھا اور وہاں چھپ گیا ۔ دوسرے روز اس کو گرفتار کرکے غازی ملک کے سامنے لائے اور قتل کر دیا گیا[1] ۔ زمانہ نے زبانِ حال سے خسرو خاں کافر نعمت کے متعلق اس طرح تقریر کی[2] :

درختے کہ پروردی آمد ببار
بدیدی ہم اکنوں برش درکنار
گرش بار خارست خود کشتۂ [۱۹۰]
سر گر پر نیالسف ، خود رستۂ

شہر کے چھوٹے بڑے ، غازی ملک کے استقبال کے لیے دوڑے ، خوش آمدید کہا اور اس کو (فتح کی) مبارک باد دی ، دوسرے روز ملک اندر پتہ سے سرار ہو کر کوشک سیری میں قیام پذیر ہوا ، امراء ، ارکان دولت اور بزرگوں کے ہمراہ ہزار ستون میں بیٹھا سلطان قطب الدین اور اس کے لڑکوں کی رسم ماتم پرسی ادا کی گئی ، آہ و زاری بھی ہوئی اور افسوس بھی کیا گیا ۔ اس کے بعد اس نے اس مجمع میں بلند آواز سے کہا کہ میں سلطان علاء الدین اور سلطان قطب الدین کی نعمت کا پروردہ ہوں ۔ ان کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کی غرض سے میں نے ان کے دشمنوں سے شمشیر زنی کی اور ان کا بدلہ لے لیا ۔ میں نے یہ جنگ ملک و جاہ کے لالچ میں نہیں کی ۔ اس وقت تم سب اس مجمع میں موجود ہو اگر کوئی ان کی اولاد میں سے باقی ہو تو اس کو لاؤ تا کہ اس کو تخت نشین کریں ۔ اور ہم سب اس کے سامنے خدمت کے لیے ایستادہ ہوں اور اگر کوئی نہ رہا ہو تو تم سب جس کو تخت کے لائق اور بادشاہی کے لیے موزوں سمجھو ، میں اس کی اطاعت کے لیے حاضر ہوں ۔ جو بزرگ اس جلسے میں تھے ان سب نے کہا کہ ان دونوں بادشاہوں کی اولاد میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا اور ایک مدت ہو گئی کہ تم مغلوں سے مقابلہ کر رہے ہو اور اپنی ذات کو تمام اہل ہند کی سپر بنا دیا ہے اور اہل ہند پر (اپنا) بڑا حق ثابت کیا اور اب یہ کام کیا اپنے اولیائے نعمت کا انتقام

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ، ص ۳۲۱ ۔

۲۔ لال ، (ص ۳۲۲) امیر خسرو کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ خسرو بکم شعبان ۷۲۰ھ (۶ ستمبر ۱۳۲۰ء) بروز ہفتہ قتل ہوا ۔

ان کے دشمنوں سے لے لیا اور اب یہ (بادشاہی) تیرا حق ہے کہ جو تو نے خاص و عام پر ثابت کر دیا ہے ۔ تیرے سوا کوئی دوسرا شخص بادشاہی اور حکم رانی کے قابل نہیں ہے ۔ (لوگوں نے) یہ کہا اور غازی ملک کا ہاتھ پکڑ کر تخت پر بٹھا دیا ۔ اور سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کا خطاب دیا اور ہر خاص و عام نے بیعت کی[1] :

بیت

مخالف شکن شاہ فیروز بخت
بہ فیروز فالے برآمد بہ بخت
بفیروزیٔ دولت کا مگار
نشاط نو انگیخت در روز گار

● ● ●

۱- برنی ، ص ۴۲۱ - ۴۲۳ -

تغلق خاندان

ذکر سلطان غیاث الدین تغلق شاہ

[۱۹۱] ۷۲۰ھ[1] میں سلطان غیاث الدین[2] اس وقت کے امراء و اراکین (سلطنت) کے اتفاق سے کوشک سبز میں تخت سلطنت پر جلوا افروز ہوا۔ عدل و انصاف کی آواز بلند ہوئی اور اٹھے ہوئے فتنے خاموش ہو گئے۔ سلطنت کے کاموں میں نئی رونق پیدا ہوئی۔ ایک ہفتے میں اس نے ایسا انتظام سلطنت کر دیا کہ دوسروں کو یہ بات برسوں میں نصیب ہوتی۔

بیت

برومند بادا ہمایوں درخت
کہ در سایۂ او تواں برد، رخت
گر از میوہ، آرایش خواں دہد
گر از سایہ آسایش جاں دہد

سلطان علاء الدین اور سلطان قطب الدین کے بچے کھچے اہل خاندان

۱۔ آغا مہدی حسن کی تحقیق یہ ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق ۲ شعبان ۷۲۰ھ (۷ ستمبر ۱۳۲۰ء) کو تخت نشین ہوا (ص ۳۱ - ۳۲)۔ اکثر مورخین نے یکم شعبان لکھی ہے۔ تاریخ مبارک شاہی (ص ۹۲) میں ۷۲۱ھ لکھا ہے۔ (ق)

۲۔ سلطان کے نام اور قبیلہ کے سلسلے میں ملاحظہ ہو مہدی حسن، ص ۱۶ و مابعد، فرشتہ ۱ / ۱۳۰، سفر نامہ ابن بطوطہ ۲ / ۷۹ - ۸۲ - مقالات سلیمان (سید سلیمان ندوی)، مرتبہ صباح الدین عبد الرحمن (اعظم گڑھ ۱۹۶۶ء)، ص ۳۰۸ - ۳۱۰ - (ق)
History of The Qaraunah Turks, pp 1-8

کو جہاں کہیں وہ ہے ، تلاش کرایا ۔ ان کے وظیفے اور تنخواہیں مقرر کرکے ان کو خوش حال کر دیا اور اس گروہ کو جو سلطان قطب الدین کی بیوہ سے خسرو خاں کا نکاح کرانے میں شریک تھا سزا دے کر قتل کرا دیا[1] ۔ سلطان قطب الدین کے امراء و ملوک پر نوازش کیں ، ان کی تنخواہوں میں اضافے کیے گئے ، ان کو جاگیریں دی گئیں اور ان کو سلطنت کے کام سونپے گئے ۔ خواجہ خطیر ، ملک انور جنیدی اور خواجہ مہذب بزرگ ، جو ہمیشہ شاہان گزشتہ کی نظروں میں معتبر رہے تھے ، نوازے گئے ۔ ان کو تنخواہوں اور انعام سے سرفراز کیا گیا اور ان کو (سلطان کی) مجلس میں بیٹھنے کی اجازت ہوئی ۔ سلاطین سابق کے قوانین و ضوابط ، جو ملک کی استقامت اور مخلوق کے حالات کی درستی کے لیے وضع ہوئے تھے ، ان سے پوچھے گئے اور پھر ان (قوانین) کو مان لیا گیا اور وہ امور جن سے رعایا کو تکلیف اور مشقت اٹھانی پڑتی تھی ، ان کی ممانعت کر دی گئی اور جس کسی میں ذرا سا بھی خلوص دیکھا ، اس کا مرتبہ بڑھا دیا اور جس کسی سے کوئی شایستہ خدمت ظاہر ہوئی ، اس کو شاہانہ نوازش سے ممتاز کیا ۔ [۱۹۲] سلطنت کے کاموں میں میانہ روی اختیار کی اور افراط و تفریط سے پرہیز کیا ۔

سلطان محمد کو ، جس کی پیشانی سے اقبال و دولت کے آثار ظاہر تھے ، الغ خاں کا خطاب دیا اور چتر عنایت کیا اور اپنا ولی عہد بنا لیا اور شاہزادوں میں سے ایک کو بہرام خاں دوسرے کو ظفر خاں ، تیسرے کو محمود خاں اور چوتھے کو نصرت خاں کا خطاب دے ۔ بہرام ایبہ کو جو اس کا منہ بولا بھائی تھا کشلو خاں کا خطاب دے کر ملتان اور سندھ کا سارا علاقہ اس کی جاگیر میں دے دیا[2] ۔ اپنے بھتیجے ملک اسد الدین کو باربک اور اپنے بھانجے ملک بہاء الدین کو عارض ممالک بنایا اور سامانہ اس کی جاگیر میں مقرر کیا ۔ ملک شادی کو ، جو اس کا برادر

۱- برنی ، ص ۴۲۶ - ۴۲۷ ۔
۲- بہرام ایبہ نے سندھ میں سخت گیر پالیسی اختیار کی اور انتظام حکومت میں ذرا رعایت نہیں کی ، ملاحظہ ہو منشات ماہرو ، ص ۱۳۰ - ۱۳۵ نیز دیکھیے تغلق نامہ ، ص ۵۷ - ۵۸ ۔

زادہ اور داماد تھا ، دیوان وزارت کا عہدہ دیا اور اپنے منہ بولے بیٹے کو تاتار خاں کا خطاب دے کر ظفر آباد کی جاگیر عطا فرمائی ۔ قتلغ خاں کے باپ ملک برہان الدین کو دیو گیر کی وزارت دی اور قاضی صدر الدین کو صدر جہاں بنایا اور شہر دہلی کا عہدہ قضاۃ ، قاضی بہاء الدین کو دیا اور ممالک گجرات کا نائب عرض ملک تاج الدین جعفر کو بنایا اور دوسرے عہدے بھی ہر ایک کی قابلیت کے لحاظ سے تقسیم کیے اور جو مستحق نہ تھا ۔ اس کو کام نہیں سونپا اور قابل لوگوں کو بیکار نہیں رکھا[1] ۔

صوبوں کے خراج کے تجویز کرنے میں میانہ روی کا لحاظ رکھا ۔ بدگویوں کی بات پر توجہ نہیں کرتا تھا اور اگر کوئی اپنی اس جاگیر سے جو اس کے لیے مقرر تھی ، ظلم کے ذریعہ زیادہ پر قبضہ کر لیتا ، تو اس سے وہ جاگیر واپس لے لیتا اور اگر کوئی لشکریوں کے نام سے رقم لے کر ان کو نہ دیتا ، تو اس کو سزا ملتی اور رقم واپس لے لیتا ۔ وہ رقوم جو خسرو خاں نے حالت اضطراب میں لوگوں میں تقسیم کی تھیں ، واپس لے کر داخل خزانہ کرا لیں ۔ جو کوئی اس قسم کی رقوم واپس کرنے سے انکار کرتا ، اس کو سزا دیتا اور اکثر [۱۹۲] اوقات خاص و عام کو طلب کر کے ہر شخص کے حق کے مطابق انعام دیتا ۔ جس وقت کہیں سے فتح نامہ آتا یا شہزادوں میں سے کسی کی شادی ہوتی یا اس کے یہاں لڑکا پیدا ہوتا ، تو تمام صدور ، اکابر ، علماء ، مشائخ اور امراء کو ان کے مرتبے کے مطابق انعامات دیتا اور گوشہ نشیں لوگوں کے حالات سے بھی باخبر رہتا اور ان کا حال معلوم کرتا ۔ رعایا میں سے اگر کسی شخص کے متعلق پریشانی یا بد حالی کی بات سنتا ، تو اس کے تدارک کی کوشش کرتا :

بیت

چو آں فرخی شاہ را گشت جفت
چو گل نار خندید و چوں گل شگفت
در گنج بکشاد بر گنج خواہ
تو نگر شد از گنج و گوہر سپاہ

۱- برنی ، ص ۴۲۸ ۔

اپنی اولاد ، متعلقین ، رفقا اور ارکان دولت کو ہر مہینے طلب کرتا اور ان کے حالات معلوم کرتا ۔ اگر ان میں سے کسی کو حاجت مند یا مضطراب المحال پاتا ، تو اس کا دفعیہ کرتا ۔ وہ سوار کے حلیے ، گھوڑے کے داغ ، اس کی قیمت اور فوج کی حالت کو درست رکھنے کے امتحان کے متعلق سلطان علاء الدین کے طریقے کے مطابق کر رہا تھا ۔ خسروخان نے جو کچھ لشکریوں کو دے دیا تھا ، اس میں سے ایک سال کی تنخواہ وضع کرکے باقی ان کے ناموں پر دفتر میں بقایا تحریر کرا دی جو آئندہ سالوں میں بتدریج ان کی تنخواہ کے حساب میں لگا دی گئی اور جو وظیفے یا اوقاف سلطان قطب الدین نے حالت مستی اور غفلت میں بے موقع جاری کر دیے تھے ، ان کو واپس لے کر مستحقین کو دے دیے ۔ سلطان تغلق شاہ کے عدل و انصاف کی برکت سے عوام میں مساوات ظاہر ہونے لگی[۱] ۔ بغاوت و سرکشی کا نام مٹ گیا اور مغول کے آنے کے راستے ایسے بند ہو گئے تھے کہ اس کے دور حکومت میں مغول کو کبھی یہ خیال بھی نہ ہوا کہ ہندوستان پر حملہ کرنے کا) ارادہ بھی کریں[۲] ۔

عمارتوں کی تعمیر میں ۔ وہ بہت دل چسپی رکھتا تھا ۔ اس نے قلعہ تغلق آباد[۳] اور دوسری عمارتیں بنوائیں ۔ نیک نفس اور خوش اعتقاد انسان تھا ۔ اوامر و نواہی میں بہت کوشش کرتا ۔ اس کا زیادہ وقت عبادت میں صرف ہوا کرتا تھا ۔ وہ شب بیدار تھا اور نفلی نمازیں پڑھتا تھا ۔ نشے کے پاس تک نہ پھٹکتا تھا [۱۹۳] اور ترک شراب نوشی میں سخت تاکید کرتا ۔ اپنے اہل بیت ، غلاموں ، قدیم ملازموں اور دوسرے متعلقین کے ساتھ برتاؤ کا جو طریقہ امیری کے زمانے میں تھا ، وہی قائم رکھا اور اس میں فرق نہ آنے دیا[۴] ۔

۱۔ برنی نے نہایت تفصیل سے یہ بیان ، (ص ۴۲۷ تا ۴۳۱) لکھا ہے مؤلف طبقات اکبری نے نہایت قابلیت سے اس کا خلاصہ پیش کر دیا ہے ۔ (ق)

۲۔ غیاث الدین تغلق نے مغلوں کے خلاف بہت سی لڑائیاں لڑیں ملاحظہ ہو تغلق نامہ ، ص ۱۳۸ و برنی ، ص ۴۱٦ ۔

۳۔ ملاحظہ ہو کیمبرج ہسٹری آف انڈیا جلد سوم ، ص ۵۸۵ ۔ ۵۸٦ ۔

۴۔ برنی ، ص ۴۴۳ ۔ ۴۴۴ ۔

۷۲۱ھ/۱۳۲۱ء میں سلطان محمد کو جس کا خطاب الغ خاں تھا، بعض پرانے ارکان دولت اور تمام ممتاز امیروں کے ہمراہ ارنگل[1] روانہ کیا - الغ خاں ایک عظیم لشکر کے ہمراہ نہایت شان و شوکت کے ساتھ ارنگل کی طرف روانہ ہوا - جب وہ دیو گیر پہنچا، تو اس نے ان امراء کو ساتھ لیا جو دیو گیر میں تھے اور متواتر کوچ کرتا ہوا - ولایت تلنگ پہنچا اور اس ولایت کو تباہ و برباد کر دیا - رائے رودر دیو اور قرب و جوار کے دوسرے راجا ارنگل کے قلعے میں بند ہو گئے - الغ خاں نے قلعہ ارنگل کو مرکز بنا کر درمیان میں لے لیا اور سرکوب (استعمال کرنے) اور نقب لگانے میں مشغول ہوا - روزانہ طرفین سے لوگ مارے جاتے - آخر کار جب الغ خاں کے سپاہیوں کا غلبہ ظاہر ہوا اور قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے کہ رائے رودر دیو نے سلطان محمد کے پاس پیغام بر روانہ کیے اور مال، ہاتھی اور نفیس جواہر پیش کرنے کا وعدہ کیا اور کہا کہ آئندہ بھی ہر سال اسی طرح خراج ادا ہوا کرے گا، جس طرح سلطان علاء الدین کے زمانے میں دیا جاتا تھا - الغ خاں صلح پر راضی نہ ہوا اور قلعے کے فتح کرنے میں کوشش زیادہ کر دی[2] - قلعہ عنقریب فتح ہونے والا تھا - یہ بات طے شدہ تھی کہ دہلی سے ہفتے میں دو مرتبہ ڈاک کے ہرکارے پہنچیں اور خیریت کی اطلاع دیا کریں، مگر اتفاق سے ایک مہینہ گزر چکا تھا کہ کوئی خبر نہ آئی - بدامنی کی وجہ سے ڈاک کی چوکیاں قائم نہ رہیں - عبید شاعر اور شیخ زادہ دمشقی نے کہ جو فتنہ و فساد کے بانی تھے، الغ خاں سے تقرب پیدا کیا - انھوں نے دروغ گوئی سے کام لیا اور کہہ دیا کہ سلطان غیاث الدین تغلق شاہ دہلی میں فوت ہو گیا اور دہلی پر دوسروں کا قبضہ ہو گیا - یہ پریشان کن خبر سارے لشکر میں پھیل گئی - اس موقع پر عبید شاعر اور شیخ زادہ دمشقی نے

۱- ارنگل یعنی ورنگل ۷۰۹ھ سے علاء الدین خلجی کی اطاعت میں آ گیا تھا - (ق)

۲- الغ خاں جب صلح پر راضی نہ ہوا تو اس کے لشکر میں ہنگامہ برپا ہوا، لہٰذا بعض مورخین کا خیال ہے کہ وہ لوگ کہ جو اس سازش کے سرغنہ تھے، راجا سے ملے ہوئے تھے - دیکھیے مہدی حسین، ص ۵۸ - ۵۹ -

ملک تمر ، ملک تکیں ، ملک مل[1] افغان [۱۹۵] اور ملک کافور مہردار کو خلوت میں جمع کیا اور کہا کہ چونکہ الغ خاں تم لوگوں کو سلطان علاء الدین کا اعلیٰ امیر اور اپنے ملک میں شریک سمجھتا ہے ، لہذا اس نے طے کیا ہے کہ چاروں کو ایک ہی روز گرفتار کرکے قتل کرا دے ۔ وہ لوگ یہ بات سن کر پریشان ہو گئے اور لشکر میں بڑا خوف پیدا ہو گیا ۔ ہر شخص نے اپنا راستہ لیا اور فرار ہو گیا ۔ الغ خاں بھی پریشان ہو کر اپنے چند خاص آدمیوں کے ساتھ دیو گیر کی طرف چل دیا۔ قلعہ والوں نے پیچھے سے آ کر باقی لشکر کے عقبی حصے کو غارت کر دیا ۔ الغ خاں سے بہت سے لشکری قتل ہو گئے ۔ اسی اثنا میں ڈاک کم ان لوگوں کی اصطلاح میں ''الاغ'' کہتے تھے ، دہلی سے آئی اور فرمان آیا کہ سلطان غیاث الدین تغلق شاہ صحت و سلامتی کے ساتھ تخت دہلی پر متمکن ہے ۔ الغ خاں خیریت سے دیو گیر پہنچا اور اس نے اپنے متفرق لشکر کو جمع کیا ۔ وہ چاروں امیر جو اتفاق سے لشکر سے علیحدہ ہو گئے تھے ، پھر ایک دوسرے سے بھی جدا ہو گئے ۔ ان کا لشکر اور ملازمین مارے گئے ۔ ان کا سامان اور اسلحہ زمینداروں کے ہاتھ پڑا ۔ ملک تمر مع چند آدمیوں کے زمینداروں میں گیا اور وہاں مر گیا اور اودھ کے حاکم ملک تکیں کو ہندوؤں نے قتل کرا دیا اور اس کی کھال الغ خاں کے پاس بھیج دی ۔ ملک مل افغان ، عبید شاعر[2] اور دوسرے فتنہ پردازوں کو زادہ گرفتار کرکے اس کے پاس دیو گیر بھیج دیا ۔ الغ خاں نے ان کو اپنے باپ کے پاس دہلی چلتا کیا ۔ ان کی اولاد اور متعلقین کو بھی دہلی میں گرفتار کر لیا گیا ۔ سلطان غیاث الدین نے میدان سری میں عوام کو جمع کیا ۔ عبید شاعر اور دوسرے فتنہ پردازوں کو سولی پر لٹکا

۱- فرشتہ (۱/۱۳۱) میں کل افغان لکھا ہے ۔ (ق)

۲- اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے عبید شاعر اور شیخ زادہ دمشقی کے سلسلے میں صفائی پیش کی ہے اور ارف کو الزام دیا ہے (ملاحظہ ہو آئینہ حقیقت نما ۲/۳۳۸ - ۳۴۰) (ق) لیکن مبارک شاہی ، (ص ۹۵) میں لکھا ہے کہ عبید کی ایک ناشائستہ حرکت پر نظام الدین اولیاء اس سے ناراض ہو گئے تھے ۔

دیا اور ان کی اولاد اور متعلقین کو ہاتھیوں کے آگے ڈلوا دیا ۔ الغ خان بھی باپ کے پاس آ کر شاہانہ نوازشوں سے سرفراز ہوا ۔

[۱۹۶] چار مہینے[1] کے بعد سلطان غیاث الدین نے تمام سازو سامان اور ایک بڑے لشکر کے ہمراہ ارنگل روانہ کیا اور اس مرتبہ الغ خان ولایت تلنگ پہنچا اور اس نے بیدر کے قلعے کو لے کر بیدر کے حاکم کو گرفتار کر لیا اور وہاں سے ارنگل گیا ۔ ارنگل کا محاصرہ کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں دونوں بیرونی اور اندرونی قلعوں کو فتح کر لیا ۔ اس ولایت کے راجاؤں کو ان کی اولاد اور متعلقین کے ہمراہ گرفتار کیا ۔ ان کے ہاتھی ، اسباب اور خزانوں پر قبضہ کر لیا اور دہلی فتح نامہ بھیج دیا ۔ اس فتح نامہ کو دہلی ، سیری اور تغلق آباد میں منبروں پر پڑھا گیا ۔ آئینہ بندیاں ہوئیں اور جشن کیے گئے ۔ رائے رودر دیو کو مع ہاتھیوں اور خزانوں کے ملک بیدار[2] کہ جس کا خطاب قدر خان تھا اور خواجہ حاجی نائب عرض ممالک کے ہمراہ سلطان تغلق شاہ کے پاس بھیج دیا ۔ ارنگل کا نام سلطان پور رکھا گیا اور تمام ولایت تلنگ پر قبضہ کرکے وہاں عامل اور والی مقرر کر دیے اور ایک سال کا خراج لے کر وہاں سے سیر کے لیے جاج نگر[3] گیا ۔ وہاں سے چالیس ہاتھی لے کر سلطان (تغلق شاہ) کے پاس بھیج دیے ۔

جب ارنگل اور اس کے اواحی علاقے فتح ہو گئے اور سلطان غیاث الدین ہر طرف سے کامیاب ہوگیا تو بعض ارکان دولت نے حکام بنگالہ کے ظلم و ستم اور بدسلوکی کی شکایت کی اور سلطان کو لکھنوتی پر حملہ

۱- بدایونی لکھتا ہے کہ ۷۲۳ھ میں الغ خان نے دوبارہ تلنگانہ کی طرف توجہ کی (اردو اڈیشن ، ص ۷۵) لیکن مبارک شاہی ، (ص ۹۵) میں ۷۲۴ھ دیا ہے ۔

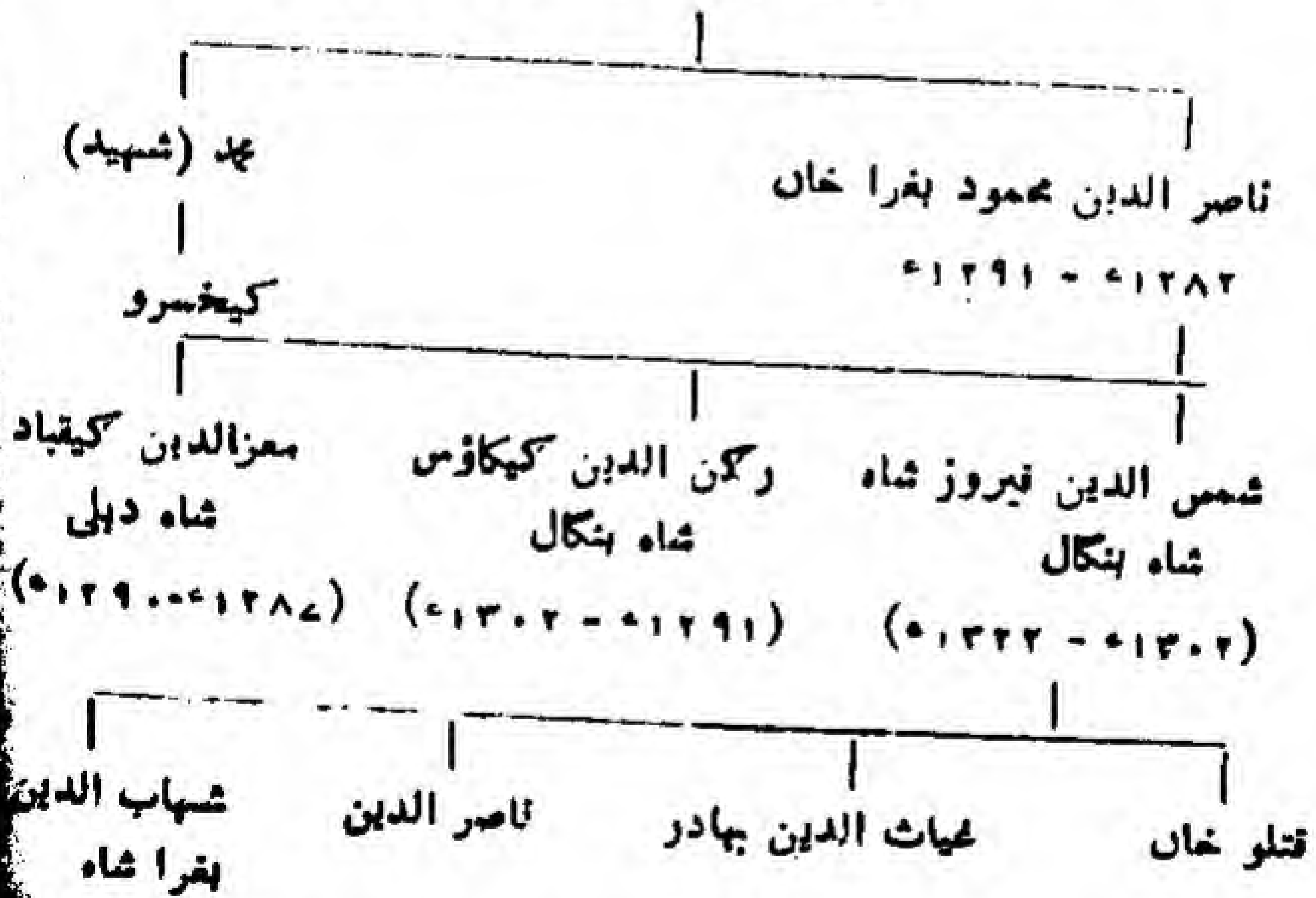
۲- مہدی حسین ، (ص ۸۸) لکھتے ہیں کہ صحیح نام ملک بیدار تھا ۔

۳- جاج نگر سے اڑیسہ کا علاقہ مراد ہے (مہدی حسین ، ص ۶۰)۔ مہدی حسین کا خیال ہے کہ جاج نگر کے راجا نے غالباً ورنگل کے راجا کی مدد کی ہوگی ، (ص ۶۰ - ۶۱) ۔

کرنے کی ترغیب دی[1] اور الغ خاں کو ارنگل سے بلا کر اپنی غیبت میں میں دہلی میں اسے اپنا نائب بنایا اور خود تمام ساز و سامان اور لشکر کے ساتھ لکھنوتی کی طرف روانہ ہو گیا[2] ۔ چونکہ سلطان تغلق شاہ کی شجاعت و بہادری کا شہرہ اطراف و جوانب میں ہو چکا تھا ، لہذا جیسے ہی ترہت کے نواح میں اس کے پہنچنے کی اطلاع ہوئی ، لکھنوتی کا حاکم سلطان ناصر الدین دوسرے راجا اور زمیندار ، جو ان علاقوں پر قابض تھے ، استقبال کے لیے نکلے اور سلطان کے حضور میں حاضر ہوئے ۔ سلطان نے تاتار خاں کو ، جو اس کا منہ بولا بیٹا اور ظفر آباد کا [۱۹۷] حاکم

۱- ڈاکٹر مہدی حسین کی تحقیق ہے کہ لکھنوتی کے تخت کے لیے شمس الدین فیروز شاہ کی موت (۱۳۲۲ء) کے بعد اس کے لڑکوں میں جھگڑا ہوا اور آخر میں غیاث الدین بہادر اور ناصر الدین میدان میں رہ گئے اور ان لوگوں نے سلطان سے رجوع کیا تھا غیاث الدین بلبن (اول) سے ان کا شجرہ اس طرح ملتا ہے -

غیاث الدین بلبن (۱۲۶۶ء - ۱۲۸۶ء)



۲- تاریخ مبارک شاہی ، (ص ۹۶) اور فرشتہ (۱/۱۳۲) میں لکھنوتی کی مہم کی تاریخ ۷۲۴ھ تحریر ہے -

تھا ، ایک بڑے لشکر کے ہمراہ پہلے سے روانہ کر دیا ۔ اس نے وہاں پہنچ کر ان تمام علاقوں پر قضبہ کر لیا ۔ سلطان بہادر شاہ[1] والی سنار گام کو کہ جو رعب دکھاتا تھا ، گرفتار کر لیا اور اس کی گردن میں زنجیر ڈال کر سلطان کے حضور میں لائے اور جو ہاتھی ان علاقوں سے ہاتھ لگے وہ سب شاہی فیل خانے میں داخل کر دیے ۔ اس سفر میں بہت مالِ غنیمت سلطانی لشکر کے ہاتھ آیا ۔

سلطان تغلق شاہ نے لکھنوتی کے حاکم سلطان ناصر الدین کو کہ جس نے اطاعت قبول کر لی تھی ، چتر اور دور باش مرحمت فرمایا اور لکھنوتی بھیج دیا اور سنار گام کو ضبط کر لیا ۔ لکھنوتی کا فتح نامہ دہلی میں پڑھا گیا ۔ آئینہ بندیاں ہوئیں اور جشن کیے گئے ۔ سلطان (تغلق شاہ) مظفر و منصور دہلی کی طرف واپس ہوا ۔ وہ خود لشکر سے علیحدہ ہو گیا اور دو منزلوں کو ایک منزل کرتا ہوا بطریق یلغار روانہ ہوا ۔

جب الغ خان نے سنا کہ باپ (تغلق شاہ) یلغار کرتا ہوا آ رہا ہے ، تو اس نے حکم دیا اور افغان پور کے نزدیک کہ جو تغلق آباد سے تین کوس کے فاصلے پر ہے ، تین روز میں ایک محل تیار کیا گیا کہ جب سلطان آئے ، تو پہلے اس میں قیام کرے اور رات وہاں بسر کرے ۔ شہر کے لوگ وہاں استقبال کریں اور خدمت میں حاضر ہوں ۔ جب صبح ہو ، تو شاہانہ شان و شوکت اور سلطانی رعب و دبدبہ کے ساتھ نیک ساعت میں شہر میں داخل ہوں ۔

جب سلطان اس محل میں پہنچا ، تو تغلق آباد میں جشن کیے گئے اور آئینہ بندیاں ہوئیں ۔ الغ خان ملوک و امراء اور اکابر شہر کے ہمراہ استقبال کی غرض سے باہر آیا اور حضور میں حاضر ہوا ۔ سلطان تغلق شاہ اس جماعت کے ہمراہ کہ جو استقبال کے لیے آئی تھی ، اس محل میں بیٹھا ۔ خاص دستر خوان آراستہ کیا گیا ۔ جب کھانا ختم ہوا ، تو لوگوں نے خیال کیا کہ سلطان بہت جلد سوار ہوگا اور (شہر میں جائے گا) اس لیے

۱- پہلے دہلی کی حکومت کی طرف سے حاکم مقرر ہوا آخر میں خود مختار بن بیٹھا ملاحظہ ہو ریاض السلاطین ، ص ۸۹ - ۹۰ ۔

(وہ لوگ) بغیر ہاتھ دھوئے ہوئے باہر نکل آئے ۔ سلطان ہاتھ دھونے کی غرض سے وہیں رہا ۔ اسی دوران میں چھت گر گئی اور سلطان اس کے نیچے دب گیا اور رحمت حق سے جا ملا (مر گیا ۔ اس کی مدت حکومت چار سال اور چند مہینے ہوئی ۔ [۱۹۸]

بعض تاریخوں میں مذکور ہے کہ چونکہ محل نیا اور تازہ بنا ہوا تھا اور جو ہاتھی سلطان بنگالہ سے اپنے ہمرا لایا تھا ، ان کو محل کے چاروں طرف دوڑایا گیا ، لہذا محل کے چاروں طرف کی زمین بیٹھ گئی اور محل کی چھت گر گئی ۔ عقلمند اور دانش ور حضرات سے یہ بات پوشیدہ نہ رہ کہ اس محل کے بنانے کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی ۔ اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ الغ خان نے اپنے باپ کے قتل کا منصوبہ بنایا ہوگا ۔ یہ ظاہر ہے کہ مصنف تاریخ فیروز شاہی نے سلطان فیروز کے عہد میں اس (تاریخ فیروز شاہی) کو تصنیف کیا اور سلطان فیروز کو سلطان محمد سے خوش اعتقادی تھی اس کی رعایت کی وجہ سے نہیں لکھا ۔ اس فقیر (خواجہ نظام الدین مؤلف طبقاتِ اکبری) نے اس بات کو ثقہ حضرات سے تواتر کے ساتھ سنا ہے ہے اور مشہور ہے کہ چونکہ سلطان تغلق شیخ نظام الدین اولیاء سے رنج رکھتا تھا اور اس نے شیخ کو پیغام دے دیا تھا کہ جب (بنگالہ سے) دہلی پہنچوں ، تو شیخ دہلی سے چلے جائیں ۔ شیخ کہا "ہنوز دلی دور است" (ابھی دلی دور ہے) یہ الفاظ اہل ہند میں ضرب المثل بنے ہوئے ہیں اور مشہور ہے کہ سلطان محمد تغلق کو شیخ سے بہت ارادت تھی اور وہ بہت بہت معتقد تھا[1] ، والعلم عند اللہ ۔

۱۔ تاریخ میں سلطان غیاث الدین تغلق کی موت کا واقعہ ایک عقدہ لاینحل ہے ۔ بعض مورخین اس کی موت کے سلسلے میں سلطان محمد تغلق پر بھی شبہ کرتے تھے ۔ بعض حضرات نے حضرت نظام الدین اولیاء سے "ہنوز دلی دور است" کا فقرہ منسوب کرکے حضرت شیخ کی بددعا کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ یہ شک و شبہات کی داستانیں عہد مغلیہ میں خاص طور سے تاریخ میں قلم بند ہوئیں ۔ اس سلسلے میں پروفیسر خلیق احمد نظامی نے تمام ماخذ کی روشنی میں صحت مندانہ بحث کی ہے ۔ ملاحظہ ہو ، ص ۳۱۴ - ۳۲۱ - (ق) نیز دیکھیے ۔ مہدی حسین ، ص ۶۶ - ۶۷ ، منشات ماہرو ، ص ۲۵ - ۲۶ -

اسی سال[1] شیخ نظام الدین اولیاء[2] اور امیر خسرو[3] عالم فانی سے عالم جاودانی کی جانب رخصت ہو گئے۔

ذکر سلطان محمد تغلق شاہ

وہ سلطان غیاث الدین کا لائق فرزند[4] اور ولی عہد تھا۔ باپ کے بعد تخت سلطنت پر متمکن ہوا اور چالیس روز تک مملکت امور جہانبانی کی اصلاح اور (نیک) ساعت کی وجہ سے اسی جگہ قیام کیے رہا۔ اس کے بعد دولت خانہ قدیم میں قدیم رسم کے مطابق شاہانِ سلف کے تخت پر جلوہ گر ہوا۔ سلطان محمد شاہ خطاب اختیار کیا۔ شہر میں شادیانے بجائے گئے۔ راستوں میں آرائش و زیبائش کی گئی۔ شہر میں داخل ہوتے وقت سلطان محمد شاہ کے چتر میں اس قدر سونے اور چاندی کے تنکے نچھاور کیے گئے کہ کسی بادشاہ کے زمانے میں نہیں ہوتے تھے[5]۔ [۹۹] سلطان محمد عجائب مخلوقات سے تھا۔ اس کے مزاج میں اجتماع ضدین پایا جاتا تھا۔ کبھی چاہتا تھا کہ سکندر کی طرح ساتوں اقلیم (ساری دنیا) فتح کر لے اور کبھی یہ ارادہ کرتا کہ جن و انس اس کی اطاعت سے باہر نہ رہیں۔ کبھی یہ آرزو کرتا کہ سلطنت کو نبوت سے توام کر دے اور ملکی اور شرعی احکام کو اپنی اختیار سے جاری کرے۔ روزہ، نماز کی پابندی، نوافل و مستحبات کی ادائی اور وظائف و اوراد کی مداومت میں بہت پابندی کرتا۔ وہ ناجائز افعال، مے نوشی اور ان تمام چیزوں سے، جن سے گناہوں کا ارتکاب متصور ہوتا، بہت پرہیز کرتا تھا۔ خون ناحق کا بہانا، بندگانِ خدا کو شدید سزائیں اور عذاب دینا اس درجہ تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ بندگان خدا سے دنیا سے خالی کر دے گا اور وہ سخی بھی ایسا تھا کہ مال و دولت تقسیم کرنے وقت چشم زدن میں خزانے کے

۱- غیاث الدین تغلق کی موت کا واقعہ ربیع الاول ۷۲۵ھ میں ہوا۔
۲- نظام الدین اولیاء کا وصال ۱۷ ربیع الثانی ۷۲۵ھ کو ہوا۔
۳- امیر خسرو نے شوال ۷۲۵ھ میں انتقال کیا۔
۴- محمد تغلق کے ابتدائی حالات نہیں ملتے۔ ملاحظہ ہو مہدی حسین، ص ۲۲ - ۲۳۔
۵- ملاحظہ ہو برنی، ص ۴۵۶ - ۴۵۷۔

خزانے خالی کر دیتا ۔ اس کی ہمت کے سامنے غنی و فقیر یگانہ و بیگانہ سب برابر تھے ۔ جب سلطان بہادر سنار گامی کو اس کا ملک دے کر رخصت کیا ، تو جو کچھ زر نقد خزانے میں تھا ، ایک دم اس کو انعام میں دے دیا ۔ ملک غزنین[1] کو ہر سال سو لاکھ (ایک کروڑ) تنکے دیا کرتا اور قاضی غزاین کو بھی اسی قدر دیتا جو کسی کی ہمت نہیں ہو سکتی ۔ ملک سنجر بدخشانی کو اسی لاکھ تنکے ، ملک عماد الدین کو ستر لاکھ تنکے اور سید عضد کو چالیس لاکھ تنکے ، اس کا انعام لاکھوں سے کم نہیں ہوتا تھا ۔

یہ واضح رہے کہ اس تنکے سے مراد چاندی کا سکہ ہے ۔ جس میں کچھ تانبا بھی شامل ہوتا تھا اور جو تانبے کے آٹھ تنکوں کے برابر ہوتا تھا ۔ فاضل اور اہل ہنر میں سے جو کوئی اس کے حضور میں پہنچتا وہ طرح طرح کی رعایتیں کرتا اور قسم قسم کے انعام دیتا ۔ خراسانی ، عراقی ، ماوراء النہر اور تمام اطراف عالم سے جو کوئی اس کے حضور میں آ کر التجا کرتا ، اس قدر انعام پاتا کہ تازیست اس کو پھر مانگنے کی ضرورت نہ ہوتی ۔[2]

وہ قوانین جہانداری کے اختراع اور اصابت رائے میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا ۔ ایسی صحیح ذکاوت اور تیز ذہانت رکھتا تھا [۲۰۰] کہ آدمی کی خوبیاں اور برائیاں ایک نظر میں پہچان لیتا تھا اور قبل اس سے کہ وہ گفتگو کرے ، وہ اس کے ما فی الضمیر کو سمجھ جاتا تھا ۔ سلاستِ کلام ، لطافتِ بیان ، انشا پردازی اور جدتِ مضامین میں ضرب المثل تھا نظم و نثر دونوں سے خوب مناسبت تھی ۔ علم تاریخ کا بھی ماہر تھا ۔ علم حکمت و معقولات سے بھی رغبت رکھتا تھا ۔ سعد[3] منطقی ،

۱۔ ملک بہرام غزنیں (برنی ، ص ۴۶۱) ۔

۲۔ دیکھیے برنی ، ص ۴۶۱ - ۴۶۲ ۔

۳۔ سعد الدین منطقی کا نام جلال الدین خلجی کے ''حریفاں'' مجلس میں ملتا ہے (برنی ، ص ۱۹۸) ملک سعد الدین اپنے دور کا مشہور فلسفی تھا ملاحظہ ہو نزہتہ الخواطر جلد دوم نمبر ۸۲ نیز دیکھیے اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ۲/۳۰۰ ۔

عبید[1] شاعر ، مولانا علم الدین[2] جو فلسفہ کے عالم تھے ، بظاہر ان کو شریعت سے کوئی واسطہ نہ تھا ، اس کی صحبت میں رہتے تھے اور ان لوگوں کی زیادہ ہم نشینی اور علوم عقلی کی مہارت نے اس کو اس بات کا یقین کرا دیا تھا کہ حق علوم معقولات میں منحصر ہے اور منقولات میں سے جو عقل کے مطابق ہوتا تھا ، اس کو قبول کرتا تھا اور محض منقولات کو قبول نہیں کرتا تھا ۔ اس حالت کے باوجود خلیفہ عباسی کا ایسا مطیع و معتقد تھا کہ اس کی اجازت کے بغیر جہاں بانی کے کاموں کو شروع کرنا حرام سمجھتا تھا ۔ اس کے ایلچیوں کی تعظیم و توقیر میں نہایت مبالغہ کرتا تھا اور (خلیفہ کے) ایلچی کے جلو میں پیدل چلتا تھا ۔

علاقوں کے فتح کرنے اور ملک کے انتظام میں اس قدر کوشش کرتا تھا کہ گجرات ، مالوہ ، دیو گیر ، تلنگ ، کنبلہ[3] ، دھور سمند ، معبر ، ترہت ، لکھنوتی ست گام اور سنار گام تھوڑے ہی عرصے میں (انتظام کے اعتبار سے) ایسے مضبوط ہوگئے کہ ان ولایتوں کے خراج اور جمع و خرچ کے مجملات (نقشے) اندرون دوآبہ کے قصبات کی طرح دہلی پہنچتے تھے ۔ اس کے والیوں اور عاملوں کا اس درجہ اقتدار تھا کہ اس علاقے کے کسی مقدم یا سرکش کی یہ مجال نہ تھی کہ دیوان (سرکاری) مال میں سے ایک

۱- برنی ، (ص ۵۰۶) اس کو عبید حکیم لکھتا ہے وہ نظام الدین اولیاء کا مرید تھا مگر ایک نو مسلم مرید سے اس نے نے مذاق کیا ۔ غیاث الدین نے اس کو وانکل سے واپس ہونے پر قتل کرا دیا تھا ۔ جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے ۔ دیکھیے مبارک شاہی ، (ص ۹۵) ۔

۲- برنی ، (ص ۴۶۵) میں ان کا نام علیم الدین لکھا ہے اکبر شاہ خاں کا بیان ہے کہ وہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے پوتے تھے اور علم و فضل میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے ۔ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ، ص ۲/ ۴۴۰ - ۴۴۱ ۔

۳- کنبلہ (برنی ، ص ۴۵۴) سفر نامہ ابن بطوطہ کے مترجم محمد حسین (۱۴۴/۲) لکھتے ہیں کمپل متصل قنوج (ضلع فرخ آباد) نہیں ہے ، بلکہ کمپیلہ ، کمپلی ریاست بیجا نگر کے پاس بلاری احاطہ مدراس کے ضلع میں تھی ۔

دام بھی چھپا لے یا سرکشی سے روک لے ۔ ملک کے تمام زمیندار اور راجا ہمیشہ اس کے دربار میں خدمت کے لیے حاضر رہتے اور اطراف ممالک سے اس قدر مال و دولت آنا شروع ہوا کہ باوجود انتہائی سخاوت اور انعام کی کثرت کے خزانے کی دولت میں کمی نہیں ہوتی تھی :

بیت

جہاندار ازاں گنج و گوہر بسے
بسے سیم و زر داد باہر کسے
[۲۰۱] پرستندگان در خویش را
بہاں محتشم را و درویش را
یکے رہ دراں گنج گوہر لیافت
بداد و دہش اجرت خویش یافت

چونکہ اختراع کا بہت ملکہ تھا ، اس لیے وہ چاہتا تھا ، اس لیے وہ جدید احکام جو اس نے وضع کیے ہیں ، جاری ہوں اور شاہان سابق کے قواعد و ضوابط کہ جو انھوں نے نہایت غور و فکر کے بعد وضع کیے تھے منسوخ ہو جائیں ۔ ہر روز نیا قانون اور نیا حکم جاری کرتا تھا ۔ صوبوں کے والیوں اور عمال کے نام فرمان جاری ہوتے رہتے تھے ۔ تا کہ اس کے احکام جاری ہوں ۔ چونکہ اس کے حکام شاہان گزشتہ کے قوانین اور عقل کے خلاف ہوتے تھے ، اس لیے عوام ان کو نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے اور حکام ان کے جاری کرنے سے عاجز ہو گئے تھے ۔ اگر عوام کی نفرت کا خیال کرکے ان کے اجراء میں کچھ توقف اور سستی کرتے تھے تو طرح طرح کی سزائیں بھگتنی پڑتیں اور اگر جاری کرتے تھے تو مخلوق برباد ہوتی جاتی تھی اور مملکت کے کاموں میں بہت خلل پڑتا تھا ۔ چند ضابطے تفصیل کے ساتھ بیان کیے جائیں گے کہ جو اس نے وضع کیے تھے اور رعایا ان سے عاجز آ گئی تھی ۔ جو لوگ کہ غریب تھے وہ خراب و برباد ہو گئے اور جو لوگ صاحب استطاعت تھے وہ اطاعت سے منحرف ہو کر سرکشی پر آمادہ ہو گئے ۔

چونکہ سلطان محمد بدخو اور بدمزاج تھا اور بندگان خدا کا قتل کرنا اس کی طینت اور جبلت میں تھا ، لہذا وہ سزا دینے اور قتل کرنے میں

ذرا توقف نہیں کرتا تھا ۔ اگر اس کے احکام کا نفاذ نہیں ہوتا تھا ، تو وہ ساری دنیا کو قتل کرا دیتا تھا ، بلکہ دنیا کو مخلوق سے خالی کرا لیتا تھا ۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اکثر مضبوط علاقے اس کے قبضے سے نکل گئے ، حتیٰ کہ دہلی میں ، جو پایۂ تخت تھا ، سرکشی اور بغاوت شروع ہو گئی اور اطراف سے خراج کا آنا بند ہو گیا اور خزانہ خالی ہو گیا ۔ ان کاموں زین الدین ، مخلص الملک ، یوسف بغرا ، ابو رجا اور گجرات کے قاضی کا لڑکا اس کے ہم رائے تھے ۔ یہ سب ہمیشہ بندگانِ خدا کے پکڑنے اور قتل کرنے میں کوشاں[1] رہتے تھے ۔ [۲۰۲]

اس کے تمام نامناسب خیالات اور خلاف عقل ضابطوں میں سے ایک یہ تھا کہ اس نے دوآبے کی تمام ولایت کے خراج کو دس گنا کر دیا[2] اور اس امر کے لیے چند ضرورتیں پیدا کر دیں ۔ یہ بات رعایا کی بربادی اور سرکشی کا سبب ہوئی زراعت کا کام بند ہو گیا ۔ اتفاق سے اسی حالت میں خشک سالی بھی ہو گئی اور دہلی میں سخت قحط پڑ گیا ۔ چنانچہ اکثر گھر برباد ہو گئے اور گروہ کے گروہ پریشان ہو گئے اور بادشاہی کے کاموں میں پوری طرح خرابیاں پیدا ہو گئیں ۔

دوسرا خیال یہ تھا کہ دیو گیر کو کہ جس کو وہ درمیان ممالک میں سمجھتا تھا ، اس کا نام دولت آباد رکھ کر اس کو دارالحکومت بنانے کے لیے اس نے دہلی کو جو رشک بغداد و دمشق تھا ، ویران کر دیا[3] اور وہاں کے باشندوں کو جو اس کی آب و ہوا کے عادی ہو چکے تھے ، حکم دیا کہ وہ اپنے اہل و عیال کے ہمراہ دیوگیر منتقل ہو جائیں ۔ ہر ایک کو سفر خرچ اور مکان کی قیمت شاہی خزانے سے دی گئی ۔ تمام

۱- برنی ، ص ۴۷۲ ۔

۲- یہ واقعہ ۳۴ - ۱۳۳۳ء کا ہے ۔ ملاحظہ ہو ، مہدی حسین ، ص ۱۳۶ - ۱۳۷ ۔

۳- برنی نے اس سلسلے میں مبالغہ سے کام لیا ہے دہلی کلیتاً برباد نہیں ہوئی تھی دولت آباد (دیو گیر کی حیثیت ایک ذیلی دارالحکومت کی تھی دیکھیے ۔ مہدی حسین ، (ص ۱۱۰ - ۱۲۴) یہ ۱۳۲۷ء کا واقع ہے ۔

دولت اس میں صرف ہوگئی ۔ بہت سے لوگ جو یہاں سے روانہ ہوئے تھے ۔ دیو گیر نہیں پہنچے اور جو پہنچ گئے وہ وہاں رہ نہ سکے ۔ رعایا کے احوال میں جب تغیر پیدا ہوا ، تو مملکت کے کاموں میں خرابیاں پیدا ہو گئیں ۔

ایک ارادہ یہ تھا کہ تمام دنیا کو اپنے قبضے میں کر لے ، مگر اس کی فوج اور خزانے دونوں اس ارادے کو پورا نہیں کر سکتے تھے ۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اس نے تانبے کا سکہ چلایا اور حکم دیا کہ تانبے کے سکے چاندی سونے کے سکوں کی طرح ٹکسال میں بنائے جائیں اور تانبے کے پیسے کو چاندی سونے کے تنکے کی طرح رواج دیں اور خرید و فروخت میں استعمال کریں ۔ صوبوں کے ہندو خاصا تانبا ٹکسال میں لاتے اور سکے ڈھاتے اور لاکھوں کروڑوں (سکے) حاصل کرتے ۔ ان سے اسباب و اسلحہ خریدتے اور اطراف میں بھیج دیتے اور وہاں چاندی سونے کے سکوں کے بدلے میں فروخت کرتے ۔ ہر سنار اپنے گھر میں سکہ بناتا تھا اور بازار میں لا کر فروخت کرتا تھا ۔ کچھ عرصے کے بعد یہ ہوا کہ دور کے مقامات پر اس حکم کا رواج نہ رہا ۔ وہاں کے لوگ تانبے کے سکوں کو [۲۰۳] سادہ تانبے کے بدلے میں لیتے تھے اور جہاں یہ حکم جاری تھا وہاں لے جاتے تھے اور چاندی سونے کے تنکے خرید لیتے تھے ۔ رفتہ رفتہ تانبے کے سکوں کی اتنی کثرت ہو گئی کہ مجبوراً اس کی وقعت جاتی رہی اور وہ مٹی اور پتھر کے مثل ہو گئے اور چاندی اور سونے کے تنکے کی قدر پھر وہی ہو گئی ۔ خرید و فروخت کا انتظام بگڑ گیا[۱] ۔

بیت

ہر آں از کر ہاس بود ہم عیار
بنرخ مس ، آرندش از ہر دیار

سلطان محمد نے جب دیکھا کہ یہ حکم نہیں چل سکتا اور رعایا پر زیادتی و سیاست کے ذریعہ سے بھی اس میں کامیابی نہیں ہوگی ، حکم دے دیا کہ جس کسی کے پاس تانبے کا تنکہ ہو وہ خزانے میں داخل کر دے ۔

۱۔ تانبے سکہ کی پالیسی کے سلسلے ملاحظہ ہو ۔ مہدی حسین ، ص ۱۳۲ ۔ ۱۳۶ ، ڈاکٹر صاحب نے نہایت صحت مندانہ بحث کی ہے ۔

اور اس کے عوض میں قدیم سکہ یعنی چاندی یا سونے کا تنکہ لے ہے۔ یہ اس خیال سے کیا کہ شاید اس طرح تانبے کے تنکے کی عظمت زیادہ ہو جائے اور لین دین میں اس کا رواج ہو جائے۔ لوگوں کے گھروں میں جو تانبے کے تنکے جمع ہو گئے تھے اور بیکار پڑے تھے وہ سب لا کر خزانے سے چاندی اور سونے کے تنکے بدل لیے اور تانبا اس طرح غیر مروج رہا۔ تمام خزانے خالی ہو گئے۔ اس سبب سے ملک کے کاموں میں فتور پیدا ہو گیا ہے۔

ایک خیال باطل یہ تھا کہ خراسان اور عراق کو فتح کر لے اور اس کامیابی کے لیے ان ممالک سے جو لوگ آتے تھے، ان کی تالیف قلوب کے لیے ان کو بہت کچھ رقوم دیتا تھا اور اس نے بے انتہا فوج جمع کر لی۔ تین لاکھ ستر ہزار سوار شاہی خزانے سے تنخواہ پاتے تھے۔ پہلے سال تو لشکریوں کو تنخواہیں ملیں، لیکن دوسرے سال اتنی گنجائش نہ رہی کہ اس فوج کو رکھے اور کسی نئی ولایت کو فتح کرے۔ تا کہ فوج کے اخراجات کے لیے وہاں سے کچھ حاصل ہو۔ مالِ غنیمت بھی کچھ نہیں ہاتھ لگا جس سے لشکریوں کو کچھ تسکین ہوتی۔ دہلی کا خزانہ پہلے ہی سال ختم ہو چکا تھا۔ سب لشکری منتشر ہو گئے فوج سے استقلال جاتا رہا۔ یہ ایک اور نقصان تھا جو خزانوں، فوج اور ملک [۲۰۴] میں پیدا ہو گیا[1]۔

اس کے فاسد ارادوں سے ایک یہ تھا کہ وہ چاہتا تھا کہ کوہ ہماچل[2] کہ جو ممالک ہندوستان اور ملک چین کے درمیان ہے، اس پر قبضہ کرے۔ اس کام کے لیے امرائے نامدار اور تجربہ کار سرداروں کو بڑے لشکر کے ساتھ مقرر کیا۔ تا کہ سب اس پہاڑ میں داخل ہو کر اس

۱- خراسان پر سلطان نے فوج کشی نہیں کی، ڈاکٹر مہدی حسین، (ص ۱۲۵ - ۱۲۶) کا خیال ہے کہ ایران، مصر اور روسی ترکستان سے اس کے تعلقات اچھے ہو گئے تھے۔

۲- اس لفظ کے املا میں بڑا اختلاف ہے۔ برنی، (ص ۴۷۷) قراجل، مہدی حسین، (ص ۹۴) قراچل، بعض کتابوں میں گراجل، کراچل کراچیل دیا ہے۔ دیکھیے مہدی حسین، ص ۹۴۔ (ق)

پر قبضہ کرنے کی انتہائی کوشش کریں - جب تمام لشکر اس پہاڑ میں داخل ہوا ، تو کوہ ہماچل کے ہندوؤں نے فوجی انتظام کے اعتبار سے دروں کو مضبوط کر لیا اور لشکر کی واپسی کے راستے بند کر دیے - بہت سوں کو قتل کر دیا - جو تھوڑے سے سلامت بچے ان کو سلطان محمد نے یہ بنظر سیاست قتل کرا دیا[1] -

چونکہ سلطان محمد کے نہایت سخت اور تکلیف دہ احکام صادر ہوئے تھے ، لہذا لوگ ان کی تعمیل سے عاجز تھے - مجبوراً سلطنت کے کاموں میں بدنظمی پیدا ہو گئی - ہر طرف فتنے اٹھ کھڑے ہوئے[2] اور پہلا فتنہ بہرام ایبہ کی بغاوت کا ملتان سے شروع ہوا - جب سلطان نے اس کی بغاوت کی خبر دیو گیر میں سنی ، تو وہ نہایت عجلت کے ساتھ دہلی آیا اور وہاں سے لشکر آراستہ کرکے ملتان روانہ ہوا - بہرام مقابلے پر آیا اور قتل ہوا -

بیت

باولی نعمت اربروں آئی
گر سپہری ، کہ سرنگوں آئی

۱- اس مہم کے سلسلے میں ملاحظہ ہو مہدی حسین ، ص ۱۲۶ - ۱۲۸ یہ مہم ۷۳۸ھ/۱۳۳۸ء میں ہوئی - (ق)

۲- مؤلف طبقات اکبری نے محمد تغلق کے حالات ضیاء الدین برنی کی کتاب تاریخ فیروز شاہی کے خلاصہ کرکے لکھے ہیں - چنانچہ نقطہ نظر اور ترتیب وہی ہے جو برنی کی ہے - برنی نے پہلی بغاوت بہاء الدین گرشاسپ کو نظر انداز کر دیا ہے ، لہذا نظام الدین بھی اس بغاوت کا ذکر نہیں کرتا - حالانکہ بدایونی ۲۲۶/۱ مبارک شاہی ، ص ۹۹ اور ابن بطوطہ میں اس بغاوت کا صریح تذکرہ ہے - اس بغاوت کا خاتمہ ۷۲۷ھ میں ہوا - ملاحظہ ہو مہدی حسین ، ص ۱۳۲ - ۱۳۵ ، اکبر شاہ خان نجیب آبادی ۷۰/۲ - ۷۱ ، فرشتہ ۱۳۵/۱ بدایونی (اردو) ، ص ۷۷ ، سفر نامہ ابن بطوطہ ۱۳۳/۲ - ۱۳۶ - فتوح السلاطین (مرتبہ آغا مہدی حسین) ، ص ۴۱۱ -

اس کا سر سلطان کے پاس لایا گیا اور یہ فتنہ ختم ہوگیا[1] - سلطان محمد نے چاہا کہ ملتان کے جن لوگوں نے بہرام ابیہ کی موافقت کی تھی ان کو قتل کرا دیا جائے ۔ شیخ الاسلام شیخ رکن الدین نے ان باغیوں کی سفارش کی ۔ سلطان نے معاف کر دیا[2] اور مظفر و منصور دہلی آیا ۔ چونکہ اطراف و جوانب کے باشندے ، جو دیو گیر میں مجبوراً سکونت پذیر تھے ۔ منتشر ہو گئے ، لہذا دیو گیر ویران اور بے رونق ہو گیا ۔ سلطان دہلی میں مقیم رہا اور دیو گیر نہیں گیا ۔

۱- ڈاکٹر مہدی حسین ، (ص ۱۴۶) کا خیال ہے کہ یہ ہنگامہ ۱۳۲۸ء میں ختم ہوا ۔ نیز دیکھیے ابن بطوطہ ۱۴۶/۲ - ۱۴۸ ، اکبر شاہ خان نجیب آبادی ۴۵۰/۲ - ۴۷۳ -

۲- شیخ رکن الدین ابو الفتح (ف ۷۳۵ھ/۱۳۳۵ء) اپنے دور کے جلیل القدر شیخ طریقت تھے اس سلسلے میں لکھا ہے :

یکے آتشے کینہ را بر فروخت
و زاں آتش اقصائے ملتان بسوخت

چو بشنید در شہر طوفانِ خوں
برہنہ سرو پائے آمد بروں
کشادہ زبانِ شفاعت گری
ہمی گفت شاہا ! جہاں پروری

بر اہل گناہ نزد اہل صفا
پسندیدہ تر ہست عفو از جزا

چوں بشنید آں شاہ آفاق گیر
شد از شیخ مشفق شفاعت پذیر

(عصامی ، ص ۴۲۷)

ملاحظہ ہو بزم صوفیہ ، ص ۲۶۳ - ۲۷۳ ، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ، ص ۳۵۷ - ۳۵۸ -

اسی زمانے میں دوآبے کی تمام ولایت مطالبے کی شدت اور اضافے سے پریشان ہو گئی ۔ چنانچہ اکثر رعایا نے کھلیانوں میں آگ لگا دی ، مویشیوں کو منتشر کر دیا اور خود آوارہ ہو گئے [۲۰۵] سلطان نے حکم دیا کہ جو بھی مل جائے اس کو قتل کر دیا جائے اور اس ولایت کو برباد کر دیں ۔ وہاں کے عمال والی (شاہی) فرمان کے مطابق مخلوق کو قتل کرتے تھے اور لوٹ لیتے تھے اور جو زندہ رہ جاتا وہ جنگل میں چلا جاتا اور چھپ جاتا[1] ۔

بیت

زبوم وز کشور بد یکبارگی
ستوہ آمد نداز ستمکارگی

اسی زمانے میں سلطان شکار کے لیے برن[2] گیا اور اس نے برن کی تمام ولایت کو برباد کر دیا ۔ وہاں کے باشندوں کو قتل کرا دیا اور حکم دیا کہ ان کے سر بدن کے قلعے کے کنگروں پر لٹکا دیے جائیں ۔

دوسرا فتنہ یہ تھا کہ فخرا نے کہ جس کو ملک فخر الدین کہتے تھے ، بہرام خاں کی وفات کے بعد بنگالہ میں بغاوت کر دی اور قدر خاں کو قتل کر دیا ۔ لکھنوتی کے خزانے لوٹ لیے اور لکھنوتی ، سنار گام اور ست گام پر قابض ہو گیا[3] ۔

اس زمانے میں سلطان قنوج کے علاقے کی غارت گری پر متوجہ تھا

۱- برنی نے دوآبہ کی بربادی کا ذکر پہلے بھی کیا ہے اور یہاں پھر اس کو دہرا رہا ہے ۔ چونکہ مؤلف طبقات اکبری نے برنی سے یہ حالات اخذ کیے ہیں ، لہٰذا اس نے بھی یہاں اعادہ کر دیا ہے ۔ ملاحظہ ہو مہدی حسین ، (ص ۱۴۸ - ۱۵۲) ۔

۲- بلند شہر (یو - پی) کا قدیم نام ہے ۔ ملاحظہ ہو امپیریل گزیٹیر ، جلد نہم ، ص ۲۲۸ دیکھیے مہدی حسین ، ص ۱۵۲ - ۱۵۳ ۔

۳- برنی ، ص ۴۸۰ مبارک شاہی ، ص ۱۰۴ - ۱۰۵ بدایونی ۱/ ۲۳۰ - فرشتہ ۱/ ۱۳۷ ریاض السلاطین ، ص ۹۱ - ۹۲ ۔

اور اس نے قنوج سے ولایت بھوا[1] تک سب تاراج کر دیا اور تمام مخلوق قتل کرا دی ۔

ابھی وہاں کی بربادی اور غارت گری سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ خبر پہنچی کہ خریطہ دار کا باپ حسن[2] معبر میں باغی ہو گیا ۔ اس نے سرداروں کو قتل کرا دیا اور اس ولایت پر قابض ہو گیا ۔ سلطان شہر (دہلی) میں آیا اور ابراہیم خریطہ دار اور سید حسن کے رشتہ داروں کو گرفتار کرکے قید کر دیا اور لشکر کو ترتیب دے کر معبر کی طرف روانہ ہوا ۔ جب وہ دیوگیر پہنچا تو وہاں کے عمال ، امراء اور جاگیرداروں سے سخت مطالبات کیے کہ ان میں سے اکثر نے سختی کی وجہ سے جان دے دی ۔ مرہٹ کی ولایت میں بھی اس نے خوف خراج مقرر کر دیا اور سخت گیر تحصیل دار متعین کیے ۔ اس کے بعد ایاز کو دہلی بھیجا اور خود تلنگ کی طرف چلا ۔ جب ارنگل پہنچا ، تو وہاں وبا تھی ۔ اکثر لوگ بیمار ہوگئے اور چند ممتاز امراء فوت ہو گئے ۔ سلطان محمد بھی بیمار ہو گیا ۔ ملک قبول نائب وزیر ملک کو وہاں چھوڑ کر تلنگ کی ولایت [۲۰۶] اس کے سپرد کی اور خود دیو گیر لوٹ گیا ۔ جب وہ دیو گیر پہنچا ، تو چند روز تک وہاں اپنے علاج میں مشغول رہا شہاب سلطانی کو نصرت خاں کا خطاب دے کر بیدر کی ولایت اس کے سپرد کی اور اس علاقے کے اقطاعات کو ایک کروڑ تنکے کے مقاطعے میں اس کو دے دیا ، دیو گیر اور ولایت مرہٹ کو قتلق خاں کے سپرد کیا ۔ خود ابھی تک بیمار تھا کہ دہلی چلا آیا[3] ۔

اس نے اس سے پہلے حکم دے دیا تھا کہ ساکنانِ دہلی میں سے جو

۱- یہ غلط چھپا ہے یہاں لفظ ''دلمئو'' ہونا چاہیے ۔ دیکھیے برنی ، ص ۴۸۰ دلمئو ضلع رائے بریلی ، اودھ میں واقع ہے اس سلسلے میں ملاحظہ ہو مہدی حسین ، ص ۱۵۳ - ۱۵۸ ۔

۲- بعض مورخین نے اس کا نام سید احسن لکھا ہے مگر خواجہ نظام الدین نے حسن لکھ دیا ہے ۔

۳- ملاحظہ ہو مہدی حسین ، ص ۱۵۹ - ۱۶۰ ، فرشتہ ۱/۱۳۷ ، مبارک شاہی ، ص ۱۰۶ ، برنی ، ص ۴۸۰ - ۴۸۱ ۔

لوگ دیو گیر میں رہتے ہیں ، وہ چاہے دہلی میں رہیں خواہ دیو گیر میں رہیں ۔ اکثر باشندے سلطان کے ہمراہ دہلی چلے گئے اور کچھ لوگ ولایت مرہٹ میں رہ گئے ۔ سلطان نے چند روز وہاں قیام کیا ۔ جب وہاں سے روانہ ہوا تو مالوہ کی تمام ولایت اور وہ قصبات جو دہلی کے راستے میں تھے قحط کی وجہ سے بدحال اور برباد پائے ۔ وہ قاصد جو راستے میں ڈاک چوکی پر مقرر تھے ، سب منتشر ہو چکے تھے ۔ آبادی کے آثار تک ختم ہو گئے تھے ۔ جب وہ دہلی پہنچا ، تو دہلی کی حالت بھی خراب دیکھی وہاں اس بلا کا قحط تھا کہ ایک سیر غلہ سترہ درہم میں ملتا تھا ۔ اکثر لوگ مر گئے اور مویشی بھی چارہ نہ ہونے کی وجہ سے مر رہے تھے[۱] :

مثنوی

چناں قحط سالے شد اندر دمشق
کہ یاراں فراموش کردند عشق
چناں آسماں بر زمین شد بخیل
کہ لب تر نکردند زرع و نخیل

سلطان نے شہر کی اس خراب حالت کو دیکھ کر آبادی اور زراعت کی ترقی کی طرف توجہ کی ۔ کاشتکاروں کو خزانے سے روپیہ دیا ۔ تاکہ زراعت کو درست کریں ۔ چونکہ رعایا بہت خراب اور بدحال ہو چکی تھی ، لہذا جو کچھ تقاوی میں ملا اس میں سے کچھ تو خوردونوش پر صرف کیا اور کچھ زراعت میں ، لیکن خشک سالی کی وجہ سے کچھ فائدہ نہ ہوا اور اکثر رعایا سزا میں قتل کر دی گئی ۔

[۲۰۷] اسی دوران میں شاہو افغان نے سرکشی پر کمر باندھی اور ملتان کے نائب بہزاد کو قتل کر دیا اور ملک بھورہ[۲] ملتان سے بھاگ کر دہلی آ گیا ۔ سلطان محمد دہلی سے پوری قوت کے ساتھ ملتان کی جانب روانہ ہوا ۔ ایک منزل پہنچا تھا کہ اس کی والدہ ملکہ جہاں سلطان

۱- دیکھیے مہدی حسین ، ص ۱۶۳ ، برنی ، ص ۴۸۱ - ۴۸۲ -

۲- برنی ، (ص ۴۸۲) اور مبارک شاہی ، (ص ۱۰۶) میں ملک نوا اور فرشتہ ، (ص ۱/۱۳۱) میں قوام الملک لکھا ہے -

تغلق شاہ کے تمام خاندان کا انتظام کرتی تھی ، فوت ہو گئی ۔ سلطان کو افسوس ہوا اور اس نے حکم دیا کہ اس کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے شہر میں کھانا اور صدقہ دیا جائے اور وہ خود ملتان روانہ ہو گیا ۔ جب ملتان کے نزدیک پہنچا ، تو شاہو نے معافی کی درخواست پیش کی اور اظہار ندامت کیا[1] ۔ سلطان ملتان کو چھوڑ کو افغانستان[2] چل دیا ۔ مگر راستے ہی سے واپس ہو کر دہلی آیا[3] ۔ دہلی میں اس شدت کا قحط تھا ، کہ آدمی کو کھائے جا رہا تھا ۔ سلطان نے زراعت کے معاملے میں پھر کوشش کی ۔ لوگوں کو روپیہ تقسیم کیا اور حکم دیا کہ کنوئیں کھودے جائیں اور زراعت کو درست کریں ۔ لوگ بے سامانی ، پریشانی اور قلت بارش کے سبب سے سستی اور کاہلی کے الزام میں گرفتار ہوئے اور سزائیں پائیں ۔

اسی اثنا میں منداہر ، چوہان ، بھٹی اور میانہ قبیلے کہ جو سنام اور سامانہ میں تھے ، سرکش ہو گئے ۔ بڑے بڑے جنگلوں میں گھر بنا کر پانی کا ذخیرہ کر لیا اور اس کو مضبوط قلعہ سمجھ کر ایک جگہ جمع ہو گئے اور بغاوت پر آمادہ ہو کر مال گزاریاں روک لیں اور رہزنی شروع کر دی ۔ سلطان نے ان کے دفعیہ کے لیے لشکر کشی کر دی اور ان کے قلعوں کو جو ان کی اصطلاح میں مندل (منڈل) کہلاتے تھے ، منہدم کرا دیا ۔ ان کی جماعتوں کو منتشر کر دیا ۔ ان کے سرداروں کو اپنے ہمراہ شہر (دہلی) لے آیا اور ان میں سے اکثر کو امراء میں داخل کر لیا اور

۱- ملاحظہ ہو مہدی حسین ، ص ۱۷۹ - ۱۸۰ ، برنی ، ۴۸۲ ، مبارک شاہی ، ص ۱۰۶ ، فرشتہ ۱/۱۳۱ ، سفر نا ابن بطوطہ ۲/۱۷۵ ۔

۲- افغانستان سے موجودہ افغانستان مراد نہیں ہے ، بلکہ گجرات کاٹھیا وار اور کھمبایت میں افغانوں کی خاصی آبادی تھی اس لیے اس علاقہ کو افغانستان کہا ہے (مہدی حسین ، ص ۱۸۰) ۔

۳- برنی نے شاہو افغان کی بغاوت ۷۳۸ھ/۱۳۳۷ء میں بیان کی ہے مگر بطوطہ کے بیان سے یہ واقعہ ۷۴۲ھ/۱۳۴۱ء کا معلوم ہوتا ہے ۔ مہدی حسین ، ص ۱۸۰ ۔

ان کی شرارتوں کو علاقے سے ختم کر دیا[1] -

اسی دوران میں کنیا نایک کہ جو ارنگل کے نواح میں تھا ، وہاں کے زمینداروں سے متفق ہو کر باغی ہو گیا اور ملک مقبول نائب بھاگ کر دہلی آ گیا - ارنگل پر ہندوؤں کا قبضہ ہو گیا - [۲۰۸] اور وہ سلطان کے قبضے سے نکل گیا[2] -

گجرات اور دیو گیر کے سوا دور کے ممالک بھی قبضے سے نکل گئے - اسی زمانے میں راجا کنپلہ کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص جس کو سلطان محمد نے کنپلہ بھیجا تھا ، اس سے برگشتہ ہو کر باغی ہو گیا اور کنپلہ بھی سلطان سے نکل گیا[3] - ہرطرف بغاوتیں اور مخالفتیں پیدا ہو گئیں - سلطان اس سے بہت پریشان ہوا - اوہ مخلوق کو قتل کرنے لگا - سلطان کی سزا دہی کی خبر سن کر مخلوق کو اور بھی نفرت ہو گئی اور اس سے اور فتنے اور ہنگامے برپا ہو گئے - وہ زراعت کی ترقی اور آبادی کے بڑھانے میں کوشش کرنے لگا ، مگر خشک سالی کی وجہ سے اس کی کوشش بے سود رہی - آخر مجبوراً حکم دے دیا کہ شہر کے دروازے کھول دیے جائیں اور جن لوگوں کو جبراً روکا گیا تھا وہ آزاد رہیں - جہاں چاہیں چلے جائیں - اس زمانے میں لوگ اپنے بچوں اور متعلقین کے ہمراہ بنگالہ اور اس کے نواح کی طرف چل دیے -

سلطان شہر سے باہر آیا - پٹیالی[4] اور کنپلہ[5] سے گزار کر دریائے

۱- ملاحظہ ہو مہدی حسین ، ص ۱۶۴ - ۱۶۵ ، اکبر شاہ خان نجیب آبادی ۲/۴۸۸ - ۴۸۹ ، بدایونی (اردو ایڈیشن ص ۸۰) ، برنی ص ۴۸۴ ، فرشتہ ۲/۱۳۷ -

۲- ملاحظہ ہو مہدی حسین ، ص ۱۶۲ - ۱۶۳ -

۳- ملاحظہ ہو مہدی حسین ، ۱۶۳ ڈاکٹر مہدی حسین کا خیال ہے کہ اس کا نام دیو رائے تھا - (ق)

۴- پٹیالی ضلع فرخ آباد ، امیر خسرو کی ننھیال تھی ، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کا بھی مولد پٹیالی ہے - (ق)

۵- کنپلہ ، ضلع فرخ آباد کا ایک قدیم قصبہ ہے - (ق)

گنگا کے کنارے پر قیام کیا اور حکم دیا کہ لوگ وہاں چھپر ڈال کر رہنے لگیں ۔ اس جگہ کا نام سرگ دواری رکھ دیا ۔ اودھ سے وہاں غلہ آتا تھا اور شہر کی نسبت وہاں کسی قدر ارزانی ہوئی ۔ عین الملک جس کے پاس اودھ اور ظفر آباد کے اقطاع (جاگیریں) تھے ، اپنے بھائیوں کے ہمراہ وہاں رہتا تھا ۔ وہ ہمیشہ غلہ ، کپڑا اور دوسری ضروریات کی چیزیں سرگ دواری کو بھیجتا رہتا تھا اور اس نے تقریباً اسی لاکھ تنکے جنس ، نقد اور غلہ اس زمانے میں جب سلطان سرگ دواری میں مقیم تھا ۔ روانہ کیا ۔ سلطان کو اس پر بھروسہ ہو گیا اور اس کی کفایت شعاری پر پورا اعتماد کرنے لگا ۔ جس زمانے میں سلطان سرگ دواری[1] میں تھا چار فتنے پیدا ہوئے اور بہت جلد ختم ہو گئے ۔

اول نظام ماین[2] کا فتنہ کڑے میں ظاہر ہوا یہ نظام ماین بھنگڑی بیہودہ اور لغو آدمی تھا ۔ کوئی استعداد اور حیثیت نہیں رکھتا تھا ۔ اس وجہ سے [۲۰۹] مقاطعہ کے عہدے سے کچھ حاصل نہ ہو سکا اور وہ باغی ہو گیا ۔ اس نے چتر استعمال کیا اور خود سلطان علاء الدین کا خطاب اختیار کیا ۔ قبل اس کے سلطان پھر اس کی مدافعت کا انتظام کرے کہ

۱- عصامی لکھتا ہے :

بہشتے بنا کرد شداد وار
کہ سرکاہری خواندش روز کار ص ۳۵۲

تفصیل کے لیے دیکھیے برنی ، ص ۴۸۵ ، اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ص ۴۹۱ ، مہدی حسین ، ص ۱۶۵ فرشتہ ، ص ۱۳۸/۱ مہدی حسین کا خیال ہے کہ بادشاہ سرگدواری میں اواخر ۱۳۳۸ء سے ۱۳۴۱ء کے وسط تک رہا ۔ (ق)

۲- ڈاکٹر مہدی حسین ، (ص ۱۶۵) نے "نظام مائیں" لکھا ہے یہ کڑہ مالکپور کا مقطع تھا ۔ شیخ عبدالرشید (منشات ماہرو (مقدمہ) ، (ص ۳) میں نظام میاں لکھ دیا ہے ۔

عین الملک اپنے بھائیوں کو ہمراہ لے کر اس کے سر پر جا پہنچا[1] - اس کو گرفتار کر لیا اور اس کی کھال اتروا کر اس کا سر سلطان کے پاس بھیج دیا[2] اور اس کا اقطاع (جاگیر) شیخ زادہ بسطامی کے سپرد کر دیا گیا ، کہ سلطان محمد کی بہن اس کے گھر میں تھی - اس جماعت کی تنبیہہ ، جو نظام ماہین کے شریک تھی ، اس کے سپرد ہوئی - اس نے اس فتنے کو ٹھنڈا کر دیا[3] -

دوسرا فتنہ شہاب سلطانی تھا کہ جس کا خطاب نصرت خاں تھا ، اس نے تمام ولایت بدر کا مقاطعہ سو لاکھ (ایک کروڑ) تنکے میں لیا تھا - وہ اس کو پورا نہ کر سکا اور باغی ہو گیا اور بدر کے قلعے میں قلعہ بند ہو گیا - اس کے لیے دیوگیر کے قتلغ خاں متعین ہوا اور دہلی سے دوسرے امراء بھی اس کی کمک کے لیے بھیجے گئے - قتلغ خاں نے بدر کے قلعے کا محاصرہ کیا اور اس کے مال و اسباب کو قلعے سے نکال کر سلطان کے پاس بھیج دیا اور وہ فساد ختم ہو گیا[4] -

---

۱- مبارک شاہی ، (ص ۱۰۸) میں عین الملک کے بھائی شہر اللہ کی فوج کشی کا ذکر کیا ہے بدایونی (اردو اڈیشن ، ص ۸۱) بھی عین الملک کے بھائی کا نام لکھتا ہے ابن بطوطہ (۲/۱۶۰) میں عین الملک کے بھائیوں کے نام شہر اللہ ، نصراللہ اور فضل اللہ دیے ہیں -

۲- فرشتہ ، (ص ۱/۱۳۸) میں ہے کہ اس بغاوت میں سلطان محمد تغلق کا بھانجا شیخ زادہ نظامی بھی شریک تھا مہدی حسین ، (ص ۱۶۵) نے ۱۳۳۸ء (مطابق ۷۳۹ھ) میں اس بغاوت کا تعین کیا ہے فرشتہ ، (ص ۱/۱۳۸) اور مبارک شاہی ، (ص ۱۰۸) ۷۵۴ھ بتاتے ہیں- (ق)

۳- تاریخ کڑہ مانکپور کے مولف ، (ص ۹۰) نے لکھا ہے کہ نظام مائین نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا تھا - معلوم نہیں اس نے یہ بات کہاں سے لکھ دی - (ق)

۴- مہدی حسین ، (ص ۱۶۶) کے خیال میں یہ واقع ۷۴۰ھ/۱۳۳۸-۳۹ء میں ہوا - نیز دیکھیے مبارک شاہی ، ص ۱۰۸ بدایونی (اردو) ، ص ۸۱ ، فرشتہ ۱/۱۳۸ برنی ، ص ۴۸۸ -

ابھی اس واقعہ کو ایک مہینہ نہیں ہوا[1] تھا ، کہ ظفر خاں کے بھانجے علی شاہ[2] نے کہ جو امیرہ صدہ تھا اور دیو گیر سے تحصیل کے لیے گلبرگہ گیا تھا ، اس علاقے کو عاملوں سے خالی پایا تو اس نے اپنے بھائیوں کو جمع کیا ۔ گلبرگہ کے حاکم ہرن[3] کو قتل کر دیا اس کے مال و اسباب کو لوٹ لیا اور ولایت بدر میں داخل ہو گیا اور بدر کے نائب کو بھی قتل کر ڈالا اور اس ولایت پر قابض ہو گیا ۔ سلطان محمد نے قتلغ خاں کو اس کے دفع کرنے کے لیے مقرر کیا ۔ دہلی کے اکثر امراء اور دھار کی فوج کو حکم ہوا کہ قتلغ خاں کے ہمراہ جائے ۔ علی شاہ نے قتلغ کا سامنا کیا ، جنگ اور اور شکست کھائی ۔ وہ بدر کے قلعے میں محفوظ ہو گیا ۔ قتلغ خاں نے اس سے وعدہ کرکے مع اس کے بھائیوں کے اس کو قلعے سے باہر نکالا اور سرگ دواری میں سلطان کے پاس بھیج دیا ۔ سلطان محمد نے علی شاہ اور اس کے بھائیوں کو غزنین بھیج دیا ۔ جب وہ غزنین سے واپس آئے تو اس نے اس کے دونوں بھائیوں کو قتل کرا دیا[4] ۔ [۲۱۰]

اس کے بعد سلطان نے ارادہ کیا کہ دیوگیر کی مہم عین الملک کے سپرد کر دے اور قتلغ خاں کو دیوگیر سے طلب کر لے ۔ اس سے قبل دہلی کے نویسندگان کی ایک جماعت کہ جن پر خیانت کا الزام تھا اور ان کی بابت قتل کا حکم جاری ہو چکا تھا ، غلے کی گرانی کے بہانے سے دہلی سے باہر نکل آئی اور اودھ و ظفر آباد پہنچ کر عین الملک اور اس کے بھائیوں کی حمایت میں آ گئے ۔ سلطان اس بات سے ناراض ہوا ، لیکن اس کے اظہار کا موقع نہ تھا ۔ عین الملک نے سلطان کے مزاج میں تبدیلی دیکھی اور مشکوک ہوگیا ۔ اس دوران میں دیوگیر کی مہم ان کے سپرد

۱- یہ واقعہ بھی ۷۴۰ھ/۱۳۳۹ء میں ہوا (مہدی حسین ، ص ۱۶۶) ۔
۲- اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ، ص ۲/۹۲م) نے علی شیر بھی لکھا ہے
۳- برنی ، (ص ۴۸۸) میں ''بھیرن'' ہے ۔
۴- ملاحظہ ہو مہدی حسین ، ص ۱۶۶ ، مبارک شاہی ، ص ۱۰۸ - ۱۰۹ برنی ، ص ۴۸۸ - ۴۹۹ ، بدایونی (اردو) ، ص ۸۱ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ۲/۹۱م - ۹۳م ، ابن بطوطہ ۲/۱۷۳ ، فرشتہ ۱/ ۱۳۸ - ۱۳۹ ۔

ہوئی ، حکم ہوا کہ اپنی جماعت اور متعلقین کے ہمراہ دیوگیر جائیں ۔ اس نے حکم کو سلطان کی مکاری اور عیاری سمجھا اور اپنی حفاظت کی طرف متوجہ ہوا ۔

عین الملک نے سلطان کے حکم کے مطابق اپنے لشکر اور بھائیوں کو اودھ اور ظفر آباد سے طلب کیا ۔ ابھی اس کا لشکر راستے میں تھا کہ عین الملک ایک رات کو سرگ دواری سے نکل کر اپنے لشکر میں پہنچ گیا اور بغاوت کر دی ۔ اس کے بھائی چار ہزار سوار لے کر سرگ دواری کے نواح میں آ گئے اور سلطان کے ہاتھی اور گھوڑے جو جنگل میں چر رہے تھے ، ہنکا کر اپنے لشکرگاہ کو چلے ، سلطان نے پریشانی کی حالت میں سامانہ ، امروہہ ، برن اور کول سے لشکر طلب کیے اور احمد ایاز دہلی کے لشکر کو لے کر پہنچ گیا ۔ سلطان نے فوج کو ترتیب دے کر قنوج کی جانب کوچ کر دیا اور قنوج کے نواح میں مورچہ قائم کیا ۔ عین الملک اور اس کے بھائی بھی سلطان کے مقابلے میں لشکر لے کر آ گئے ۔

از غریدن زندہ پیلانِ مست
گرہ در گلوئے ہزبراں شکست
پدر با پسر کینہ برافراشتہ
عبابا شدہ بھر برخاستہ

انھوں نے بالگرنو کے گھاٹ سے دریائے گنگا کو عبور کیا ، جنگ ہوئی اور شکست پائی ۔ عین الملک گرفتار ہوا ، اس کے دونوں بھائی[1] مارے گئے ، اس کا لشکر بھی [۲۱۱] قتل ہوا ، جو تلواروں سے بچے وہ گنگا میں ڈوب گئے اور جو لوگ دریائے گنگا سے نکل گئے وہ دریا کے قریبی جنگل اور گڑھیوں (مواسات) میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں پڑ گئے اور قتل ہوئے ۔ جب عین الملک کو سلطان کے سامنے لائے ، تو حکم ہوا کہ اس کی ذات میں مطلق شرارت نہیں ہے ، لوگوں نے اس کو اس امر

۱- عین الملک کے ایک بھائی شہر اللہ کے نام کی صراحت ملتی ہے - بدایونی (اردو) ، ص ۸۲ ، مبارک شاہی ، ص ۱۱۰ -

پر مجبور کر دیا تھا ۔ عین الملک کو سامنے بلایا[1] ، تسلی دی اور خلعت سے سرفراز کیا ۔ بڑے بڑے علم اس کو عنایت کیے اس کے لڑکوں ، خدام اور متعلقین کو معاف کر دیا[2] ۔

سلطان بانگر ثونے بہرائچ گیا اور سپہ سالار مسعود شہید[3] کی (قبر) کی زیارت کی جو سلطان محمود غزنوی کے قرابت دار تھے ۔ ان بزرگ کے

۱- عین الملک کی بغاوت کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ۔ برنی ، ص ۴۸۹ - ۴۹۰ ، عفیف ، ص ۴۰۶ - ۴۰۷ ، مبارک شاہی ، ص ۱۰۹ - ۱۱۰ ، عصامی ، ص ۴۵۲ - ۴۵۵ ، ابن بطوطہ ، ۱۵۸/۲ - ۱۶۲ ، اکبر شاہ خان نجیب آبادی ۴۹۳/۲ - ۴۹۴ ، بدایونی (اردو) ، ص ۸۱ - ۸۲ ، فرشتہ ۱۳۹/۱ ، مہدی حسین ، ص ۱۶۶ - ۱۶۷ ، مہدی حسین نے اس بغاوت کا تعین ۷۴۱ھ/ ۱۳۴۰ء کیا ہے ۔ (ق)

۲- عین الملک ماہر و نہایت لائق اور تجربہ کار سیاست دان تھا ۔ وہ علاء الدین خلجی کے عہد میں دھار اور اجین کا گورنر رہا ۔ قطب الدین مبارک شاہ کے عہد میں اس کے عظمت و اقتدار میں اور اضافہ ہوا ۔ جب تغلق خاندان برسر اقتدار آیا ، تو اس وقت عین الملک کے منصب و مراتب میں کوئی فرق نہیں ہوا ۔ فیروز شاہ کے عہد میں وہ شرف الملک ہوا ۔ بعد ازاں وہ ملتان کا گورنر ہوا اور اس نے سندھ اور ملتان میں نظم حکومت کے قیام میں بڑی قابلیت کا ثبوت دیا ۔ وہ فوجی و مالی معاملات میں ماہر کامل تھا ، وہ علم و فضل میں بھی فضیلت تامہ رکھتا تھا ۔ اس کے خطوط کا مجموعہ الدجال میں منشآت ماہرو کے نام سے چھپ گیا ہے ۔ ملاحظہ ہو مقدمہ ”منشآت ماہرو“ از شیخ عبدالرشید ۔ (ق)

۳- سالار مسعود غازی برصغیر کے اولین غازی و شہید ہیں ، لیکن افسوس کہ ان کے حالات کسی مستند تاریخی ماخذ میں نہیں ملتے ۔ ان سے متعلق جو کتابیں مرآت مسعودی (عبدالرحمان چشتی) لکھی گئی ہیں ، وہ بہت بعد میں مرتب ہوئیں ۔ ان کی تاریخ پیدائش اور تاریخ شہادت میں بھی اختلاف ہے ، لیکن زیادہ تر ۴۲۴ھ میں شہید ہونا بیان کیا گیا ہے ۔ (ق)

روضہ کے مجاوروں اور ان فقیروں کو کہ جو اس کے چاروں طرف رہتے تھے ، کافی رقوم صدقہ دیں ۔ احمد ایاز کو بہرائچ روانہ کیا تاکہ لکھنوتی کا راستہ روک لے اور عین الملک کے لشکر کے بھاگے ہوئے سپاہیوں کو موقع نہ دے کہ وہ لکھنوتی پہنچ سکیں اور دوسرے لوگوں کو جو دہلی سے قحط کے سبب سے یا سلطان سے خائف ہو کر اودھ و ظفر آباد میں آباد ہو گئے تھے ، ان کے وطنوں کو واپس بھیج دے ۔ سلطان بہرائچ سے دہلی آیا اور احمد ایاز بھی اس مہم کو سر کر کے جس پر تعینات کیا گیا تھا ، سلطان کی خدمت میں پہنچ گیا ۔

سلطان کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ عباسی خلیفہ کی اجازت کے بغیر حکومت کرنی ناجائز ہے ، بلکہ اس کا ارتکاب حرام ہے ، وہ خلفائے عباسی کے پیرو تھا ۔ جب اس نے یہ سنا کہ مصر میں آلِ عباسی کا خلیفہ تختِ خلافت پر جلوہ گر ہے ، تو اس نے کمال الملک کی رائے سے اس خلیفہ کی غائبانہ بیعت کر لی اور دو تین مہینے تک خلیفہ کو عرضیاں روانہ کرتا رہا ، ان میں ہر قسم کے معاملات اور اپنی غائبانہ بیعت کا حال تحریر کیا اور شہر میں حکم دے دیا کہ (جب تک خلیفہ کا منشور نہ آ جائے) نماز جمعہ اور نماز عید موقوف رکھیں ۔ سکے میں اپنے نام کے بجائے خلیفہ کا نام ثبت کر دیا ۔ یہاں تک کہ ۷۴۴ھ میں [۲۱۲] حاجی سعید صرصری[1] مصر سے دہلی آیا اور خلیفہ کی جانب سے سلطان کے لیے منشور حکومت ، انعام اور خلعت لایا ۔ سلطان تمام امراء ، علماء اور مشائخ کے ہمراہ استقبال کے لیے گیا ۔ جب وہ نزدیک پہنچا ، تو پیادہ ہوگیا اور خلیفہ کے منشور کو سر پر رکھ لیا اور سعید صرصری کی قدم بوسی کی ۔ نہایت تواضع کا اظہار کیا اور خلیفہ کے سفیر کے ہمراہ پیدل چلا اور حکم دیا کہ شہر میں آئینہ بندی کی جائے اور خلیفہ کے منشور پر سونا چاندی نچھاور کیا ، نماز جمعہ و عیدین جو موقوف تھیں ، ان کی اجازت دے دی اور خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور ان بادشاہوں کے نام جو عباسی خلفاء کی اجازت کے بغیر حکومت کر چکے

۱- اکبر شاہ خاں نجیب آبادی (ص ۵۰۶) نے حاجی سعید حرمزی لکھا ہے ۔ (ق)

تھے ۔ خطبے سے لکاوا دے اور حکم دیا کہ زرافت کے کپڑے کے علموں اور عماروں کی پیشانیوں پر خلیفہ کا نام لکھا جائے ۔ حاجی سعید صرصری کے آنے کے بعد سلطان نے عرضداشت تحریر کی اور نفیس گوہر کہ جس کی مثال خزانے میں نہیں تھی ، دوسرے تحفوں اور ہدیوں کے ساتھ حاجی رجب برقعی کی معرفت خلیفہ کی خدمت میں بھیجی اور ملک کبیر سرجاندار کو جو سلطان کا غلام تھا اور حسنِ اخلاق ، بیدار مغزی ، کثرت عبادت اور شجاعت میں بے مثل تھا اور سلطان کی خدمت میں نہایت مقرب بھی تھا ، اس کو خلیفہ کی ملکیت میں دے کر روانہ کیا ۔ ملک کبیر سے ایک تحریر خلیفہ کی بندگی و اطاعت کے بارے میں تحریر کرائی اور اس کو حاجی رجب برقعی کی معرفت بھیجا اور اس کو ملک قبول خلیفتی خطاب دیا[1] ۔

۱۔ سلطان محمد تغلق نے دربار خلافت سے جس عقیدت کا اظہار کیا ہے ۔ وہ غلو کی حد تک پہنچ گیا ہے ۔ محمد تغلق ۷۲۵ھ میں تخت نشین ہوا ، تقریباً بیس سال کے بعد اس کو یہ خیال ہوا کہ خلیفہ مصر سے منشور حاصل کیا جائے ۔ یہ ظاہر ہے کہ ملک میں استحکام ختم ہوگیا ، ہر طرف بغاوتیں ہو گئیں علاقے اور صوبے نکل گئے ، علماء ، مشائخ ، صوفیہ ، خطیب اور اشراف و اکابر ، اعیان ، سادات ، بادشاہ سے بدظن اور منحرف ہوگئے ۔ ایسی صورت میں محمد تغلق کے ذہن میں یہ تدبیر آئی کہ لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لیے خلیفہ مصر سے تعلق اور عقیدت ظاہر کی جائے ۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں :

"بعض مصنفین کا خیال ہے کہ جب مسلمانوں کے مذہبی حلقوں بالخصوص علماء اور مشائخ میں سلطان کے خلاف بے چینی پیدا ہو گئی اور عوام بھی اس سے متاثر ہو کر سلطان سے برگشتہ ہونے لگے ، تو اس نے خلیفہ سے منشورہ حاصل کرنے کی کوشش کی تاکہ اس طرح مذہبی حلقے کی مخالفت کو ختم کر سکے" ۔ (سلاطینِ دہلی کے مذہبی رجحانات ، ص ۳۷۷) ۔

اکبر شاہ خان نجیب آبادی (ص ۵۱۱) میں بھی ادبی خیالات کا اظہار کیا ہے اور ڈاکٹر مہدی حسین (ص ۹) نے اس سلسلے میں مدلل اور تفصیلی بحث کی ہے ۔ (ق)

دو سال کے بعد پھر حاجی رجب برقعی اور مصری شیخ الشیوخ سلطان (محمد تغلق) کے پاس آئے اور نیابت کا منشور، خاص خلعت اور (عباسی) امیرالمومنین کا علم لائے۔ سلطان نے مع امراء و اکابر ان کا استقبال کیا۔ جب وہ (منشور کے) نزدیک پہنچا، تو پیادہ ہو گیا۔ اس نے خلیفہ کے منشور کو سر پر رکھا اور دروازے سے محل کے اندر آیا، امراء کو حکم دیا اور انہوں نے خلیفہ کے منشور کی بیعت کی۔ وہ (سلطان) قرآن، حدیث کی کتاب مشارق (الانوار) اور خلیفہ کا منشور [۲۱۳] ہمیشہ اپنے سامنے رکھتا تھا اور خلیفہ کے نام سے لوگوں سے بیعت لیتا تھا اور جو حکم سلطان کی طرف سے صادر ہوتا تھا وہ خلیفہ کی جانب منسوب ہوتا تھا، وہ کہا کرتا تھا کہ امیرالمومنین نے یہ حکم دیا ہے اور ایسا فرمایا ہے۔ چند روز کے بعد مصری شیخ الشیوخ کو رخصت کر دیا۔ ان کو انعام و اکرام بھی دیا اور بہت سا مال و جواہر برسم اطاعت شیخ الشیوخ کی معرفت کشتی کے راستے سے خلیفہ کی خدمت میں بھیجا۔

اس کے بعد دو مرتبہ اور خلیفہ کے منشور سلطان کے پاس بروچ اور کھنبایت میں آئے۔ اس نے ہر مرتبہ نہایت تعظیم و تکریم کی اور سونا چاندی نچھاور کیا[۱]۔

جب بغداد کا مخدوم زادہ[۲]، سلطان کے پاس آیا[۳] تو اس نے قصبہ

۱- اس سلسلے میں ملاحظہ ہو۔ برنی، ص ۴۹۲-۴۹۵، فرشتہ ۱/۱۳۹-۱۴۰۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی (ص ۲/۵۰۶-۵۱۱)۔ ابن بطوطہ ۲/۱۰۳-۱۰۵۔ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات (نظامی)، ص ۳۷۶-۳۸۰، مہدی حسین، ص ۱۶۸ و ما بعد نیز دیکھیے قصائد بدر چاچ کئی قصیدے اس سلسلے میں قابل مطالعہ ہیں۔ (ق)

۲- ابن بطوطہ نے اس مخدوم زادہ کا نام غیاث الدین بتایا ہے اور مترجم محمد حسین نے مخدوم زادہ کا سلسلہ نسب خلیفہ المستنصر باللہ (۶۲۳ھ-۶۴۰ھ) تک اس طرح ملایا ہے "غیاث الدین بن عبدالقادر بن یوسف بن عبدالعزیز بن خلیفہ المستنصر باشد"، (ابن بطوطہ ۲/۱۱۱)۔ (ق)

۳- فرشتہ (۱/۱۳۹) کی تحریر کے مطابق مخدوم زادہ ۷۴۴ھ کے بعد آیا ہے۔ (ق)

پالم تک کہ جو دہلی سے پانچ کوس کے فاصلے پر ہے ، اس کا استقبال کیا اور ایک لاکھ تنکہ ، ایک پرگنہ ، سیری کا محل اور اس زمین کا تمام محصول جو قلعے سے متعلق تھی ، دوسرے حوض اور باغات بھی اس کے انعام میں مقرر کر دیے ۔ جس وقت مخدوم زادہ سلطان کے پاس آتا ، سلطان تخت سے اتر کر چند قدم اس کے استقبال کے لیے جاتا اور اس کو اپنے پہلو میں تخت پر بٹھا لیتا اور اس کے سامنے نہایت ادب سے بیٹھتا[۱] ۔

جب سلطان محمد نے خلیفہ کا منشور حاصل کر لیا ، تو اپنے خیال میں وہ سلطنت کا مستحق ہو گیا اور نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ اس نے تمام کارہائے مملکت از سرِ نو شروع کیے اور پھر سرگ دواری[۲] میں مقیم ہو کر ملک کی آبادی اور زراعت کی ترقی کی طرف متوجہ ہوا ۔

ان معاملات کے لیے چند قواعد بنائے اور زراعت کا جو طریقہ اس کی طبیعت میں آتا ، اس کو ''اسلوب'' کہتا ۔ اس معاملے کے لیے علیحدہ محکمہ قائم ہوا ۔ اس کو دیوان کوہی کہا جاتا[۳] تھا ، لیکن ان ''اسالیب'' سے کچھ ترقی نہ ہوئی اور نہ کوئی نتیجہ برآمد ہوا ۔ منجملہ ان قوانین کے ایک یہ حکم تھا کہ تیس کوس لمبا اور تیس کوس چوڑا ایک قطعہ بنایا جائے اور اس قطعے کے اندر اگر غیر مزروعہ زمین ہے تو اس کو قابلِ کاشت بنایا جائے اور اگر قابلِ کاشت ہے تو معمولی (فصلوں) کی بجائے [۲۱۴] اعلیٰ فصلیں بوئی جائیں اور تقریباً سو شقدار اس کام کے لیے مقرر ہوئے ۔ بعض ان میں سے محتاج محض اور بعض حرص و طمع کے بندے تھے جنہوں نے انجام پر نظر نہیں کی اور زراعت کی ذمہ داریاں

۱- اس تعظیم و تکریم میں بھی سیاسی مصلحتیں زیادہ کارفرما تھیں ملاحظہ ہو ۔ فرشتہ ، ۱/۱۳۹ - برنی ، ص ۴۹۶ - ابنِ بطوطہ ، ۲/۱۱۱ - (ق)

۲- مؤلف نے اس طرح لکھا ہے کہ گویا منشور خلافت آیا اور اس کے بعد سلطان نے سرگ دواری میں قیام کیا ، حالانکہ واقعہ اس کے برعکس ہے - (ق)

۳- برنی (ص ۴۹۸) میں دیوان امیر کوہی لکھا ہے نیز دیکھیے - مہدی حسین (ص ۱۷۵) - (ق)

لیں ۔ تقاوی اور انعام کے عنوان سے بڑی بڑی رقمیں وصول کر لیں اور اپنے ضروری کاموں میں خرچ کر لیں ۔ اور سیاست کا انتظار کرنے لگے ۔ دو سال کی مدت[1] میں ستر اور چند لاکھ تنکے شاہی خزانے سے اس مد میں تقسیم ہوئے ۔ اگر سلطان ٹھٹھ کی مہم سے زندہ واپس آ جاتا ، تو وہ متصدیوں اور اس رقم کے لینے والوں میں سے ایک شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑتا ۔

دوسرا کام جو سلطان نے سرگ دواری میں اختیار کیا وہ یہ تھا کہ جدید عامل اور والی مقرر کیے اور پرانے متصدیوں (اہل کاروں) کو برخاست کر دیا ۔ جب سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ مرہٹ اور دیوگیر کی ولایتیں قتلغ خاں کے کارکنوں کی بد دیانتی اور ظلم سے خراب ہو گئی ہیں اور آمدنی صرف (دسواں حصہ) رہ گئی ہے ، تو سلطان نے مرہٹ کی ولایت کی سات کروڑ کی آمدنی کا اندازہ کر کے چہار شق بنا دیے اور چار شق دار سرورالملک[2] ، مخلص الملک ، یوسف بغرا[3] اور عزیز خمار متعین کیے گئے اور دیوگیر کی وزارت عماد الملک سریر سلطانی کے سپرد ہوئی اور نائب وزارت دھاراؤ[4] کے سپرد ہوئی جو تقاوی اور ''اسلوب ہائے سلطانی'' کا انچارج تھا ۔

قتلغ خاں کو مع جماعت و متعلقین دیوگیر سے طلب کر لیا[5] ۔ دیوگیر

۱- ۴۳ - ۱۳۴۲ء مہدی حسین (ص ۱۷۶) - (ق)

۲- برنی (ص ۵۰۱) اور مہدی حسین (ص ۱۷۶) میں ملک سرد و اقدار ہے - (ق)

۳- فرشتہ (ص ۱/۱۴۰) میں یوسف بغرا ہے - (ق)

۴- برنی (ص ۵۰۱) میں دھارا ہے - (ق)

۵- قتلغ خاں کو بلانے بدرچاچ بھیجا گیا تھا اس نے اپنے جانے کا ذکر اس شعر میں کیا ہے اور تاریخ نکالی ہے :

بسال ''دولت شد'' بود غرہ شعبان
کہ سوئے مملکت دیوگیر شد فرمان

''دولت شد'' سے ۷۴۵ھ برآمد ہوتے ہیں - (ق)

کے باشندے قتلغ خاں کے چلے آنے سے پریشان اور بد دل ہو گئے ، کیونکہ سلطان کی سیاست نے تمام اطراف کو گھیر رکھا تھا ۔ اور دیوگیر کے باشندے قتلغ خاں کی حمایت میں سیاست سے محفوظ (تھے) اور اس کے حسنِ سلوک سے راضی اور خوش حال زندگی گزار رہے تھے ۔ مولانا نظام الدین[1] کو جو بروج[2] میں تھے ، حکم ہوا کہ وہ دیوگیر میں جائیں اور جب تک کہ دیوگیر کے عمال وہاں پہنچیں ، وہاں کے کاموں کی ترتیب اور معاملات کی اصلاح ان کے ذمہ ہے اور خزانے کے متعلق کہ جو قتلغ خاں کی تحصیل سے [۵۰۲] وہاں جمع ہوا تھا ، اور راستے کے پرخوف ہونے کی وجہ سے دہلی لانا ناممکن نہ تھا حکم دیا کہ دھاراگیر[3] میں جو ایک مضبوط قلعہ ہے اور گویا کہ وہ ''قلعہ دولت آباد'' ہے ، محفوظ رکھیں ۔ اس کے بعد قتلغ خاں دہلی آ گیا ۔ عزیز خمار کو کہ جو اراذل میں سے تھا[4] ، مالوہ کی حکومت پر بھیج دیا اور رخصت کے وقت اس کو چند نصیحتیں کیں ، ان نصیحتوں کے دوران میں فرمایا کہ میں سنتا ہوں جس ولایت میں کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہے ، تو اس کا سبب اپنی ولایت کے امرائے صدگان ہوتے ہیں ۔ وہ اہلِ فتنہ کو تقویت پہنچاتے ہیں اور فساد کا سبب بنتے ہیں ۔ ان میں سے تم جس کسی کو شریر و فتنہ انگیز سمجھنا ، اس کو فوراً دفع کر دینا ۔ جب عزیز خمار ولایت دھار میں پہنچا

۱- مولانا نظام الدین المخاطب بہ عالم الملک برادر قتلغ خاں (فرشتہ ۱/ ۱۴۰) - (ق)

۲- بروج (بھروچ) - (ق)

۳- برنی (ص ۵۰۲) دھاراگیر - (ق)

۴- محمود احمد عباسی مؤلف تاریخ لکھتے ہیں کہ مالوہ کی حکومت پر جانے سے پہلے عزیز خمار امروہہ کا حاکم تھا اور نہایت منتظم اور بیدار مغز حاکم تھا ۔ امروہہ کے قریب قصبہ عزیز پور اسی کا آباد کیا ہوا تھا ۔ عزیز خمار کے خاندان کے اکثر لوگ امروہہ میں توطن پذیر ہو گئے اور ابتدائے عہد مغلیہ تک اپنے نام کے ساتھ خمار لکھتے رہے (تاریخ امروہہ ، جلد اول ، ص ۳۸) امروہہ اور اس کے قرب و جوار میں ''خمرے'' بھی آباد ہیں ممکن ہے کہ خمار اور خمروں میں کوئی تعلق ہو ۔ (ق)

اور وہاں کے انتظامات میں مشغول ہوا ، تو اس نے اس اندیشہ سے امیر صدہ کے اسّی سے زیادہ امراء کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا ، اور اس بات کا خیال نہ کیا کہ گجرات و دکن کے امیر صدہ ، اس امر سے خوف زدہ ہو کر فتنہ انگیزی برپا کر دیں گے ۔ اس زمانے میں امیر صدہ یوزباشی (سو آدمیوں کا سردار) کو کہتے ہیں ۔

مختصر یہ کہ عزیزا خمار[1] نے جب اس واقعہ کو تحریر کر کے سلطان کے پاس روانہ کیا ، تو وہ اس خبر سے بہت خوش ہوا ، اس کو فرمان روانہ کیا اور خاص خلعت عنایت کیا ۔ امراء کو حکم دیا کہ ہر شخص عزیز خمار کو (اس بارے میں) تحسین نامے لکھے اور اس کے لیے گھوڑا اور خلعت بھیجیں ۔ اس امیر خمار اور چند دوسرے لوگوں کو کہ جو ذلیل قسم کے آدمیوں میں سے تھے ، سلطان نے اپنے تقرب کا شرف بخشا اور ان کے مراتب اکثر امراء سے بلند کر دیے تھے[2] ۔ چنانچہ بجنا مطرب[3]

۱- برنی نے بطور تحقیر عزیز خمار نام لکھا ہے نام عزیز الدین تھا خطاب عزیز الملک تھا ۔ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے خمار اور کلال کو ہم معنی قرار دیا ہے اور عزیز کو کلال لکھا ہے ۔ (دیکھیے آئینہ حقیقت نما ، ۵۱۵/۲ - ۵۱۶) ۔ (ق)

۲- ضیاء الدین برنی ذلیل اور شریف کے پردے میں ملکی اور غیرملکی کے فرق کو چھپا رہا ہے ۔ محمد تغلق باہر سے آنے والے مسلمانوں کی سازشوں ، بغاوتوں اور فتنہ انگیزیوں سے نالاں تھا ، لہذا اس نے ہندی الاصل مسلمانوں کو عہدے اور منصب دیے ۔ یہ بات ضیاء الدین برنی کو ناگوار ہے اور وہ ذلیل و شریف کے نظریے کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے ۔ دیکھیے اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ، ص ۵۱۵/۲- ۵۱۸ ۔ (ق)

۳- برنی (ص ۵۰۵) میں ''نجبا'' تاریخ امروہہ (از محمود احمد عباسی ، جلد اول ، ص ۲۵۱) میں ''بجنا'' فرشتہ (۱۴۰/۱) میں ''لجیان'' کنز التاریخ (تاریخ بدایوں از رضی الدین بسمل ، ص ۲۲۰ - ۲۲۱) میں ''پخیناں بھگت باز ہے'' ہے ۔ (ق) ملاحظہ تاریخ گجرات ، ص ۳۷۹ ۔

بچہ (گوبے بچہ) کو ولایت گجرات ، ملتان اور بدایوں سپرد کر دی تھیں اور مالی کے لڑکے کو کہ جو انتہائی کمینہ آدمی تھا ، دیوان وزارت مقرر کر دیا تھا[1] اور فیروز حجام ، مکا باورچی[2] ، لدھا مالی اور شیخ بابو اور مانک[3] باخندہ بچہ کو اپنی قربت سے ممتاز کیا تھا ۔ بڑے بڑے عہدے اور علاقے ان کے سپرد کر دیے تھے ۔ احمد ایاز کے غلام مقبل[4] نامی کو کہ جو صورت و سیرت میں اس کے غلاموں میں سب سے بدتر تھا ، گجرات کی وزارت دے دی تھی ۔ سلطان محمد کا یہ خیال تھا کہ جب [۲۱۶] میں کم تر اور حقیر آدمیوں کو مقرر بنا دوں گا تو وہ خود کو میرا تربیت کردہ سمجھ کر مجھ سے منحرف نہ ہوں گے ، لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ کمینے کی طبیعت ہرگز تبدیل نہیں ہوا کرتی اور اس سے سلطنت کے کام انجام کو نہیں پہنچ سکتے ۔ سلطان اس بات سے ناواقف تھا ۔

بیت

سر ناکساں را بر افراشتن
و زیشاں امید بہی داشتن
سر رشتہ خویش گم کردن است
بجیب اندروں مار پروردن است

جب عزیز خمار کا کچھ یہ ظالمانہ برتاؤ کو ، جو اس نے اطراف و جوانب کے امرائے صدہ کے ساتھ کیا تھا ، دیکھ کر ہر جگہ کے امیر صدہ ہوشیار ہو کر وقت اور موقع کا انتظار کرنے لگے ۔

۱- کنز التاریخ (ص ۲۲۱) میں پیر اہاغباں نام دیا ہے ۔
۲- برنی (ص ۵۰۵) میں "منکا" ، فرشتہ (ص ۱/۱۴۰) میں "میکای" (تاریخ امروہہ ، جلد اول ، ص ۲۵۱) میں "منکا" ہے ۔ (ق)
۳- مؤلف طبقات اکبری نے بابو اور مالک دو علیحدہ شخص قرار دیے ہیں حالانکہ یہ ایک ہی شخص ہے ۔ "بابو نایک بچہ" دیکھیے برنی (ص ۵۰۵) ۔ فرشتہ (۱/۱۴۰) نے "بابو مالک بچہ" لکھا ہے ۔ (ق)
۴- یہ بدایوں کا بھی حاکم رہا تھا (کنز التاریخ ، ص ۲۲۱) ۔ مہدی حسین (ص ۱۷۷) ۔ (ق)

اس دوران میں گجرات کا نائب ملک مقبل سلطانی گھوڑوں اور خزانوں کے ساتھ جو گجرات میں جمع کیے تھے ، دبوسی[1] اور بروڈہ کے راستے سے دہلی آ رہا تھا ۔ گجرات کے امیر صدگان نے اس سامان کو کہ جو ملک مقبل کے ساتھ ، لوٹ لیا تھا اور سوداگروں کا مال و اسباب بھی کہ جو اس کے ہمراہ تھے ، غارت و تاراج کر دیا ۔ ملک مقبل ، جمعیت چھوڑ کر یک و تنہا نہروالہ پہنچا ۔ سلطان کو یہ خبر سن کر غصہ آ گیا اور اس نے گجرات جانے کا ارادہ کر لیا - ہرچند قتلغ خاں نے عرض کیا کہ دیوسی اور بڑودہ کے امرائے صدہ کا معاملہ ایسا نہیں ہے کہ سلطان خود اس کے دفعیہ کے لیے جائے ، لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ ضیائے برنی مؤلف تاریخ فیروز شاہی لکھتا ہے کہ قتلغ خاں نے میری معرفت سلطان سے عرض کیا تھا کہ حضور کی بدولت اتنی فوج اور ہمت رکھتا ہوں کہ میں ان فتنوں کو ختم کر سکتا ہوں ۔ سلطان کا اس فتنے کے فرو کرنے کے لیے جانا دوسرے غلاموں میں فتنہ و فساد پیدا ہونے کا سبب بن جائے گا[2] ۔

بیت

بنے شاہ اگر آفتابی کند
ہرجا کہ افتد خرابی کند

سلطان نے اس کی درخواست کو قبول نہیں کیا اور فوج کے آراستہ ہونے کا حکم دے دیا - [۲۱۷] اور اپنے چچا زاد بھائی ملک فیروز کو ملک کبیر احمد[3] ایاز کے ہمراہ اپنی عدم موجودگی کے زمانے میں دہلی میں بطور نائب چھوڑا ۔ خود دہلی سے کوچ کیا ۔ قصبہ سلطان پورہ میں میں جو پندرہ کوس کے فاصلے پر ہے ، جا کر قیام کیا[4] اور وہاں لشکر

۱- برنی (ص ۵۰۷) میں ''دبھوئی'' ۔ فرشتہ (۱/۱۴۱) میں دبوی ہے ۔ ڈاکٹر مہدی حسین (ص ۱۸۲) نے ''دبھوئی'' لکھا ہے - (ق)

۲- برنی ، ص ۵۰۸ -

۳- ملک کبیر اور احمد ایاز دو علیحدہ شخص ہیں (برنی ، ص ۵۰۹ ؛ مہدی حسین (ص ۱۸۲) -

۴- فروری ۱۳۴۵ء (مہدی حسین ، ص ۱۸۲) -

جمع کیا ، اس مقام پر عزیز خمار کی عرض داشت پہنچی کہ دیوسی اور بروڈہ کے امیر صدہ نے فتنے برپا کر دیے ہیں ۔ میں ان سے زیادہ نزدیک ہوں ۔ دھار کی فوج کو مرتب کر کے ان کے دفعیہ کے لیے روانہ ہو رہا ہوں ۔ سلطان کو اندیشہ ہوا ۔ اس نے کہا کہ عزیز جنگ کا طریقہ نہیں جانتا ، عجب نہیں کہ وہ مارا جائے ۔ اس کے بعد ہی یہ خبر پہنچی کہ جب عزیز باغیوں کے مقابلے پر آیا ، تو حواس باختہ ہو کر گھوڑے سے گر پڑا ۔ باغیوں نے اس کو گرفتار کر کے بری طرح قتل کر دیا ۔ سلطان (پھر) سلطان پورے روانہ ہوا ۔ ضیائے برنی کہتا ہے کہ سلطان نے گجرات روانہ ہوتے وقت مجھ سے کہا کہ اگرچہ لوگ کہتے ہوں گے کہ سیاست سلطانی (سزائے موت) کی وجہ سے فتنے پیدا ہوتے ہیں ، لیکن میں لوگوں کے کہنے اور فتنے برپا ہونے کے باوجود سزا دینا ترک نہیں کروں گا ۔ اس کے بعد فرمایا کہ تو نے تاریخ پڑھی ہے ۔ تو جانتا ہے کہ بادشاہوں کو سیاست (سزائے موت) دینی کتنے موقعوں پر مناسب ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ تاریخ کبری[1] میں مذکور ہے کہ بادشاہ کو سات موقعوں پر سیاست (سزائے موت دینی) سے کام لینا ضروری ہے :

(۱) وہ شخص جو دین حق (اسلام) سے برگشتہ ہو جائے ۔

(۲) وہ شخص جو عمداً خون ِ ناحق کرے ۔

(۳) شادی شدہ مرد (عورت سے) یا شادی شدہ عورت (مرد) سے زنا کرے ۔

(۴) جو سلطان سے بغاوت کا ارادہ کرے ۔

(۵) جو فتنہ بغاوت کا آغاز اور سربراہی کرے ۔

(۶) رعایا میں سے وہ شخص جو مخالفوں اور باغیوں کی مدد کرے ، ان کے لیے اسلحہ فراہم کرے اور ان کو خبریں پہنچائے ۔

(۷) وہ شخص جو سلطان کے حکم کو ذلیل کرے اور پوری طرح حکم کی تعمیل نہ کرے ۔

۱- تاریخ کسروی (برنی ، ص ۵۰۹) ۔ فرشتہ (ص ۱/ ۱۵۱)

اس کے بعد (سلطان نے) فرمایا کہ اس سیاست (قتل) میں کتنی باتیں حدیث کے مطابق ہیں ۔ میں نے عرض کیا کہ ان سات موقعوں کی سیاست (قتل) میں تین سیاستیں (قتل) حدیث کے مطابق ہیں : ارتداد ، قتلِ مسلم اور زنا ۔ دوسری چار سیاستیں (قتل) ملک کی اصلاح کے لیے بادشاہ کے لیے مخصوص ہیں ۔ سلطان نے فرمایا [۲۱۸] کہ پہلے زمانے میں لوگ نیک افعال اور راست گفتار ہوتے تھے ۔ اس زمانے میں فسادات کی وجہ سے میرے لیے سیاست (سزائے موت) ضروری ہے تاکہ مخلوق درست ہو جائے اور سرکشی و بغاوت چھوڑ دے ۔

میرے پاس ایسا کوئی وزیر کامل نہیں ہے کہ جو ملک کا انتظام صحیح اور درست کر سکے اور خوں ریزی کی ضرورت پیش نہ آئے ۔

جب سلطان کوہ آبھو پر جو گجرات کی سرحد ہے ، پہنچا تو اس نے ایک امیر کو نامزد کیا[1] ۔ باغی جنگ کرنے کے بعد اس کے سامنے سے فرار ہوگئے اور انھوں نے دیوگیر کا راستہ لیا ۔ سلطان آبھو سے بھروچ پہنچا اور نائب وزیر مملکت ملک قبول کو بھروچ کے امیر صدگاں کے ہمراہ ان مفروروں کے تعاقب میں بھیجا ۔ ملک قبول نے دریائے نربدا کے کنارے ان کو جا پکڑا ۔ ان میں سے اکثر کو قتل کیا اور ان کی اولاد اور متبعین کو گرفتار کر لیا ۔ ان میں سے جو زندہ بچ کر نکل گئے وہ کوہ سالیر مولیر کے حاکم مانڈیو کے پاس پہنچے ۔ مانڈیو نے بھی ان کو لوٹا اور تباہ کر دیا اور گجرات سے ان کا فتنہ کلیتاً ختم ہوگیا ۔

ملک قبول چند روز تک دریائے نربدہ کے کنارے مقیم رہا اور بھروچ کے اکثر امیر صدگان کو (سلطانی) حکم کے مطابق قتل کر دیا[2] اور جو تھوڑے سے باقی رہ گئے تھے وہ مختلف اطراف میں منتشر ہو گئے ۔ سلطان نے کچھ عرصے تک بھروچ میں قیام کیا اور بھروچ ، کھنبایت اور گجرات کے تمام علاقوں کا مال جو لوگوں کے پاس تھا ، حاصل کرکے

۱- اپریل ۱۳۴۵ء (مہدی حسین ، ص ۱۸۲) ۔
۲- متن میں "بقتل رسانیدہ" جو طباعت کی غلطی ہے ۔ برنی (ص ۵۱۲) میں "بقتل فرارسانید" ہے ۔

خزانے میں داخل کیا اور جو لوگ فتنہ پردازی میں مشغول تھے ، ان کو قتل کرا دیا ۔ زین بندہ کہ جس کا مجد الدین[1] تھا اور رکن تانیسری (تھانیسری) کے بیٹے کو کہ جو اس زمانے کے شریر ترین لوگوں میں سے تھے ، دیوگیر کے لیے نامزد کیا تاکہ وہاں کے باغیوں کو گرفتار کر کے قتل کر دیں ۔ ان علاقوں کے عوام کہ جنھوں نے سلطان محمد کے قتل کرانے کی خبریں سنیں تھیں ، مضطرب و پریشان ہو گئے ۔

سلطان نے ان کے بعد ایک اور امیر دیوگیر روانہ کیا اور قتلغ خاں کے بھائی مولانا نظام کو فرمان لکھا کہ ہزار اور پانسو سوار تیار کر کے وہاں کے مشہور امیر صدگان کو ان دونوں امیروں کے ہمراہ ہمارے حضور میں بھیج دیں ۔ مولانا نظام نے ہزار اور پانسو سواروں کو [۲۱۹] وہاں کے امیر صدگان کے ہمراہ ان دونوں امیروں کی معیت میں سلطان کے حسب الحکم بھیج دیا ۔ پہلی منزل پر امیر صدگان اور سواروں نے خوف و ہراس کی وجہ سے آپس میں اتفاق کر کے ان دونوں امیروں کو قتل کر دیا اور مولانا نظام کو قید کر لیا ۔ سلطان کی طرف سے جو افسر ان دیوگیر میں مقرر تھے ، ان کو بھی قتل کر دیا ۔ رکن الدین تانیسری کے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور جو خزانہ دھاراگر میں تھا اس پر قبضہ کر لیا ۔ ملک مل افغان کے بھائی ملک مخ کو تخت نشین کر دیا ۔ خزانہ سواروں اور پیادوں میں تقسیم کر دیا ۔ مرہٹ کی ولایت کو باغیوں نے آپس میں تقسیم کر لیا ۔ ملک مخ افغان کے ناصر و مددگار اور دبولی[2] بروده کے امیر صدگان سب دیوگیر میں جمع ہوئے اور وہاں کی تمام خلق ان سے متفق ہو گئی ۔ سلطان نے جب یہ خبر سنی ، تو بھروچ سے الر کوچ کر کے دیوگیر پہنچا ۔ فتنہ انگیزوں نے سلطان کا مقابلہ کیا ۔ جنگ ہوئی اور شکست کھائی ۔ ان میں سے بہت سے مارے گئے اور افغان جو باغیوں کا سردار تھا ، اپنے اعوان و انصار کے ہمراہ قلعہ دھاراگر میں قلعہ بند ہوگیا ۔ حسن کانگو[3] اور مخ افغان کے بھائی فرار

مجد الملک (برنی ، ص ۵۱۳) ۔

پیچھے (متن ، ص ۲۱۶) میں بھی مقام "دبوسی" لکھا گیا ہے ۔ (ق)

بانی بہمنی سلطنت کا بانی ہوا ۔ (ق)

ہو کر گلبرگہ کی طرف چلے گئے ۔ دیوگیر کے خاص و عام برباد ہوئے ۔ سلطان محمد نے عماد الملک سرتیز سلطانی کو دوسرے امراء کے ہمراہ گلبرگہ بھیج دیا تاکہ وہ اس ولایت پر قبضہ کر لیں اور فسادیوں میں سے جس کسی کو فرار ہوتے پائیں قتل کر دیں ۔ دیوگیر کے اکثر باشندوں کو نوروز کرگن کے ساتھ دہلی بھیج دیا ۔ فتح نامہ بھی بھیجا جو دہلی میں منبر پر پڑھا گیا اور شادیانے بجوائے گئے ۔ سلطان خود دیوگیر اور مرہٹ کی مہمات کی طرف متوجہ ہوا[1] ۔

وہ ابھی ان مہمات سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ خبر پہنچی کہ طغی حرام خور جو سلطان کا غلام تھا اور بہادری و لشکر شکنی میں مشہور تھا ، اپنی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگا کر سرکشی پر آمادہ ہو گیا ہے ۔ اس نے گجرات کے امیر صدگان اور زمینداروں کو [۲۲۰] اپنے ساتھ ملا لیا ہے اور نہروالہ آ گیا ہے ۔ اس نے ملک مظفر کو جو شیخ معز الدین کا نائب تھا ، قتل کرا دیا ۔ اور شیخ معزالدین کو دوسرے کارکنوں کے ہمراہ قید کر دیا ۔ وہ وہاں سے ایک گروہ کے ہمراہ کنبایت پہنچا اور کنبایت کو تاراج کر کے بھروچ گیا اور اس وقت اس نے قلعہ بھروچ کا محاصرہ کر لیا ۔

جب سلطان نے یہ خبر سنی ، تو خداوند زدہ قوام الدین ، ملک جوہر ، شیخ برہان بلارامی اور ظہیرالجیوش کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ دیوگیر میں چھوڑا اور خود نہایت عجلت کے ساتھ بھروچ کی طرف چل دیا اور دیوگیر کے باشندوں میں سے جو بھی باقی رہ گیا تھا ، سب کو ہمراہ لیا ، جب وہ بھروچ پہنچا اور دریائے نربدہ کے کنارے قیام کیا ، تو طغی بھروچ کو چھوڑ کر کنبایت چلا گیا ۔ سلطان نے ملک یوسف بغرا ایک عظیم لشکر کے ہمراہ اس کے تعاقب میں روانہ کیا ، جب ملک یوسف کنبایت پہنچا ، تو طغی مقابلے پر آ گیا ، جنگ ہوئی اور ملک یوسف بغرا سے چند مشہور سرداروں (معارف) کے اس لڑائی میں مارا گیا ۔

۱- ڈاکٹر مہدی حسین (ص ۱۸۷) کی رائے ہے گجرات کی مہم جنوری ۱۳۴۵ء میں شروع ہوئی اور اس مہم کا سلسلہ ۱۳۴۵ء سے ۴۷ تک رہا ۔

کے لشکر کے آدمی بھاگ کر سلطان کے پاس بھروچ پہنچے اور طغی نے شیخ معزالدین اور دوسرے کارکنوں کو جنھیں قید کر لیا تھا ، قتل کرا دیا ۔ سلطان فوراً دریائے نربدہ کو عبور کر کے کنبایت کی جانب روانہ ہوا ۔ طغی کنبایت سے فرار ہو کر اساول پہنچا ۔ جب سلطان قریب پہنچا ، تو وہ اساول سے نہروالہ بھاگ گیا ۔ سلطان متواتر بارش کی وجہ سے اساول میں ایک ماہ تک مقیم رہا ۔ اس دوران میں خبر پہنچی کہ طغی اپنے گروہ کے ہمراہ نہروالہ سے اساول کی طرف چلا گیا اور کری میں مقیم ہو گیا ہے ۔ سلطان عین بارش میں اساول سے چل پڑا اور کری[1] پہنچا ۔ جب طغی اور اس کے لشکر نے دیکھا کہ سلطان کا لشکر آ گیا ہے ، تو سب شرابیں پئے ہوئے فدائیوں کی طرح سلطان کی خاص فوج پر ٹوٹ پڑے[2] ۔ چونکہ سامنے ہاتھی تھے ، انھوں نے روکا اور ان کا کوئی کام نہ بن سکا ۔ مجبوراً واپس ہو کر وہیں نزدیک جو درختوں کے جھنڈ تھے ۔ [۲۰۱] ان میں چلے گئے اور وہاں سے نہروالہ روانہ ہوگئے ۔ تقریباً پانسو باغی جو طغی کے لشکر میں رہ گئے تھے ، زندہ ہاتھ آئے اور وہ سب قتل کرا دیے گئے ۔

سلطان محمد نے ملک یوسف بغرا خاں کے لڑکے[3] کو ایک بڑا لشکر دے کر ان کے تعاقب میں نہروالہ کی طرف بھیجا ۔ جب رات ہوئی ، تو ملک یوسف کے لڑکے نے راستے میں قیام کیا ۔ طغی اپنے اہل و اعیال اور دوسرے باغیوں کو نہروالہ سے نکال لایا اور دریائے رن سے گزر کر کنت[4] کی طرف جو علاقہ کچھ میں ہے چلا گیا ۔ چند روز وہاں قیام کر کے وہ ٹھٹھہ بھاگ گیا ، تین روز کے بعد سلطان نہروالہ آیا اور سہکسنگ[5] حوض کے کنارے قیام کیا اور ولایت گجرات کے انتظام میں

۱- گڑھی (فرشتہ ۱/۱۴۲) ۔

۲- مہندی حسین (ص ۱۸۶) لکھتے ہیں کہ یہ لڑائی نکل پور میں ہوئی جو پٹن سے ۱۲ کوس کے فاصلے پر ہے ۔ (ق)

۳- اس کا نام خضر تھا (مہدی حسین ، ص ۱۸۶) ۔

۴- گنت براہی (مہدی حسین ، ص ۱۸۶) ۔

۵- سہسلنگ (مہدی حسین ، ص ۱۸۷) ۔

مشغول ہوا ۔ گجرات کے مقدم اور رایان ہر طرف سے آنے لگے ۔ انھوں نے نذریں پیش کیں اور خلعت و انعام سے سرفراز ہوئے ۔ سلطان کی کوشش اور انتظام سے گجرات کا اضطراب ختم ہو گیا ۔ طغی کے لشکر کے چند نامور سردار اس سے علیحدہ ہو کر میری منڈل[1] کے رانا کی پناہ میں آ گئے ۔ منڈل کے رانا نے ان کو قتل کرا دیا اور ان کے سر سلطان کے پاس بھیج دیے ۔

ابھی سلطان گجرات کے نظم و ضبط میں مشغول تھا کہ خبر پہنچی کہ حسن کانگو اور دوسرے باغی کہ جو اس سے پہلے دیوگیر میں شکست کھا کر متفرق ہو گئے تھے ، اب ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں اور انھوں نے سرتیز سلطانی عماد الملک کو قتل کر دیا ہے اور اس کا لشکر منتشر ہو گیا ہے ۔ خداوند زادہ قوام الدین ، ملک جوہر اور ظہیرالجیوش دیوگیر سے دھاراگر کی طرف چلے گئے اور حسن کانگو نے دیوگیر میں آ کر چتر رکھ لیا ہے اور تخت نشین ہو گیا ہے ، اور اپنا خطاب سلطان علاء الدین مقرر کیا ہے ۔ قلعہ دھاراگر کے محافظین بھی اس سے مل گئے ہیں اور ایک بڑا فتنہ پیدا ہو گیا ہے ۔

سلطان نے جب یہ خبر سنی ، تو پھر غور و فکر کے بعد سمجھ گیا کہ یہ جو فتنے یکے بعد دیگرے [۲۲۲] پیدا ہو رہے ہیں ، وہ لوگوں کو میرے کثرت سے قتل کرانے کی وجہ سے ہیں ۔ وہ جب تک چند روز نہروالہ میں رہا اس نے اپنے ہاتھ کو قتل کرانے سے روکے رکھا ۔

بیت

چو نرمی کنی خصم گردد دلیر
وگر خشم گیری شوند از تو سیر
درشتی و نرمی بہم در بہ است
چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است

۱- منڈل وٹیری (برنی ، ص ۵۲۰) ۔ مہدی حسین (ص ۱۸۸) "منڈل پٹری" لکھتے ہیں ۔

اس دوران میں سلطان نے ملک فیروز ، احمد ایاز ، ملک غزنین[۱] ، امیر قتلیغ[۲] اور صدر جہاں کو ان کے لشکروں کے ہمراہ دہلی سے طلب کر لیا تاکہ ان کو حسن کانگو کی تادیب کے لیے بھیجے - وہ سب بڑی جمعیت کے ساتھ سلطان کی خدمت میں پہنچے - چونکہ متواتر یہ خبر پہنچی کہ حسن کانگو کے پاس بے شمار فوج جمع ہو گئی ہے ، لہذا سلطان نے ان لوگوں کو بھیجنا موقوف کر دیا اور یہ ارادہ کیا کہ گجرات کی مہم اور کرنال (گرنار) کی فتح سے کہ جس کا نام اس زمانے میں جوناگڑھ ہے ، فارغ ہونے کے بعد وہ خود حسن کانگو کا دفعیہ کرے گا - اس وجہ سے اس نے دو سال گجرات میں گزارے - پہلے[۳] سال ملک کے انتظام اور لشکر کی فراہمی و تنظیم میں مشغول رہا اور دوسرا سال[۴] قلعہ جوناگڑھ کی فتح میں لگا - اس نے کرنال (جوناگڑھ) کا قلعہ مع مضافات قبضے میں لے لیا اور اس نواح کے سارے مقدم اور رایان مطیع ہوگئے اور حاضر خدمت ہوئے ، اور کنکارہ[۵] بھی جو ولایت کچھ کا راجا تھا ، سلطان کی خدمت میں آیا -

ضیائے برنی لکھتا ہے کہ[۶] سلطان نے اس وقت مجھ سے کہا کہ میری مملکت میں متضاد امراض پیدا ہوگئے ہیں - اگر ایک کا علاج کرتا ہوں تو دوسرا مرض غالب آ جاتا ہے - 'تو نے تاریخ کی کتابیں دیکھی اور پڑھی ہیں ، اس معاملے میں تیری رائے میں کیا علاج ہونا چاہیے ؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ اگر بادشاہوں سے رعایا کو نفرت پیدا ہو جاتی تھی اور فتنے اٹھنے لگتے تھے ، تو وہ اپنے لڑکے ، بھائی

۱- ملک بہرام غزنین (برنی ، ص ۵۲۰) -

۲- امیر قتبغہ (برنی ، ص ۵۲۰ و ۵۸۴ - ۵۸۵) ، مہدی حسین (ص ۱۸۹) - برنی (ص ۵۸۵) سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر قتبغہ امیر سہاں بھی لکھا جاتا ہے ، مؤلف طبقاتِ اکبری نے اس کو امیر قتلیغہ اور صدر جہاں بنا دیا ہے - (ق)

۳- جون تا اکتوبر ۱۳۴۸ء (مہدی حسین ، ص ۱۹۰) -

۴- جون تا اکتوبر ۱۳۴۹ء (مہدی حسین ، ص ۱۹۰) -

۵- کھنگار (برنی ، ص ۵۲۱) و مہدی حسین (ص ۱۹۰) -

۶- برنی ، ص ۵۲۱ - ۵۲۲ -

جس کو سلطنت کے قابل سمجھتا تھا اپنی بجائے (تخت سلطنت) پر بٹھا دیتا
تھا اور خود گوشہ نشین ہو جاتا تھا ۔ بعض نے ایسے مرض کا علاج
[۲۲۳] ان اعمال کو ترک کر دینا تجویز کیا ہے کہ جن سے رعایا متنفر
ہو ۔ سلطان نے جواب دیا کہ میرے تو کوئی ایسا لڑکا ہی نہیں ہے کہ
میرا قائم مقام ہو سکے اور میں سزائے موت دینے کو ترک نہیں کروں گ
اور جو ہونا ہے وہ ہوگا ۔

سلطان گوندل میں کہ جو کرنال (کرنار) سے پندرہ کوس پر ہے بیا
ہو گیا اور قبل اس کے کہ وہ گوندل میں آئے چونکہ ملک کبیر نے دہلی
میں وفات پائی تھی ، لہذا (اس نے) احمد ایاز اور نائب وزیر ممالک
ملک قبول کو دہلی بھیج دیا ۔ خداوند زادہ ، مخدوم زادہ اور دوسرے
امراء کو دہلی سے گوندل طلب کیا ۔ جب وہ گوندل پہنچا ، تو وہ سب
بھی مع اپنے اہل و اعیال اور لشکریوں کے پہنچ گئے ۔ سلطان کے پاس
بہت جمعیت اکٹھی ہو گئی اور لشکر آراستہ ہو گیا ۔ مرض سے بھی
صحت ہوگئی ۔

اس کے بعد دیپال پور ، ملتان ، اچہ اور سیوستان سے کشتیاں ٹھ
کے لیے طلب کیں اور (سلطان) گوندل سے چل پڑا اور دریا کے کنار
آ گیا ، لشکر اور ہاتھیوں کے ساتھ دریا کو عبور کر کے دوسرے کنار
پر پہنچا ۔ اس اثناء میں التون بہادر پانچ ہزار مغل سواروں کے ہمراہ
جو امیر قرغن کے پاس سے آئے تھے ، سلطان کی خدمت میں پہنچ گ
سلطان نے اس کے اور اس کے لشکر کے ساتھ نہایت مہربانی اور لوازش
کیں اور وہ وہاں سے سومروں¹ اور باغی طغی کی بیخ کنی کے لیے
جو ان (سومروں) کی پناہ میں چلا گیا تھا ، ٹھٹھ کی طرف روانہ ہوا ۔ ج
ٹھٹھ تیس کوس رہ گیا تو عاشورہ کا دن (۱۰ محرم) تھا ۔ اس دن اس
روزہ رکھا اور افطار کے وقت مچھلی کھائی اور بخار کا مرض جو پہلے
عود کر آیا (بخار کے) باوجود وہ کشتی میں بیٹھا اور متواتر کوچ کر
ٹھٹھ سے چودہ کوس کے فاصلے پر پہنچ گیا اور مرض کے غلبے کی و

۱- سومروں کی طاقت ابھی موجود تھی اور سمہ بھی اقتدار کے
ہاتھ پیر مار رہے تھے ۔ (ق)

سے وہاں قیام کیا ۔ مرض روز بروز بڑھتا گیا ، یہاں تک کہ اکیسویں محرم ۷۵۲ھ[1] کو اس کا انتقال ہو گیا ۔ اس کی مدت سلطنت ستائیس سال ہوئی ۔ ضیائے برنی نے اپنی تاریخ میں (سلطان کا) یہ مرثیہ[2] لکھا ہے[3] ۔

نظم

مایہ زہر است ، شرب عالم را
میوہ مرگست ، تخم آدم را
[۳۲۳] ایں حریف عدم ، قدم در نہ
کم زن ایں عالم کم از کم را
صبح محشر دمید ، ما در خواب
بانگ زن خفتگانِ عالم را

۱- ۲۰ مارچ ۱۳۵۱ء ۔

۲- برنی ، ص ۵۲۶ ۔

۳- محمد تغلق کی تدفین کا مسئلہ بھی قدرے بحث طلب رہا ہے ۔ مولوی محمد شفیع مرحوم نے سیہون (سندھ) کے دو کتبات کی روشنی میں یہ رائے ظاہر کی کہ محمد تغلق سیہون میں دفن ہوا (دیکھیے صنادید سندھ ص ۲۹ - ۳۲) ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے دلائل کی روشنی میں ثابت کیا کہ محمد تغلق دہلی میں دفن ہوا ۔ دیکھیے تاریخ معصومی (اردو ترجمہ) ص ۵۰۴ - ۵۲۵) ۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں : ''کہ ہمارا خیال بھی یہی ہے کہ محمد بن تغلق کو دہلی میں دفن کیا گیا اس خیال کی تائید سیرالاولیاء اور تاریخ مبارک شاہی سے بھی ہوتی ہے'' (سلاطینِ دہلی کے مذہبی رجحانات ، ص ۳۸۲)۔ جن لوگوں کو محمد تغلق کے عہد میں نقصان پہنچا تھا ان سے فیروز شاہ تغلق نے باقاعدہ راضی نامے حاصل کر کے ان کو سلطان کی قبر کے سرہانے ایک صندوق میں رکھا (فتوحات فیروز شاہی ، ص ۱۹) ایلیٹ نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ صندوق سرہانے دفن کیا گیا تھا چنانچہ اس کی تلاش میں سرجان مارشل ڈائریکٹر آثار قدیمہ کے حکم و ایماء سے خان بہادر ظفر حسن او ۔ بی ۔ ای (ف ۳۱ جنوری ۱۹۶۵ء) نے سلطان محمد تغلق کی قبر کھدوائی تھی ۔ (ق)

ہاں کہ فرش صبا بگستردند
و نورد ایں بساط خرم را
رستخیز است ، خیزۂ باز شگاف
سقف ایوان طاق طارم را
شہ محمد بخفت در دل خاک
نیلگوں کن لباس ماتم را
بس بدست خروش برتن دہر
چاک زن ایں قبائے معلم را

ذکر سلطان فیروز شاہ

وہ سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کا بھتیجا[1] ہے - جب سلطان محمد تغلق شاہ کی بیماری نے سیوستان کے لشکر میں طول کھینچا اور اس کا آخری وقت قریب آیا ، تو ملک فیروز نائب نے کہ جو سلطان کا چچا زاد بھائی تھا ، اس کی ولی عہدی کے متعلق سلطان کا پہلے سے خیال تھا ، اس موقع پر سلطان کے علاج اور تیمارداری میں بہت کوشش کی اور اپنا حق ادا کر دیا - سلطان کی نظر عنایت اس پر ہزار گنا ہوگئی - جب سلطان نے اپنی حالت خراب دیکھی ، تو (سلطان) نے اس (فیروز شاہ) کے لیے ولی عہدی کی وصیت کی[2] اور فرمایا :

تو سرسبز باشی بہ شاہنشہی
کہ من کردہ ام سرزہا لیں تہی

جب ٹھٹھہ کے نواح میں اس نے رحلت کی ، تو فوج میں اس قدر انتشار پیدا ہوا کہ بیان سے باہر ہے - ملک فیروز باربک نے یہ مناسب سمجھا کہ پہلے التون بہادر کو ان تین ہزار مغل سواروں کے ہمراہ جن کو امیر

۱- فیروز شاہ کے باپ کا نام "رجب" تھا ، فتوحات فیروز شاہی ، ص ۱ - (ق)
۲- ملاحظہ ہو بدایونی (اردو ترجمہ) ، ص ۸۵ ، فرشتہ (۱ : ۱۴۴) ، برنی ، ص ۵۳۱ - ۵۳۲ - (ق)

قرغن[1] نے سلطان محمد کی کمک کے لیے بھیجا تھا ، مناسب تدابیر سے لشکر سے علیحدہ کر دے تاکہ ان کی شرارت سے اطمینان حاصل ہو جائے۔ اس مشہور امراء کے مدارج کے لحاظ سے اور تمام لشکریوں کو ان کے (مرتبہ کے) اعتبار سے انعام ، خلعت اور جامہ عطا کیا اور ان کو ان کے ملک جانے کی اجازت دے دی اور حکم دیا کہ اپنے اپنے آدمیوں کو لے کر لشکر سے جدا ہو جائیں اور دور منزل کریں ۔ اگرچہ سلطان کے انتقال کو دو دن [۲۲۵] ہو چکے تھے ، لیکن لشکر کے لوگ لوٹ مار اور غارت گری کے خوف سے حیران و پریشان تھے ۔

نوروز کرگیں[2] نے جو ترمہ شیریں[3] کا داماد اور سلطان محمد کا پرورش یافتہ تھا ، نمک حرامی (بغاوت) کی اور مغلوں سے مل گیا اور ان سب کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ کوچ کے وقت جب یہ لشکر بغیر سربراہ اور تزک و احتشام کے ہوگا ، ان کو غارت کر کے لوٹ لیا جائے اور لوگوں کو قید کر لیا جائے ۔ اس روز لوگوں کے متعلقین اور مال و اسباب کو مغلوں اور ٹھٹہ کے مفسدوں نے خوب غارت کیا ۔ لشکریوں نے اس دن کو بڑے خوف و ہراس سے گزارا اور دوسرے روز نہایت احتیاط سے فوج کو ترتیب دے کر سفر کیا ۔ اس روز بھی مغلوں اور ٹھٹہ کے مفسدوں نے مار دھاڑ کی ۔ جب لشکر دریا کے کنارے پہنچا ، تو وہاں منزل کی ، لیکن اس لشکر کی حالت اس گلے کے مانند تھی جس کا چرواہا نہ ہو ۔ ہر وقت غارت و ہلاکت کا خوف تھا ۔ مخدوم زادہ عباسی ، شیخ نصیر الدین محمد اودھی کہ جو چراغ دہلی مشہور تھے اور شیخ نظام الدین اولیاء کے خلیفہ تھے اور (دوسرے) علماء ، مشائخ ، ملوک اور

۱- در فرشتہ (۱ : ۱۴۴) قرغن ، امیر قرغن ، ہیان قلی (۱۳۴۸ء — ۱۳۵۸ء) کا وزیر تھا ۔ (The rise and fall of Muhammad Bin Tughluq—by Agha Mahdi Hussain (London 1938) p. 210

۲- در فرشتہ (۱ : ۱۴۴) نوروز کرگیں ، تاریخ مبارک شاہی (ص ۱۸۸) نوروز کرگز ۔

۳- متن میں ''برمہ شیریں'' دیا ہے صحیح ''ترمہ شیریں'' ہے ۔ ملاحظہ ہو مہدی حسین ، ص ۲۱۰ ۔ (ق)

امراء جمع ہوئے اور (سب نے متفق ہو کر) ملک فیروز باربک سے تخت نشین ہونے کی استدعا کی[1] ۔

نظم

زمین بوس دادند یکسر سپاہ
کہ شاہ آورد پائے دولت بگاہ

کجا او نہد پائے ما سر نہیم
ز فرمان او برسر افسر نہیم

گر او آب و آتش کند جائے ما
نگردد ز فرمان او رائے ما

ملک فیروز نے سفر حجاز و زیارتِ حرمین شریفین کا قصد ظاہر کر کے عذر کیا ، لیکن چھوٹوں اور بڑوں کی درخواست پر بتاریخ ۲۳ محرم الحرام ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء کو تخت نشین ہوگیا اور کئی ہزار آدمی کہ جو مفسدوں کی قید میں تھے ان کو دوبارہ خریدا اور تیسرے روز نہایت انتظام اور شان و شوکت کے ساتھ سوار ہو کر سفر کیا ۔ جس طرف سے مغلوں اور دوسروں (ٹھٹھ کے مفسدوں) کے سوار لوٹنے کی غرض سے آتے تھے ، گرفتار ہو جاتے تھے اور قتل کیے جاتے تھے ۔ مغلوں کے بھی کئی سردار گرفتار ہوئے اور مغلوں اور ٹھٹھ کے مفسدوں کی مزاحمت [۲۲۶] ختم ہوگئی ۔

۱۔ ملاحظہ ہو تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ، ص ۴۹ و برنی ، ص ۵۳۵ - ۵۳۶ ، سلطان محمد تغلق اور حضرت شیخ نصیرالدین محمود چراغِ دہلی کے تعلقات اچھے نہ تھے سیرالعارفین (ص ۹۵ - ۹۶) (اخبار الاخیار ، ص ۸۱) (تاریخ فرشتہ ۲ : ۶۵۱ - ۶۵۲) ، ملا عبدالقادر بدایونی کا بیان ہے کہ بادشاہ (محمد تغلق) کی زندگی ہی میں شیخ نصیر الدین چراغ دہلی نے فیروز شاہ کو بادشاہ بنانے کے ڈول ڈال دیے تھے بدایونی (اردو ترجمہ ، ص ۸۵) نیز دیکھیے مہدی حسین ، ص ۲۰۹- ۲۰۱ و سلاطینِ دہلی کے مذہبی رجحانات ، ص ۳۹۱ - (ق)

بیت

ہمائے چتر ہمایوں او چوبال کشاد
ازہں سپہں اکند چغد دعوئ بازی
چناں ساخت جہاں را ہوائے دولت او
کہ از طبیعت اضداد رفت ناسازی

سلطان فیروز شاہ کے پہلے جلوس میں بھی ہر خاص و عام بادشاہی نوازشوں سے سرفراز ہوا ۔ اس کے بعد متواتر کوچ کرکے سیوستان پہنچے ، امراء ، ملوک ، مشائخ اور لشکریوں کو انعام میں گھوڑے ، خلعت ، تلوار اور کمر (بند) عنایت کیے ۔ اسی طرح سیوستان کے باشندوں کو بھی انعامات اور وظائف سے نوازا ۔ اس کے بعد ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا ، راستے میں جس شہر یا گاؤں میں پہنچتا ، اس شہر اور علاقے کے لوگوں کو انعام اور وظیفہ سے خوش کر دیتا[1] ۔

بیت

بسنجید رہ را باہستگی
کشاد از خزینہ در بستگی
غنی کرد گردن کشاں را ز گنج
ز گوہر کشی لشکر آمد برنج

اثنائے راہ میں ملک احمد ایاز کی کہ جس کا خطاب خواجہ جہاں تھا اور سلطان محمد کے مقربین میں سے تھا اور سلطان نے اپنی عدم موجودگی کے زمانے کے لیے اس کو نائب بنا کر دہلی میں چھوڑا تھا ، مخالفت کی خبر ملی کہ اس نے ایک مجہول النسب لڑکے کو سلطان محمد شاہ کا فرزند بتا کر بادشاہی کے لیے آمادہ کیا ہے اور اس کا خطاب سلطان غیاث الدین محمود شاہ مقرر کیا اور خود وکیل مطلق بن گیا ہے ۔ سلطان (فیروز) نے اس کی اس ناشائستہ حرکت کو اس کی حماقت اور بے وقوفی پر محمول کیا اور اس کے نام معافی کا فرمان بھیج دیا جس میں کچھ نصیحت کی باتیں

۱- بھکر اور اوچ کے مزارات کی زیارت اور یہاں کے مشائخ کو وظائف وغیرہ دیے ملاحظہ ہو ۔ برنی ، ص ۵۳۸ - ۵۳۹ - (ق)

بھی تھیں ۔ جب ملک سیف الدین شحنہ پیل نے اس کے پاس سلطان کا یہ فرمان پہنچایا تو اس نے اطاعت نہ کی اور سید جلال ، ملک دھیلان ، مولانا نجم الدین رازی اور اپنے مولانا زادہ داؤد کو سفارت پر بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ ابھی تک سلطنت سلطان محمد کے خاندان میں ہے [۲۲۷] تم ان کی نیابت قبول کرو اور نہایت مستقل مزاجی سے امور مملکت کو انجام دو ۔ امراء میں سے جس کو پسند کرو اپنے ہمراہ رکھو ۔ ان ایلچیوں کے پہنچنے کے بعد سلطان نے محضر تیار کیا اور شیخ نصیر الدین محمد اودھی[1] ، مولانا کمال الدین اودھی ، مولانا کمال الدین سامانہ ، مولانا شمس الدین باخرزی اور دوسرے اکابر اور علماء کو جمع کیا اور ان کے سامنے کل حال بیان کیا اور کہا کہ اس معاملے میں تم لوگوں کی کیا رائے ہے اور شرع کی رو سے مجھے کیا کرنا چاہیے ۔ مولانا کمال الدین نے کہا کہ جو سلطنت کی ابتدا کرے وہ اولیٰ تر ہے ۔ سلطان نے احمد ایاز کے ایلچیوں کو نظر بند رکھا اور اس کے مولانا زادہ داؤد کو جو ایلچیوں میں سے تھا ، اس کے پاس بھیجا اور نصیحت آمیز کلمات سے اس کو ہدایت کی ۔ داؤد کے پہنچنے کے بعد جب احمد ایاز نے اس بات کا اندازہ کر لیا کہ کام نہیں بنے گا اور یہ بھی دیکھا کہ اکثر امراء نے جا کر (سلطان) کا استقبال کیا اور سلطان کے لشکر میں پہنچ گئے ہیں اور ملک لتھو حاجب اور ملک حسن ملتانی اور اسی طرح کے دوسرے لوگوں نے کہ جو احمد ایاز کے موافق اور ساتھی تھے ، بہت سا روپیہ لے لیا ۔

اسی اثناء میں طغی کے مارے جانے کی خبر ملی کہ جس نے بغاوت کی تھی اور گجرات چلا گیا تھا ۔ ہر طرف سے سلطان فیروز کی اقبال مندی کے آثار ظاہر ہونے لگے ۔ احمد ایاز نے پریشانی و عجز کے ساتھ حاضری کا قصد کیا اور اشرف الملک ، ملک خلجین ، ملک کبیر اور حسن امیر میراں کو اپنی معافی کی درخواست کے لیے سلطان کے حضور میں بھیجا ، سلطان نے اس کے جرموں کو معاف کر دیا اور تجویز کیا کہ وہ سلطان کے پاس پہنچے ۔ احمد ایاز اپنے متبعین کے ہمراہ اس حالت میں گیا کہ

۱- شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی المتوفی ۱۸ رمضان ۷۵۷ھ/ ۱۳۵۶ء - (ق)

لوگوں کے سر منڈے ہوئے اور ننگے تھے اور دستاریں ان کی گردنوں میں پڑی ہوئی تھیں اور وہ ہانسی کے نواح میں سلطان کے حضور میں حاضر ہوا ۔ سلطان نے حکم دیا کہ احمد ایاز کو ہانسی کے کوتوال کے سپرد کر دیں اور ملک غیاث الدین خطاب[1] کو تربندہ لے جائیں اور شیخ زادہ بسطامی کو نکال دیں اور لوگ اس قطعہ کے مضمون کے مطابق شعر کہتے تھے - [۲۲۸]

قطعہ

مخالفاں ترا ہر یکے بنوع دگر
زمانہ درفتن آخر الزماں افگند
یکے بمرد و یکے را فلک بخنجر لو
گلو بریدہ ، یکے را خانماں افگند

دوسری ماہ رجب ۷۵۲ھ کو سلطان فیروز شاہ نے نہایت استقلال کے ساتھ دہلی میں تخت شاہی پر رواق افروز ہو کر دربار کیا ، عدل و احسان کی داد دی ، خاص و عام اور تمام مخلوق اپنے مدعا کو پہنچی ۔ تمام رعایا اور عوام کے چھوٹے سے چھوٹے آدمی میں خوش حالی اور اطمینان پیدا ہو گیا ۔

مخالف شکن شاہ فیروز بخت
بہ فیروز فالی برآمد بہ تخت
ز فیروزی دولت کامگار
نشاط نو انگیخت در روزگار

پنجم ماہ صفر ۷۵۳ھ کو سلطان نے سیر و شکار کے ارادے سے کوہ سرمور کی طرف سفر کیا اس نواح کے اکثر زمیندار خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے اطاعت و فرماں برداری کا اظہار کیا ۔

چہ پرتو ست کہ اقبال در جہاں افگند
چہ غلغل است کہ دوست در آسماں افگند

۱- در فرشتہ (۱ : ۱۴۵) ملک خطاب را کہ از اعوان بود بسرہند فرستاد ۔ (ق)

غبار موکب شاہ ہست یا نسیم بہشت
کہ بوئے امن و اماں در مشام جاں افگند

اسی سال دو شنبہ کے روز تیسری جمادی الاولی (۷۵۳ھ) کو شاہزادہ محمد خان دہلی[1] میں پیدا ہوا ۔ سلطان فیروز شاہ نے جشن منائے ، مخلوق کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا ۔ ۷۵۴ھ میں اس علاقے کے دامن کوہ اور کلانور میں شکار کر کے واپس آیا اور واپسی کے وقت دریائے سرستی کے کنارے عالی شان عمارتیں بنوائیں ۔ شیخ صدر الدین[2] ولد شیخ بہاء الدین [۲۲۹] زکریا کو شیخ الاسلام کا خطاب دیا ۔ ملک قبول[3] کو جو نائب وزیر تھا ، خان جہاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور وزیر مملکت بنا دیا اور خداوند زادہ قوام الدین[4] کو خداوند خان کا خطاب اور وکیل داری کا عہدہ عنایت فرمایا اور ملک تاتار[5] کو تاتار خان کا خطاب دیا اور ملک شرف[6] نائب وکیل دار ہوئے اور سیف الملک[7] شکار بیگ اور خداوند زادہ عماد الملک[8] سلاح دار ہوئے اور عین الملک مستوق اور مشرف دیوان[9] ہوئے اور ملک حسین امیر میراں[10] کو استیفائے کل کا منصب ملا ۔

۱- فرشتہ (۱ : ۱۳۵) میں ہے کہ شہزادہ فتح خان فتح آباد میں پیدا ہوا ۔ فتح آباد ہانسی اور سرستی کے درمیان واقع ہے ۔ (برنی ، ص ۵۶۶) ۔ (ق)

۲- شیخ صدر الدین عارف ، حضرت بہاء الدین زکریا کے فرزند اور جانشین تھے ان کا ۷۰۹ھ/۱۳۰۹ء میں وصال ہو چکا تھا ۔ مؤلف طبقات اکبری کو تسامح ہوا ہے یہ صدر الدین نبیرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی تھے ۔ ملاحظہ ہو تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۹۶ - ۱۳۰ ، نیز دیکھیے الشائے ماہرو (مرتبہ شیخ الرشید) ، لاہور ۱۹۶۵ء ص ۱۸۶ ، ان کا انتقال ۷۶۶ھ میں ہوا (ملاحظہ ہو تذکرہ صدرالدین از نور احمد خان فریدی (قصر الادب جگو والہ ۱۹۵۸ء) ص ۲۹۲ ۔ (ق) ۔

۳- ۴- ۵- ۶- ۷- ۸- ۹- ۱۰- ان حضرات کے لیے ملاحظہ ہو ۔ برنی ، ص ۵۷۸ ۔ ۵۸۵ ۔ (ق)

ماہ شوال ۷۵۴ھ میں خان جہاں کو کلی اختیار دے کر شہر میں چھوڑا اور خود ایک بڑے لشکر کے ساتھ لکھنوتی کا قصد کیا تاکہ الیاس حاجی کے ظلم کو دفع کرے کہ جس نے اپنا خطاب شمس الدین اختیار کر کے پنڈوہ کو آباد کیا اور بنارس تک اپنا دخل کر لیا تھا ۔ جب وہ گورکھپور کے نزدیک پہنچا تو گورکھپور کا مقدم ادے سنگھ حاضر ہوا ۔ اس نے مناسب[1] نذرانے اور دو ہاتھی نذر میں پیش کیے اور مراحم سلطانی سے سرفراز ہوا ۔ رائے کپور نے بھی کئی سال کا خراج پیش کیا اور وہ دونوں (بادشاہ کے) ساتھ ساتھ چلے ۔ الیاس حاجی پنڈوہ سے نکل کر قلعہ اکدالہ میں آ گیا جو بنگالہ کے سب سے مستحکم قلعوں میں سے ہے ۔ سلطان ساتویں ماہ ربیع الاول[2] کو اکدالہ پہنچا ۔ اس روز سخت جنگ ہوئی اور اس مہینے کی انتیسویں تاریخ کو سلطان کا لشکر شہر سے نکلا اور دریائے گنگا کے کنارے پہنچا ۔ پانچویں ماہ ربیع الآخر کو الیاس حاجی جنگ کے ارادے سے قلعے سے نکلا ، اُچھل کود دکھائی اور بھاگ کر پھر قلعے میں چلا گیا ۔ اس کے چوالیس ہاتھی ، چتر ، علم ، اسباب و حشم ہاتھ آیا ۔ پیادے بہت مارے گئے ۔ سلطان نے دوسرے روز مقام کیا اور حکم دیا کہ لکھنوتی کے شہروں کے قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے ۔ ستائیسویں ماہ ربیع الآخر کو برسات کی کثرت کی وجہ سے صلح کر کے [۲۳۰] واپس ہوا[3] اور مالک پور کے گھاٹ سے دریائے گنگا کو عبور کیا ۔ وہ بارھویں ماہ شعبان (۷۵۵ھ) کو دہلی پہنچا اور شہر فیروز آباد کی بنیاد ڈالی کہ جو دریائے جون (جمنا) کے کنارے پر ہے[4] ۔

۷۵۶ھ میں دیبال پور کی طرف شکار کے لیے گیا دریائے ستلد (ستلج)

۱- تاریخ مبارک شاہی (ص ۲۵۰) میں ایک لاکھ تنکہ کی رقم بتائی ہے ۔

۲- تاریخ مبارک شاہی ، (ص ۱۲۵) میں ستائیس ربیع الاول ہے ۔ (ق)

۳- عفیف نے لکھا ہے کہ باعزت گھرانے کی عورتوں نے رحم کی درخواست کی تھی ، (ص ۱۱۷ - ۱۱۸) ریاض السلاطین ، (ص ۹۸-۹۹) میں برسات کے موسم کو سبب بتایا ہے ۔

۴- ملاحظہ ہو مبارک شاہی ، ص ۱۲۵ ، فرشتہ ۱/۱۴۶ ، عفیف ، ص ۱۱۰ - ۱۱۵ ، برنی ، ص ۵۹۰ - ۵۹۲ ۔

سے ایک نہر نکال کر جھجر تک کہ جو اڑتالیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے ، پہنچائی اور دوسرے سال دریائے جون سے ایک نہر نکلوا کر مندل اور سرمور کے قرب و جوار میں پہنچائی اور اس کے ساتھ دوسری سات نہریں نکلوا کر ہانسی پہنچائیں اور وہاں سے رائے سین لے گیا ۔ وہاں ایک قلعہ بنوایا ، جس کا نام حصار فیروزہ رکھا اور محل کے سامنے ایک وسیع حوض بنوایا جس میں اس نہر سے پانی آتا تھا ۔ دوسری نہر دریائے گھگر نکلوائی جو قلعہ سرستی کے نیچے سے ہوتی ہوئی شہر کرہ[1] تک پہنچتی تھی ۔ درمیان میں ایک قلعہ بنوایا جس کا نام فیروز آباد رکھا اور ایک نہر دریائے بدھی سے نکلوائی اور حوض مذکور تک پہنچائی اور وہاں سے آگے بڑھائی[2] ۔

اسی سال ماہ ذی الحجہ ۷۵۵ھ میں عیدالاضحیٰ کے روز خلیفہ مصر ابو الفتح[3] کا منشور پہنچا جس کی رو سے ہندو سندھ کی مملکت (سلطان فیروز شاہ کو) تفویض کی گئی تھی جو سلطان کی خوشنودی اور فخر و مباہات کا سبب ہوا ۔

اسی سال الیاس حاجی نے (بادشاہ کے) لائق نذرانے بھیجے اور شاہی عنایات سے سرفراز ہوا ۔ لکھنوتی اور دکن کے علاوہ ہندوستان کے تمام علاقے سلطان کے قبضے میں تھے ۔

سلطان محمد تغلق شاہ کی وفات کے بعد لکھنوتی پر سلطان شمس الدین الیاس حاجی قابض ہو گیا اور حسن کا نگونے دکن پر قبضہ کر لیا تھا ۔ (الیاس حاجی سے) پیشکش پہنچنے پر صلح ہو گئی ۔ ۷۵۸ھ میں ظفر خاں فارسی سنار گانو سے دو ہاتھی لے کر سلطان کے حضور میں پہنچا اور شاہانہ عنایات سے سرفراز ہو کر نائب وزیر ہوا ۔

ماہ ذی الحجہ ۷۵۹ھ میں سلطان نے ماماللہ کا ارادہ کیا ۔ شکار کے

۱- تاریخ مبارک شاہی ، (ص ۱۲۶) میں ہرنی کھیڑہ ہے ۔
۲- حصار فیروزہ کی تعمیر کی تفصیل کے لیے دیکھیے عفیف ، ص ۱۲۴ - ۱۲۹ ۔
۳- عفیف ، ص ۲۷۴ - ۲۷۵ ، فرشتہ ۱/۱۳۶ ۔

دوران میں خبر پہنچی کہ فوج مغول جو لاہور میں آ گئی تھی[1] ، بغیر جنگ کیے ہوئے واپس چلی گئی - سلطان دہلی کی طرف واپس آیا - اسی سال کے آخر میں دوسرے امراء کے ہمراہ تاج الدین سفارت کے طریقے پر لکھنوتی سے [۲۲۱] آیا اور عمدہ تحفے پیش کیے اور شاہانہ نوازش سے مشرف ہوا - سلطان نے ملک سیف الدین شحنہ فیل کو تازی وتر کی گھوڑے اور دوسرے تحفے دے کر ملک تاج الدین کے ہمراہ سلطان شمس الدین کے پاس بھیجا - بہار میں خبر ملی کہ سلطان شمس الدین فوت ہو گیا اور اُس کا لڑکا سلطان سکندر اس کا جانشین ہوا - ملک سیف الدین نے سلطان (فیروز شاہ) کے حضور میں عرضداشت بھیجی اور سلطان کو خبر کی - (سلطان کی طرف سے) جواب گیا کہ جو تحفے اور ہدیے سلطان شمس الدین کو بھیجے گئے تھے واپس کر دیے جائیں اور گھوڑے بہار کے لشکر میں دے دیے جائیں اور سفیروں کو کڑہ بھیج دیا جائے -

اس کے بعد ۷٦۰ھ میں سلطان نے لکھنوتی کی طرف کا ارادہ کیا اور خان جہاں کو اپنی نیابت میں دہلی چھوڑا اور تاتار خان کو غزنیں کی سرحد سے ملتان تک شقدار بنا دیا - برسات کی وجہ سے چند روز تک ظفر پور میں قیام کیا - اس موقع پر شیخ بسطامی کہ جس کو شہر بدر کرا دیا تھا ، خلیفہ مصر کی طرف سے خلعت لایا - اس نے اعظم الملک کا خطاب پایا - سید رسولدار کو ایلچیوں کے ہمراہ سلطان سکندر کے پاس لکھنوتی بھیجا - سلطان سکندر نے پانچ ہاتھی اور دوسرے تحفے اور ہدیے سید رسولدار کی معرفت دہلی بھیجے اور سید رسولدار کے پہنچنے سے پہلے عالم خان بطور سفیر لکھنوتی سے آیا اور سلطان (فیروز شاہ) لکھنوتی کی جانب روانہ ہوا - راستے میں شاہزادہ فتح خان کو حکومت کا سامان ، مثلاً چتر ، دور باش (شاہی علم) ہاتھی اور سرخ خیمہ عنایت کیا اور حکم دیا کہ اس کے نام کا سکہ چلے اور عہدیدار مقرر کیے جائیں - جب سلطان پنڈوہ پہنچا ، تو سلطان سکندر قلعہ اکدالہ میں قلعہ بند ہو گیا -

---

۱- منشات ماہرو ، (ص ۱۰۱ - ۱۰۲ ، ۱۸۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ مغلوں کے حملہ کرنے میں ٹھٹھ کے جام اور بالبھنیہ کا بھی ہاتھ تھا - (ق)

سلطان فیروز نے اس علاقے میں قیام کرکے محاصرے کا انتظام کیا ۔ چند روز کے بعد سلطان سکندر نے امان طلب کر لی اور ہاتھی اور دولت دینے کا وعدہ کیا اور ہر سال پیشکش دینے پر رضا مند ہوا ۔ اسی سال یوسوبں ماہ جمادی الاثانی کو سلطان واپس ہوا ۔ پنڈوہ میں سات ہاتھی [۲۳۲] تحفے اور ہدیے میں سلطان سکندر کی جانب بطور پیشکش آئے ۔ اس کے بعد جب (سلطان) جونپور پہنچا تو برسات شروع ہو گئی اس نے برسات کا موسم وہیں گزارا ۔

اسی سال ماہ ذی الحجہ میں بہار کے راستے سے سلطان نے جاج نگر[1] کا راستہ لیا جو کہ ولایت گڑھ کٹنگہ کے آخری حدود میں ہے ۔ جب سلطان گڑھ کٹنگہ پہنچا ، تو ظفر خاں کے بھائی ملک قطب الدین کو لشکر اور فوج میں چھوڑا اور سلطان نے خود تنہا سفر کیا ۔ جب وہ سنکرہ پہنچا ، تو سنکرہ کا راجا رائے سازہن بھاگ گیا ۔ اس کی لڑکی ہاتھ آئی ۔ سلطان نے اس کو اپنی بیٹی کہا اور اس کی حفاظت کی ۔

احمد خاں جو لکھنوتی سے فرار ہو کر قلعہ رنتھنبور پہنچ گیا تھا ، راستے میں حاضر خدمت ہوا اور بے انتہا نوازشوں سے سرفراز ہوا ۔

جب سلطان دریائے مہاندی سے گزر کر شہر بنارس[2] میں کہ جو رائے جاجنگر کا مسکن اور قیام گاہ تھا ، پہنچا تو رائے مذکور وہاں سے بھاگ کر تلنگ کی طرف چلا گیا ۔ سلطان نے اس کے تعاقب کی طرف توجہ نہ کی اور شکار میں مشغول ہو گیا ۔ اسی دوران میں رائے مذکور

۱- جاج نگر سے اڑیسہ کا علاقہ مراد ہے دیکھیے مسلم رول ان انڈیا ایشوری پرشاد ۔ الہ آباد ۱۹۶۳ء ، ص ۱۲۲ ۔ نیز آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا (ونسنٹ اسمتھ ۔ آکسفورڈ ۔ ۱۹۶۷ء ، ص ۲۵۶ ۔ نیز دیکھیے آئینہ حقیقت نما از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ، (کراچی ۱۹۵۸ء) ۵۵۶ - ۵۵۷ ۔

۲- تاریخ فیروز شاہی (سراج عفیف) کلکتہ ۱۸۸۸ء ، ص ۱۶۳) میں بنارسی لکھا ہے غالباً اس سے مراد پری (جگنناتھ پری ہے دیکھیے ایشوری پرشاد ، ص ۱۲۲ ۔ نیز آکسفورڈ ہسٹری ، ص ۲۵۶ - (ق)

نے لوگوں کو بھیج کر صلح کی درخواست کی اور دوسرے تحفوں اور نفیس چیزوں کے ساتھ تینتیس ہاتھی بھیجے ۔ سلطان وہاں سے لوٹ کر شکار کے ارادے سے پدماوتی آیا کہ جو ہاتھیوں کے شکار کا جنگل ہے ۔ تینتیس ہاتھی زندہ گرفتار کیے اور دو ہاتھیوں کو مار ڈالا ۔ ضیاء الملک[1] نے اس کے متعلق ایک رباعی کہی ہے :

شاہے کہ بحق دولت پاینده گرفت
اطراف جہاں چو مہر تابنده گرفت
از بہر شکار فیل در جاجنگر
آمد و دو بکشت وسی وسہ زندہ گرفت

وہاں سے متواتر کوچ کر کے کڑہ پہنچا اور ماہ رجب ۷۶۲ھ (جنوری ۱۳۶۱ء) میں دہلی آیا [۲۳۳] کچھ عرصے کے بعد اس نہر کی جانب کہ جس کو سلیمہ[2] کہتے ہیں روانہ ہوا ۔ یہ نہر دو بڑی نہروں سے مل کر بنی ہے جو ہمیشہ جاری رہتی ہیں اور اس نہر کے درمیان ایک بلند پشتہ بنا ہوا ہے ۔ سلطان نے حکم دیا کہ پچاس ہزار بیلدار جمع کیے جائیں اور اس نہر کو کھدوایا جائے ۔ اس عظیم پشتے کے اندر سے ہاتھیوں اور آدمیوں کی ہڈیاں برآمد ہوئیں ۔ آدمی کے ہاتھ کی ہڈی تین گز کی تھی ۔ اس کا کچھ حصہ پتھر بن گیا تھا اور کچھ حصہ ابھی ہڈی کی شکل میں تھا ۔

اسی دوران میں سرہند کو جو جمع بندی کے اعتبار سے دراصل ولایت سامانہ میں شامل تھا ، علیحدہ کر لیا اور دس کوس تک کا علاقہ شہر (سرہند) میں داخل کر دیا[3] اور ملک ضیاء الملک شمس الدین ابو رجا کے سپرد کر دیا اور وہاں قلعہ بنوا کر فیروز پور نام رکھا ۔ وہاں سے نگر کوٹ کی طرف توجہ کی ۔ جب وہ پہاڑ کے دامن میں پہنچا اور اسے

۱- لکھنؤ اڈیشن میں ملک ضیاء الدین لکھا ہے ۔ (ق)
۲- تاریخ فرشتہ (جلد اول ، ص ۱۴۷) میں اس کا نام "سلیم" اور بدایونی نے "سلیمہ" لکھا ہے ۔ (ق)
۳- ایضاً ۔

برف پیش کیا گیا ، تو سلطان نے کہا کہ جب میرا آقا سلطان محمد شاہ مرحوم یہاں آیا تھا اور اس کے لیے برف کا شربت لائے ، تو چونکہ میں موجود نہ تھا ، اس لیے سلطان نے اس شربت کو نہیں پیا تھا ۔ (اب سلطان فیروز شاہ نے) فرمایا کہ ہمارے چند ہاتھیوں اور اونٹوں پر شکر لدی ہوئی ہے ۔ اس سے برف کا شربت بنایا جائے اور سلطان محمد شاہ کی یاد میں تمام لشکر کو تقسیم کیا جائے ۔

نگر کوٹ کا راجا اپنے بیٹوں کے ہمراہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا ۔ سلطان نے اس پر مہربانی کی اور نگر کوٹ کو سلطان محمد مرحوم کی یاد میں محمد آباد موسوم کر دیا ۔ اس وقت سلطان کے حضور میں عرض کیا گیا کہ جب سکندر ذوالقرنین یہاں آیا تھا ، تو یہاں کے لوگوں نے نوشابہ[1] کی صورت کے بت بنا کر اپنے گھروں میں رکھ لیے تھے اور اس زمانے میں (وہ بت) اس ملک کے باشندوں کے معبود بنے ہوئے ہیں اور قدیم برہمنوں کی ایک ہزار تین سو کتابیں اس بت خانے میں ہیں جس کو جوالا مکھی کہتے ہیں ۔ سلطان نے اس گروہ (برہمنوں) کے پنڈتوں کو بلایا ۔ اس میں سے بعض کتابوں کے ترجمے کیے گئے ۔ منجملہ ان کے عز الدین[2] خالد خانی نے ، جو اس زمانے کا شاعر تھا ، ایک کتاب کو جو ، حکمت طبعی ، شگون[3] اور پیشنگوئیوں پر مشتمل تھی ، نظم کیا اور اس کا نام دلائل فیروز شاہی رکھا فقیر [۲۳۳] (خواجہ نظام الدین مؤلف) نے اس کتاب کا مطالعہ

۱- مشہور ہے کہ نوشابہ ، سکندر ذوالقرنین کی محبوبہ یا بیوی تھی لیکن اس روایت کی حیثیت افسانہ سے زیادہ نہیں ہے ۔ (د) نوشابہ کے بت بنانے سے ہندوؤں اور یونانیوں کے روابط پر بھی روشنی پڑتی ہے ۔ (ق)

۲- تاریخ فرشتہ ، ص ۱۴۸) اور خلاصۃ التواریخ (بھنڈاری ، ص ۲۴۸) میں اعز الدین لکھا ہے ۔ (ق)

۳- متن میں "سکولات" ہے مگر فرشتہ ، ص ۱۴۸) میں شگون لکھا ہے ۔ (ق)

گیا ہے ۔ حقیقت میں وہ کتاب علمی و عملی حکمت پر مشتمل ہے[1] ۔

مختصر یہ کہ سلطان اگر کوٹ کی فتح کے بعد ٹھٹھہ کی طرف روانہ ہوا ۔ جب ٹھٹھہ پہنچا ، تو جام ، جو ٹھٹھہ کا حاکم تھا ، دریائے (سندھ) کی قوت سے محفوظ ہو کر مدت دراز تک مقابلہ کرتا رہا ۔ سلطان غلہ کی کمی ، چارے کی کم یابی اور دریائے (سندھ) کی وسعت کی وجہ سے گجرات واپس چلا آیا ۔ وہاں برسات کا موسم گزار کر پھر ٹھٹھہ کو روانہ ہوا ۔ گجرات کو ظفر خاں کے سپرد کیا اور نظام الملک[2] کو معزول کر دیا ۔ نظام الملک اپنے متعلقین کے ہمراہ دہلی چلا آیا اور نائب وزیر ہو گیا ۔ جب سلطان ٹھٹھہ آیا تو جام نے امان طلب کی اور حاضر ہو گیا ۔

بیت

اماں چو خواست بخشیدم امانش
چو عجز آورد بخشیدم بجانش

(اس شعر کا) پر از صداقت مضمون سلطان کے منظور خاطر ہوا ۔ سلطان اس نواح کے تمام زمینداروں کے ساتھ اس (جام) کو دہلی لایا ۔ ایک مدت کے بعد ٹھٹھہ پھر جام کو دے دیا ۔ اور اس کو رخصت کیا[3] ۔

۷۷۲ھ/۱۳۷۰ء میں خان جہاں نے وفات پائی ۔ اس کے بڑے لڑکے جوناں شہ[4] کو خان جہاں کا خطاب ملا ۔ ۷۷۳ھ/۷۲ - ۱۳۷۱ء میں ظفر خاں گجرات میں فوت ہو گیا ۔ اس کے بڑے بیٹے کو ظفر خاں کا خطاب دیا گیا اور گجرات کا حاکم بنا دیا ۔ بارھویں ماہ صفر ۷۷۶ھ

۱- بدایونی نے ۔ ۔ ۔ ۔ ھ میں اس کتاب کو لاہور میں پڑھا تھا وہ لکھتا ہے کہ چنداں تعریف کے قابل نہیں ہے ، منتخب التواریخ جلد اول ، ص ۲۴۹ ۔
۲- امیر حسین ابن امیر میران (ایلیٹ جلد دوم ، ص ۳۲۹) ۔ (د)
۳- آخری جملے کا ترجمہ انگریزی مترجم نے نہیں کیا ہے ۔ (ق)
۴- بعض مخطوطات میں اس کا نام خوباں شہ لکھا ہے ۔ (د)

(جولائی ۱۳۷۴ء) کو شاہزادہ فتح خاں نے منزل کتھوار[1] میں وفات پائی[2] -

۷۷۸ھ/۷۷-۱۳۷۶ء[3] میں شمس الدین دامغانی نے عرض کیا کہ گجرات کی اصل آمدنی پر چالیس لاکھ تنکے کا اضافہ کرتا ہوں - سو[4] ہاتھی، دو سو تازی گھوڑے اور چار سو غلام بھی پیش کروں گا - سلطان نے فرمایا کہ اگر ضیاء الملک ملک شمس الدین ابو رجا، جو ظفر خاں کا نائب ہے، اس اضافے کو قبول کرے تو گجرات اس کو دے دیا جائے - ملک شمس الدین نے قبول نہیں کیا [۲۳۵] شمس دامغانی کو کمر (بند) زر دوزی، نیزہ اور چاندی کا چوڈول عنایت کیا اور اس کو

۱- بدایونی اور فرشتہ میں فتح خاں کے انتقال کی جگہ نہیں بتائی گئی ہے - بعض مخطوطات میں ''کہتور'' دیا ہے - انگریزی مترجم مسٹر ڈے نے حاشیہ میں لکھ دیا ہے کہتور یا کہتوار، روہیل کھنڈ کا قدیم نام ہے - مسٹر ڈے کا یہ بیان درست نہیں ہے، اس لئے کہ روہیل کھنڈ کا قدیم نام ''کٹھیر'' (Kather) ہے - اس علاقے میں کٹھیریہ راجپوت آباد تھے اور وہی لوگ اس علاقے کے مالک اور زمیندار تھے، لہذا یہ علاقہ ان کے نام پر ''کٹھیر'' کہلایا - (ق)

۲- دہلی میں شہزادہ فتح خاں کا مقبرہ قدم شریف کی زیارت گاہ ہے - ملاحظہ ہو:

(۱) واقعات دارالحکومت دہلی جلد دوم از مولوی بشیر الدین (آگرہ ۱۹۱۹ء)، ص ۵۳۷ -

(۲) لسٹ آف محمڈن اینڈ ہندو مونیو منٹس جلد دوم، از مولوی ظفر حسن، (کلکتہ ۱۹۱۹ء)، ص ۲۴۴ -

(۳) کیٹالاگ آف دی میوزیم آف آرکیو لاجی از ڈاکٹر ووگل، کلکتہ ۱۹۰۸ء)، ص ۴۴ -

(۴) مخدوم جہانیاں جہاں گشت از محمد ایوب قادری (کراچی ۱۹۶۳ء) ص ۲۱۰ - ۲۲۴ - (ق)

۳- تعجب ہے کہ انگریزی مترجم مسٹر ڈے نے ۷۷۶ھ لکھ دیا ہے - (ق)

۴- انگریزی مترجم نے سو کی بجائے چار سو ہاتھی لکھ دیے ہیں - (ق)

ظفر خاں مرحوم کی جگہ گجرات بھیج دیا ۔ چونکہ شمس الدین دامغانی نے جس بات کا وعدہ کیا تھا ، وہ پورا نہ کر سکا ، لہذا وہ گجرات کے میر صدہ کے ایک گروہ سے ساز باز کر کے ، جس میں شیخ فرید الحق اور دوسرے گروہ بند شامل تھے ، بغاوت پر آمادہ ہو گیا ۔ سلطان نے لشکر بھیج دیا جس نے شمس الدین دامغانی کو قتل کر دیا اور اس کا سر سلطان کے پاس بھیج دیا ۔ اس کے قتل ہونے کے بعد گجرات کو ملک مفرح سلطانی کے سپرد کیا اور اس کو فرحت الملک کا خطاب عنایت ہوا ۔

۷۷۹ھ/۷۸ - ۱۳۷۷ء (سلطان) اٹاوہ اور اکھل[1] کی طرف روانہ ہوا رائے سپرداد برن کو اٹاوہ کے تمام زمینداروں کے ہمراہ کہ جنھوں نے بکبارگی سلطان کے لشکر سے جنگ کر کے شکست پائی تھی ، تسلی و تشفی دی اور ان کے اہل و عیال کو دہلی بھیج دیا اکھل اور بتلاہی[2] میں قلعے تعمیر کرائے اور ملک تاج الدین ترک کے لڑکے ملک زادہ فیروز کو امراء کے ایک گروہ کے ساتھ وہاں چوڑا اور فیروز پور بتلاہی بھی اس کے سپرد کیا اور اکھل ، ملک افغان کو دے کر دہلی واپس چلا آیا ۔ اس سال اودھ کا حاکم لظام الدین جو سلطان کے ہمراہ تھا ۔ فوت ہو گیا ۔ اودھ کو اس کے بڑے لڑکے ملک سیف الدین[3] کے سپرد کیا ۔

۷۸۱ھ/۱۳۷۹ء میں سلطان نے سامانہ کی طرف توجہ کی ۔ سامانہ کے حاکم ملک قبول نے بہت سے نذرانے پیش کیے ۔ پھر (سلطان) انبالہ و

۱- لکھنؤ ایڈیشن اور دو مخطوطات میں اکحل اور ایک مخطوطہ میں اکجل لکھا ہے فرشتہ نے اکھل لکھا ہے ۔ (د)
۲- مخطوطات میں پتلاہی اور بتلاہی دونوں املا دیے ہیں بدایونی نے بتلاہی لکھا ہے فرشتہ پتلاہی لکھا ہے ۔ (د) تاریخ گرجر (جلد سوم ص ۹۳) میں یہ نام بکھیل اور وپتلائی لکھے ہیں ۔ (ق)
۳- دو مخطوطات میں یوسف الدین لکھا ہے ۔

شاہ آباد سے گزر کر کوہ سانتور[1] کی طرف چلا گیا - سرمور کے راجا اور دوسرے راجاؤں سے نذرانے لے کر دہلی واپس ہوا -

اثنائے سفر میں خبر ملی کہ کٹھیر کے مقدم کھرکو نے[2] بدایوں کے حاکم سید محمد اور اس کے بھائی سید علاء الدین کو بلا کر اپنے یہاں مہمان کیا اور دونوں[3] کو قتل کر دیا - ۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء میں ان سیدوں کے خون کا عوض لینے کے لیے کٹھیر کی طرف روانہ ہوا - کھر کو بھاگ گیا اور کٹھیر کا ملک تاراج ہو گیا - کھر کو کماؤں پہاڑ کی طرف چلا گیا - سلطان نے وہاں کے شہروں کو برباد کرکے بدایوں ملک قبول[4] کے سپرد کیا [۲۳۶] اور ملک خطاب افغان[5] کو کھوکر کو سزا دینے کے

۱- لکھنؤ اڈیشن میں سانہور ، ایک مخطوطے میں سالتور اور دوسرے مخطوطے میں سالتوار ہے بدایونی نے اس کو کوہ پایہ ٔ سنتور لکھا ہے ، (د) لیکن فرشتہ (۱۴۸) اور آئینہ حقیقت نما (اکبر شاہ خاں نجیب آبادی) ، (ص ۵۶۷) اور تاریخ گرجر جلد سوم از علی حسن چوہان (مطبوعہ کراچی بغیر تاریخ طبع ، ص ۹۳) میں سہارنپور لکھا ہے -

۲- مختلف تاریخوں میں اس کے نام میں اختلاف ملتا ہے - لیکن مقامی روایات کی بنا پر اس کا نام کھڑک سنگھ عرف کھرکو یا کھرگو ہے - تاریخ امروہہ جلد اول از محمود احمد عباسی ، ص ۳۹ ، آنولہ (ہندی) از گروراج لندن (بریلی ۱۹۶۸ء) ، ص ۲۲ - تاریخ کٹھیر دوہیل کھنڈ از حاجی خدادا خاں ، ص ۱۰ - (ق)

۳- فرشتہ ، (ص ۱۴۹) نے تین بھائی بتائے ہیں اور تیسرے کا نام سید محمود لکھا ہے - (ق)

۴- اس کے نام بدایوں میں ایک محلہ قبول پورہ آج بھی موجود ہے - مولوی رضی الدین مولف کنز التاریخ تالیف ۱۹۰۷ء میں لکھتے ہیں کہ ملک قبول کی اولاد آج بھی محلہ قبول پورہ موجود ہے جن میں سے میر داد خاں اور امیر باز خاں کے نام لکھے ہیں - کنز التاریخ ص ۲۲۵) - (ق)

۵- فرشتہ ، ص ۱۴۹) نے ملک داؤد افغان نام بتایا ہے - (ق)

لیے سنبھل میں چھوڑا ۔ اس نے ان علاقوں کو اپنی شکار گاہ بنایا ، یہاں تک کہ وہ علاقہ بالکل خراب و برباد ہو گیا[1] ۔

۷۸۷ھ/۱۳۸۵ء میں موضع بیولی[2] میں جو بدایوں سے سات کوس کے فاصلے پر ہے ، ایک قلعہ بنوایا اس کا نام فیروز پور رکھا - چونکہ اس کے بعد کوئی قلعہ نہیں بنوایا ، اس لیے قلعۂ مذکور آخرین پور[3] مشہور ہو گیا ۔

اسی سال سلطان (فیروز شاہ) پر ضعف و پیری نے غلبہ کیا[4] اور خان جہان کا مکمل اقتدار ہو گیا ۔ اس نے یہ ارادہ شاہزادہ محمد خان کو مع دوسرے امراء ، مثلاً دریا خان پسر مظفر خان ، ملک یعقوب محمد حاجی اور کمال الدین کے جو شاہزادے کے بہی خواہ اور مخلص تھے ، اپنے قبضے میں کرکے کمزور کر دے ۔ اس نے سلطان سے عرض کیا کہ شاہزادہ (محمد خان) امرائے مذکور کی مدد سے خروج کرنا چاہتا ہے ۔ سلطان نے اس کی بات پر اعتماد کیا اور فرمایا کہ ان امراء کو حاضر کیا جائے ۔

۱- اس علاقے کی بربادی کی تفصیل کے لیے دیکھیے فرشتہ ، ص ۱۴۹) تاریخ مبارک شاہی ، (ص ۱۳۵) معرکۂ عظیم (تاریخ سنبھل) ص ۶۴-

۲- موضع بیولی ضلع بدایوں کے پرگنہ ستاسی میں ہے اور اس میں قلعہ کے کھنڈرے کے کچھ آثار بھی موجود ہیں ۔ اتفاق سے ضلع بدایوں میں ایک مقام بسولی بھی ہے جو روہیلہ سردار نواب دولدے خان کا صدر مقام رہا تھا اور نواب نے وہاں ایک قلعے کی بنیاد بھی رکھی تھی ، لہذا بعض مورخوں نے ان دونوں مقاموں کو گڈ مڈ کر دیا ہے ، مگر صحیح یہ ہے کہ فیروز شاہ نے قلعہ موضع بیولی (پرگنہ ستاسی) میں بنایا تھا ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے :

(۱) کنز التاریخ (تاریخ بدایوں) ، ص ۲۲۳ - ۲۲۴ -

(۲) بدایوں ڈسٹرکٹ گزے ٹیر ، ص ۱۳۷ -

(۳) عمدۃ التواریخ (تاریخ بدایوں) ، ص ۲۰ -

(۴) آثار بدایوں ، ص ۱۲۳ - ۱۲۶ -

۳- لکھنؤ اڈیشن میں ''حزین پور'' چھپ گیا ہے - (ق)

۴- بدایونی اس کی عمر نوے سال بتاتا ہے - (ق)

شاہزادہ اس خبر کو سن کر کئی روز تک بادشاہ کے سامنے نہیں گیا۔ خان جہاں نے دریا خاں کو مہوبہ[1] کی حساب فہمی کے بہانے سے بلا کر اپنے مکان میں قید کر دیا۔ شاہزادہ اس خبر کو سن کر خائف ہوا اور اس نے باپ کے پاس جا کر[2] سارا واقعہ بیان کیا کہ خان جہاں بغاوت کے ارادے سے چاہتا ہے کہ بڑے بڑے امراء کو ختم کر دے۔ اس کے بعد میرے گرفتار کرنے کی تدبیر کرے۔ سلطان نے خان جہاں کے قتل کا حکم دے دیا اور دریا خاں کو قید سے نکال لیا۔ شاہزادے نے ملک یعقوب سے کہا کہ خاصے کے طویلے کے گھوڑوں کو تیار رکھے اور ملک قطب الدین شحنہ فیل ہاتھیوں کو آراستہ کرکے جنگ کرے۔ آخر شب میں شہزادہ فوج لے کر اس کے سر پر پہنچ گیا۔ خان جہاں چند آدمیوں کے ہمراہ گھر سے باہر نکلا اور جنگ کی۔ آخر کار زخمی ہو کر شکست پائی۔ گھر میں داخل ہوا اور پھر دوسرے راستے سے باہر نکل گیا اور اس نے کوکا چوہان کے پاس کہ جو میوات کا زمیندار تھا، پناہ لی۔ بادشاہزادے نے اس کے مکان کو برباد کر دیا اور ایک ہزار قپچاقیوں[3] نے ملک عماد الدولہ ملک شمس الدین اور ملک صالح[4] کو جو جنگ میں ہاتھ آ گئے تھے، قتل کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد سلطان نے شاہزادے کو وزیر مطلق[5] بنا دیا اور ملک داری کا سامان [۲۳۲] مثلاً گھوڑے، ہاتھی اور فوج وغیرہ سب اس کے حوالے کر دی اور ناصر الدین و الدنیا خطاب دے کر خدا کی فرمانبرداری اور عبادت میں مشغول ہوگیا۔ جمعہ کے دن[6] دونوں بادشاہوں کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

۱۔ بدایونی نے مہوبہ کا نام نہیں لیا ہے مہوبہ، ہمیر پور کے جنوب میں دریائے بیتوا اور جمنا کے سنگم پر واقع ہے۔ (د)

۲۔ فرشتہ، (ص ۱۴۹) میں ہے کہ شہزادہ پوشیدہ طور سے زنانہ سواری میں گیا تھا۔ (د)

۳۔ قپچاق، مختلف مخطوطات اور مطبوعہ نسخے میں قبحاقی، قبچاقی، قتحاقی، فتح خانی وغیرہ لکھا گیا ہے۔ (ق)

۴۔ نولکشور ایڈیشن میں ملک مصالح دیا ہے۔ (ق)

۵۔ بعض مخطوطات میں وکیل مطلق لکھا ہے۔ (د)

۶۔ ایک مخطوطے میں ”دہم ماہ رجب سال مذکور جمعہ“ تحریر ہے (د)

سلطان محمد شاہ ماہ شعبان ۷۸۹ھ/۱۳۸۷ء میں تخت نشین ہوا اور سابق دستور کے مطابق کارکنان کو مقرر کرکے خلعتیں عنایت کیں۔ ملک یعقوب کو سکندر خاں کا خطاب دیا اور گجرات اس کے حوالے کیا۔ ملک راجو کو مبارز خاں، کمال عمر کو دستور خاں[1] اور سماء عمر[2] کو معین الملک کے خطابات عنایت کیے۔ یعقوب جس کو سکندر خاں کا خطاب ملا تھا، ایک عظیم لشکر کے ساتھ خاں جہاں کے مقابلے کے لیے مقرر ہوا۔ جس وقت فوج میوات کے نزدیک پہنچی، تو کوکا چوہان نے خاں جہاں کو قید کرکے سکندر خاں کے پاس بھیج دیا۔ سکندر خاں نے اس کو قتل کرکے اس کا سر شاہزادہ محمد خاں کے پاس بھیج دیا اور خود گجرات چلا گیا۔ اسی سال شاہزادہ محمد شاہ شکار کے ارادے سے کوہ سرمور کی جانب گیا۔ اثنائے شکار میں خبر پہنچی کہ ملک مفرح اور گجرات کے میر صدہ نے ساز باز کرکے سکندر خاں کو قتل کر دیا اور خاں کے ساتھ جو لشکر تھا سب غارت ہو گیا۔ ان زخمیوں میں سے بعض سید سالار کے ہمراہ[3] دہلی آ گئے۔ محمد شاہ یہ خبر سن کر دہلی آیا اور سکندر خاں کے خون کے انتقام کی کوشش نہیں کی، بلکہ عیش و عشرت میں مشغول ہوگیا اس کی غفلت سے ملک کے کاموں میں خرابیاں شروع ہوگئیں۔

اس واقعہ کے پانچ ماہ[4] بعد سلطان کے لشکری سماء الدین اور کمال الدین سے حسد کرنے لگے اور محمد شاہ کے خلاف ہو گئے مخالفت کرنے لگے۔ محمد شاہ نے ملک ظہیر الدین لاہوری کو اس فتنے کے فرو

۱- فرشتہ لکھتا ہے کہ کمال عمر کو مفتی الملک کا خطاب ملا، (ص ۱۴۹)۔

۲- نولکشور ایڈیشن میں "سائر عمر" لکھا ہے۔

۳- لکھنؤ ایڈیشن اور تاریخ مبارک شاہی، (ص ۱۳۸) میں سید سالار لکھا ہے کلکتہ ایڈیشن اور بعض مخطوطات میں سپہ سالار لکھا ہے۔ ہم نے اول الذکر کو ترجیح دی ہے۔ (ق)

۴- لکھنؤ ایڈیشن میں چند ماہ لکھا ہے، مگر کلکتہ ایڈیشن، تاریخ مبارک شاہی، (ص ۱۳۹) فرشتہ، (ص ۱۴۹) اور ایک مخطوطے میں پانچ ماہ لکھا ہے۔ (ق)

کرنے کے لیے روانہ کیا ۔ جس وقت ملک ظہیر الدین اس میدان میں جہاں فیروز شاہی لشکر جمع تھا ، پہنچا ، لشکریوں نے اس کو پتھروں سے زخمی کر دیا ، وہ اسی حالت میں شاہزادہ محمد کے پاس [۲۳۸] آیا ۔ شاہزادے نے فوج جمع کرکے سلطان کے لشکر کا مقابلہ کیا ۔ جنگ ہوئی آخر شہزادے کی فوج غالب آئی اور سلطان کے لشکر کو شکست ہوئی ۔ لشکریوں نے سلطان فیروز شاہ کے پاس جا کر پناہ لی ۔ دو روز تک جنگ جاری رہی ۔ تیسرے روز جب فیروز شاہ کے سپاہیوں کی حالت خراب ہوئی تو وہ سلطان فیروز شاہ کو میدان میں لائے ۔ جب محمد شاہ کے لشکریوں اور فیل بانوں نے سلطان کو دیکھا ، تو جنگ ختم کرکے سب اس کی طرف چلے آئے اور محمد شاہ کا لشکر منتشر ہو گیا ۔ اور وہ تھوڑے سے آدمیوں کو لے کر جو اس کے ساتھ رہ گئے تھے ، کوہ سرمور کی طرف چلا گیا ۔ سلطان کے لشکر نے جس میں تقریباً ایک لاکھ سوار اور پیادے تھے ، محمد شاہ اور اس کے خاص آدمیوں کے ٹھکانوں کو غارت و برباد کر دیا ۔ سلطان حاسدوں کے کہنے سے محمد شاہ سے ناراض ہو گیا ۔ سلطان نے تغلق شاہ بن فتح خاں کو جو اس کا پوتا تھا ، ولی عہد بنا کر تخت نشیں کیا ۔ تغلق شاہ نے سلطان کے داماد امیر حسن[1] کو جو محمد شاہ کا خاص آدمی تھا ، دربار میں بلا کر قتل کرا دیا اور سامانہ کے امیر غالب خاں[2] کو بھی محمد شاہ کے موافق ہونے کی وجہ سے قید کرکے جلا وطن کر دیا اور بہار کی ولایت بھیج دیا اور سامانہ ملک سلطان شاہ کو دے دیا ۔ اٹھارھویں ماہ رمضان ۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء کو سلطان فیروز شاہ نے وفات پائی :

نظم

فلک را سر الداختن شد سرشت
نشاید کشیدن سر از سر نوشت
کہ داند کہ این خاک الگیختہ
بخون چہ دلہا ست آمیختہ
ہمہ راہ گر لیست بینندہ کور
ادیم گو زن ست و گمخت گور

۱۔ بدایونی میر حسن لکھتا ہے ۔ (د)

۲۔ ایک مخطوطہ میں اس کا نام علی شاہ لکھا ۔ (د)

اس نے اڑتیس سال اور چند ماہ سلطنت کی۔ ''وفات ۹۷۰ھ فیروز'' اس کی تاریخ (انتقال) ہے۔

اس عادل بادشاہ نے عدل و احسان کے ضابطے اور امن و امان کے قاعدے اپنی رعایا میں جاری کیے اس کے تمام ضابطوں میں سے تین ضابطے بہت عمدہ تھے۔

ضابطہ اول : اس نے سیاست (قتل) کو بالکل ترک کر دیا تھا اور کسی مسلمان یا کسی شخص (غیر مسلم) کو اس نے قتل نہیں کیا[1] [۲۳۹] اس کے انعامات و وظائف کی کثرت اور دل دہی کی وجہ سے مخلوق کے لیے سیاست کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اگرچہ سیاست، سلطنت کا جزو اعظم ہے، لیکن اس کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف سنجیدہ اس کی رعایا میں عدالت و انصاف کا سبب بنے رہے اور ظلم و تشدد کی ضرورت نہ ہوئی۔ اس کی سلطنت میں کسی کی یہ طاقت نہ تھی کہ کسی کو رنجیدہ اور آزردہ کر سکے۔

ضابطہ دوم : رعایا کی آمدنی و طاقت کے لحاظ سے خراج طلب کیا کرتا تھا۔ خراج میں اضافہ اور [illegible]زی ختم کر دی اور رعایا کے بارے میں کسی کی نامناسب بات نہیں سنتا تھا۔ اس ضابطے سے آبادی میں اضافہ اور رعایا کو خوش حالی نصیب ہوئی۔

ضابطہ سوم : امور مملکت کے لیے اس نے دیندار، خدا ترس اور امین حاکم مقرر کیے تھے۔ کسی بدطینت اور شریر طبع کو کوئی عہدہ دیا نہ حاکم و امیر بنایا اور حاکم ''الناس علیٰ دین ملوکہم'' کے مطابق تمام مخلوق اپنے حکام کی پیروی کرتی تھی اور انصاف و عدالت کے قانون ان میں معمول ہو گئے تھے۔ کسی ایک کی بھی یہ مجال نہ تھی کہ ظلم و زیادتی کر سکے۔ چھوٹے بڑے میں امن و امان تھا۔

۱۔ کھرکو اور اہل کشمیر کے سلسلے میں یہ بات درست نہیں ہے۔ (د)

ہندوستان کے گزشتہ بادشاہوں کے مقابلے میں اس کے نیک کام ، انعامات اور وظائف زیادہ تھے ۔

سلطان فیروز شاہ کا تالیف کیا ہوا رسالہ جس میں اس نے اپنے واقعات جمع کیے ہیں اور اس کا نام ''فتوحات فیروز شاہی'' ہے[1] ، میری نظر سے گزرا ہے ۔ چونکہ کلام الملوک ، ملوک الکلام ہوتا ہے ، لہذا تبرکاً اور تیمناً اس میں سے کچھ حصہ (اس کتاب میں) لیا گیا ہے ۔ تا کہ اس فرشتہ سیرت بادشاہ کی نیک ذات اور پسندیدہ صفات کی خوبیاں اہل عقل و بصیرت کو معلوم ہو جائیں ۔

اس عادل بادشاہ نے فیروز آباد کی جامع مسجد کا جو گنبد عالی بنوایا ہے ، وہ ہشت پہل ہے اور اس گنبد کے آٹھوں پہلوؤں پر اس کتاب کا مضمون پتھر پر کھدا ہوا ہے گویا کہ اس کتاب کے آٹھ باب ہیں ۔

پہلی فصل[2] : مسجد کے اوقاف اور خرچ کرنے والے کے لیے مصارف کی بابت ہے اور اس بارے میں تاکید کی گئی ہے ۔

دوسری فصل[3] : میں لکھا ہے کہ پرانے زمانے میں معمولی معمولی جرائم پر مسلمانوں کی خونریزی [۲۰۰] کی جاتی تھی اور سخت سزائیں دی جاتی تھیں ، مثلاً ہاتھ ، پاؤں ، ناک ، کان کٹوانا ، آنکھیں نکلوا دینا ، اعضا کی ہڈیاں کچلوانا ، میخیں ٹھکوانا ، جسموں کو آگ میں جلوانا ، ہاتھ پاؤں اور سینے میں میخیں ٹھکوانا ، کھال اتروانا ، پاؤں کٹوانا ، آدمی کے دو حصے کرا دینا اور اس قسم کی دوسری ظالمانہ سزائیں تھیں ۔ خدا ولد کریم نے مجھے

۱۔ فتوحات فیروز شاہی کے خطی نسخوں ، مطبوعہ ایڈیشنوں اور انگریزی و اردو تراجم کے سلسلے میں ملاحظہ ہو ''فتوحات فیروز شاہی'' مرتبہ ڈاکٹر شیخ عبداللہ چغتائی (مقدمہ) لاہور ۱۹۵۲ء ، ص ۳ - ۶ - (ق)

۲۔ دیکھیے فتوحات فیروز شاہی (علی گڑھ ۱۹۴۳ء) ، ص ۱۳ - (ق)

۳۔ ایضاً ، ص ۲ - ۵ - (ق)

یہ توفیق عنایت کی کہ میں نے ان تمام ظالمانہ سزاؤں کو منسوخ کر دیا ۔

گزشتہ نیک نام بادشاہوں کے اسمائے گرامی جنھوں نے ہندوستان کو دارالاسلام بنایا ، خطبے سے خارج کر دیے گئے تھے ، ان کے ناموں کو دوبارہ خطبے میں داخل کر دیا تاکہ اس سلسلے سے ہمیشہ ان کی فاتحہ ہوتی رہے[1] ۔

دوسری نامعقول رسوم کہ جن کی وجہ سے رعایا پر لازمی طور سے سالانہ ظلم ہوتا تھا ، ترک کر دیں ، مثلاً چرائی ، گل فروشی ، نیلگری ، ماہی فروشی ، نداف ، ریسمان فروشی ، چنے بھوننا ، نکاحی ، شراب کی بھٹی ، داروغگی ، کوتوالی اور احتساب[2] ، بزرگوں نے کہا ہے :

بیت

دل دوستاں جمع بہتر ز گنج
خزینہ تہی بہ کہ مردم برنج

اور یہ حکم نافذ کرا دیا کہ جو مال پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہو ، وہ نہ لیا جائے ۔ اس سے قبل یہ رسم تھی کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ لشکریوں میں تقسیم ہوتا تھا اور چار حصے شاہی خزانے میں جمع ہوتے تھے ۔ میں نے شریعت مطہرہ کے مطابق پانچواں حصہ داخل خزانہ کر دیا[3] ۔

دوسرے یہ کہ بدمذہب ، ملحد ، بدعتی اور مرائی[4] کو جن کی وجہ سے مخلوق گمراہ ہوتی تھی ، میں نے اپنی حکومت سے نکال دیا اور ان کے رسم و رواج اور کتابوں کو ختم کر دیا[5]

۱- فتوحات فیروز شاہی ، ص ۵ - (ق)
۲- ایضاً ، ص ۵ - ۶ - (ق)
۳- ایضاً ، ص ۶ - (ق)
۴- مرائی بمعنی مکار ، ریا کار فریبی ، اس سے مراد احمد بہاری ، رکن الدین مدعی مہدویت اور عین ماہرو اور ان کے پیرو ہیں - (د)
۵- فتوحات فیروز شاہی ، ص ۸ - ۱۰ - (ق)

دوسرے یہ کہ مردوں کی یہ عادت ہو گئی تھی کہ ریشمی کپڑے پہنتے اور چاندی اور سونے کا استعمال کرتے ۔ ان تمام باتوں کو ترک کرا دیا اور حکام شریعت کے موافق (عمل) کرایا[۱] ۔

مسلمان اور کافروں کی عورتیں جو مزارات پر اور بت خانوں میں جمع ہوا کرتی تھیں ، اور جن کی وجہ سے مختلف فسادات پیدا ہوتے تھے ، ان کی ممانعت کر دی گئی[۲] ۔ بت خانے کی جگہ مسجد بنوائی ۔ گزشتہ زمانے کے بادشاہوں کے آثار خیر ، مسجدیں ، خانقاہیں ، مدرسے [۳۰۳] کنوئیں ، حوض ، پل اور مقبرے جو منہدم ہو گئے تھے ، از سر نو تعمیر کرائے[۳] ۔ اوقاف مقرر کر دیے اور میرے مرحوم آقا سلطان محمد نے جس جماعت کو بہ نظر سیاست قتل کرا دیا تھا اور ان کے اعضا کو قطع کرا دیا تھا ، ان کے وارثوں میں سے جس کسی کو میں نے پایا ، اس کا وظیفہ مقرر کرکے اس کو خوش کیا اور ان سے سلطان کی بابت معافی کی ایک تحریر لے کر اراکین ، اکابر اور اشراف کے پاس بھیج دی اور سلطان محمد شاہ کے مقبرے میں رکھوا دی[۴] ۔

دوسرے میں نے جس جگہ کوئی گوشہ نشیں یا درویش سنا اس کے پاس خود جا کر اس کی رعایت کو ملحوظ خاطر رکھنا واجب سمجھا اور سپاہی اور امراء میں سے جس کسی کو سن رسیدہ پایا ، اس کو نصیحت کی اور توبہ کی جانب راغب کرکے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا اور آخرت کے کاموں کی طرف اس کو مشغول کر دیا ۔

اس (سلطان فیروز شاہ) کی تعمیر کردہ عمارات اور آثار خیر کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :

نہروں کے بند	مسجدیں	مدرسے	خانقاہ	محل
پچاس عدد	چالیس عدد	تیس عدد	بیس عدد	سو عدد

۱- فتوحات فیروز شاہی ، ص ۱۳ - (ق)
۲- ایضاً ، ۱۰ - (ق)
۳- ایضاً ، ۱۴ - ۱۹ -
۴- ایضاً ، ص ۱۹ - ۲۰ - (ق)

سرائیں	شہر	حوض	دارالشفاء	مقبرے
دوسو عدد	سو عدد	پانچ عدد	سو عدد	ایک سو پچاس عدد

حمام	مینار	کنوئیں	پل	باغات
تیس عدد	ایک سو پچاس عدد	ایک سو پچاس عدد	ایک سو پچاس عدد	بے شمار

ان میں سے ہر عمارت کے لیے وقف نامہ تحریر کر دیا اور ان کی آمدنیاں ان کے لیے مقرر کر دیں۔ تمام مساجد، مدارس، خانقاہوں، حماموں اور کنوؤں کے لیے اہل خدمت مقرر کر دیے۔ وظیفے مقرر کر دیے۔ ان سب کی تفصیل بہت طویل ہے۔

وہ (سلطان فیروز شاہ) لکھتا ہے کہ مجھ کو دو مرتبہ زہر دیا گیا میں نے اس کو دانستہ[1] کھا لیا، لیکن کوئی نقصان نہ پہنچا۔ چونکہ اس رسالے کے دوسرے واقعات تاریخوں میں تحریر ہیں، لہذا ان کے اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو غریق رحمت کرے۔

ذکر سلطان تغلق شاہ بن فتح خان بن فیروز شاہ

سلطان تغلق شاہ ۱۸ ماہ رمضان ۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء کو بعض امراء کی کوشش سے قصر فیروز آباد میں تخت نشین ہوا۔ وہ سلطان غیاث الدین [۳۳۲] تغلق شاہ مشہور ہوا۔ اس نے ملک فیروز پسر ملک تاج الدین کو منصب وزارت دے کر خان جہاں کا خطاب دیا اور غیاث الدین ترمذی کو سلاح داری کی خدمت ملی اور ملک فیروز علی کو قید سے آزاد کر کے جامداری[2] کا عہدہ دیا۔ جو اس کے باپ کا منصب تھا، ملک فیروز علی اور بہادر ناہر کو سلطان محمد شاہ کے مقابلے کے لیے مقرر کیا۔ سامانہ کے حاکم سلطان شہ، رائے کمال الدین اور دوسرے امراء بھی اس خدمت پر مقرر ہوئے۔ اسی سال ماہ شوال میں شاہی لشکر کوہ سرمور پہنچا۔

۱- ایک مخطوطہ میں ''نادانستہ'' ہے۔ (د)
۲- بعض مخطوطات میں جہالداری اور جانداری کا لفظ ہے۔ (د)

شہزادہ محمد شاہ وہاں سے کوچ کرکے پہاڑ پر چلا گیا اور قلعہ بکناری میں محفوظ ہو گیا ۔ چونکہ تغلق شاہ کا لشکر پیچھے سے آیا تھا ۔ لہٰذا محمد شاہ وہاں سے چلتا بنا اور قلعہ لگر کوٹ پہنچ گیا ۔ لشکر اس کے تعاقب سے واپس چلا آیا ۔ چونکہ سلطان تغلق شاہ عنفوان شباب سے عیش و عشرت کا عادی تھا ، لہٰذا انتظام سلطنت خراب ہونے لگا اور سلطنت کے کاموں میں خلل اندازیاں شروع ہو گئیں ۔ تغلق شاہ نے اپنی ناتجربہ کاری اور عدم احتیاط کی وجہ سے سالار شہ کو جو اس کا سگا بھائی تھا ۔ قید کر دیا اور ابوبکر پسر ظفر خاں نے جو اس کا بھتیجا تھا ، خوف و وہم کی وجہ سے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور راستے سے ہٹ گیا ۔ ملک رکن الدین نائب وزیر[1] اور دوسرے امراء اس سے مل گئے اور اس نے خروج کر دیا اور ملک مبارک کبیر[2] کو فیروز آباد میں سرائے تغلق شاہ کے دروازے پر قتل کر دیا اور وہ باغیوں کا گروہ اور ان کا غلبہ سمجھ کر خان جہاں کے کھنے سے اس دروازے سے جو دریائے جمنا کی طرف تھا ، باہر نکلا ۔ ملک رکن الدین حاضر ہوا اور اس نے تعاقب کیا ۔ تغلق شاہ اور خان جہاں کو گرفتار کر لیا ۔ اور قتل کر دیا اور ان کے سروں کو اسی دروازے پر لٹکوا دیا ۔ یہ واقعہ اکیسویں ماہ صفر ۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء[3] کو ہوا ۔ اس کا زمانہ سلطنت پانچ ماہ اور تین روز ہوا ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

ذکر سلطان ابوبکر شاہ

اس واقعہ کے بعد بے تدبیر امراء نے ابوبکر بن ظفر خاں بن سلطان فیروز کو [۳۴۲] بادشاہ بنایا اور ابوبکر شاہ خطاب دیا ۔ وزارت کا منصب رکن الدین کو ملا ۔ کچھ عرصے کے بعد ابوبکر شاہ کو معلوم ہوا کہ رکن الدین جندہ[4] ، چند فیروز شاہی امراء کے ساتھ ساز باز کرکے

۱- بدایونی ، رکن الدین کو وزیر لکھتا ہے ۔ (د)

۲- فرشتہ نے اس کو امیر الامراء لکھا ہے ۔ (د)

۳- بدایونی نے تاریخ نہیں دی ہے ۔ اس نے مدت حکومت پانچ اور اٹھارہ دن لکھی ہے ۔ لکھنؤ ایڈیشن میں چھ ماہ اٹھارہ دن ہے اور ایک مخطوطے میں پانچ ماہ اور تین دن لکھی ہے ۔ (د)

۴- بدایونی نے اس کو شروع ہی میں چندہ لکھا ہے ۔ (د)

چاہتا ہے کہ ابوبکر شاہ کو درمیان سے ہٹا کر خود بادشاہ بن بیٹھے۔ ابوبکر شاہ نے پیش دستی کی اور بعض امراء کے ساتھ مل کر رکن الدین جندہ کو مروا ڈالا اور پھانسی دے دی۔ ان لوگوں کی جماعت کو بھی جو رکن الدین سے ساز باز رکھتے تھے، قتل کرا دیا۔ ابوبکر شاہ دہلی پر قابض ہو گیا اور اس نے (شاہان دہلی) کے خزانوں اور ہاتھیوں پر قبضہ کر لیا اور خوب قوت و اقتدار حاصل کر لیا۔

اسی زمانے میں خبر پہنچی کہ سامانہ کے امیران صدہ نے ملک سلطان شہ خوشدل کو جو سامانہ کا حاکم تھا، اسی سال چوبیسویں ماہ صفر کو سنام کے حوض کے کنارے، خنجر و تلوار کے زخموں سے ختم کرا دیا اور اس کے گھر کو تاراج کر کے اس کا سر محمد شاہ شہزادے کے پاس لگر کوٹ بھیج دیا۔ سلطان محمد شاہ لگر کوٹ سے کوچ کر کے جالندھر کے راستے سے سامانہ پہنچا اور ماہ ربیع الاول میں دوسری مرتبہ تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوا۔ سامانہ کے امیران صدہ اور دامن کوہ کے زمینداروں نے از سرنو بیعت کی۔ دہلی کے امراء و ملوک بھی ابوبکر شاہ کے خلاف ہو گئے اور محمد شاہ سے مل گئے۔ بیس ہزار سوار اور بے شمار پیادے اس کے پاس جمع ہو گئے۔ جب وہ سامانہ سے دہلی کی جانب روانہ ہوا، تو دہلی کے قریب پہنچتے پہنچتے اس کے ساتھ پچاس ہزار سواروں کی جمیعت ہو گئی۔ پچیسویں ماہ ربیع الآخر ۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء کو سلطان محمد شاہ قصر جہاں نما میں جلوہ افروز ہوا۔ ابوبکر شاہ نے اپنی فوج کو محمد شاہ سے جنگ کرنے کے لیے فیروز آباد میں چھوڑ دیا تھا۔ ابوبکر شاہ کے لشکری اسی سال دوسری جمادی الاولیٰ کو فیروز آباد کے گلی کوچوں میں سلطان محمد کے لشکر سے لڑنے لگے۔ اسی دن بہادر ناہر بڑی جمعیت کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ ابوبکر شاہ کو اور قوت حاصل ہو گئی۔ دوسرے روز ابوبکر شاہ نے صف آرائی کی۔ [۳۰۲] جنگ ہوئی اور محمد شاہ کو شکست ہوئی۔ وہ دو ہزار سواروں کو لے کر دریائے جمنا سے گزرا اور دوآبہ کے علاقے میں چلا گیا اس نے اپنے منجھلے لڑکے ہمایوں خاں کو سامانہ بھیج دیا تاکہ وہ وہاں فوج جمع کرے اور ملک ضیاء الملک ابو رجا اور رائے کمال الدین سئین اور رائے خلجین بھٹی کو جو اس نواح کے جاگیردار تھے، ساتھ بھیج دیا اور خود دریائے گنگا کے کنارے موضع جلیسر میں قیام کیا۔

فیروز شاہ کے بعض سردار مثلاً ملک سرور شحنۂ شہر[1] ، ملک الشرق نصیر الملک حاکم ملتان[2] ، خواص الملک حاکم بہار ، ملک حسام الدین حاکم اودھ ، سیف الدین ، ملک کبیر ، پسران حسام الدین ، پسران ملک دولتیار ، حاکم قنوج ، رائے شیر اور دوسرے راجا تقریباً پچاس ہزار سوار اور بہت سے پیادوں کے ساتھ محمد شاہ سے جا کر مل گئے ۔ ملک سرور کو خواجہ جہاں کا خطاب دے کر وزیر بنایا اور خواص الملک کو خواص خاں کا خطاب دیا ، سیف الملک کو سیف خاں کا خطاب ، نصیر الملک کو خضر خاں کا اور رائے شیر کو رائے رایاں کا خطاب دیا ۔

اس سال ماہ شعبان میں دوبارہ دہلی کی جانب جانے کا ارادہ کیا اور موضع کندلی میں ابوبکر شاہ سے مقابلہ ہوا ۔ چونکہ ابھی تک سلطان محمد کی سلطنت کی نوبت نہیں آئی تھی ، لہذا محمد شاہ کی فوج کو شکست ہو گئی:

بیت

تا در نرسد وعدۂ ہرکار کہ ہست
سودے ندہد یاری یا یار کہ ہست

ابوبکر شاہ نے تین کوس تک تعاقب کیا ۔ پھر دہلی واپس ہو گیا ۔

محمد شاہ نے پھر جلیسر میں قیام کیا اور اسی سال ماہ رمضان میں ملتان و لاہور اور دوسرے قصبات میں فرامین و احکام جاری ہو گئے کہ جس محلے اور گلی میں فیروز شاہی آدمی پایا جائے ، اس کو قتل کر دیا جائے ۔ جن مقامات پر یہ حکم پہنچ گیا تھا ۔ ان میں سے اکثر مقامات پر ایک ہی روز میں سخت غارت گری اور قتل عام ہو گیا اور مخلوق کو مختلف مصائب کا سامنا کرنا پڑا ۔ راستے بند ہو گئے ۔ گھر برباد ہو گئے [۲۴۵] اور اس ولایت کی اکثر رعایا نے خراج روک لیا اور مختلف قسم کے فسادات شروع کر دیے ۔

ماہ محرم ۷۹۲ھ/۹۰-۱۳۸۹ء میں شاہزادہ ہمایوں خاں دوسرے

۱۔ ایک مخطوطے میں "شحنہ پیل شہر" لکھا ہے ۔ (د)
۲۔ بدایونی نے ملک الشرق نصیر الملک ایک شخص لکھا ہے ۔ (د)

امراء مثلاً غالب خان حاکم سامانہ ، ضیاء الملک ابو رجا ، مبارک خاں ، ملاحون[1] ، شمس خان حاکم حصار فیروزہ کے ساتھ فوج جمع کرکے پانی پت آیا دہلی کے اطراف کو آباد کر دیا ۔ ابوبکر شاہ نے عماد الملک کو چار ہزار سوار اور بہت سے پیادوں کو ساتھ کرکے مقابلے کے لیے روانہ کیا ۔ پانی پت کے میدان میں مقابلہ ہوا ۔ اور شاہزادہ ہمایوں کے لشکر نے شکست پائی اور وہ سامانہ کی جانب چلا گیا ، چونکہ ابوبکر شاہ کو برابر فتوحات نصیب ہوتی رہیں ، لہذا اسی سال ماہ جمادی الاولیٰ میں بڑی قوت و شوکت کے ساتھ محمد شاہ کو دفع کرنے کے لیے جلیسر کی جانب روانہ ہوا ، دہلی سے بیس کوس کے فاصلے پر قیام کیا ۔ محمد شاہ لشکر کے بڑے حصے کو جلیسر میں چھوڑ کر اور چار ہزار آزمودہ کار جوانوں کو ہمراہ لے کر ان سے علیحدہ ہو گیا اور ابوبکر شاہ کے لشکر سے بغیر مقابلہ کیے ہوئے بائیں طرف[2] کا راستہ لیا اور دہلی آ گیا ۔

جو فوج ابوبکر شاہ شہر کے دروازوں کی محافظت کے لیے چھوڑ گیا تھا ، اس نے معمولی سی جنگ کی ۔ محمد شاہ نے بدایوں دروازے کو آگ لگوا دی اور شہر میں داخل ہو گیا ۔ جب وہ قصر ہمایوں میں پہنچا ، تو شہر کے تمام شرفاء اور کم حیثیت آدمی سلطان محمد شاہ کی خدمت میں آئے ابوبکر شاہ خبر دار ہو گیا ۔ اسی روز دوپہر کے وقت پوری جمعیت کے ساتھ اسی راستے سے شہر میں داخل ہوا اور محمد شاہ نے ملک بہاء الدین جنگی کو دروازوں کی حفاظت کے لیے چھوڑا تھا ، اس کو قتل کر دیا اور قصر ہمایوں کا ارادہ کیا ۔ محمد شاہ کوئی تدبیر نہ کر سکا اور حوض خاص کے دروازے کے راستے سے باہر نکل گیا اور پھر جلیسر اور اپنے لشکر سے مل گیا ۔ محمد شاہ کے بعض امراء مثلاً خلیل خاں باربک ، ملک آدم ، سلطان فیروز شاہ کا بھانجا اسماعیل گرفتار ہو کر قتل کر دیے گئے تھے ۔ بعض جنگ میں مارے گئے ۔ [۲۸٦]

۱۔ بعض مخطوطات میں یہ نام ملاجون اور پلاجون لکھا ہے ۔ (د)

۲۔ لکھنؤ ایڈیشن میں ”راہ چپ“ لکھا ہے ۔ (د)

اسی سال ماہ رمضان میں میرا[1] حاجب سلطانی نے ابوبکر شاہ سے مخالفت کی اور سب نے خفیہ طور سے محمد شاہ کو خطوط لکھے ۔ ابوبکر شاہ مجبور ہو کر کوٹلہ بہادر ناہر کی طرف چلا گیا ۔ تا کہ اس سے مدد لے اور ملک شاہین عماد الملک[2] ، ملک بحری اور صفدر خان سلطانی کو دہلی میں چھوڑا ، اس کی مدت سلطنت ایک سال چھ ماہ ہوئی ۔

ذکر سلطان محمد شاہ بن سلطان فیروز شاہ

اس ماہ رمضان کی سولھویں تاریخ کو میر صاحب کی درخواست اور فیروز شاہ کے بعض غلاموں کی درخواستیں محمد شاہ کے پاس پہنچیں کہ ابوبکر شاہ اپنے بعض خاص لوگوں کے ساتھ کوٹلہ چلا گیا ہے اور خان خاناں نے سلطان محمد کے چھوٹے لڑکے کو ہاتھی پر سوار کر کے اس کے سر پر چتر لگا دیا ہے ۔ اس سال انیسویں ماہ رمضان کو محمد شاہ دہلی آیا اور قصر فیروز آباد میں تخت نشین ہوا ۔ میر صاحب سلطان کو منصب وزارت دے کر اسلام خان کا خطاب عنایت کیا اور فیروز شاہ کے غلام اور شہر کے باشندے سب محمد شاہ سے مل گئے ۔ چند روز کے بعد وہ فیروز آباد سے شہر میں آیا اور قصر ہمایوں میں قیام کیا ۔

جو ہاتھی فیروز شاہ کے غلاموں کے پاس تھے ، وہ ان سے لے کر قدیم مغل بانوں کے سپرد کر دیے ۔ فیروز شاہی غلام اس بات پر ناراض ہو کر شہر سے نکل گئے اور راتوں رات بھاگ کر اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ کوٹلہ ناہر پہنچے اور ابوبکر شاہ سے مل گئے ۔ محمد شاہ نے حکم دیا کہ سلطان (فیروز شاہ) کے غلاموں میں سے جو کوئی شہر میں ہو ، وہ چلا جائے ۔ تین روز کی مہلت دی گئی ۔ بہت سے (غلام) شہر چھوڑ کر چلے گئے اور جو نہ جا سکے ان کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا ۔ مشہور ہے کہ سلطان کے غلاموں میں سے جو تین روز کے بعد گرفتار ہوئے ،

۱- یہ نام مختلف مخطوطات میں مختلف طرح مثلاً مسبرحت سلطانی ، فرحت سلطانی اور مبشر چپ اور ''میر حاجب'' دیا ہے ۔ ہم نے آخرالذکر اختیار کیا ہے ۔ (د)

۲- بدایونی نے ملک شاہین اور عماد الملک کو دو علیحدہ شخصیتیں قرار دیا ہے ۔ (د)

ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم اصیل ہیں [۳۴۷] - محمد شاہ نے فرمایا کہ تم میں سے جو کھرا کھری[1] کہتا ہے ، وہ اصیل ہے - چونکہ جس طرح سلطان محمد شاہ چاہتا تھا اس طرح وہ تلفظ ادا نہ کر سکے ، وہ اہل بنگالہ اور پوربیوں کی طرح بولتے تھے ، اس لیے ان کو قتل کرا دیا گیا - بہت سے پوربی کہ جو اصیل تھے اور ان کی زبان صاف نہیں تھی ، ان کو بھی قتل کرا دیا - تین روز کے بعد فیروز شاہ کے خانہ زادوں اور غلاموں سے جنھوں نے محمد شاہ کی مخالفت کی تھی ، شہر خالی ہو گیا -

---

۱- بدایونی اس لفظ کا ذکر نہیں کرتا ہے ، بلکہ ''خاص زبان'' کا لفظ استعمال کرتا ہے - فرشتہ (ص ۱۵۳) میں ''کھرا کھری'' ہے - تاریخ مبارک شاہی (ص ۱۵۰) میں ''کھرا کھری کرجنا'' لکھا ہے - مشہور محقق پروفیسر حافظ محمود خاں شیرانی نے اس کو ''کھڑا کھڑی'' پڑھا ہے - چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ''(سلطان) قیدیوں میں سے ایک ایک کو اپنے سامنے بلاتا اور کلمہ ''کھڑا کھڑی'' کہلواتا اگرچہ قیدی یہ لفظ دہلویوں کے لہجہ کے مطابق اسے ادا کر دیتا ، تو آزاد ہو جاتا ، ورنہ جلد وہ جلاد کے سپرد کر دیا جاتا - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مشرق صوبوں کے باشندے ہندی ''کھ'' اور ''ڑ'' کا تلفظ دہلویوں کے مقابلے میں تکلف سے ادا کرتے ہیں ''کھڑا کھڑی'' اس قصے کی روشنی میں جلاد کی تلوار اور انسانی قتل کے شکنجے سے کم خونخوار ثابت نہیں ہوتا -'' ملاحظہ ہو ''مقالات حافظ محمود شیرانی ''مرتبہ مظہر محمود شیرانی (مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۶ء) (ص ۱۴۷ - ۱۴۸) مولوی ذکاء اللہ دہلوی لکھتے ہیں کہ ''ان سے بادشاہ نے لفظ ''کھرا کھری'' کا کہلوایا - جس نے بادشاہ کی مرضی کے موافق ان الفاظ کا تلفظ ادا کیا ، وہ قضا سے بچ گیا اور جس کے منہ سے بنگالہ اور پورب کے لہجہ سے یہ لفظ نکلا ، وہ اجل کے منہ میں پڑا - اس تلفظ نے سینکڑوں بے گناہ پردیسیوں کو موت کے منہ میں ڈالا -'' (تاریخ ہندوستان - جلد دوم از مولوی ذکاء اللہ دہلوی) (مطبع شمس المطابع دہلی ۱۸۹۷ء) ، ص ۲۳۸) - (ق)

محمد شاہ نے خود انتظام شروع کیا اور اطراف و جوانب سے لشکر جمع کرکے اپنی قوت بڑھائی ۔ ہمایوں خاں جس کا لڑکا سامانہ میں تھا ، بڑی فوج لے کر دہلی آیا اور اس سے مل گیا ۔ محمد شاہ کی قوت اور زیادہ ہو گئی ۔ ہمایوں خاں کو اسلام خاں کے ہمراہ اور غالب خاں رانے کمال الدین اور امرائے خلجین کو ابوبکر شاہ کے مقابلے کے لیے تعینات کیا ۔ یہ لشکر کوٹلہ پہنچا ۔ ماہ محرم ۷۹۲ھ/۱۳۹۰ء میں ابوبکر شاہ نے بہادر ناہر کے ساتھ فیروز شاہی خانہ زادوں کی ہمراہی میں شاہزادہ ہمایوں کے لشکر پر اس وقت حملہ کیا جب وہ بے خبر تھا اور کچھ لوگوں کو زخمی کر دیا ۔ اسی اثنا میں اسلام خاں تیار ہوکر ایک طرف سے آ گیا اور اسی طرح شاہزادے نے بھی اپنی فوج کو آراستہ کیا اور جنگ ہوئی ۔ پہلے ہی حملے میں ابوبکر شاہ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ شکست پائی اور قلعہ کوٹلہ میں چلا گیا ۔ جب یہ خبر محمد شاہ کو ملی ، پے در پے کوچ کرکے پہنچا ۔ ابوبکر شاہ اور بہادر ناہر نے امان کی درخواست کی اور حاضر ہو گئے ۔ بہادر ناہر کو خلعت دے کر رخصت کر دیا ۔ ابوبکر شاہ کو ہمراہ لیا اور منزل کندی پر لائے ۔ پھر وہاں سے میٹھ کے قلعے میں بھیج دیا ۔ اسی (قلعے) میں وہ مر گیا ، سلطان محمد دہلی کی طرف چلا گیا ۔

اسی سال گجرات کے حاکم مفرح سلطانی کے ظلم و تشدد کی خبر آئی ۔ ظفر خاں بن وجیہ الملک کو حکومت گجرات پر روانہ کیا ۔ [۲۴۸] ۷۹۴ھ/۹۲ - ۱۳۹۱ء میں نرسنگھ مذکور[1] ، سر دردھرن[2] اور بیر بھان کی سرکشی کی اطلاع آئی ۔ سلطان کے حکم سے باغیوں کی سرکوبی کے لیے اسلام خاں روانہ ہوا ۔ نرسنگھ نے اسلام خاں سے جنگ کی اور شکست پائی اور بہت سے کفار مارے گئے ۔ سلطان کے لشکر نے اس کا تعاقب کیا ۔ آخرکار اس نے امان طلب کی اور اسلام خاں کے ہمراہ دہلی آیا ، اس دوران میں خبر پہنچی کہ سر دادھرن نے قصبہ بلا رام[3] پر

۱- تاریخ مبارک شاہی (ص ۱۵۲) میں ہرسنگھ مذکور اور فرشتہ (ص ۱۵۳) میں نرسنگھ لاتھور ہے ۔ (ق)
۲- تاریخ مبارک شاہی یہ دو نام سبیر اور ادھرن دیے ہیں ۔ (ق)
۳- کلکتہ ایڈیشن میں ملا گرم اور ایک مخطوطے میں دلا رام اور بدایونی میں بلا رام ہے ۔ (د)

چڑھائی کر دی ۔ سلطان اس طرف خود روانہ ہوا ۔ جب وہ کالی ندی کے کنارے پہنچا ، تو وہ لوگ فرار ہو کر قلعہ اٹاوہ میں داخل ہو گئے ۔ جس روز سلطان اٹاوہ پہنچا ، کفار نے بزدلی کا مظاہرہ کیا اور رات میں قلعہ چھوڑ کر فرار ہو گئے ۔ دوسرے روز سلطان نے قلعے کو ویران کر دیا اور قنوج کی طرف چلا گیا ۔ قنوج اور دلمئو کے راجاؤں کو سزا دے کر جلیسر آ گیا اور وہاں قلعہ بنوا کر اس کا نام محمد آباد رکھا ۔

اس سال ماہ رجب میں خواجہ جہاں نائب کا جو شہر (دہلی) میں تھا اس مضمون کا خط پہنچا کہ اسلام خاں بغاوت کے ارادے سے پنجاب جانے والا ہے اور فتنہ برپا کرنے کی نیت رکھتا ہے ۔ سلطان نے جب یہ خبر سنی ، تو جلیسر کے لشکر کے ساتھ شہر میں آیا ۔ محضر تیار کر کے اسلام خاں کو بلایا اور حقیقت حال دریافت کی ۔ اس نے انکار کیا ۔ جاجو نامی ایک ہندو اور اس کا بھتیجا جو اس کے دشمن تھے ان دونوں نے جھوٹی گواہی دی ۔ سلطان نے اسلام خاں کو سزا دی اور خان جہان کو وزارت دے دی اور ملک مقرب الملک کو لشکر کے ساتھ محمد آباد بھیج دیا ۔

۷۹۵ھ/۹۳-۱۳۹۲ء میں سر دادھرن جیت سنگھ راٹھور ، بیر بھان ، مقدم بھاسونھو کی بغاوت کی خبر پہنچی ۔ سلطان نے ملک مقرب الملک کو اس فتنے کے فرو کرنے کے لیے روانہ کیا ۔ جب فریقین کا مقابلہ ہوا ، ملک مقرب الملک نے صلح کی گفتگو کر کے راجگان مذکور سے عہد و پیمان کر لیا اور ان کو اپنا مطیع بنا لیا اور اپنے ساتھ قنوج لے گیا اور مکاری و فریب سے ان کو قتل [۲۶۹] کرا دیا ۔ رائے سیر ان میں سے نکل بھاگا اور اٹاوہ پہنچا ۔ ملک مقرب الملک وہاں سے لوٹ کر محمد آباد آ گیا ۔

اسی سال ماہ شوال میں سلطان نے میوات کی طرف رخ کیا اور ان (میواتیوں) کو تباہ و برباد کر کے محمد آباد سے جلیسر چلا گیا ۔ وہاں بیمار ہو گیا ۔ اس وقت یہ خبر پہنچی کہ بہادر ناہر نے دہلی کے بعض گاؤں کو تاخت و تاراج کر دیا ہے اور فتنہ برپا کیا ہے ۔ سلطان کمزوری کے باوجود میوات کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب وہ کوٹلہ پہنچا تو بہادر ناہر مقابلے کے لیے آیا اور شکست کھائی اور وہ کوٹلہ کے قلعے میں قلعہ بند ہو گیا ۔ چونکہ وہاں قیام کی طاقت نہیں رکھتا تھا ، لہذا کوٹلہ سے

جرجر۱ بھاگ گیا ۔ سلطان نے جو عمارت محمد آباد میں بنوائی تھی ، اس کے اہتمام کے لیے محمد آباد آیا ۔ اس دوران میں اس کی بیماری میں اضافہ ہو گیا اور ماہ ربیع الاول ۷۹۶ھ/۹۴-۱۳۹۳ء میں شاہزادہ ہمایوں خاں کو شیخا کھوکھر پر جس نے بغاوت کرکے قلعہ لاہور پر قبضہ کر لیا تھا ، متعین کیا ۔ شہزادہ چاہتا تھا کہ لاہور کی طرف چلا جائے کہ اسی سال سترھویں ماہ ربیع الاول (۷۹۶ھ) کو سلطان محمد شاہ کی وفات کی خبر پہنچی ۔ شہزادہ شہر میں ٹھہر گیا ۔ سلطان محمد شاہ کی سلطنت کی مدت چھ سال سات ماہ ہوئی ۔

ذکر سلطان علاء الدین سکندر شاہ

سلطان محمد شاہ کے منجھلے لڑکے نے ، جس کا خطاب ہمایوں خاں تھا، محمد شاہ کے فوت ہونے کے بعد تین روز تک رسوم تعزیت ادا کیے ۔ اسی سال انیسویں ماہ ربیع الاول کو امراء ، ملوک ، سادات ، قضات اور اکابر دہلی کی رائے سے وہ دہلی کے تخت پر جلوہ گر ہوا ۔ وزارت خواجہ جہاں کو دی اور تمام اہل کاروں کو بدستور سابق برقرار رکھا ۔ اسی سال پانچویں ماہ جمادی الاولیٰ کو بیمار ہو کر مر گیا[۲] : [۲۵۰]

بیت

بخت و دولت چہ شد اربا رنشد اے خواجہ دہر
نتواں خورد ازیں مائدہ جز قسمت خویش

اس کی مدت سلطنت ایک ماہ سولہ روز ہوئی ۔

ذکر سلطان محمود شاہ

وہ محمد شاہ کا چھوٹا لڑکا تھا ۔ جب سلطان علاء الدین کا انتقال ہو گیا ، تو اکثر امراء ، مثلاً غالب خاں حاکم سامانہ ، رائے کمال الدین

۱۔ مختلف نسخوں میں یہ لفظ مختلف طرح ، مثلاً کوہ جھو ، جھرجز وغیرہ لکھا گیا ہے ۔ (د)

۲۔ وہ اپنے باپ اور دادا کے قریب حوض خاص کے کنارے دفن ہوا (د)

مئیں ، مبارک خاں پلاچو ، خواص خاں حاکم الدری و کرنال نے شہر سے باہر آ کر ارادہ کیا کہ سلطان محمود شاہ کی اجازت کے بغیر اپنی اپنی جاگیروں پر چلے جائیں ۔ خان جہاں کو اطلاع ہوئی ۔ ان سب کو دلاسا دیا اور شہر میں لے آیا ۔ اسی سال بیسویں جمادی الاولیٰ کو امراء ، ملوک اکابر شہر کی رائے سے قصر ہمایوں میں تخت سلطنت پر جلوس کیا ۔ ناصر الدین محمود شاہ کا خطاب پایا ۔ خواجہ جہاں کو وزارت پر قائم رکھا اور مقرب الملک کو مقرب خاں کا خطاب دیا اور ولی عہد بنایا ۔ عبدالرشید سلطانی کو سعادت خاں کا خطاب اور بار بیگی کا منصب دیا ۔ ملک سارنگ کو سارنگ خاں کا خطاب دے کر دیپال پور کا حاکم بنا دیا اور ملک دولت یار دبیر کو دولت خاں کا خطاب دے کر عارض ممالک[1] کا منصب دیا ۔ یہ منصب پہلے عماد الملک کا تھا ۔

چونکہ ہندوستان کا دور کا سرحدی حصہ کہ جب سے جونپور اور اس کا نواحی علاقہ مراد ہے ، زمینداروں کے غلبے کی وجہ سے انتظام و اختیار سے نکل گیا تھا ، لہذا خواجہ سرور کو کہ جو خواجہ جہاں تھا اور جس کو سلطان محمد نے جواپور میں نامزد کیا تھا ، سلطان الشرق کا خطاب دے کر قنوج سے بہار تک کا علاقہ اس کے سپرد کر دیا ۔ ماہ رجب ۷۹۶ھ/۱۳۹۴ء میں بیس ہاتھی اور ایک بڑا لشکر دے کر اسے روانہ کیا ۔ سلطان الشرق [۲۵۱] نے ان علاقوں میں پورا غلبہ حاصل کر لیا اور اس نواح کے زمینداروں کو اپنا مطیع بنا لیا ، جو قلعے خراب ہو گئے تھے ، ان کو از سر نو تعمیر کرایا[2] ۔ رائے جاج نگر اور بادشاہ لکھنوتی نے تحفے اور ہدیے جو سلطان فیروز شاہ کو ہر سال بھیجا کرتے تھے ، اس کو بھی بھیجے ۔

۱۔ عارض ممالک "The Paymaster of the Finance" ہوتا تھا وہ ترقی اور ملازمت کے لیے لوگوں کو بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا تھا ۔ بعد میں وہ بخشی کہلایا ملاحظہ ہو "دی آرمی آف دی انڈین مغلس" از اروِن ، ص ۳۸ ۔ (د)

۲۔ تاریخ مبارک شاہی میں ان کے نام قنوج کڑہ ، اودہ ، سندیلہ ، بہرائچ اور ترہٹ بہار اور دلمئو دیے ہیں ، (ص ۱۵۷) ۔ (ق)

اس سال سلطان کے حکم سے سارنگ خاں ، دیبال پور کے انتظام اور شیخا کھوکھر کے فسادات کو دفع کرنے کے لیے روانہ ہوا ۔ اسی سال ماہ شعبان میں وہ دیبال پور پہنچا اور لشکر کا انتظام کرکے ماہ ذی قعدہ ۷۹٦ھ/۱۳۹۴ء میں رائے خلجیں بھٹی ، رائے داؤد ، رائے کمال مئیں اور ملتان کے لشکر کو ہمراہ لے کر (شیخا کھوکر کی طرف) متوجہ ہوا جب لاہور کے ازدیک پہنچا ، تو شیخا کھوکھر نے بڑی فوج کے ساتھ لاہور سے بارہ کوس کے فاصلے پر مقابلہ کیا[۱] ۔ سارنگ خاں کو فتح ہوئی اور شیخا کھوکھر شکست کھا کر کوہ جموں کو چلا گیا ۔ دوسرے روز سارنگ خاں لاہور کے قلعے پر قابض ہو گیا ۔ اس نے اپنے چھوٹے بھائی ملک کندھو کو عادل خاں کا خطاب دے کر وہاں چھوڑا اور خود دیبال پور آ گیا ۔

اسی سال ماہ شعبان میں سلطان محمود شاہ نے مقرب خاں کو چند ہاتھی اور اپنے خاصے کی کچھ فوج دے کر شہر میں چھوڑا اور خود سعادت خاں کے ہمراہ گوالیار اور بیانہ کی طرف روانہ ہوا ۔ جب سلطان گوالیار کے ازدیک پہنچا ، تو ملک علاء الدین دھار وال ، مبارک خاں ، پسر ملک راجو[۲] اور سارنگ خاں کے بھائی نے سعادت خاں پر بغاوت کا شبہ کیا ۔ سعادت خاں خبردار ہو گیا ۔ اس نے ملک علاء الدین اور مبارک خاں کو گرفتار کرکے قتل کرا دیا ۔ ملو فرار ہو کر مقرب خاں کے پاس دہلی چلا گیا ۔ سلطان نہایت پھرتی سے دہلی واپس آ گیا ، مقرب خاں استقبال کے لیے نکلا ۔ چونکہ ملو کے آ جانے کی وجہ سے سلطان کی ناراضی اس کو معلوم ہو گئی ، لہذا وہ خوش اسلوبی کے ساتھ شہر میں داخل ہوا اور مخالفت پر کمربستہ ہو گیا ۔ [۲۵۲] سلطان نے

۱۔ بدایونی اس مقام کا نام ''ساموتلہ'' لکھتا ہے ، (د) لیکن تاریخ مبارک شاہی ، (ص ۱۵۰) میں ''ساموتھلہ'' لکھا ہے ۔ (ق)

۲۔ بدایونی اور تاریخ مبارک شاہی ، (ص ۱۵۸) میں ''مبارک خاں پسر ملک راجو'' لکھا ہے ، لیکن لکھنؤ اڈیشن اور بعض مخطوطات میں مبارک خاں اور پسر ملک راجو کے درمیان واو عاطفہ بھی ہے ۔ (د) (ق)

سعادت خاں کے ساتھ شہر کا محاصرہ کیا - ہر روز جنگ ہوتی تھی - تین مہینے تک یہی ہوتا رہا - اس زمانے میں مقرب خاں کے دوستوں نے سلطان کو دھوکا دے کر سعادت خاں سے علیحدہ کر دیا اور شہر میں لائے اور ہاتھی ، گھوڑے اور اسباب سلطنت سعادت کے پاس رہا - مقرب خاں کو سلطان کے آ جانے سے تقویت حاصل ہوئی - جنگ کے ارادے سے نکلا اور شکست کھا کر پھر قلعہ میں بند ہو گیا - جب سعادت خاں نے دیکھا کہ دہلی کے قلعہ کو فتح کرنا مشکل ہے اور برسات کا موسم آ گیا ، تو وہ شہر کے محاصرے کو چھوڑ کر فیروز آباد چلا گیا اور اپنے مخصوص حضرات کے مشورے سے نصرت شاہ بن فتح خاں بن فیروز شاہ کو جو میوات بلکہ اسی سال ماہ ربیع الاول میں فیروز آباد میں تخت سلطنت پر بٹھا دیا - ناصر الدین نصرت شاہ خطاب ہوا - جب نصرت شاہ کے امراء نے دیکھا کہ نصرت شاہ کٹھ پتلی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا ہے ، فکر و حیلہ سے نصرت شاہ کو سعادت خاں سے علیحدہ کر دیا اور سادت خاں پر جو غافل تھا ، حملہ کر دیا - سعادت خاں مقابلے کی تاب نہ لا کر دہلی چلا گیا اور مقرب خاں سے مل گیا - اس غدارنے اس کو کسی دوسرے حیلے سے گرفتار کرکے قتل کر دیا اور نصرت شاہ کے امراء مثلاً ، محمد مظفر ، شہاب ناہر ، فضل اللہ بلخی اور فیروز شاہ کے خانہ زادوں نے نصرت شاہ سے اپنی بیعت کی تجدید کی - محمد مظفر کو وکیل ممالک بنا کر تاتار خاں خطاب دیا اور شہاب ناہر کو شہاب خاں اور فضل اللہ بلخی کو قتلغ خاں کا خطاب دیا - دہلی سے فیروز آباد تک دو بادشاہ حکومت کرنے لگے ، مقرب خاں نے بہادر ناہر کو ایک نئی جماعت کے ہمراہ پرانی دہلی کے قلعے پر چھوڑا اور ملو کو اقبال خاں کا خطاب دے کر بیرونی قلعہ اس کے سپرد کر دیا - دہلی اور فیروز آباد کے درمیان روزانہ جنگ ہوتی تھی اور طرفین (کی حیثیت) برابر رہتی تھی دو آبے کے بعض پرگنے پانی پت ، سون پت[1] ، رہتک ، جھجر اور شہر سے بیس کوس کے فاصلے تک [۲۵۳] نصرت کا قبضہ تھا محمود کے پاس قلعہ دہلی اور

۱- بدایونی میں سون پت کی بجائے سنبھل ہے - (د)

خزانے[1] کے سوا کچھ نہ تھا ۔ ان دونوں بادشاہوں کے امراء و ملوک ایک ایک ولایت پر قابض تھے اور خوب مطمئن تھے ۔ وہ لوگ خود ہی حاکم اور فرمانروا تھے ۔ تین سال تک ملک کے معاملات اسی طرح چلتے رہے :

ع پریشاں بود کار ملک از دو بادشاہ

۷۹۸ھ/۱۳۹۵ء میں دیپال پور اور لاہور کے حاکم سارنگ خاں ، جو اصل میں محمود شاہ کی طرف سے مقرر تھا ، خضر خاں حاکم ملتان کا غالب ہو گیا ملک بھٹی کے بعض غلام سارنگ سے مل گئے ۔ سارنگ خاں کو قوت بہم پہنچی اور وہ ملتان پر قابض ہو گیا ۔ ماہ رمضان ۷۹۹ھ/ ۱۳۹۶ء میں فوج جمع کرکے سامانہ کے حاکم غالب خاں پر جو نصرت شاہ کی طرف سے متعین تھا ، حملہ کر دیا ۔ غالب خاں نے جنگ کی اور شکست پائی اور پانی پت تاتار خاں کے پاس پہنچا ۔ نصرت شاہ نے اس خبر کو سن کر دس ہاتھی اور کچھ فوج تاتار خاں کی مدد کو بھیجی اور گیارہ محرم ۸۰۰ھ/۱۳۷۷ء کو موضع کوٹلہ کے نزدیک جنگ ہوئی ۔ سارنگ خاں کو شکست ہوئی ۔ وہ ملتان کی طرف چلا گیا ، ملک الیاس[2] نے سامانہ پر قبضہ کرکے اسے غالب خاں کے حوالے کر دیا اور تلونڈی تک اس کا تعاقب کیا اور تاتار خاں، واپس چلا گیا ۔

اسی سال ماہ ربیع الاول میں امیر صاحب قران تیمور گورگانی کے پوتے مرزا پیر محمد نے دریائے سندھ کو عبور کرکے قلعہ اوچھ کا محاصرہ کیا ۔ ملک علی جو سارنگ خاں کی طرف سے اوچھ کا حاکم تھا ، قلعہ میں بند ہوگیا ایک مہینے تک کوشش کرتا رہا سارنگ خاں نے ملک تاج الدین

۱۔ لکھنؤ اڈیشن میں خزالہ کی بجائے تہرالہ لکھا ہے اور ایک مخطوطہ میں خزالہ ہے بدایونی نے دہلی اور میری کے قلعے لکھے ہیں اور بدایونی لکھتا ہے کہ یہ ضرب المثل ”حکم خداوند عالم از دہلی تا پالم“ اسی زمانے سے مشہور ہوئی ۔ (د)

۲۔ لکھنؤ اڈیشن اور تمام مخطوطات میں ملک العاس ہے بدایونی میں ملک الیاس ہے بدایونی کے انگریزی مترجم نے ایک مخطوطہ کی بنیاد پر ملک الیاس لکھا ہے فرشتہ میں بھی ملک الیاس ہے ۔ (د)

نائب کو چار ہزار آزمودہ کار سوار ملک علی کی مدد کے لیے بھیجے - مرزا پیر محمد خبردار ہو گیا - اس نے قلعہ چھوڑ کر دشمن کا مقابلہ کیا - ملک تاج الدین کو شکست ہوئی - مرزا پیر محمد نے پیچھے سے آ کر قلعہ ملتان کا محاصرہ کیا اور چھ ماہ تک [۲۵۴] سارنگ خاں سے جنگ ہوتی رہی - روزانہ مقابلہ ہوتا تھا - آخر اس نے امان طلب کی اور مرزا پیر محمد کی خدمت میں حاضر ہوا - مرزا پیر محمد فتح ملتان کے بعد چند روز تک وہیں مقیم رہا۔

اسی سال ماہ شوال میں اقبال خاں[1] ، نصرت شاہ کی خدمت میں گیا اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار پر قرآن کو درمیان میں دے کر فریقین میں معاہدہ ہوا - نصرت شاہ کو لشکر اور ہاتھیوں کے ساتھ حصار جہاں[2] پناہ میں لے گیا - محمود شاہ ، مقرب خاں اور ناہر کے ہمراہ پرانی دہلی کے قلعے میں رہے - تیسرے روز اقبال خاں نے ارادہ کیا نصرت شاہ کو مکاری و فریب سے غافل کرکے گرفتار کرے - نصرت شاہ مجبوراً قلعہ سے نکلا اور چند آدمیوں کے ہمراہ فیروز آباد میں پہنچا - وہ وہاں بھی نہ ٹھہر سکا اور تاتار خاں[3] وزیر کے پاس گیا - فیروز آباد ، اقبال خاں کے قبضے میں آ گیا - مقرب خاں حصار جہاں پناہ میں داخل ہوا اور اس نے اپنی حفاظت کی اور اقبال خاں[4] نے فوج جمع کی اور جبکہ مقرب خاں غافل تھا ، اس وقت وہ اس کے گھر پہنچا - اس کو امان نہیں دی[5] بلکہ قتل کر دیا - سلطان محمود شاہ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی - بلکہ اس کو نمونہ (کٹھ پتلی) بنا کر خود حکومت کرتا رہا -

اسی سال ماہ ذی قعدہ میں اقبال خاں پانی پت میں تاتار خاں پر حملہ آور ہوا - تاتار خاں نے فوج کو چند ہاتھیوں کے ساتھ قلعے میں چھوڑا اور خود دوسرے راستے سے دہلی جانے کا ارادہ کیا - تین روز کے

۱- بدایونی میں ''عرف ملو'' دیا ہے - (د)
۲- لکھنؤ اڈیشن اور تمام مخطوطات میں جہاں پناہ ہے بدایونی اور فرشتہ میں جہاں نما ہے بدایونی کے ایک مخطوطہ میں جہاں پناہ ہے - (د)
۳- بدایونی کے بیان کے مطابق تاتار خاں پانی پت میں تھا - (د)
۴- بدایونی نے اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے - (د)
۵- ایک مخطوطہ اور بدایونی میں ''امان داده'' ہے - (د)

بعد قلعہ پانی پت فتح ہو گیا ۔ تاتار خاں کے ہاتھی اور فوج اقبال خاں کے ہاتھ آئے ۔ تاتار خاں نے بہت کوشش کی ۔ لیکن وہ دہلی کے قلعے کو فتح نہ کر سکا ۔ پانی پت کی فتح کی خبر سن کر وہ مجبور ہو گیا اور اپنے باپ کے پاس گجرات چلا گیا[1] ۔ اقبال خاں دہلی آیا ۔ تاتار خاں کے داماد نصیر الملک کو عادل خاں کا خطاب دیا گیا ۔ وہ اقبال خاں کے ہمدردوں میں سے تھا اور اقبال خاں سے تاتار خاں پر اسی نے حملہ کرایا تھا سامانہ اور دوآبہ تک کا علاقہ اس کے سپرد کر دیا اس نے اس علاقے میں استقلال بہم پہنچایا اور حکومت کی ۔

[۲۵۵] ماہ صفر ۸۰۱ھ/۱۳۷۸ء میں خبر پہنچی کہ حضرت صاحب قرانی امیر تیمور گورگان تلنبہ[2] پر حملہ کرکے ملتان آ گیا اور ان لوگوں کو جن کو مرزا پیر محمد نے قید کر لیا تھا ، قتل کرا دیا ۔ اقبال خاں اس خبر سے پریشان ہوا اور فوج اور لشکر کا سامان جمع کیا ۔ حضرت صاحب قرانی (امیر تیمور) نے ملتان سے کوچ کرکے قلعہ بھٹنیر[3] کا محاصرہ کر لیا ۔ رائے خلجیں[4] بھٹی کو گرفتار کر لیا اور جو لوگ قلعے میں بند تھے ان کو قتل کرا دیا اور وہاں سے سامانہ کے نواح پر چڑھائی کی ۔ بعض لوگ دیبال پور ، اجودھن اور سرستی سے بھاگ کر دہلی آئے اور کافی آدمی گرفتار و قتل ہوئے ۔ امیر صاحب قران (تیمور) وہاں سے بلند اقبالی کے ساتھ کوچ کرکے دوآبے کی درمیانی ولایت میں آیا ہے ۔ اکثر مقامات کو تاراج کیا اور وہاں کے لوگوں کو گرفتار کرکے قیدخانے بھیج دیا ۔ اکثر لوگ بھاگ کر پہاڑوں پر چلے گئے ، (امیر تیمور) قصبہ

۱- اس کا باپ ظفر خاں تھا ۔ (د)

۲- تلنبہ ، ملتان کا مشہور قصبہ ہے کسی زمانے میں یہ علم و فضل کا مرکز تھا اور نامی گرامی علماء عزیز اللہ تلنبی اور عبداللہ تلنبی اسی سرزمین سے اٹھے ۔ (ق)

۳- نام میں اختلاف ہے بھیرا اور بھیرا بھی دیا ہے بدایونی نے بھٹ دیا ہے ۔ (د)

۴- لکھنؤ ایڈیشن اور مخطوطات میں ”رائے خلجیں“ ہے بعض مخطوطات میں رائے ”دولجین“ ہے فرشتہ میں ”راؤ خلجی“ ہے ۔ ملفوظات تیموری میں ”راؤ دولچین“ ہے ۔

لونی[1] پہنچا - کہتے ہیں دریائے گنگا سے لے کر دریائے سندھ تک ہندوستان کے پچاس ہزار سے زائد لوگ قید ہوئے اور بہت سی مخلوق قتل ہوئی ۔

ماہ جمادی الاولیٰ ۸۰۱ھ/ ۱۳۹۸ء میں وہ دریائے جمنا سے فیروز آباد آئے ۔ دوسرے روز حوض خاص کے کنارے پہنچے ۔ اقبال خاں نے شہر سے باہر آ کر بزدلی کا مظاہرہ کیا ۔ وہ پہلے ہی حملے میں لشکر ظفر اثر سے شکست کھا کر پھر شہر میں چلا آیا ، بہت سی مخلوق تباہ برباد ہوئی اور ماری گئی - بہت سے لوگ گرفتار ہوئے ۔ اکثر ہاتھی اور اس کی فوج صاحب قرآنی کے ہاتھ آئی ۔ جب رات ہو گئی ، تو ملو خاں[۲] ، اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر قصبہ برن[۳] چلا گیا اور سلطان محمود اپنے تھوڑے سے نوکروں اور متعلقین کے ہمراہ گجرات چلا گیا ۔ دوسرے روز تیمور نے شہر کے رہنے والوں کو امان دی اور کچھ لوگوں کو امن کا محصول وصول کرنے کے لیے مقرر کیا ۔ ان تحصیلداروں کی سخت گیری کی وجہ سے شہر کے بعض باشندوں نے تو ادائی محصول سے انکار کر دیا اور چند محصلوں کو قتل کر دیا ۔ اس حرکت نے صاحب قرآنی کے غیظ و غضب کو بڑھا دیا اور اس نے شہر کے باشندوں کو قید اور قتل [۲۵۶] کرنے کا حکم دے دیا ۔ اس روز بہت سی مخلوق قید و قتل ہوئی ۔ آخر کار رحم سلطانی نے اس گروہ کی خطاؤں کو معاف کر دیا[۴] ۔ امن و امان کا اعلان کر دیا گیا ۔ چند روز کے بعد خضر خاں جو میوات کے پہاڑ میں چلا گیا تھا ، بہادر ناہر ، مبارک خاں اور وزیر خاں کے ہمراہ امان طلب کر کے صاحب قرآنی کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ امیر تیمور نے خضر خاں کے

۱- قصبہ لونی ، دہلی سے سات میل کے فاصلے پر واقع ہے تیمور وہاں ۔ ربیع الاول کو پہنچا ۔ (د)

۲- اقبال خاں کا عرف ہے ۔

۳- برن ، بلند شہر کا قدیم نام ہے ۔

۴- بدایونی نے لکھا ہے کہ مشہور شیخ طریقت شیخ احمد کھتو بھی ان قیدیوں میں تھے انہوں نے تیمور سے ملاقات کی اور اس کے غیظ و غضب کو ٹھنڈا کیا اور رہائی کا سبب بنے ۔ (د)

علاوہ کہ جس کو وہ نیک انسان اور سید[1] سمجھتا تھا ، سب کو قید کر لیا اور واپسی کا قصد کیا اور پہاڑ کی وادی کے راستے سے واپس ہو گیا اور وادی کوہ سوالک کا علاقہ لشکر ظفر اثر کی پامالی میں آ گیا ۔

جب وہ (تیمور) لاہور پہنچا تو شیخا کھوکھر سارنگ خاں سے پرانی عداوت کی بنا پر پہلے صاحب قرانی کی خدمت میں آیا اور خود اس کا رہبر بنا اور مکاری سے لاہور پر قبضہ کیا ۔ اس نے نہایت خوش اسلوبی سے قبضہ کر کے اہل و عیال کو قید کر لیا اور لاہور کو غارت کر دیا ۔ خضر خاں کو ملتان اور دیبال پور دیا گیا اور وہ (تیمور) کابل کے راستے سمرقند چلا گیا ۔

دو مہینے تک دہلی کی حالت خراب رہی ۔ اسی سال ماہ رجب میں نصرت شاہ جو اقبال خاں کے مقابلے میں (کرا کر) دوآبے چلا گیا تھا ، تھوڑی سی جماعت کے ساتھ میرٹھ آیا ۔ عادل خاں اپنا لشکر اور چار ہاتھی لے کر نصرت شاہ سے آ ملا اور بعض لوگ جو مغول کے ہاتھوں سے آزاد ہو کر دوآبے میں آ گئے تھے ، وہ بھی نصرت شاہ سے مل گئے اور وہ دو ہزار سوار لے کر فیروز آباد آیا اور برباد شدہ دہلی پر قابض ہوا ۔ شہاب خاں ایک فوج اور دس ہاتھی لے کر میوات سے آیا اور ملک الماس دوآبے سے آ گیا ۔ جب فوج زیادہ ہو گئی تو شہاب خاں کو اقبال خاں کے مقابلے کے لیے جو برن میں تھا ، بھیجا ۔ راستے میں وہاں کے زمینداروں نے اقبال خاں کے اغوا سے شبخون مارا ۔ شہاب خاں شہید ہو گیا اور اس کی فوج منتشر ہو گئی ۔ اس کی فوج اور ہاتھی اقبال خاں کے ہاتھ آئے ۔ اقبال خاں نے اپنی قوت روز بروز بڑھا لی اور دہلی کی جانب توجہ کی ۔ نصرت شاہ مقابلے کی تاب نہ لا کر فیروز آباد کو [۲۵۷] چھوڑ کر میوات چلا گیا[2] اور دہلی پر اقبال خاں کا قبضہ ہو گیا اور جو لوگ کہ مغول کے خوف سے دہلی چھوڑ کر مختلف مقامات پر چلے گئے تھے ، تھوڑے ہی عرصے میں واپس آ گئے اور قلعہ سیری آباد ہو گیا ۔

۱- بقول بدایونی خضر خاں سابق میں تیمور کی کچھ خدمات انجام دے چکا تھا ۔

۲- بدایونی میں ہے کہ وہ وہیں فوت ہو گیا ۔ (د)

اقبال خان نے دوآبے کی ولایت اور نواح شہر پر قبضہ کر لیا۔ تمام ممالک ہندوستانی امراء کے قبضے میں رہے۔ گجرات ظفر خان اور اس کے لڑکے تاتار خان کے قبضے میں رہا۔ ملتان اور دیپال پور مع نواح سندھ خضر خان کو دیے۔ مہوبہ اور کالپی محمود خان پسر ملک زادہ فیروز کے حوالے کیے۔ قنوج، اودھ، دلمئو، سندیلہ، بہرائچؒ، بہار اور جونپور کو خواجہ جہاں سلطان الشرق کے سپرد کیا۔ مالوہ کے علاقوں کو دلاور خان، سامانہ کو غالب خان اور بیانہ کو شمس خان اوحدی کے حوالے کیا، ان میں سے ہر ایک نہایت استقلال کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔ وہ ایک دوسرے کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔

ماہ ربیع الاول ۸۰۲ھ/۱۳۹۹ء میں اقبال خان نے بیانہ کی طرف کوچ کیا۔ شمس خان سے مقابلہ ہوا[۱]۔ وہ شکست کھا کر قلعہ بیانہ میں جا بیٹھا۔ اس کے ہاتھیوں پر قبضہ ہو گیا، پھر وہ کٹھیر کی طرف گیا کہ جو بدایوں کے قریب ایک گھنے جنگل کا علاقہ ہے اور رائے لر سنگھ[۲] سے پیش کش وصول کی اور شہر کی طرف چلا گیا۔

اسی سال خواجہ جہاں نے جونپور میں وفات پائی اور ملک مبارک قرنفل[۳] جو اس کالے پالک کا فرزند تھا، اس کی جگہ تخت نشیں ہوا اور اس نے سلطان مبارک شاہ خطاب پایا۔ خواجہ جہاں کا ملک اس کے قبضے میں آ گیا۔

ماہ جمادی الاولیٰ ۸۰۳ھ/۱۴۰۰ء میں اقبال خان نے مبارک شاہ شرق پر حملہ کیا۔ شمس خان حاکم بیانہ اور مبارک[۴] و بہادر ناہر نے

۱- بدایونی میں ہے کہ یہ مقابلہ نوہ اور تپل میں ہوا۔ (د)

۲- لکھنؤ ایڈیشن میں ہر سنگھ ہے۔ بدایونی ہر سنگھ رائے یا سرائے ہرسنگھ لکھا ہے۔ (د)

۳- بدایونی نے قرنقل لکھا ہے بدایونی کے انگریزی مترجم نے اس کا نام ملک واصل دیا ہے۔ (د)

۴- بدایونی نے مبارک خان ابن بہادر ناہر لکھا ہے اور کسی دوسری جگہ رشتہ کی یہ صراحت نہیں ہے۔ (د)

موافقت کی ۔ جب وہ دریائے گنگا کے کنارے[1] قصبہ پٹیالی میں پہنچے ، تو رائے سر اور وہاں کے تمام زمیندار مقابلے پر آ گئے اور شکست کھا کر اٹاوہ چلے گئے اور اقبال خاں قنوج چلا گیا ، مبارک شاہ بھی مقابلے پر آیا ۔ دو مہینے تک دریائے [۲۵۸] گنگا کے کنارے طرفین میں مقابلہ ہوتا رہا ، آخرکار صلح ہو گئی اور دونوں فریق واپس ہو گئے ۔ راستے میں اقبال خاں ، مبارک خاں اور شمس خاں اوحدی سے بدگمان ہو گیا ، اس نے دونوں کو مکر اور حیلے سے قتل کرا دیا ۔ اسی دوران میں طغی خاں ترک بچہ غالب خاں کا داماد حاکم سامانہ ایک بڑا لشکر لے کر خضر خاں کے سر پر آ گیا اور اسی سال نویں ماہ رجب کو اجودھن کے نواح میں جو پٹن شیخ فرید مشہور ہے ، طرفین کا مقابلہ ہوا ، جنگ کے بعد طغی خاں کو شکست ہوئی ۔ وہ قصبہ بھودر[2] چلا گیا ۔ غالب خاں اور دوسرے امراء نے جو اس کے ساتھ تھے ، طغی خاں کو گرفتار کر کے قتل کر دیا ۔ ۸۰۴ھ/۱۴۰۱ء میں سلطان محمود جو صاحب قرآنی کے خوف سے گجرات چلا گیا تھا ۔ صاحب قرآنی کی واپسی کے بعد دھار میں آیا اور ٹھہر گیا امن و امان ہو جانے کے بعد وہ دھار سے دہلی آیا ۔ اقبال خاں نے اس کا استقبال کیا اور وہ قصر ہمایوں جہاں پناہ[3] میں مقیم ہوا ۔ چونکہ حکومت و سلطنت اس کے ہاتھ میں تھی ، اس لیے اس نے سلطان سے نفاق کیا ۔ محمود شاہ نے اقبال خاں کے ہمراہ قنوج کی طرف کوچ کیا ، راستے میں خبر ملی کہ مبارک شاہ شرقی فوت ہو گیا اور اس کا بھائی سلطان ابراہیم ایک بڑی فوج اور ہاتھیوں کو آراستہ کر کے مقابلے پر آ گیا ۔ چند روز تک دونوں طرف کے بہادر نوجوان جنگ میں کام آتے رہے ۔ چونکہ سلطان محمود ، اقبال خاں سے خوف زدہ تھا اور سلطان ابراہیم کو اپنا خادم خالہ زاد سمجھتا تھا ، لہٰذا وہ ایک رات اپنے لشکر سے نکل کر تنہا سلطان ابراہیم کے لشکر میں چلا گیا ، سلطان ابراہیم نے اپنے کمینہ ان اور

۱۔ بدایونی میں ہے کہ یہ قصبہ آب سیاہ یعنی کالا پانی (کالی ندی) کے کنارے واقع ہے ۔ (د)

۲۔ لکھنؤ ایڈیشن اور بعض مخطوطات میں "بھود" ہے بدایونی میں "بھوہر" ہے ۔ (د)

۳۔ لکھنؤ ایڈیشن اور بدایونی میں "جہاں نما" ہے ۔ (د)

احسان فراموشی کی بنا پر اس کی خاطر تواضع نہیں کی ، اس کی بدسلوکی کی وجہ سے سلطان محمود نے وہاں قیام نہیں کیا اور قنوج چلا گیا اور شاہزادہ ہریوا[1] کو جو سلطانِ شرقیہ کی جانب سے قنوج کا حاکم تھا ، نکال کر قنوج پر قابض ہو گیا ۔ اقبال خاں [۲۵۹] دہلی کی طرف چلا گیا اور سلطان ابراہیم نے جونپور کا راستہ لیا ۔ قنوج کے تمام شرفاء و عوام محمود شاہ سے مل گئے اور اس کے تمام غلام اور متعلقین جو منتشر ہو گئے تھے ، ہر جگہ سے آ گئے ، اس نے بھی قنوج پر قناعت کی ۔

ماہ جمادی الاولیٰ ۸۰۵ھ/۱۴۰۲ء میں اقبال خاں نے گوالیار کا رخ کیا اور گوالیار کا قلعہ اس زمانے میں رائے نر[2] سنگھ کے ہاتھ میں آ گیا تھا جبکہ صاحب قرانی (امیر تیمور) کا لشکر دہلی آیا تھا ۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا بیرم دیو[3] قابض ہوا ۔ چونکہ قلعہ بہت مضبوط تھا ، اس لیے فتح نہ ہوا ۔ وہ گوالیار کے علاقے کو خراب کر کے دہلی آ گیا ۔ وہ دوسرے سال پھر گوالیار پہنچا ۔ بیرم دیو نے مقابلہ کیا اور قلعہ دھول پور کے نزدیک جنگ ہوئی ۔ اس کو شکست ہوئی اور وہ قلعہ میں چلا گیا ۔ جب رات ہوئی تو وہ قلعہ دھول پور خالی کر کے گوالیار کی طرف چلا گیا ۔ اقبال خاں نے گوالیار تک اس کا تعاقب کیا اور خوب غارت و تاراج کر کے دہلی واپس چلا آیا ۔

۸۰۶ھ/۱۴۰۳ء میں خبر پہنچی کہ تاتار خاں پسر ظفر خاں حاکم گجرات نے اپنے باپ کو امارت و حکومت سے معزول کر کے اپنا خطاب ناصرالدین محمد شاہ اختیار کر لیا ہے ۔

۱۔ لکھنؤ ایڈیشن اور مختلف مخطوطات میں اس لفظ کا املا مختلف مثلاً مربروی ، بسربوی ، ہربوی ، بربوی ہے ۔ بدایونی نے فتح خاں ہروی لکھا ہے ۔ (د)

۲۔ لکھنؤ ایڈیشن اور مختلف مخطوطات میں اس کے نام میں اختلاف ہے کسی نے بر سنگھ اور کسی نے ہر سنگھ لکھا ہے ۔ (د)

۳۔ اس نام میں بھی اختلاف ہے بعض مخطوطات میں ''پرم دیو'' لکھا ہے ۔ (د)

۸۰۷ھ/۱۴۰۴ء میں اقبال خاں ، ولایت اٹاوہ کے زمینداروں کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا - رائے سہرور ، رائے گوالیار ، رائے جالہار[1] اور دوسرے راجا اٹاوہ کے قلعے میں قلعہ بند ہو گئے - چار مہینے تک مقابلہ ہوتا رہا ، آخرکار اس بات پر صلح ہوئی کہ ہر سال چار ہاتھی اور جو رقم کہ رائے گوالیار حاکم دہلی کو بھیجا کرتا تھا ، وہ پیش کیا کرے - اقبال خاں اسی سال ماہ شوال میں قنوج پہنچا اور اس نے سلطان محمود کا محاصرہ کر لیا ، ہرچند جنگ ہوتی رہی مگر فائدہ نہ ہوا اور بغیر مطلب برآری کے واپس ہوا - ۸۰۸ھ/۱۴۰۵ء ماہ محرم میں اقبال خاں سامانہ کی [۲٦۰] طرف گیا - بہرام خاں ترک بچہ کہ جس کو سارنگ خاں سے مخالفت تھی ، اقبال خاں سے خوف زدہ ہو کر کوہ بدھنور چلا گیا - اقبال نے تعاقب کیا اور اس پہاڑ کے درے کے نزدیک پہنچا - چند روز کے بعد شیخ جلال الدین بخاری‌ؒ کے پوتے شیخ علم الدین درمیان میں پڑے اور انھوں نے صلح کرا دی - اقبال خاں بہرام خاں کو ہمراہ لے کر ملتان کی طرف گیا ، جب تلونڈی پہنچا ، تو رائے داؤد ، کمال متیں[2] اور رائے ہنو[3] پسر رائے خلجیں بھٹی کو قید کر لیا اور تیسرے روز صلح کا عہد نامہ توڑ کر بہرام خاں کی کھال اُتروا لی - جب دریائے دھندہ کے کنارے اجودھن کے قریب قیام کیا ، تو خضر خاں دیبال پور سے جنگ کے ارادے سے آیا ، اسی سال ماہ جمادی الاولیٰ میں انیسویں تاریخ کو جنگ ہوئی - اقبال خاں پہلے ہی حملے میں خضر خاں کے لشکریوں کے ہاتھ گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا اور اس نے عہد شکنی اور نمک حرامی کی سزا پائی -

بیت

بنقض عہد دلیری مکن کہ چرخ فلک
نتیجہ عملت زود در کنار نہد

۱- بدایونی نے کوئی نام نہیں دیا ہے مختلف مخطوطات میں یہ نام مختلف طرح آتے ہیں - (د)

۲ و ۳- اس نام میں اختلاف ہے - لکھنؤ ایڈیشن اور مخطوطات میں کمال خاں متیں ، کمال خاں ، بیں اور کمال خاں معین لکھا ہے - اس طرح اس کے بیٹے کا نام بہو ، ہنو اور پیہو دیا ہے - (د)

جب یہ خبر دہلی پہنچی ، تو دولت خاں ، اختیار خاں اور دوسرے امراء جو وہاں تھے انھوں نے محمود شاہ کو قنوج سے بلایا اور اسی سال ماہ جمادی الاخریٰ میں محمود شاہ دہلی آ گیا ۔ تخت سلطنت پر جلوس کیا اور اقبال خاں کے اہل و عیال اور خویش و تبار کو دہلی سے نکال دیا اور کول بھیج دیا اور کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی اور دوآبے کے درمیان کی فوجداری دولت خاں کے سپرد کی ۔ فیروز آباد کو اختیار خاں کے سپرد کیا ۔ اس وقت اقلیم خاں اور بہادر ناہر دونوں نے دو ہاتھی پیش کیے اور حاضر خدمت ہوئے ۔ سلطان محمود نے اپنا مقصد پورا ہو جانے کے بعد انتقام کے ارادے سے ۸۰۹ھ/۱۴۰۶ء میں جونپور کی طرف فوج کشی کر دی اور دولت خاں کو ایک کثیر لشکر کے ساتھ سامانہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ بیرم خاں ترک بچہ کو کہ جو بہرام خاں کے قتل کے بعد سامانہ پر قابض ہو گیا تھا ، [۲۶۱] سزا دے ۔ جب محمود شاہ قنوج کے قریب پہنچا تو سلطان ابراہیم جونپور سے مقابلے کے لیے آ گیا ۔ دریائے گنگا کے کنارے دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا ۔ چند روز تک جنگ ہوتی رہی آخرکار امراء کی کوشش سے صلح ہو گئی ۔ ہر ایک اپنے اپنے ٹھکانے پر چلا گیا ۔

سلطان ابراہیم نے واپسی کے بعد موقع غنیمت سمجھتے ہوئے قنوج کا ارادہ کیا ، اس کو یہ خیال ہوا کہ سلطان محمود کے اکثر امراء اور لشکری منتشر ہو گئے ہوں گے ۔ ملک محمود ترمتی ، جو سلطان محمود کی طرف سے قنوج کا حاکم تھا ، قلعہ بند ہوگیا اور چار مہینے تک جنگ کی ۔ جب سلطان محمود کی طرف سے مدد اور کمک سے ناامید ہو گیا ، تو اس نے امان طلب کی اور سلطان ابراہیم سے ملاقات کرنے کے بعد قنوج اس کے سپرد کر دیا اور سلطان ابراہیم نے قنوج اختیار خاں نبیرہ ملک دولت یار کنپلہ[1] کے سپرد کیا ، برسات کا موسم وہیں گزارا ۔ ۸۱۰ھ/ ۱۴۰۷ء میں نصرت خاں کرک[2] انداز ، تاتار خاں پسر سارنگ خاں ، ملک

۱- لکھنؤ ایڈیشن اور مختلف مخطوطات میں اس کا املا ، کنپلہ اور کنہیلہ دیا ہے ۔ (د)

۲- بدایونی نے گرگا نواز لکھا ہے ۔ (د)

مرحبا اور غلام اقبال خاں ، محمود شاہ سے علیحدہ ہو کر سلطان ابراہیم سے مل گئے ۔ سلطان ابراہیم وہاں سے سنبھل آیا ۔ اسد خاں لودی نے کہ سلطان محمود کا گماشتہ تھا ، دو روز کے بعد قلعہ سنبھل[1] کو صلح کر کے دے دیا ۔ سلطان ابراہیم نے اس (سنبھل) کو تاتار خاں کے سپرد کیا اور خود دہلی کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب وہ دریائے جمنا کے کنارے پہنچا اور اس کو عبور کرنے کا ارادہ کیا ، تو خبر ملی کہ گجرات کے حاکم ظفر خاں نے مالوہ کے علاقوں کو فتح کر لیا ہے اور الپ خاں پسر دلاور خاں کہ جس کا خطاب سلطان ہوشنگ تھا ، اس کے ہاتھوں قید ہو گیا ۔ یہ خبر سنتے ہی واپسی کا ارادہ کر دیا اور جونپور پہنچا ۔

اسی سال ماہ ذی قعدہ میں سلطان محمود ملک مرحبا کے سر پر جو سلطان ابراہیم کی طرف سے قصبہ برن کا حاکم تھا ، پہنچ گیا ۔ مرحبا نے قلعے سے [۲۶۲] نکل کر مقابلہ کیا ۔ پہلے ہی حملے میں شکست پائی اور قلعے میں چلا گیا ۔ محمود شاہ کا لشکر بھی اس کے پیچھے پیچھے قلعے میں داخل ہو گیا اور مرحبا مارا گیا ۔ محمود شاہ سنبھل کی طرف گیا ، تاتار خاں نے جنگ نہیں کی ۔ وہ سنبھل کو چھوڑ کر قنوج کی طرف فرار ہو گیا اور محمود شاہ نے اسد خاں لودی کو سنبھل میں چھوڑا اور خود دہلی چلا گیا ۔

۵ رجب ۸۰۹ھ/۱۴۰۶ء[2] کو دولت خاں اور بیرم خاں ترک بچہ میں سامانہ سے دو کوس کے فاصلے پر جنگ ہوئی ۔ بیرم خاں شکست کھا کر سہرلد چلا گیا اور قلعہ بند ہو گیا ۔ وہ امان چاہنے کی غرض سے دولت خاں سے ملا ۔ چونکہ بیرم خاں نے اس سے پہلے خضر خاں سے بیعت کر لی تھی اور پھر عہد شکنی کی تھی ، لہذا خضر خاں نے فوج جمع کر کے دولت خاں پر حملہ کر دیا ۔ مقابلہ کی تاب نہ لا کر دریائے جمنا سے گزرا اور وہ تمام امراء کہ جو دولت خاں سے ملے ہوئے تھے ، اس سے علیحدہ ہو کر خضر خاں کے پاس آ گئے ۔ حصار فیروزہ کو قوام خاں

۱۔ سنبھل ضلع مراد آباد ۔ یو ۔ پی (بھارت) مشہور قصبہ ہے ۔ (ق)
۲۔ ۸۱۰ھ کے واقعات بیان ہو رہے تھے کہ اب پھر ۸۰۹ھ کا ذکر آ گیا ہے ۔ بعض مخطوطات میں سنہ مذکور نہیں ہے ۔ (د)

کے سپرد کیا ۔ سامانہ اور سنام کو بیرم خاں سے لے کر زیرک خاں کے حوالے کر دیا ۔ سہرلد کو مع چند پرگنوں کے پھر بیرم خاں کے سپرد کر دیا اور خود فتح پور کی جانب واپس ہو گیا ۔ اس وقت محمود شاہ کے قبضے میں دوآبے کا درمیانی علاقہ اور رہتک رہ گیا اور ۸۱۱ھ/۱۴۰۸ء میں سلطان محمود قوام خاں کے سر پر پہنچا ۔ وہ حصار فیروزہ میں بند ہو گیا ۔ چند روز کے بعد اپنے لڑکے کو تحفے اور ہدیے دے کر سلطان کی خدمت میں بھیجا اور معافی چاہی ۔ سلطان واپس ہوا اور دہلی گیا ، خضر خاں نے یہ خبر سنی اور فتح آباد آ گیا ۔ فتح آباد کے رہنے والوں کو جو محمود شاہ سے مل گئے تھے ، سزائیں دے کر ملک تحفہ کو مقرر کیا کہ وہ دوآبے اور دھاترت[1] کے درمیانی علاقے پر جو سلطان کے قبضے میں تھا ، حملہ کرے ۔ فتح خاں[2] دھاترت سے کوچ کر کے دوآبے کی جانب گیا ۔ بعض لوگ جو دھاترت میں رہ گئے تھے ، ان کو قید کیا ۔ خضر خاں رہتک سے دہلی [۲۶۳] آیا ۔ محمود شاہ فیروز آباد پہنچا اور نہایت استقلال سے بیٹھ گیا ۔ اس نے چند روز حصار فیروز آباد کا محاصرہ کیا ، لیکن نامراد واپس آیا اور فتح پور چلا گیا ۔

۸۱۲ھ/۱۴۰۹ء میں بیرم خاں نے خضر خاں سے مخالفت کی اور دولت خاں کے پاس چلا گیا اور اپنے اہل و عیال کو پہاڑ پر بھیج دیا ۔ خضر خاں اس کا تعاقب کر کے دریائے جمنا کے کنارے پہنچا ۔ بیرم خاں مجبور ہو کر پھر خضر خاں کے پاس عاجزانہ طور سے حاضر ہوا اور ان پرگنوں پر جو پہلے اس کے قبضے میں تھے ، خضر خاں واپس ہو کر پھر فتح پور آ گیا ۔

۸۱۳ھ/۱۴۱۰ء میں خضر خاں نے ملک ادریس پر جو محمود شاہ کی طرف سے رہتک کا حاکم تھا ، حملہ کر دیا ۔ ملک ادریس قلعہ رہتک میں قلعہ بند ہو گیا ، چھ مہینے تک جنگ ہوتی رہی ۔ آخرکار مجبور ہو کر اپنے لڑکے کو بڑی شان و شوکت کے ساتھ بھیجا اور رقم پیش کر کے بیعت کر لی ۔ خضر خاں سامانہ کے راستے سے فتح پور گیا ۔ خضر خاں

۱۔ اس مقام کا املا مختلف نسخوں میں مختلف طرح ہے ۔ (د)

۲۔ فتح خاں کی شخصیت کا تعین نہیں ہو سکا ممکن ہے یہ خضر خاں ہو ۔ (د)

کے واپس آنے کے بعد محمود شاہ کیتھل[1] کی طرف شکار کے لیے گیا اور پھر دہلی آیا اور اس زمانے میں لہو و لعب میں مشغول ہو گیا ۔ ۸۱۴ھ/ ۱۴۱۱ء میں خضر خاں نے رہتک کی جانب ، جو محمود شاہ کی سلطنت میں تھا ، کوچ کیا ۔ ملک ادریس اور اس کا بھائی مبارک خاں دونوں استقبال کے لیے نکلے اور ہانسی میں ملاقات کی ۔ ان پر عنایات اور نوازشیں کی گئیں اور ان کو خوش کر دیا گیا ۔ اس کے بعد قصبہ نارنول کو جو اقلیم خاں اور بہادر ناہر کے قبضے میں تھا ، برباد کر دیا اور دہلی آیا اور قلعہ سیری کا محاصرہ کیا ۔ محمود شاہ نے قلعہ بند ہو کر بزدلی کا مظاہرہ کیا اور اختیار خاں جو محمود شاہ کی طرف سے فیروز آباد کا حاکم تھا ، خضر خاں کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ خضر خاں نے حصار سیری کے دروازے کے سامنے سے کوچ کیا اور فیروز آباد کے محل میں جا کر قیام کیا ۔ دوآبے کے درمیانی قصبات اور حوالی شہر پر قابض ہوگیا ۔ غلے اور چارے کی کمی کی وجہ سے محاصرے کو جاری نہ رکھ سکا ۔ پانی پت کے راستے سے [۲۶۳] ۸۱۵ھ/۱۴۱۲ء میں فتح پور آیا ۔ اسی سال ماہ رجب میں محمود شاہ کیتھل[2] کی طرف شکار کے ارادے سے روانہ ہوا اور دہلی واپس ہو گیا اور اسی سال ماہ ذی قعدہ میں وہ راستے میں بیمار ہو گیا اور اسی مہینے میں مر گیا ۔ اس تاریخ سے فیروز شاہی سلطنت کا سلسلہ منقطع ہوگیا ۔ سلطان محمود شاہ بن محمد شاہ بن فیروز شاہ کی بادشاہی جو صرف نام کی تھی ، بائیس سال دو ماہ تک رہی ۔

اس کے بعد دو مہینے تک دہلی میں بدنظمی رہی ۔ سلطان محمود شاہ کے امراء نے دولت خاں سے بیعت کر لی ۔ ملک ادریس اور مبارز خاں ، خضر خاں کے خلاف ہو گئے اور دولت خاں سے مل گئے ۔ یہ سال خضر خاں نے فتح پور میں گزارا اور ماہ محرم ۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء میں دولت خاں کیتھل[3] کی طرف روانہ ہوا ۔ رائے نرسنگھ[4] اور دوسرے راجا حاضر خدمت

۱- بدایونی اور تاریخ مبارک شاہی (ص ۱۷۹) میں کٹھیر ہے ۔
۲- ۳- دونوں جگہ کٹھیر ہونا چاہیے دیکھیے گزیٹیر بریلی ، گزیٹیر بدایوں آنولہ (ہندی) ، ص ۱۸ - (ق)
۴- گزیٹیر بدایوں (ص ۱۳۸) تاریخ آنولہ (ہندی) (ص ۱۸) اور گزیٹیر بریلی میں رائے ہرسنگھ لکھا ہے ۔ (ق)

ہوئے ۔ جب وہ قصبہ پٹیالی پہنچا ، تو مہابت خاں[1] بدایونی حاضر خدمت ہوا ۔ اسی دوران میں خبر پہنچی کہ سلطان ابراہیم شرقی نے قادر خاں پسر محمود خاں کا کالپی میں محاصرہ کر لیا ہے اور دولت خاں کے پاس اتنی فوج نہیں تھی کہ سلطان ابراہیم سے مقابلہ کر سکتا لہذا وہ واپس ہوا اور دہلی چلا آیا ۔

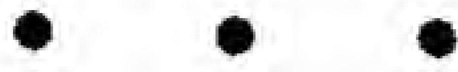
اسی سال ماہ رمضان میں خضر خاں دہلی کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب وہ حصار فیروزہ پہنچا ، تو اس نواح کے امراء خضر خاں کے پاس حاضر ہوئے اور اس کے بہی خواہوں میں شامل ہو گئے ۔ ملک ادریس قلعہ رہتک میں قلعہ بند ہو گیا ۔ خضر خاں نے اس کے ساتھ کوئی مداخلت نہیں کی اور اس کو وہیں چھوڑ کر میوات چلا گیا ۔ بہادر ناہر کا بھتیجا جلال خاں حاضر خدمت ہوا ۔ وہاں سے واپس ہو کر قصبہ سنبھل گیا اور اس کو غارت کیا ۔ اسی سال ماہ ذی الحجہ میں پھر دہلی پہنچا اور قلعہ سیری کے دروازے کے سامنے قیام کیا ۔ دولت خاں نے چار مہینے تک قلعہ داری کی ۔ آخرکار ملک بوالان[2] اور خضر خاں کے تمام ہوا خواہوں نے حسن تدبیر سے تہ خانے[3] کے دروازے پر قبضہ کر لیا ۔ چونکہ دولت خاں کا اختیار ختم ہو گیا تھا ، [۲۶۵] لہذا مجبوراً اس نے امان طلب کی ۔ خضر

۱- ملاحظہ ہو کنزالتاریخ ، ص ۲۲۵ - ۲۲۶ و گزیٹیر بدایوں ، ص ۱۳۸ ، تاریخ آلولہ (ہندی) ، ص ۱۸ - ۱۹ - (ق)

۲- اس نام میں بہت اختلاف ہے ، لکھنؤ ایڈیشن میں تولان اور بدایونی اور تاریخ مبارک شاہی (ص ۱۸۱) میں لونا ہے مخطوطات میں یولان ، برلا اور بونا دیا ہے ۔ (د)

۳- لکھنؤ ایڈیشن میں ”دروازہ دولت خاں“ اور ایک مخطوطہ میں ”دروازہ دولت خانہ“ ہے ، تاریخ مبارک شاہی (ص ۱۸۱) میں دروازہ نوبت خانہ ہے ۔ طبقات اکبری کے انگریزی مترجم مسٹر ڈے نے ایک مخطوطہ میں ”دروازہ بت خانہ“ پڑھ لیا (غالباً تہ خانہ کو بت خانہ پڑھ لیا ہے) حالانکہ یہاں بت خانہ کا کوئی محل نہیں ہے اور انگریز مترجم نے ”دروازہ بت خانہ“ ہی کا ترجمہ کیا ۔ (ق)

خاں سے ملاقات کی ۔ دولت خاں کو قوام خاں کے سپرد کر دیا گیا اور حکم دیا کہ اس کو حصار فیروزہ میں قید رکھیں ۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۸۱۶ھ[1] میں ہوا ۔



۱- لکھنؤ ایڈیشن میں ۸۱۰ھ دیا ہے جو غلط ہے ۔ تمام مخطوطات تاریخ مبارک شاہی (ص ۱۸۱) اور فرشتہ (ص ۱۶۱) میں ۸۱۷ھ دیا ہے ۔ بدایونی میں ۸۱۶ھ دیا ہے ، بدایونی ۱۵ ربیع الاول اور فرشتہ نے ۱۵ ربیع الاول تاریخ دی ہے ۔

خضر خانی خاندان

ذکر رایات اعلیٰ خضر خاں پسر ملک سلیمان

نقل ہے کہ ملک مروان[1] دولت نے جو سلطان فیروز شاہ کے امراء میں سے تھا، خضر خاں کے باپ ملک سلیمان[2] کو بچپن میں اپنا فرزند بنا لیا تھا اور اس کو پرورش کیا تھا۔ یہ واقعہ صحیح ہے کہ ایک دن ملک مروان دولت نے امیر جلال بخاری کی دعوت کی اور کھانا کھانے کے وقت ملک مروان دولت کے کہنے سے ملک سلیمان مہمانوں کے ہاتھ دھلوانے کے لیے کھڑا ہوا۔ سید جلال نے فرمایا کہ اس جوان سیدزادہ کے لیے یہ خدمت مناسب نہیں ہے۔ سید جلال کے الفاظ سے اس کے نسب کی تصدیق ہو گئی[3]۔

خضر خاں صالح، سچا، نیک اطوار، صاحب اخلاق اور پاک نیت نوجوان تھا۔ اس کی بزرگی کا حال، اس کے نسب کی بزرگی کی دلیل ہے۔

بیت

اگر از حسب آمد افعال نیک ولے
ستودگی شیم راز جلالت نسب است

۱- اکثر تاریخوں میں مروان ہے، مگر تاریخ مبارک شاہی (ص ۱۸۲) میں مردان ہے۔ (ق)

۲- تمام تاریخوں میں خضر خاں کے باپ کا نام ملک سلیمان بتایا ہے مگر بدایونی نے ملک سلیمان کو اس کا دادا لکھا ہے اور باپ کا نام ملک اشرف بتایا ہے (بدایونی اردو ترجمہ، ص ۱۰۷)۔ (ق)

۳- مدعی سیادت اس قسم کے قصے اکثر نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ خضر خاں کی سیادت بھی مشتبہ ہے۔ دیکھیے تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت، جلد اول از سید ہاشمی فرید آبادی (ص ۳۲۷)۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ کے زمانے میں ملتان پر ملک مروان دولت کا قبضہ تھا ۔ اس کے مرنے کے بعد ملک شیخ قابض ہوا اور تھوڑے ہی عرصے میں انتقال کر گیا ۔ سلطان فیروز شاہ نے ملتان خضر خاں کو دے دیا ۔ اس کے بعد خضر خاں ، امراء میں شمار ہونے لگا ۔ دہلی پر قابض ہونے سے پہلے اس نے بڑی بڑی لڑائیاں لڑیں اور اس کے ہاتھ سے بڑی بڑی فتوحات ہوئیں ، ماہ ربیع الاول کی پندرھویں تاریخ ۸۱۷ھ/۱۴۱۵ء کو وہ دہلی پر قابض ہو گیا ۔ باوجودیکہ وہ سلطنت کی قابلیت اور ملک داری کے اسباب رکھتا تھا ، لیکن اپنے نام کے ساتھ بادشاہ کا لفظ مشہور نہ کرایا ۔ رایات عالی[1] [۲۶۹] سے مخاطب ہوا ۔ شروع میں سکہ و خطبہ امیر تیمور کے نام کا رہا[2] اور آخر میں مرزا شاہرخ کے نام کا سکہ و خطبہ رکھا ۔ خطبے کے آخر میں خضر خاں کا نام بھی لیا جاتا تھا اور دعا کی جاتی تھی ۔ ملک تحفہ[3] کو تاج الملک کا خطاب دے کر وزیر بنا دیا گیا اور سید سالم کو سہارن پور عطا کیا اور ملک سلیمان کے متبنی ملک عبدالرحیم کو علاء الملک کا خطاب دے کر ملتان اور فتح پور حوالہ کر دیا ۔ ملک سرور کو شحنۂ شہر مقرر کیا ۔ ملک خیر الدین خانی کو عارض ممالک بنایا ۔ ملک کالو کو شحنۂ فیل اور ملک داؤد کو دبیر مقرر کیا گیا ۔ اختیار خاں کو دوآبے کے علاقے میں مقرر کیا ۔ سلطان محمود شاہ کے خانہ زادوں میں سے جو بھی وظیفہ دار تھا ، اس کا وظیفہ بجنسہٖ قائم رکھا اور ان لوگوں کو ان کی جاگیروں پر بھیج دیا ۔

اسی سال تاج الملک کو ایک بڑے لشکر کے ہمراہ بدایوں اور کٹھیر کی طرف بھیجا تاکہ وہاں کے سرکشوں کو زیر کرکے مطیع کرے ۔ تاج الملک دریائے جمنا اور گنگا کو عبور کرکے کٹھیر کی ولایت میں

۱- بعض مورخین نے رایات اعلیٰ لکھا ہے ۔
۲- خضر خاں ، امیر تیمور کا معتمد اور وفادار نمائندہ تھا ۔ (ق)
۳- تاریخ مبارک شاہی (ص ۱۸۳) اور تاریخ فرشتہ (ص ۱۶۲) میں تحفہ ہے ۔ (ق) بعض مخطوطات میں بھو ، تجو اور نحو ہے ۔ (د)

داخل ہوا اور اس نواح کے زمینداروں کو سزائیں دیں - رائے ہرسنگھ[1] فرار ہوکر آنولہ[2] کے درہ میں داخل ہوا - جب وہ بے بس ہو گیا ، تو اس نے عاجز ہوکر مال گزاری داخل کی اور رعایا میں شامل ہو گیا اور بدایوں کا حاکم مہابت خاں بھی حاضر خدمت ہوا - وہاں سے دریائے رہب (کالی ندی) کے کنارے پر قبضہ کرکے سرگ دواری کے گھاٹ پر پہنچا اور دریائے گنگا سے گزر کر کافراں کھور کہ جو اس زمانے میں شمس آباد[3] کہلاتا ہے ، (پہنچا) اور کنپلہ[4] کو چھوڑ کر قصبہ سکیت[5] کے راستے سے قصبہ بادہم پہنچا - حسن خاں حاکم راپری اور اس کا بھائی حمزہ دونوں حاضر ہو گئے - رائے سر بھی مطیع ہوکر حاضر ہو گیا - گوالیار ، راپری اور چند وار کے راجاؤں نے مال گزاریاں داخل کیں - قصبہ جلیسر کو چند وار کے راجپوتوں کے قضبے سے نکال لیا اور اس قصبے کے قدیم مسلمانوں کو دے دیا اور شقدار مقرر کر دیا -

وہاں سے گوالیار آکر اس کو تاراج کیا اور جو کچھ سالانہ مقرر تھا وہ گوالیار کے راجا سے وصول کرکے وہاں سے چند وار گیا اور کنپلہ اور پٹیالی کے زمیندار نرسنگھ [۲۶۷] سے مال وصول کرکے چندوار کے نزدیک دریائے جمنا کو عبور کیا اور دہلی آ گیا -

اسی سال ماہ جمادی الاولیٰ میں خبر پہنچی کہ بیرم خاں[6] ترک بچہ

۱- پچھلے صفحات میں اس کو نرسنگھ لکھا گیا ہے - اختلاف نسخ میں برسنگھ اور ہیرسنگھ بھی ہے - (ق)

۲- قصبہ آنولہ ، ضلع بریلی (روہیل کھنڈ ، یو - پی ، الہٰبا) کا مشہور تاریخی قصبہ اور تحصیل کا صدر مقام ہے - روہیلوں کا دار الحکومت رہا ہے - مسلمانوں کی اکثریت ہے - ۱۹۶۱ء کی مردم شماری (۱۷۶۱۳) ہے - خاکسار مترجم محمد ایوب قادری (ابن مولوی میاں مشیت اللہ قادری مرحوم) کا مولد و منشاء ہے - (ق)

۳ ، ۴ ، ۵- ضلع فرخ آباد کے قصبات ہیں - (ق)

۶- مولف طبقات اکبری نے یہاں یہ ذکر نہیں کیا کہ خضر خاں نے فیروز پور اور سرہند ، بیرم خاں سے لے لیا تھا اور ان مقامات کو ملک مبارک کے چھوٹے بیٹے سید خضر خاں کے سپرد کر دیا تھا اور اس نے اپنا نائب ملک سدھو نادر کو مقرر کیا تھا - (د)

کی قوم ، ترکوں کی ایک جماعت نے ملک سدھو ناہر کو جو شاہزادہ مبارک خاں کی طرف سے سرہند کا حاکم تھا ، فریب سے قتل کر دیا اور وہ (قوم) قلعہ سرہند پر قابض ہو گئی ۔ خضر خاں نے زیرک خاں کو کثیر لشکر دے کر ان کے سروں پر بھیج دیا ۔ ترک دریائے ستلج کو عبور کرکے پہاڑ میں داخل ہو گئے ۔ زیرک خاں نے تعاقب کیا اور پہاڑ میں داخل ہو گیا اور دو مہینے تک کوشش کرکے نامراد واپس آ گیا ۔

اسی سال ماہ رجب میں خبر آئی کہ سلطان احمد گجراتی نے قلعہ ناگور کا محاصرہ کر لیا ہے ۔ خضر خاں اس فتنے کو فرو کرنے کے لیے تودہ[1] کے راستے سے ناگور کی طرف روانہ ہوا ۔ سلطان احمد بغیر جنگ کیے ہوئے اپنے ملک کو چلا گیا ۔ خضر خاں "شہر نوعروس جہان" واپس آیا جو سلطان علاء الدین خلجی کا آباد کیا ہوا تھا ۔ اس شہر کا حاکم الیاس حاضر ہوا ۔ اس نواح کے سرکشوں کو سزائیں دے کر گوالیار کی جانب متوجہ ہوا ۔ چونکہ قلعہ کا فتح کرنا مشکل تھا ، لہذا گوالیار کے راجا سے مقررہ خراج لے کر بیانہ چلا گیا اور شمس خاں حاکم بیانہ سے بھی خراج لیا اور دہلی چلا آیا ۔

۸۲۰ھ/۱۴۱۷ء میں طوغان اور دوسرے ترکوں کی بغاوت کی خبر جنھوں نے ملک سدھو کو قتل کر دیا تھا ، پہنچی ۔ زیرک خاں حاکم سامانہ ان کی تادیب کے لیے مقرر ہوا ۔ جب وہ سامانہ[2] کے قریب پہنچا تو باغی قلعہ سرہند چھوڑ کر پہاڑ کی طرف چلے گئے ۔ ملک کمال بدھن نے جو قلعہ میں تھا ، اس سے نجات پائی اور حاضر ہو گیا ۔ زیرک خاں نے مخالفوں کا تعاقب کیا اور وہ قصبہ پائل پہنچا ۔ طوغان جو ترکوں کا سردار تھا ، مطیع ہو گیا ۔ اس نے پیشکش دینی قبول کی ۔ اپنے لڑکے کو گرو رکھ دیا اور ان ترکوں [۲٦۸] کو جو ملک سدھو کے قاتل تھے ، اپنے سے علیحدہ کر دیا ۔ زیرک خاں سامانہ کی طرف واپس ہوا اور مال اور اس کے لڑکے کو خضر خاں کے پاس بھیج دیا اور ۸۲۱ھ/۱۴۱۸ء

۱- یہ مقام بیانہ میں تودہ بھیم ہوگا ۔ (ق)

۲- یہاں سرہند ہونا چاہیے ۔ (د)

میں خضر خاں نے تاج الملک کو کٹھیر کے راجا پرسنگھ[۱] کے مقابلے کے لیے بھیجا ۔ جب لشکر نے دریائے گنگا عبور کر لیا ، تو پرسنگھ ملک کو خالی کرکے آنولہ کے جنگل میں چلا گیا ۔ جنگل میں پناہ گزیں ہوا ، مگر شکست پائی ۔ اس کا گھوڑا ، ہتھیار اور تمام اسباب ہاتھ لگا ۔ فوج نے کوہ کماؤں تک تعاقب کیا ۔ مالِ غنیمت بہت ہاتھ آیا ۔ پانچویں روز وہ لشکر سے آ ملا ۔ اس کے بعد تاج الملک بدایوں کے راستے سے دریائے گنگا کے کنارے آیا اور بجلانہ کے گھاٹ سے اس نے دریا کو عبور کیا اور بدایوں کے حاکم مہابت خاں کو رخصت کرکے اٹاوہ چلا گیا ۔ رائے سر اٹاوہ میں قلعہ بند ہو گیا ۔ تاج الملک نے اٹاوہ کی ولایت کو غارت کر دیا ۔ آخرکار صلح ہونی طے پائی ۔ اسی سال ماہ ربیع الاخر میں وہ شہر دہلی کو واپس ہوا ۔

اسی سال خضر خاں نے کٹھیر کے سرکشوں کی تنبیہہ کا ارادہ کیا ۔ پہلے کول کے باغیوں کو سزائیں دیں ، پھر دریائے رہب (کالی ندی) سے گزر کر سنبھل کو غارت کیا ۔ اسی سال ماہ ذیقعدہ میں بدایوں کی طرف گیا ۔ پٹیالی کے نزدیک دریائے گنگا سے گزرا ۔ اس راستے سے مہابت خاں کے دل میں خوف بیٹھ گیا ۔ وہ بدایوں چلا گیا اور اسی سال ماہ ذی الحجہ میں قلعہ بدایوں میں محفوظ ہو گیا اور چھ ماہ تک لڑائی اور مقابلہ ہوتا رہا ۔ اس دوران میں بعض امراء مثلاً قوام خاں ، اختیار خاں اور محمد شاہ کے تمام خانہ زاد کہ جو دولت خاں سے علیحدہ ہوکر خضر خاں سے مل گئے تھے ، بغاوت پر آمادہ ہو گئے ۔ خضر خاں نے اس خبر کو سن کر قلعہ کا محاصرہ ترک کر دیا اور دہلی روانہ ہو گیا ۔ راستے میں دریائے گنگا کے کنارے بیسویں جمادی الاولی ۸۲۲ھ/۱۴۱۸ء کو قوام خاں و اختیار خاں ، محمود شاہی خانہ زادوں اور تمام باغیوں کو قتل کرا دیا اور دہلی پہنچا ۔ [۲۶۹]

چند روز کے بعد خبر آئی کہ ایک شخص کے دل میں فتنہ و فساد کا ارادہ ہوا ہے اور اس نے اپنا نام سارنگ خاں رکھ لیا ہے اور اس نے کوہ بجواڑہ[۲] میں فوج جمع کرنی شروع کر دی ہے ۔ اس نے ملک سلطان

۱- مختلف نسخوں میں نرسنگھ ، پرسنگھ اور ہیرسنگھ دیا ہے ۔ (د)
۲- فرشتہ میں جگہ کا نام ماچھیواڑہ دیا ہے ۔

شہ بہرام لودی کو سرہند دے کر اس کے دفع کرنے کے لیے مقرر کیا۔
وہ اسی سال ماہ رجب میں سرہند پہنچا۔ سارنگ پہاڑ سے نکل کر
دریائے ستلج تک آیا۔ اوپر کے آدمی بھی اس سے مل گئے۔ سرہند کے
نواح میں جنگ ہوئی۔ سارنگ شکست کھا کر قصبہ لہوری کی طرف کہ
جو سرہند کے مضافات میں سے ہے، چلا گیا۔

خواجہ علی اندرانی اپنی فوج لے کر سلطان شہ کے پاس آیا۔ زیرک خاں
حاکم سامانہ اور طوغان ترک بچہ حاکم جالندھر، سلطان شہ کی مدد
کے لیے سرہند آئے۔ سارنگ واپس ہو کر اوپر گیا۔ جب لشکر نے اوپر
تک تعاقب کیا، تو سارنگ وہاں سے فرار ہو کر پہاڑ میں چلا گیا اور
لشکر وہیں قیام کیے رہا۔ اس موقع پر ملک خیر الدین بھی اس سال ماہ
رمضان میں جو ملک سارنگ کے لیے متعین تھا، ایک بڑی فوج لے کر
اوپر پہنچ گیا۔ وہ کچھ عرصے تک پہاڑ کی وادی میں ٹھہرا۔ جب سارنگ
کا گروہ منتشر ہو گیا اور وہ چند آدمیوں کے ساتھ پہاڑ میں چھپ گیا،
تو فوج واپس آ گئی اور ملک خیر الدین شہر (دہلی) کی طرف روانہ ہوا۔
زیرک خاں سامانہ آیا۔ سلطان شہ مع امدادی فوج کے تھانہ روپر میں
رہا۔ اس وقت سارنگ پہاڑ سے نکلا۔ ماہ محرم ۸۲۳ھ/۱۴۲۰ء میں وہ
طوغان سے مل گیا۔ طوغان نے اس کو فریب سے قتل کر دیا۔ اس
زمانے میں خضر خاں نے شہر میں آرام کیا اور تاج الملک کو اٹاوہ اور
اس کے نواح کے زمینداروں کی فتح کے لیے مقرر کیا۔ وہ برن کے راستے
سے کول پہنچا اور اس نواح کے سرکشوں کو نیست و نابود کر دیا اور
موضع دیہلی کو جو ایک مستحکم مقام تھا، غارت کر کے اٹاوہ چلا گیا۔
رائے سر اٹاوہ میں قلعہ بند ہو گیا۔ آخر کار صلح کر لی اور مقررہ خراج
دینا قبول کیا۔ تاج الملک چند وار گیا اس کو تاراج کیا۔ وہاں سے
(کٹھیر) گیا اور رائے ہرسنگ سے خراج لے کر شہر کو واپس ہوا۔ اس
سال ماہ رجب میں خبر پہنچی کہ [۲۰۷] کہ طوغان ترک بچہ نے پھر
مخالفت کی اور سرہند کا محاصرہ کر لیا ہے اور منصور پور اور و پائل کی
سرحد تک لوٹ مار مچا دی ہے۔ خضر خاں نے خیر الدین کو اس کے
مقابلے کے لیے مقرر کیا۔ وہ سامانہ پہنچا۔ اتفاق سے زیرک خاں نے
طوغان کا تعاقب کیا۔ طوغان لدھیانہ کے نزدیک دریائے ستلج سے گزرا

اور جسرت کھوکھر کی ولایت میں داخل ہوا اور اس کی جاگیر کے عمال پر زیرکستان مقرر ہوا ، ملک خیر الدین دہلی واپس ہوا ۔

خضر خاں ۸۲۴ھ/۱۴۲۱ء میں میوات کے سرکشوں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا ۔ ان میں سے بعض سرکش قلعہ کوٹلہ بہادر ناہر میں محفوظ ہو گئے اور بعض آ کر حاضر خدمت ہوئے ۔ جب قلعہ کا محاصرہ کیا ، تو میواتیوں نے مقابلہ کیا ۔ پہلے حملے میں ان کے پیر اکھڑ گئے اور کوٹلہ فتح ہو گیا ۔ میواتی پہاڑ پر چلے گئے ۔ خضر خاں نے قلعے کو برباد کیا اور گوالیار کی طرف چلا گیا ۔

اسی سال آٹھویں محرم کو تاج الملک نے وفات پائی ۔ اس کا بڑا لڑکا سکندر زیر ہوا اور اس نے ملک الشرق خطاب پایا ۔ جب راجا گوالیار قلعہ بند ہو گیا تو اس کا ملک تاراج ہوا ۔ (خضر خاں) اس سے بھی خراج وصول کرکے اٹاوہ چلا آیا ۔ رائے سیر مر گیا تھا ۔ اس کے لڑکے نے اطاعت اور مالگزاری (دہنی) قبول کی ۔ اس موقع پر خضر خاں بیمار ہوا اور دہلی واپس ہو گیا اور سترھویں ماہ جمادی الاولیٰ ۸۲۴ھ/۱۴۲۱ء کو اس نے اس دنیا سے رحلت کی ۔ اس کی سلطنت کی مدت سات سال دو ماہ اور دو روز ہوئی ۔ اس نے بہت سے نیک کام کیے ۔ صاحب قرانی (امیر تیمور) کے حملہ و انتشار کے زمانے میں جو خالدان برباد اور بے سر و سامان ہو گئے تھے ، اس کی حکومت کے زمانے میں خوش حال اور مطمئن ہو گئے ۔

ذکر سلطان مبارک شاہ بن رایات اعلیٰ خضر خاں

جب خضر خاں کے مرض نے غلبہ کیا ، تو انتقال سے تین روز پہلے اس نے مبارک خاں کو ولی عہد کیا ۔ خضر خاں کی وفات کے دوسرے روز امرا کی رائے سے [۲۷۱] وہ تخت نشین سلطنت ہوا اور اس نے سلطان مبارک شاہ کا لقب اختیار کیا ۔ خضر خاں کے زمانے میں امراء ، ملوک ، اکابر اور ائمہ میں سے جس کا جو پرگنہ ، گاؤں ، وظیفہ یا ماہانہ مقرر تھا ، اس کو بدستور سابق جاری رکھا ، بلکہ بعض کے اضافے بھی کر دیے ۔ فیروز آباد و ہانسی جو ملک رجب نادرہ کے قبضے میں تھے ، وہ اس سے

لے لیے اور اپنے بھتیجے ملک بدھ کو دے دیے۔ اس کے عوض میں دیپال پور ملک رجب کو دے دیا۔

اس وقت شیخا کھوکر[1] اور طوغان رئیس کی بغاوت کی خبر پہنچی۔ شیخا کی بغاوت کا سبب یہ تھا کہ ماہ جمادی الاولی ۸۲۳ھ/۱۴۲۰ء میں کشمیر کا بادشاہ سلطان علی ٹھٹھ آیا تھا۔ ٹھٹھ سے واپسی کے وقت شیخا نے راستہ روک کر جنگ کی۔ سلطان علی کا لشکر متفرق تھا، لہذا اس نے شکست کھائی اور شیخا کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ شیخا مال غنیمت اور کثیر دولت ہاتھ آ جانے کی وجہ سے بدحواس ہو گیا اور بغاوت پر آمادہ ہوا اور ارادہ کیا کہ دہلی اور ہندوستان کی سلطنت پر قبضہ کر لے۔ اس نے لواحی پرگنات کو تاراج کیا اور دریائے ستلج سے گزر کر تلونڈی رائے کمال مئین کو غارت کر دیا۔ وہاں کا زمیندار رائے فیروز بھاگ کر دریائے جمنا کی طرف چلا گیا۔ شیخا نے قصبہ لدھیانہ آ کر اوپر کی سرحد تک حملہ کیا اور دریائے ستلج کو عبور کرکے قلعہ جالندھر کا محاصرہ کر لیا۔ زیرک خاں وہاں کا حاکم قلعہ میں محصور ہو گیا اور جنگ کی۔ شیخا نے صلح کر لی اور یہ طے ہوا کہ قلعہ جالندھر کو خالی کرکے طوغان کے سپرد کر دیا جائے اور طوغان کے لڑکے کو مبارک شاہ کی خدمت میں بھیج دیا جائے اور شیخا بھی مناسب پیشکش بھیجے۔ دوسری جمادی الاخری ۸۲۴ھ/۱۴۲۱ء کو زیرک خاں جالندھر کے قلعے سے نکل کر شیخا کے لشکر سے ایک کوس کے فاصلے پر دریائے مئیں کے کنارے پہنچا۔ دوسرے روز شیخا نے عہد شکنی کی اور زیرک خاں کے سر پر پہنچ کر اس کو گرفتار کر لیا اور از سر نو مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ وہ دریائے ستلج سے گزر کر لدھیانہ آیا۔ اس سال بیسویں ماہ جمادی الاخری کو سرہند پہنچا، سرہند کا حاکم سلطان شہ لودی [۲۷۲] قلعہ بند ہوگیا۔ چونکہ برسات کا موسم آ گیا تھا، شیخا نے بہت کوشش کی، لیکن قلعہ فتح نہیں ہوا۔

۱۔ بدایونی میں ہے کہ شیخا کے بیٹے جسرت نے بغاوت کی تھی فرشتہ بھی جسرت کا نام لیتا ہے مگر وہ اسے شیخا کا بھائی بتاتا ہے کلکتہ اڈیشن اور طبقات اکبری کے تمام پیش نظر مخطوطات میں شیخا ہے، لیکن صرف ایک مخطوطہ میں جسرت اور شیخا ہے۔ (د)

سلطان مبارک شاہ نے برسات کے موسم کے باوجود اسی سال ماہ رجب میں شہر سے نکل کر سرہند کا قصد کیا ، جب وہ سامانہ کے نزدیک پہنچا ، تو شیخا لدھیانہ چلا گیا - زیرک خاں سامانہ میں سلطان مبارک‌شاہ سے مل گیا - سلطان سامانہ سے لدھیانہ آیا - شیخا نے دریائے ستلج کو عبور کیا اور لشکر کے مقابلے میں دوسرے کنارے پر قیام پذیر ہوا - چونکہ دریا بڑا تھا اور تمام کشتیوں پر شیخا کا قبضہ ہو گیا تھا ، لہذا مبارک شاہ دریا کو عبور نہ کر سکا - چالیس دن تک طرفین کا مقابلہ رہا - جب سہیل (ستارہ) طلوع ہوا ، تو دریا کا پانی کم ہو گیا - مبارک شاہ دریا کے کنارے قیام کیے ہوئے تھا - وہ قبول پور کی طرف روانہ ہوا - شیخا بھی دریا کے کنارے آیا - لشکر روزانہ مبارک شاہ کے مقابلے پر آتا تھا - یہاں تک کہ اسی سال گیارھویں ماہ شوال کو سلطان مبارک شاہ نے ملک سکندر تحفہ ، زیرک خاں ، محمود حسین ، ملک کالو اور دوسرے امراء کو کثیر لشکر اور چھ ہاتھیوں کے ہمراہ دریا پر بھیجا - چونکہ دریا پایاب تھا ، لہذا صبح کو عبور کیا - سلطان بھی پیچھے سے اس طرح دریا سے گزرا - شیخا مقابلے کی تاب نہ لا کر جالندھر کی طرف چلا گیا - اس کا بہت سا لشکر اور سامان سلطان کے لشکر کے ہاتھ آیا - سوار اور پیادے بہت قتل ہوئے - سلطان کے لشکر نے دریائے چناب تک شیخا کا تعاقب کیا - شیخا دریا سے گزر کر پہاڑ پر چلا گیا - جموں کا راجا رائے بھیم[1] سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے لشکر فراہم کرکے دریائے چناب کو عبور کیا - وہ تھیکہ[2] میں آیا جو شیخا کا مستحکم ترین مقام تھا -

تھیکہ کو برباد کیا اور شیخا کے جو آدمی پہاڑ میں منتشر ہو گئے تھے ، ان کو قید کیا اور مال غنیمت حاصل کرکے صحیح و سالم ماہ محرم ۸۲۵ھ/۱۴۲۱ء میں لاہور آیا - لاہور بالکل خراب ہو چکا تھا - وہاں ایک

۱- اس نام میں اختلاف ہے بعض مخطوطات میں رائے بھیلم ، رائے بہلیم اور رائے سلیم بھی ہے - (د)

۲- اس نام کو بھی مختلف طبع لکھا ہے تھنکر ، تھتکہ ، ابھنکر ، اھتکر ، لکھا ہے - (د)

ماہ تک قیام کیا اور قلعہ اور دروازوں کی تعمیر کرائی - جب قلعہ مکمل ہو گیا اور اکثر [۲۷۳] رعایا اپنے ٹھکانوں پر آباد ہو گئی ، تو لاہور کو ملک محمود حسن کے سپرد کیا اور دو ہزار سوار اس کے پاس چھوڑے اس کو قلعہ داری کا پورا ساز و سامان دیا اور خود دہلی واپس آ گیا -

ماہ جمادی الاخریٰ میں شیخا کھوکر نے زمینداروں کے تعاون سے بہت سے سوار اور پیادے جمع کیے اور بغاوت پر آمادہ ہوا - وہ لاہور آیا اور سید حسین زنجانی[۱] کے مزار کے نزدیک قیام کیا - اسی سال گیارھویں ماہ جمادی الاخریٰ کو لاہور کے قلعہ خام پر جنگ ہوئی - بہت سے آدمی مارے گئے - اس مہینے کی اکیسویں تاریخ کو بڑی جمعیت کے ساتھ قلعہ خام پر حملہ کیا ، مگر بات نہ بنی - چند کوس ہٹ کر پڑاؤ کیا - ایک مہینہ پانچ روز تک جنگ رہی اور کوئی کام نہ بنا ، تو وہ کلاور کی طرف چلا گیا اور رائے بھیم کا مقابلہ کیا ، (رائے بھیم) ملک محمود حسن کی مدد کے لیے آیا تھا - اس سال ماہ رمضان میں صلح ہوئی ، شیخا دریائے بیاس کی طرف چلا گیا - اس موقع پر ملک سکندر تحفہ لشکر لے کر جو مبارک شاہ کی طرف سے ملک محمود حسن کی مدد کے لیے مقرر ہوا تھا ، بوہی[۲] گھاٹ پہنچا - شیخا میں لڑنے کی طاقت نہیں رہی تھی - اس نے اپنا ہراول آگے کیا اور دریائے راوی و چناب کو عبور کر کے پہاڑ میں چلا گیا - ملک سکندر بوہی کے گھاٹ سے دریائے بیاس کو عبور کر کے اسی سال ۱۲ ماہ شوال کو لاہور آیا - ملک محمود حسن نے استقبال کیا اور اس کی عزت کی - ملک رجب حاکم دیبال پور ، ملک سلطان شہ حاکم سرہند ، رائے فیروز مئیں اور (دوسرے) زمیندار جو اس سے پہلے ملک سکندر سے مل گئے تھے ، لشکر مذکور سے دریائے راوی کے کنارے پر مل گئے اور کلانور کی طرف چل دیے جب لشکر جموں کی سرحد پر پہنچا تو رائے بھیم بھی ان سے مل گیا اور اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا - کھوکروں

۱- لاہور کے قدیم اولیائے کرام سے ہیں - (حدیقۃ الاولیا ، ص ۹۹ - ۱۰۰) - (ق)

۲- نام میں اختلاف ہے بعض مخطوطات میں بوہی ہے ، فرشتہ نے لوٹی لکھا ہے - (د)

کی جماعت کو ، جو شیخا سے علیحدہ ہو گئی تھی ، تاراج کیا اور لاہور کی طرف چلا گیا ، اس دوران میں ملک محمود حسن [۲۷۴] سلطان مبارک شاہ کے فرمان کے مطابق جالندھر گیا اور اپنا انتظام کر کے دہلی روانہ ہو گیا اور ملک سکندر لاہور آیا ۔ اس زمانے میں وزارت کا منصب ملک سکندر سے منتقل ہو کر سرور الملک کو ملا ۔

۸۲۶ھ/۱۴۲۲ء میں سلطان مبارک شاہ دریائے گنگا سے گزرا اور اس طرف کے کفار اور سرکشوں کی فتح کا ارادہ کیا ۔ اسی سال ماہ محرم میں ملک کٹھیر پہنچا اور خراج وصول کر کے بعض سرکشوں کو سزائیں دیں بدایوں کا حاکم مہابت خان جو خضر خان سے خائف تھا ، سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ سلطان نے دریائے گنگا کو عبور کیا اور راٹھور[۱] کی ولایت برباد کر دی ۔ بہت سے آدمی قتل و گرفتار ہوئے ۔ اس نے چند روز تک دریائے گنگا کے کنارے پر قیام کیا ، قلعہ کنپلا میں ملک مبارز زیرک خان اور کمال خان کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ راٹھور کو فتح کرنے کے لیے چھوڑا اور رائے سر کے لڑکے پر جو خضر خان سے علیحدہ ہو کر کنارہ کش ہو گیا تھا ۔ ملک خیر الدین خانی کو بھیجا ۔ اس نے اس کی ولایت کو تاراج کر دیا اود اٹاوہ چلا گیا ۔ راجپوتوں نے قلعہ بندی کر کے جنگ کی اور آخر کار عاجز آ کر اطاعت قبول کی ۔ رائے سر کے لڑکے نے حاضر ہو کر مقررہ خراج ادا کیا ۔ سلطان مبارک شاہ مظفر و منصور دہلی واپس ہوا ۔ اس دوران میں ملک محمود حسن اپنا لشکر لے کر جالندھر سے دہلی آیا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس کو بخشی گری کا منصب ملا جس کو اس زمانے میں عارض لشکر کہتے تھے ۔

اسی سال ماہ جمادی الاولیٰ میں میاں شیخا اور رائے بھیم میں جنگ ہوئی ۔ رائے بھیم قتل ہوا ۔ اس کا مال اور فوج شیخا کے ہاتھ لگی ۔ شیخا نے قوت بہم پہنچا کر دیبال پور اور لاہور کے نواح پر حملہ کر دیا ۔ ملک سکندر نے اس کے دفع کرنے کے لیے سفر کیا ۔ دریائے چناب کو

۱- علاقہ قنوج میں راٹھور راجپوتوں کی بالادستی قائم تھی اس کی طرف اشارہ ہے ۔ راٹھور ، راجپوتوں کی ایک گوت ہے (تاریخ ضلع فرخ آباد ، ص ۲ - ۴) ۔ (ق)

عبور کرکے نامراد واپس ہوا ، اس دوران میں ملک علاء الدین پسر علاء الملک [۲۷۵] حاکم ملتان کے انتقال کی خبر ملی اور دوسری خبر یہ آئی کہ سور غتمش[1] کا نائب اور لڑکا شیخ علی کابل سے ایک عظیم لشکر کے ساتھ بھکر و سیوستان پر حملہ کرنے کے ارادے سے آ رہا ہے۔ سلطان نے ملک محمود حسن کو ایک بڑا لشکر دے کر مغول کے اس فتنے کو فرو کرنے کے لیے مقرر کیا۔ ملتان سے اطراف سندھ تک (کا علاقہ) اس کے حوالے کیا ، جب ملک محمود ملتان پہنچا ، تو اس نے تمام مخلوق اور عام مسلمانوں کو انعام اور نوازش سے نہال کر دیا۔ اس نے ملتان کے قلعے کو جو مغول نے خراب کر دیا تھا ، از سر نو تعمیر کرایا۔ اسی موقع پر مغول کی فوج بھی واپس چلی گئی۔

اسی دوران میں خبر آئی کہ دھار[2] کا حاکم الپ خان جو سلطان ہوشنگ کے نام سے مشہور ہو گیا ہے ، قلعہ گوالیار کے ارادے سے آ رہا ہے۔ امیر خان پسر اوحد خان نے بیانہ کے حاکم اور اپنے چچا مبارک خان کو قتل کرکے بیانہ کو برباد کر دیا اور پہاڑ پر جا کر محفوظ ہو گیا۔ مبارک شاہ نے پہاڑ کی وادی میں قیام کیا ، خط و کتابت کے بعد امیر خان نے سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا اور اطاعت قبول کر لی سلطان وہاں سے گوالیار گیا۔ الپ خان نے دریائے چنبل کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا اور وہ نیچے اتر آیا۔ مبارک شاہ نے دوسرا گھاٹ معلوم کرکے جلد دریا کو عبور کیا۔ بعض امراء نے جو لشکر کے مقدمے میں تھے۔ الپ خان کے لشکر کے اطراف کو غارت کیا اور لوگوں کی کثیر تعداد کو قید کرکے لائے۔ چونکہ قیدی مسلمان تھے ، لہذا سب کو رہا کر دیا۔ دوسرے روز الپ خان نے صلح کر لی اور مناسب پیشکش بھیجی اور دھار کی طرف چلا گیا۔ مبارک شاہ نے دریائے چنبل کے کنارے قیام کیا اور قدیم قانون کے مطابق اس لواح کے زمینداروں سے خراج وصول کیا اور ماہ رجب ۸۲۷ھ/ ۱۴۲۴ء میں دہلی کو واپس ہوا۔

۱۔ مختلف مخطوطات میں اس لفظ کا املا مختلف طرح سور غتمش ، سور غمش خان ، سہور عتمش اور سہور غتمش دیا ہے۔ (د)

۲۔ مالوہ کا دارالحکومت۔ (د)

محرم ۸۲۸ھ/۱۴۲۴ء میں کٹھیر کی طرف روانہ ہوا۔ کٹھیر کا والی لرسنگھ[1] راؤ دریائے گنگا کے کنارے آ کر حاضر خدمت ہوا۔ [۲۶۷] تین سال کے بقایا کی وجہ سے کچھ دنوں قید رہا اور آخر کار مال ادا کرنے کے بعد رہا ہو گیا۔ سلطان نے دریائے گنگا سے گزر کر دریا پار کے سرکشوں کو سزائیں دیں اور واپس ہوا۔

اسی دوران میواتیوں کی بغاوت اور سرکشی کی خبر پہنچی۔ سلطان نے اس طرف کا رخ کیا۔ ان لوگوں کو تاخت و تاراج کیا۔ میوات کے اکثر علاقے کو خراب و برباد کر دیا۔ میواتی اپنی ولایت کو چھوڑ کر کوہ جھاڑ میں چلے گئے۔ سلطان غلہ اور چارے کی کمی اور جگہ کی خرابی کی وجہ سے واپس ہوا اور دہلی آ گیا۔ امراء کو ان کی جاگیروں پر بھیج دیا اور خود عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

۸۲۹ھ/۱۴۲۵ء میں پھر میوات کی طرف اس ملک کے سرکشوں کو سزائیں دینے کے لیے متوجہ ہوا جلو اور قدو اور تمام میواتی جو ان کے ساتھ تھے، اپنے اپنے ٹھکانوں کو چھوڑ کر پہاڑ کے الدر[2] جا کر محفوظ ہو گئے۔ چند روز میں انھوں نے بزدلی کا اظہار کیا اور قلعہ خالی کر کے کوہ الور پر چلے گئے۔ سلطان روزانہ جنگ کرتا تھا اور لوگ دونوں طرف سے مارے جاتے تھے۔ آخر کار میواتیوں نے عاجز ہوکر امان طلب کی۔ قدو حاضر خدمت ہوا۔ اس کو قید کر دیا گیا۔ سلطان نے میوات کی ولایت کو برباد کر ڈالا اور واپس آ گیا۔

چار ماہ گیارہ روز کے بعد ماہ محرم ۸۳۰ھ/۱۴۲۶ء میں میوات کی طرف پھر لشکر کشی کی اور اس اواح کے سرکشوں کو سزائیں دے کر بیانہ چلا گیا۔ محمد خان[3] پسر اوحد خان حاکم بیانہ پہاڑ پر قلعے میں محفوظ ہو گیا۔ سولہ روز تک جنگ ہوئی۔ اس کے اکثر فوجی اس سے علیحدہ ہو کر مبارک شاہ سے مل گئے۔ جب مقابلے کی قوت نہ رہی، تو

۱- پچھلے صفحات میں پرسنگھ لکھا ہے۔ (ق)
۲- مختلف مخطوطات میں ''کوہ الدروں'' اور ''کوہ الدور'' ہے۔ (د)
۳- پچھلے صفحات میں اوحد خاں کے لڑکے کا نام امیر خاں بتایا ہے۔ (د)

اس سال ماہ ربیع الاول میں عاجزانہ طریقہ سے اپنے گلے میں رسی ڈال کر قلعے سے نکلا اور حاضر ہوا ۔ ہتھیار اور دوسری نفیس چیزیں جو قلعہ میں تھیں ، سب پیش کر دیں ۔ مبارک شاہ نے اس کے عیال اور متعلقین کو قلعہ سے نکال کر دہلی بھیج دیا ۔ بیانہ کو مقبل خاں کے سپرد کیا اور سیکری جو اس وقت فتح پور کے نام سے موسوم ہے ، ملک خیر الدین تحفہ کو دی اور خود گوالیار کی طرف چلا گیا ۔ [۲۷۷] رائے گوالیار و تھکر[1] و چندوار نے اطاعت قبول کرکے قدیم قانون کے مطابق مال گزاری ادا کی سلطان اسی ماہ جمادی الاخریٰ میں دہلی آیا ۔ ملک محمود حسن کی جاگیر کو بدل کر حصار فیروزہ اس کو دیا ۔ ملک رجب نادرہ کو ملتان ملا ۔

محمد خاں اپنے متعلقین کے ہمراہ بھاگ کر میوات چلا گیا ۔ اس کے بعض آدمی ، جو اس سے علیحدہ ہو گئے تھے ، پھر آ کر مل گئے ۔ اس اثناء میں سنا کہ ملک احمد مقبل خانی اپنا لشکر لے کر مہاون گیا ہے اور ملک خیر الدین تحفہ کو قلع میں چھوڑا ہے اور شہر بیانہ خالی ہے ۔ محمد خاں نے موقع پا کر بیانہ کے زمینداروں پر اعتماد کرکے تھوڑی سی جمیعت کے ساتھ وہاں کا قصد کیا ۔ شہر اور ولایت بیانہ کے لوگ اس سے مل گئے ۔ ملک خیر الدین قلعہ داری نہ کر سکا ۔ اس نے امان طلب کی اور قلعہ کو اس کے سپرد کرکے دہلی چلا آیا ۔ مبارک شاہ نے بیانہ ملک مبارز خاں کو دے کر محمد خاں کی تادیب کے لیے روانہ کیا ۔ محمد خاں قلعہ میں محفوظ ہو گیا ۔ ملک مبارز ملک پر قابض ہو گیا اور احکام جاری کر دیے ۔ محمد خاں اپنے مخصوص لوگوں کو قلعہ میں چھوڑ کر تنہا یلغار کرتا ہوا سلطان ابراہیم شرقی کی خدمت میں پہنچا ۔ سلطان مبارک شاہ نے مصلحتاً مبارز خاں کو وہاں سے بلا لیا اور خود بیانہ کی فتح کی غرض سے چل پڑا ۔

سفر کے دوران میں قادر خاں حاکم کالپی کی درخواست پہنچی کہ سلطان ابراہیم شرقی ایک آراستہ لشکر کے ساتھ کالپی کے ارادے سے آ رہا ہے ۔ سلطان مبارک شاہ نے بیانہ کی مہم کو ملتوی کرکے سلطان ابراہیم

۱۔ اس لفظ میں اختلاف ہے کسی نے تھنکر کسی نے بھکر لکھا ہے (د)

کے مقابلے کا ارادہ کیا ۔ اس وقت شرقیہ کی فوجوں نے بھوگاؤں[1] کو برباد کرکے بدایوں کا ارادہ کر لیا تھا ۔ سلطان مبارک شاہ نے دریائے جمنا کو عبور کرکے موضع جرتولی[2] کو جو جنگل میں محفوظ ٹھکانا تھا ، برباد کر دیا اور وہاں سے اترولی[3] گیا ۔ محمود حسن کو دس ہزار سواروں کے ساتھ [۲۷۸] سلطان ابراہیم شرقی کے بھائی مختص خاں کے مقابلے کے لیے بھیجا جو اٹاوہ پر چڑھ آیا تھا ۔ جب محمود حسن کا لشکر ، شرقی فوج کے مقابل ہوا ، تو شرقی فوج مقابلے کی تاب نہ لا کر واپس ہو گئی اور اپنے سلطان کے پاس چلی گئی ۔ محمود حسن نے چند روز توقف کیا اور اپنے لشکر سے جا ملا ۔

سلطان ابراہیم شرقی نے کالی ندی کے کنارے پر قبضہ کیا اور مارہرہ[4] کے مضافات میں برہانا آباد آیا ۔ مبارک شاہ نے اترولی سے کوچ کیا اور قصبہ مالی کوٹہ آیا ۔ سلطان ابراہیم شرقی نے مبارک شاہ کے لشکر کی عظمت و شوکت کو دیکھا ۔ اسی سال ماہ جمادی الاولیٰ میں مقابلہ کا ارادہ ترک کرکے قصبہ راپری کی طرف چلا گیا اور وہاں سے دریائے جمنا کو عبور کرکے بیانہ گیا اور کیتھر کے کنارے قیام کیا ۔ مبارک شاہ نے دریائے جمنا کو عبور کرکے چند وار کے نزدیک اس (ابراہیم شرقی) کے لشکر سے پانچ کوس پر قیام پذیر ہوا ، روزانہ مبارک شاہ کے لشکری اس کے لشکر پر حملہ کرکے مویشی اور آدمیوں کو گرفتار کر لاتے تھے ۔ بیس روز تک یہی کیفیت رہی ۔ اسی سال ساتویں جمادی الاخریٰ کو سلطان ابراہیم شرقی جنگ کے ارادے سے سوار ہوا ۔ سلطان مبارک شاہ نے محمود حسن ، فتح خاں بن سلطان مظفر ، زیرک خاں ، اسلام خاں ، ملک چمن بیزہ خاں جہاں ، ملک کالو شحنہ فیل اور ملک احمد مقبل خانی

۱۔ بھوم گاؤں ، ضلع مین پوری (یو ۔ پی ۔ انڈیا) میں واقع ہے مین پوری سے $9\frac{1}{2}$ میل کے فاصلے پر ہے ۔

۲۔ ایک مخطوطہ میں ہرتولی ہے ۔ (د)

۳۔ ضلع علی گڑھ (یو ۔ پی ۔ انڈیا) میں قصبہ ہے اور تحصیل کا صدر مقام ہے ۔ (ق)

۴۔ مارہرہ ضلع اٹیہ (یو ۔ پی) مسلمانوں کی مشہور بستی ہے ۔ (ق)

کو اس کے مقابلے کے لیے بھیجا ۔ دوپہر سے شام تک جنگ ہوتی رہی ۔ شام کے وقت دونوں طرف کے لوگ واپس ہوئے اور مقابلے کے لیے ٹھہرے رہے ۔ دوسرے روز سترھویں ماہ جمادی الاخری کو سلطان شرقی نے کوچ کر دیا اور جونپور کا راستہ لیا ۔ مبارک شاہ تکات[1] کے راستے سے گوالیار گیا ۔

رائے گوالیار سے قانون کے مطابق خراج وصول کیا اور بیانہ کی طرف لوٹ آیا ۔ محمد خاں اوحدی نے بہت ہاتھ پاؤں مارے ، لیکن کام نہ بنا ۔ چونکہ وہ سلطان ابراہیم شرقی سے بھی ناامید ہو گیا تھا ۔ لہذا امان طلب کرکے مبارک شاہ [۲۷۹] کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ سلطان نے اس کی خطاؤں کو معاف کر دیا اور اس کو امان دے دی ۔ بیسویں ماہ رجب کو محمد خاں قلعہ سے میوات کی طرف گیا ۔ سلطان محمود حسن کو قلعہ کی حفاظت اور علاقے کے انتظام کی غرض سے چھوڑ کر واپس ہوا ۔ گیارھویں ماہ رمضان ۸۳۱ھ/۱۴۲۷ء کو دہلی آیا ۔

اسی سال ماہ شعبان میں سلطان نے قدو میواتی کو اس سبب سے کہ وہ سلطان ابراہیم شرقی کے ساتھ مل گیا تھا ، پکڑ کر قتل کرا دیا اور ملک سرور کو میوات کی ولایت کے انتظام کے لیے بھیجا ۔ اس ولایت کے اکثر آدمی اپنے ٹھکانوں کو ویران کرکے پہاڑ پر چلے گئے ۔ ملک قدو کا بھائی جلال خاں[2] ، احمد خاں ، ملک فخر الدین اور تمام عزیز و اقارب قلعے میں جمع ہوئے اور ملک سرور خراج لے کر شہر کو واپس ہوا ۔ ماہ ذی قعدہ میں خبر ملی کہ جسرت بن شیخا کھوکر نے کلانور کا محاصرہ کر لیا ۔ ملک سکندر حاکم لاہور ان کی تادیب کے لیے گیا ، لیکن شکست کھا کر لاہور واپس چلا آیا اور جسرت دریائے بیاس کو عبور کرکے قلعہ جالندھر پر قبضہ کرنے کے لیے آیا ۔ چونکہ وہ اس پر قبضہ نہ کر سکا ، لہذا قرب و مواد کے دیہات کو برباد کرکے لوگوں کو قید کر لیا اور پھر کلانور کی طرف متوجہ ہوا ۔ سلطان مبارک شاہ نے زیرک خاں حاکم سامانہ ، امیر خاں امیر سرہند کو فرمان بھیجا کہ ملک سکندر کی مدد

۱۔ لکھنؤ اڈیشن میں بستکات ہے بدایونی میں ستکانہ اور فرشتہ میں بل گھاٹ ہے ۔ (د)

۲۔ گزشتہ اوراق میں اس کو جلو لکھا ہے ۔ (د)

کریں - ان کے پہنچنے سے قبل ملک سکندر ، رائے غالب کلانوری کو فوج کے ہمراہ لے کر جسرت نے مقابلہ کیا اور شکست کھائی اور تھیکہ کی طرف چلا گیا اور جتنا بھی مال غنیمت جالندھر کے اواح سے ہاتھ آیا تھا ، ملک سکندر کے لشکر کے ہاتھ لگا -

ماہ محرم ۸۳۲ھ/۱۴۲۸ء میں ملک محمود حسن نے ولایت بیانہ کے فتنے کو جو محمد خاں اوحدی نے برپا کر دیا تھا ، فرو کیا اور دہلی آ گیا - اس کے بعد سلطان مبارک شاہ نے کوہ پایہ[1] میوات کی طرف کوچ کیا اور مہدو رائے آیا - چند روز قیام کیا ، جلال خاں میواتی اور تمام [۲۸۰] دوسرے میواتی مجبور ہو گئے اور مال گزاریوں کی ادائی کے وعدے کیے - ان میں سے بعض حاضر خدمت ہوئے - اسی سال ماہ شوال میں سلطان دہلی آیا - اسی دوران میں ملک رجب نادرہ حاکم ملتان کے انتقال کی خبر پہنچی - ملک محمود حسن کو اعتماد الملک کا خطاب دے کر ملتان روانہ کیا -

۸۳۳ھ/۱۴۲۹ء میں سلطان نے گوالیار کی طرف فوج کشی کر دی اور وہ بیانہ کے راستے سے گوالیار گیا اور اس ملک کے فسادات کو فرو کر کے تھکانت کی طرف گیا - رائے تھکانت شکست کھا کر کوہ پایہ[2] چلا گیا - سلطان نے اس کی ولایت کو برباد کر دیا اور بہت سی مخلوق کو قید کر لیا ، وہاں سے راپری آیا - اس ولایت کو حسین خاں[3] کے لڑکے سے لے کر ملک حمزہ کے سپرد کیا اور اسی سال ماہ رجب میں (دہلی) واپس ہوا - اثنائے راہ میں سید سالم کا انتقال ہو گیا - اس کے بڑے لڑکے کو سالم خاں اور دوسرے لڑکے کو شجاع الملک کا خطاب دیا - سید سالم تیس سال تک خضر خاں مغفور کی خدمت میں بڑے امراء میں رہا اور برسوں تک تبرہندہ میں خزانہ اور قلعہ داری کے اسباب و سامان کو مہیا اور جمع کیا - اسی سال ماہ شوال میں فولاد ترک بچہ قلعہ تبرہندہ آ گیا اور مخالفت پر کمر باندھی[4] - مبارک شاہ نے سید سالم کے لڑکوں

---

۱ ، ۲- پہاڑی سلسلہ مراد ہے -

۳- بدایونی میں حسن خاں ہے - (د)

۴- بدایونی میں صراحت ہے کہ فولاد ترک بچہ ، سید سالم کا غلام تھا (بدایونی اردو ترجمہ ، ص ۱۱۳) - (ق)

کو قید کر دیا[1] ۔ اور رائے ہنو[2] بھٹی کو فولاد کی تسلی و تشفی اور سید سالم کے مال و دولت کی بازیافتگی کے لیے تبرہندہ روانہ کیا ۔ جب وہ تبرہندہ کے نزدیک پہنچا ، تو فولاد سے صلح کی گفتگو شروع کی ۔ ان کو غافل کر کے یکبارگی دوسرے روز قلعے سے نکل آیا اور ان کے لشکر پر شب خون مارا ۔ ملک یوسف اور رائے ہنو اس کی اس مکاری سے بے خبر تھے ، لڑائی ہوئی اور شکست کھائی اور سرستی کی طرف چلے گئے ۔ فوج اور مال و اسباب فولاد کے ہاتھ آیا جو اس کی قوت کا سبب بن گیا ۔ سلطان نے یہ خبر سن کر تبرہندہ کا رخ کیا ۔ ہر طرف سے لشکر اور امراء آ کر لشکر سے مل گئے اور زمینداروں نے بھی آ کر شرکت کی ۔ چونکہ فولاد پوری قوت [۲۸۱] رکھتا تھا ، لہذا وہ تبرہندہ کے قلعہ میں محفوظ طریقے سے قلعہ بند ہو گیا ۔ سلطان مبارک شاہ نے راستے سے زیرک خان ، ملک کالو ، اسلام خان اور کمال خان کو محاصرے کے لیے روانہ کیا ۔ عماد الملک حاکم ملتان کو بھی فولاد کے فتنے کو فرو کرنے کی غرض سے طلب کر لیا ۔ اسی سال ماہ ذی الحجہ میں عماد الملک سرستی پہنچا اور ملاقات سے مشرف ہوا ۔ چونکہ فولاد کو عماد الملک کے قول پر اعتماد تھا ، اس لیے فولاد کی تسکین کے لیے اس کو تبرہندہ روانہ کیا ۔ فولاد نے گفتگو کو نظرانداز کر دیا اور بغاوت پر اصرار کیا اور عماد الملک بے مراد مبارک شاہ کی خدمت میں آیا ۔

سلطان نے ماہ صفر ۸۳۳ھ/۱۴۳۰ء میں عماد الملک کو ملتان جانے کی اجازت دی اور خود دہلی کی طرف گیا ۔ اسلام خان ، کمال خان ، فیروز منیں کو تبرہندہ کے محاصرے کے لیے چھوڑا ۔ عماد الملک تبرہندہ پہنچا اور امراء کو قلعے کے محاصرے کا ذمہ دار بنا کر ملتان چلا گیا ۔ فولاد نے چھ مہینے تک جنگ کی اور اپنے معتمدوں کی معرفت ایک رقم شیخ علی بیگ کو کابل بھیجی اور مدد چاہی ۔ شیخ علی اسی سال ماہ جمادی الاولیٰ میں تبرہندہ کی طرف آیا ۔ جب تبرہندہ دس کوس رہ گیا ،

۱۔ ممکن ہے کہ سید سالم کے لڑکے بھی بغاوت کا ارادہ رکھتے ہوں ۔ (ق)

۲۔ یہ نام مختلف نسخوں میں مختلف طرح لکھا گیا ہے کسی نے رائے ہیو، کسی نے رائے بھو ، کسی نے رائے ہیبو لکھا ہے ۔ (د)

تو اسلام خان ، کمال خان اور تمام امراء محاصرے کو ترک کر کے اپنے اپنے مقامات پر چلے گئے ۔ فولاد نے قلعے سے نکل کر ملاقات کی اور دو لاکھ تنکے جو قبول کر چکا تھا ، پیش کیے ۔ شیخ علی ، فولادا کے اہل و عیال کے ہمراہ لے کر واپس ہوا اور ولایت جالندھر کی رعایا کو قید کر کے اسی سال ماہ رجب میں لاہور کی طرف آیا اور ملک سکندر نے وہ رقم دے کر واپس کر دیا جو اسے وہ سالانہ دیا کرتا تھا ، وہ وہاں سے تلواره[۲] گیا اور اس کی بربادی کی کوشش کی ۔ عماد الملک شیخ علی کے دفع کرنے کے لیے قصبہ آلنبہ پہنچا ۔ شیخ علی مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور خطیب پور[۳] کی طرف چلا گیا ۔ اسی دوران میں حکم پہنچا کہ عماد الملک تلنبہ کو چھوڑ کر[۴] ملتان چلا جائے ۔ اسی سال چوبیس ماہ شعبان کو عماد الملک نے ملتان کی طرف [۲۸۲] کوچ کیا ۔ شیخ علی چونکہ مفرور تھا ، لہذا خطیب پور کے نزدیک دریائے راوی کو عبور کیا اور دریائے جہلم کے کنارے کے پرگنات کو جو پنجاب کے نام سے موسوم ہیں ، تاراج کر کے ملتان چلا گیا ۔ جب ملتان دس کوس کے فاصلے پر رہ گیا ، تو عماد الملک نے سلطان شاہ لودی کو جو ملک بہلول لودی کا چچا تھا ، مقابلے کے لیے بھیجا ، اس نے راستے میں شیخ علی کو جا لیا ۔ اس نے اس سے جنگ کی اور شہید ہو گیا ۔ اس کا کچھ لشکر قتل ہو گیا اور کچھ بھاگ کر ملتان پہنچا ۔ اسی سال ماہ رمضان کی تیسری تاریخ کو شیخ علی خیر آباد میں جو ملتان کے نزدیک ہے ، قیام پذیر ہوا اور چوتھی رمضان کو قلعہ دروازہ پر جنگ ہوئی ۔ عماد الملک نے شہر کے پیادوں کو باہر کر دیا تاکہ شیخ علی کے لشکر کو باغات میں معطل رکھیں ۔

۱- بدایونی (اردو ترجمہ ، ص ۱۱۳) میں ہے شیخ علی ، فولاد کو بھی لایا ۔

۲- بدایونی تلوارہ کا ذکر نہیں کرتا ہے بلکہ وہ لکھتا ہے کہ شیخ علی نے قصور میں آ کر دیبال پور کا قصد کیا اور عماد الملک ملتان سے اس کے مقابلے کے لیے آیا (بدایونی ، ص ۱۱۳) ۔ (ق)

۳- بدایونی میں خوط پور ہے ۔ (د)

۴- بدایونی لکھتا ہے کہ عماد الملک نے شکست کھائی اور ملک سلیمان شاہ لودی مارا گیا ۔ (د)

اس روز شیخ علی کو کچھ کامیابی نہیں ہوئی اور اپنے لشکر کو لے کر واپس چلا گیا اور جمعہ کے روز ستائیسویں ماہ رمضان کو پھر علم مخالفت بلند کیا اور قلعہ کی طرف متوجہ ہوا ، بہت سے لوگ مارے گئے ۔ شیخ علی واپس ہو کر اپنے لشکر میں چلا گیا ۔ اسی طرح روزانہ ایک مدت تک جنگ ہوتی رہی ۔

سلطان مبارک شاہ نے فتح خاں بن ظفر خاں گجراتی کو مشہور سرداروں ، مثلاً زیرک خاں ، ملک کالو شحنہ فیل ، اسلام خاں ، ملک یوسف ، کمال خاں ، رائے ہنو بھٹی کے ہمراہ عماد الملک کی مدد کے لیے بھیجا اور چھبیس ماہ شوال کو امراء ملتان کے قریب پہنچے ۔ دوسرے روز شیخ علی سے جنگ ہوئی یہ غالب آئے ۔ شیخ علی مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور اس قلعے میں جو اپنے لشکر کے گرد بنا لیا تھا ، چلا گیا ۔ وہاں بھی قیام نہ کیا اور دریائے جہلم کو عبور کر کے فرار ہو گیا ۔ اس کا زیادہ لشکر غرق ہو گیا ، کچھ قتل ہوا اور باقی قید ہو گیا ۔ شیخ علی چند آدمیوں کے ساتھ قصبہ شور[1] پہنچا ۔ اس کے لشکر کے گھوڑے ، اونٹ ، ہتھیار اور تمام سامان غارت ہو چکا تھا ۔ عماد الملک نے قصبہ شور تک تمام امراء کے ساتھ اس کا تعاقب کیا ۔ شیخ علی کا بھتیجا میر مظفر وہاں قلعہ بند ہو گیا ۔ [۲۸۳] شیخ علی معمولی سی جماعت کے ساتھ کابل کی طرف متوجہ ہوا اور جو امراء عماد الملک کی مدد کے لیے آئے تھے ، وہ حسب الحکم دہلی چلے گئے ۔ مبارک شاہ نے ملتان کو عماد الملک کے قبضے سے نکال کر خیر الدین خانی کے حوالے کیا ۔

اس وقت شیخا[1] کھوکر[2] کو موقع مل گیا ۔ وہ قوت بہم پہنچا چکا تھا ۔ اس نے فتنہ و فساد شروع کیا ۔ ملک سکندر[3] تحفہ اس کے فتنے کو فرو کرنے کے لیے جالندھر کی طرف روانہ ہوا ۔ شیخا[1] فوج جمع کر کے

۱۔ مختلف نسخوں میں اس مقام کا نام مختلف طرح مثلاً شور ، سنور ، سنہور ، سہنور ، شبور آیا ہے ۔ (د)

۲۔ لکھنؤ ایڈیشن اور بدایونی میں جسرت ہے ۔ (د)

۳۔ سکندر تحفہ لاہور کا گورنر تھا ۔ (د)

کوہ تھکر[1] سے نکلا ۔ دریائے جہلم ، راوی اور بیاس کو عبور کر کے جالندھر کے نزدیک دریائے ستیں کے کنارے قیام کیا ۔ ملک سکندر کو غافل کر کے اس پر یکبارگی حملہ کر دیا ۔ ملک سکندر نے شکست کھائی اور گرفتار ہو گیا ۔ شیخا نے بڑی قوت کے ساتھ لاہور جا کر محاصرہ کر لیا ۔ ملک سکندر کا نائب سید نجم الدین اور اس کا غلام ملک خوش خبر قلعہ بند ہو گئے ۔ روزانہ جنگ ہوتی تھی ، اسی دوران میں شیخ علی پھر کابل سے آ گیا اور ملتان کے نواح پر حملہ کر دیا ۔ خطیب پور[2] کے آدمیوں کو اور جہلم کے کنارے کے بہت سے دیہاتیوں کو قید کر لیا ، اسی سال سترھویں ماہ ربیع الاول کو قصبہ تلنبہ پہنچا اور وہاں کے رہنے والوں کو عہد و پیمان کے ذریعہ سے اپنے اختیار میں کیا اور وہاں کے مشہور لوگوں کو قید کر لیا اور قلعہ پر قبضہ کر لیا ۔ بعض مسلمانوں کو قتل کرا دیا اور بعض کو رہا کر دیا[3] ۔ وہاں کے لوگوں کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچیں ۔ اسی زمانے میں فولاد ترک بچہ تبرہندہ سے فوج جمع کر کے لایا اور رائے فیروز کی ولایت کو تاراج کر کے رائے فیروز کو جنگ میں قتل کر دیا ۔

سلطان مبارک شاہ نے ان حادثات کو سن کر اسی سال ماہ جمادی الاولیٰ میں لاہور اور ملتان کی طرف کوچ کر دیا اور ملک سرور کو مقدمہ لشکر بنا دیا ۔ جب ملک سرور سامانہ پہنچا ، تو شیخا کھوکر نے محاصرہ ترک کر دیا اور کوہ پایہ تھکر چلا گیا ۔ وہ ملک سکندر کو ہمراہ لے گیا ۔ شیخ علی لشکر سلطان سے خائف ہو کر واپس ہوا اور بلوت[4] کی طرف چلا گیا ۔ سلطان نے ولایت [۲۸۰] لاہور کو ملک اشرق[5] عماد الملک

۱- ایک مخطوطہ میں سکر دوسرے میں بتکہ اور تیسرے میں بتکر ہے ۔ لکھنؤ ایڈیشن میں تھکر ہے ۔ (د)

۲- ایک مخطوطہ میں خط پور ہے ۔ (د)

۳- بدایونی اس کی رت گری اور قتل کا ذکر کرتا ہے ۔ (د)

۴- یہ نام بھی مختلف طرح مثلاً بارتوت ، مالوت ، مارتوت لکھا گیا ہے ۔ (د)

۵- بداھونی لکھتا ہے کہ شمس الملک سے لاہور اور جالندھر کی حکومت لے کر نصرت خاں گرگ انداز کو دی گئی ۔ ہمارا خیال ہے کہ ملک سکندر لاہور کا حاکم تھا نہ عمادالملک تھا نہ شمس الملک ۔ (د)

سے لے کر نصرت خاں گرگ انداز کو دے دیا ۔ ملک اشرف کے اہل و عیال کو ملک سرور نے قلعہ لاہور سے نکال کر دہلی بھیج دیا ۔

اسی سال ماہ ذی الحجہ میں شیخا پھر ایک بڑی فوج لے کر پہاڑ سے نکلا اور اس نے بعض پرگنے خراب کر دیے اور پھر پہاڑ میں چلا گیا ۔ اس وقت سلطان مبارک شاہ نے دریائے جمنا کے کنارے پر قصبہ پانی پت کے نزدیک مورچہ قائم کر کے ایک مدت تک قیام کیا ۔ عماد الملک کو لشکر دے کر اسی سال ماہ رمضان میں گوالیار و بیانہ کے زمینداروں کو مطیع کرنے کے لیے روانہ کیا اور خود دہلی واپس آ گیا ۔

ماہ محرم ۸۳۶ھ/۱۴۳۳ء میں (سلطان نے) ولایت سامانہ کے فتنے کو فرو کرنے کے لیے کوچ کیا[1] اور ملک سرور کو فولاد ترک بچہ کے مقابلے کے لیے بھیجا ۔ فولاد قلعہ میں محفوظ ہو کر جنگ کر رہا تھا ۔ ملک سرور[2] نے زیرک خاں اور اسلام خاں کو کثیر لشکر کے ساتھ قلعہ تبرہندہ کے محاصرے پر چھوڑا اور خود سلطان کی خدمت میں چلا گیا ۔ سلطان نے اس طرف کے کوچ کو ملتوی کر دیا ۔ لاہور اور جالندھر کو نصرت خاں سے لے کر ملک الہ داد لودی[3] کو دے دیا ۔ جس وقت ملک الہ داد جالندھر پہنچا ، شیخا دریائے بیاس کو عبور کر کے مقابلے پر آ گیا ، ملک الہ داد کو شکست ہوئی ۔ وہ کوہ پایہ کوٹھی بجوارہ کی طرف چلا گیا اور شیخا کا فساد قوی ہونے لگا ۔

۱- بدایونی لکھتا ہے کہ سلطان ۸۲۶ھ میں جسرت کے فساد کے دفعیہ کے لیے گیا ۔ یہاں اس بات کا ذکر نہیں ہے ، مگر دو مخطوطوں میں یہ بیان ہے ۔ بدایونی یہ بھی کہتا ہے کہ اس وقت سلطان مبارک شاہ کی والدہ مخدومہ جہاں دہلی میں فوت ہو گئی اور وہ فوجی مہم سے دہلی چلا گیا ۔ مراسم تعزیت کے بعد پھر آ گیا ۔ (د)

۲- ملک سرور کے بعد واؤ عاطفہ ہے جو صحیح نہیں ہے لہذا اس کو حذف کر دیا ۔ (د) اس کی تائید تاریخ مبارک شاہی (ص ۲۲۶) سے ہوتی ہے ۔ (ق)

۳- بدایونی اور تاریخ مبارک شاہی (ص ۲۲۶) میں الہداد کالا لودی ہے ۔ بعض مخطوطات میں الہ داد کنکالودی اور الہ داد و کنکالودی ہے ۔ (د)

سلطان نے اسی سال ماہ ربیع الاول میں میوات کی طرف کوچ کیا ۔ جب تاورا[1] کے ارادے سے پہنچا ، جلال خاں میواتی کثیر جمعیت کے ساتھ قلعے کے اندر داخل ہو گیا ۔ دوسرے روز جلال خاں فرار ہو گیا اور قلعے کا غلہ اور ذخیرہ سلطان کے ہاتھ آیا ۔ سلطان نے وہاں سے کوچ کیا اور تجارہ پہنچا ۔ اکثر ولایت کو خراب کیا ۔ جلال خاں نے عاجزانہ اطاعت قبول کی اور قدیم قانون کے مطابق خراج ادا کیا ۔ عماد الملک ولایت بیانہ سے لشکر لے کر آ گیا اور حاضر خدمت ہوا ۔ [۲۸۵] سلطان نے ملک کمال الدین کو چند امراء کے ساتھ گوالیار اور اٹاوہ پر قبضہ کرنے کے لیے رخصت کیا اور اسی سال ماہ جمادی الاولیٰ میں دہلی آیا ۔

اسی دوران میں خبر پہنچی کہ شیخ علی ان امراء پر جو قلعہ تبرہندہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں ، حملہ کرنے والا ہے ۔ سلطان مبارک شاہ نے امراء کی مدد کے لیے لشکر بھیجا ۔ اس وقت شیخ علی شور سے یلغار کر کے دریائے بیاس کے کنارے آ گیا اور اس علاقے کو تاراج کیا ۔ کثیر مخلوق کو قید کر لیا اور لاہور کی طرف چلا گیا ۔ ملک یوسف اور ملک اسماعیل جو لاہور کے حاکم تھے ، قلعہ میں محفوظ ہو گئے اور اس کے ارادے میں مخل ہوئے اور قلعہ و شہر کی حفاظت کے لیے بہت کوشش کی ۔ جب ان کو اہل شہر کی مخالفت کا علم ہوا تو فرار ہونے کا ارادہ کر لیا ۔ شہر سے باہر نکلے ، شیخ علی نے ان کے تعاقب میں فوج روانہ کر دی ۔ ایک جماعت کو قتل کر دیا اور کچھ قید ہوئے ۔ ملک راجا جو معززین میں سے تھا ، قید ہو گیا ۔ شیخ علی نے لاہور پر قبضہ کر لیا اور خوب لوٹ مار کی ۔ اس کے بعد لاہور کے قلعہ کی تعمیر شروع کی اور دو ہزار منتخب سوار شہر کی حفاظت کے لیے چھوڑے اور دیبال پور کو روانہ ہو گیا ۔ ملک یوسف جو قلعہ لاہور سے نکل کر قلعہ دیبال پور میں پناہ‌گزیں تھا ، وہ وہیں قلعہ بند ہوگیا اور وہاں ٹھہر گیا ۔ جب یہ خبریں عماد الملک کو تبرہندہ میں پہنچیں ، تو اس نے اپنے بھائی ملک احمد کو بڑی فوج کے ساتھ ملک یوسف کی مدد کے لیے روانہ کیا ۔ کمک کے آ جانے سے شیخ علی دیبال پور کو چھوڑ کر لاہور اور دیبال پور کے درمیانی قصبات پر قابض ہو گیا ۔

۱- نام مختلف لکھا گیا ہے ، لاور ، تاور ، ناورد ، لاورد ، تاورو ۔ (د)

اسی سال ماہ جمادی الاخریٰ میں جب شیخ علی کے فتنہ و فساد کی اطلاع مبارک شاہ کو ملی تو وہ سامانہ کی طرف متوجہ ہوا ، چند روز تک لشکر کا انتظار کیا ، جب ملک کمال الدین اور بعض امراء پہنچ گئے ، تو تلونڈی کو روانہ ہوا ۔ عماد الملک اور اسلام خاں جو تبرہندہ کے لیے نامزد تھے ، آ کر حاضر خدمت ہوئے ۔ دوسرے امراء کو حکم بھیجا گیا کہ تبرہندہ کے محاصرے کو ترک کر دیں اور خود نہایت عجلت کے ساتھ بووہی گھاٹ پہنچا ۔ شیخ علی وہاں سے فرار ہوا ، مگر لوٹ آیا ۔ سلطان مبارک شاہ جب دیبال پور کے نواح میں پہنچا ، تو شیخ علی دریائے چناب کو عبور کر چکا تھا ۔ سلطان مبارک شاہ نے ملک سکندر تحفہ کو جو شیخا کھوکر کی قید سے آزاد ہو چکا تھا ، شمس الملک خطاب دے کر دیبال پور اور جالندھر حوالے کیا ۔ اسے شیخ علی کے تعاقب میں بھیجا ۔ شیخ علی آگے نکل چکا تھا اور قلعہ شور میں اپنے بھتیجے مظفر کو چھوڑا اس کا کچھ اسباب اور اسلحہ شمس الملک کے لشکر کے ہاتھ آیا ۔ سلطان نے تلنبہ کے مقابل دریائے راوی سے گزر کر قلعہ شور کا محاصرہ کیا ۔ مظفر نے ایک ماہ تک کوشش جاری رکھی ، مگر آخرکار عاجز ہو گیا اور صلح پر تیار ہوا ۔ اپنی لڑکی بیش قیمت تحائف دے کر سلطان مبارک شاہ کے بیٹے کو بیاہ دی ۔ سلطان نے واپس ہو کر شمس الملک کو لاہور روانہ کیا اور جو فوج شیخ علی کی طرف سے لاہور میں تھی ، اس نے اسی سال ماہ شوال میں امان طلب کی اور قلعہ خالی کر دیا ، شمس الملک قلعہ پر قابض ہو گیا ۔ جب مبارک شاہ شور اور لاہور کی مہم سے فارغ ہوگیا ، تو تنہا ملتان کے مشائخ کی زیارت کے لیے روانہ ہوا اور وہاں سے دیبال پور آیا ۔

چونکہ عمادالملک سے بہتر (کوئی اور) نہ تھا ، لہذا ولایت دیبال پور اور جالندھر کو شمس الملک سے تبدیل کر کے عماد الملک کو دے دیا اور ملک بیانہ جو عماد الملک کی جاگیر میں تھا ، شمس الملک کو دے دیا ۔ سلطان دہلی چلا گیا ، چونکہ وزارت کا کام سرورالملک سے سرانجام نہیں پاتا تھا اور ملک کمال الدین تمام کاموں میں قابل اعتماد تھا ، لہذا بڑے بڑے کام اس کے سپرد کر دیے گئے اور یہ طے پایا کہ دونوں اتفاق رائے سے مہمات ملکی کو سرانجام دیں ۔ چونکہ ملک کمال الدین ،

سنجیدہ اور تجربہ کار آدمی تھا ، اس لیے مرجع خلائق ہوگیا اور مہمات میں صاحب اختیار ہوگیا ۔ سرور الملک دیبال پور اور پرانی جاگیریں نکل جانے کی وجہ سے رنجیدہ تھا ۔ حسد کی وجہ سے منافقت کرنے لگا ۔ کانکو کھجو کے بیٹوں[1] کو ، جو اس خاندان کے پروردہ اور صاحب خدم و حشم تھے ، اپنے ساتھ ملا لیا ۔ میراں صدر نائب عرض ممالک [۲۸۷] ، قاضی عبدالصمد خاص حاجب اور دوسرے لوگوں نے بھی انتہائی مخالفت کی اور موقع کا منتظر رہا ۔ اس زمانے میں سلطان مبارک شاہ نے سترہویں ماہ ربیع الاول ۸۳۷ھ/۱۴۳۳ء کو دریائے جمنا کے کنارے ایک شہر کی بنیاد ڈالی اور مبارک آباد اس کا نام رکھا ۔

اسی زمانے میں تبرہندہ کی فتح اور فولاد ترک بچہ کے سر پر پہنچنے کی خبر ملی ۔ سلطان مبارک شاہ شکار کے بہانے سے تبرہندہ کی طرف روانہ ہوا اور تھوڑے ہی عرصے میں اس ملک کے زمینداروں کو مطیع و فرمانبردار کر لیا اور واپس ہو کر شہر مبارک آباد آیا ، اس وقت خبر آئی کہ سلطان ابراہیم شرقی اور سلطان ہوشنگ مالوی کے درمیان کالپی کے میدان میں جنگ ہو رہی ہے ۔ اطراف و جوانب میں امراء کی طلبی کے احکام جاری ہوئے ، اسی سال ماہ جمادی الآخر میں کالپی کی جانب روانگی کر دی ، دہلی کے قریب ٹھہرا ۔ لشکر جمع کرنے کی غرض سے چند روز قیام کیا ۔ اتفاق سے بروز جمعہ نویں ماہ رجب ۸۳۷ھ/۱۴۳۴ء کو سلطان مبارک شاہ ، مبارک آباد کی عمارتوں کے سلسلے میں روانہ ہوا اور سوائے راز داروں اور مخصوصین کے کوئی ہمراہ نہ تھا ۔ سرور الملک نے ، جو موقع کا منتظر تھا ، فدائی جماعت کو جو اس کے ساتھ تھی ، اشارہ کر دیا[2] ان لوگوں نے یکبارگی تلواریں کھینچ کر سلطان مبارک شاہ کو شہید کر دیا ۔ مبارک شاہ کا زمانۂ سلطنت تیرہ سال تین ماہ اور سولہ روز ہوا ۔

۱- بدایونی (اردو ترجمہ ، ص ۱۱۵) لکھتا ہے کہ وہ کھتری بچے تھے ۔ (ق)۔

۲- فرشتہ (ص ۱۶۹) ، تاریخ مبارک شاہی (ص ۲۳۵) اور بدایونی (اردو ترجمہ ، ص ۱۱۶) میں قاتل کا نام سدھ پال دیا ہے ۔ (ق)

ذکر محمد شاہ بن مبارک شاہ بن خضر خاں

محمد شاہ پسر شاہزادہ فرید بن خضر خاں ہے۔ چونکہ مبارک شاہ نے اس کو اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا، اس لیے متولف تاریخ مبارک شاہی کہ (یہ کتاب) اس کے زمانے میں تالیف ہوئی ہے، اس کو مبارک شاہ کا لڑکا کہتا ہے۔ تاریخ بہادر شاہی کے مصنف نے اس کو شاہزادہ فرید کا لڑکا لکھا ہے اور چونکہ دوسری تاریخوں میں بھی فرزند مبارک شاہ تحریر ہے، اس لیے اس کتاب میں بھی شہرت کی بنا پر یہی لکھا گیا ہے۔
[۲۸۸]

مختصر یہ کہ آخر روز جمعہ کو جب سلطان مبارک شاہ شہید ہوا، تو سلطان محمد شاہ کے امراء اور ارکانِ دولت کے مشورے سے تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ سرور الملک نے اگرچہ بظاہر بیعت کر لی تھی، لیکن اسبابِ سلطنت، مثلاً خزانہ، ہاتھی اور سلاح خانہ اپنے قبضے میں رکھتا تھا۔ سرور الملک کو خان جہاں اور میراں صدر کو معین الملک کے خطابات[۱] عنایت ہوئے۔ ملک الشرق کمال الدین کا یہ ارادہ تھا کہ سرور الملک اور میراں صدر حرام خوروں سے مبارک شاہ کے خون کا انتقام لینا چاہیے۔

محمد شاہ کے جلوس کے دوسرے دن سرور الملک نے چند مبارک شاہی غلاموں کو کہ ان میں سے ہر ایک گروہ بند تھا، بیعت لینے کے بہانے سے بلا کر اپنے قبضے میں کیا اور بعض مثلاً، گرم چند، ملک مقبل اور ملک فتوح[۲] کو قید کر دیا اور مبارک شاہی خانہ زادوں کی بیخ کنی میں کوشش شروع کر دی۔ اطراف و جوانب کے پرگنات جو بہتر اور منتخب تھے، اپنے قبضے میں کر لیے اور تھوڑے سے دوسرے امراء کو تقسیم کر دیے۔ پرگنہ بیانہ، امروہہ، نارنول، کہرام اور دوآبے کے چند پرگنے سدہ پال، سدھارن اور ان کے رشتہ داروں کو دے دیے۔ اپنے

۱۔ فرشتہ (ص ۱۶۹) میں ہے کہ سید سالم کے بیٹے کو خانِ اعظم سید خاں کا خطاب دیا۔

۲۔ تاریخ مبارک شاہی (ص ۲۳۸) میں ایک نام ملک ہیرا بھی ہے۔ فرشتہ (ص ۱۶۹) میں ملک فتوح کی بجائے ملک قنوج لکھا ہے۔ (ق)

غلام ابوشہ[1] کو چند سال کے مطالبات وصول کرنے کے لیے بیانہ روانہ کیا ۔ وہ اس مہینے کی بارہ تاریخ کو شہر بیانہ میں داخل ہوا اور قلعے پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا ۔ یوسف خاں اوحدی خبردار ہو گیا ۔ وہ ہنڈون[2] سے بیانہ آ گیا اور ابوشہ سے جنگ کرکے اس کو قتل کر دیا ۔ اس کے اہل و عیال اور لڑکے بھی قید ہو گئے ۔ چونکہ سرورا لملک کی نمک حرامی عوام پر ظاہر ہو چکی تھی ۔ لہذا اکثر امراء جو خضر خاں اور مبارک شاہ کے نمک خوار تھے ، اس کی فکر میں رہنے لگے ۔ سرور الملک بھی ان کے گرفتار کرنے کی فکر میں تھا ۔ اس دوران میں خبر پہنچی کہ الہداد ککا لودی حاکم سنبل واہار[3] ، ملک چمن حاکم بدایوں ، امیر علی گجراتی اور امیر کنک[4] ترک بچہ مخالفت پر آمادہ ہو گئے ہیں ۔ سرور الملک نے کمال الدین ، سید خاں اور اپنے چھوٹے لڑکے یوسف خاں اور سدھارن کانکو[5] کو [۲۸۹] ان کے فساد کو فرو کرنے کے لیے مقرر کیا ۔ ماہ رمضان میں کمال الملک دریا جمنا کے کنارے پہنچا اور وہاں سے قصبہ برن گیا ۔ سرور الملک کے بیٹے اور سدھارن سے مبارک شاہ کے خون کا انتقام لینے کے لیے برن میں قیام کیا ۔ ملک الہداد ، کمال الدین کو باطن میں اپنا دوست سمجھتا تھا ، اس لیے اہار سے آگے نہ بڑھا ۔ سرور الملک ، کمال الدین کی مکاری سے واقف ہو گیا اور اپنے غلام ملک ہوشیار کو امداد کے بہانے سے کمال الدین کے پاس بھیجا ۔ تاکہ اس کی مکاری سے خبردار ہو جائے اور یوسف و سدھارن کی حفاظت کرے ۔ اس

۱- بعض مخطوطات میں نوشہ ہے ، فرشتہ (ص ۱۶۹) میں ''رانو شہ'' ، بدایونی میں ''رالوں سیہ'' اور تاریخ مبارک شاہی (ص ۲۳۱) ، ''رالو سہد'' ہے ، تاریخ مبارک شاہی اور بدایونی نے اسے سدھ پال کا غلام لکھا ہے ۔ (ق)

۲- فرشتہ (ص ۱۶۹) میں ہندوان ہے ۔ (ق)

۳- ضلع باند شہر میں واقع ہے ۔ (ق)

۴- نام میں اختلاف بعض مخطوطات میں کبیک و کیک ہے ۔ (د) فرشتہ (ص ۱۷۰) میں کیک اور تاریخ مبارک شاہی (ص ۲۳۹) کیک ہے ۔ (ق)

۵- بدایونی میں سدھارن و کانکو ہے ۔

دوران میں ملک چمن ، اہار آ کر الہداد سے مل گیا ۔ ملک یوسف ، سدھارن اور ہوشیار کی تشویش میں ، جو کمال الدین کے مکر سے خوف زدہ تھے ، زیادتی ہو گئی اور لشکر سے علیحدہ ہو کر دہلی چلے آئے ۔ ماہ رمضان کی آخری تاریخ کو ملک الہداد ، ملک چمن ، اپنے ہمدرد امراء کے ساتھ کمال الدین سے مل گئے ۔ کمال الدین ایک بڑی جماعت لے کر دہلی کی جانب متوجہ ہوا اور سرور الملک دہلی کے قلعہ میں محفوظ ہو گیا ۔ تین مہینے تک جنگ ہوتی رہی[1] ۔ اسی دوران میں سامانہ کے حاکم زیرک خاں کی وفات کی اطلاع آئی ۔ اس کی جاگیر اس کے بیٹے محمد خاں کے سپرد ہوئی ۔ محمد شاہ اگرچہ بظاہر میں اہلِ قلعہ کے ساتھ طریقۂ موافقت اختیار کیے ہوئے تھا ، لیکن اپنے باپ کے انتقام کے لیے موقع اور وقت کا منتظر تھا ۔ سرور الملک دہلی میں اس بات سے مطلع ہو گیا ۔ وہ محمد شاہ کی گھات میں رہا ۔ اتفاق سے آٹھویں ماہ محرم ۸۳۸ھ/۱۴۳۴ء کو سرور الملک اور میران صدر کے بیٹے بغاوت پر کمر بستہ ہو گئے اور ننگی تلواریں لیے ہوئے محمد شاہ کی حرم سرا پر آ گئے ۔ محمد شاہ ہر وقت ایک کثیر فوج اور اپنے ہوا خواہوں کے ساتھ اس کے خوف سے جنگ کے لیے تیار رہتا تھا ۔ سرور الملک کو اس جگہ قتل کر دیا اور میران صدر کے لوگوں کو قید کر لیا اور دربار کے سامنے قتل کرا دیا ۔

بیت

غزالے کہ جوید ادبر از پلنگ
شود خاک از خونِ او لالہ رنگ

سدھ پال اور دوسرے حرام خور قلعہ بند ہو کر جنگ پر آمادہ ہو گئے ۔ [۲۹۰] محمد شاہ ، کمال الدین کو شہر میں لایا ۔ سدھ پال نے اپنے گھر میں آگ لگا کر اپنے اہل و عیال کو جلا دیا اور خود بھی مر گیا ۔ محمد شاہ کے حکم سے سدھارن و کالکو اور کھتریوں کو جو قید ہو گئے تھے ، مبارک شاہ کے خطیرہ کے نزدیک قتل کرا دیا ۔ ملک ہوشیار اور مبارک کوتوال کی لعل دروازہ کے سامنے گردن مار دی گئی ۔

---

۱ - بدایونی اور مبارک شاہی میں جنگ کی تفصیلات ملتی ہیں ۔ (د)

دوسرے اور کمال الدین نے ان تمام امراء کے ساتھ جو قلعے کے باہر تھے ، محمد شاہ کی بیعت کی اور عوام کے اتفاق رائے سے اس کو تخت نشین کیا ۔ کمال الدین کو وزارت کا منصب اور کمال خاں کا خطاب ملا ۔ ملک چمن کو غازی الملک کا خطاب دیا گیا ولایت امروہہ و بدایوں بدستور سابق اس کے لیے مقرر رہیں ۔ ملک الہداد لودی نے کوئی خطاب قبول نہیں کیا ۔ اپنے بھائی کو دریا خاں کا خطاب دلوا دیا اور ملک کھوبراج مبارک خانی[1] کو اقبال خاں کا خطاب دیا گیا ۔ اس کو ولایت حصار فیروزہ بدستور سابق دی گئی ۔ تمام امراء کو انعامات دیے گئے اور تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا ۔ سید سالم کے بڑے لڑکے کو مجلس عالی سید خاں اور چھوٹے لڑکے کو شجاع الملک اور ملک بدھ[2] کو علاء الملک کے خطابات دیے گئے اور ملک رکن الدین نصیر الملک کے خطاب سے ممتاز کیا گیا اور ملک اشرف خاں دہلی کا شحنہ مقرر ہوا ۔

محمد شاہ اسی سال ماہ ربیع الاول میں ملتان کی طرف روانہ ہوا ۔ مبارک اوپر کی منزل پر اکثر امراء مثلاً عماد الملک ، اسلام خاں ، محمد خاں ، محمود خاں بن نصرت خاں ، یوسف خاں اوحدی ، اقبال خاں اور تمام ملازمین حاضر خدمت ہوئے ۔ محمد شاہ نے ملتان کے مشائخ کی زیارت کی اور خوان جہاں کو ملتان میں چھوڑا اور وہ اسی سال دہلی آیا ۔ ۸۴۰ھ/۱۴۳۶ء میں وہ سامانہ کی طرف گیا اور شیخا کھوکھر[3] کے مقابلے کے لیے فوج روانہ کی ۔ اس کی ولایت کو برباد کرکے دہلی آیا [۲۹۱] ۔

۸۴۱ھ/۱۴۳۷ء میں خبر آئی کہ لنگاہ جماعت کی وجہ سے ملتان میں بد نظمی ہو گئی اور یہ خبر بھی آئی کہ سلطان ابراہیم شرقی بعض پرگنات پر قابض ہو گیا ہے اور راجا گوالیار اور دوسرے راجاؤں نے مال گزاریاں

۱- اس نام میں اختلاف ہے ۔ مخطوطات میں مختلف املا ہے ۔ فرشتہ (ص ۱۷۰) میں کھوتراج ، تاریخ مبارک شاہی میں کھون راج ہے ۔ (ق)

۲- ایک مخطوطہ میں ملک سیدہ اور دوسرے میں ملک صدہ ہے ۔ (د)

۳- ایک مخطوطہ میں جسرت اور شیخا ہے ۔ بدایونی میں شیخا اور فرشتہ میں جسرت ہے ۔ (د)

روٹ لی ہیں ۔ چونکہ محمد شاہ کی رگِ حمیت متحرک نہ ہوئی اور اس پر غفلت و کاہلی غالب آ گئی تھی ، لہذا ہر دل میں ایک خیال اور تمنا پیدا ہونے لگی ۔

بیت

چو شہ باز ماند ز پروانۂ ملک
بود ہر سرے مرا تمنائۂ ملک

بعض میواتی امراء نے سلطان محمود خلجی بادشاہِ مالوہ کو بلایا اور ۸۴۴ھ/۱۴۴۰ء میں سلطان محمود دہلی آ گیا ۔ محمد شاہ نے فوج آراستہ کر کے اپنے لڑکے کو مقابلے کے لیے باہر بھیجا اور ملک بہلول لودی کو مقدمۂ لشکر بنایا ۔ سلطان محمود خلجی نے اپنے دونوں لڑکوں سلطان غیاث الدین اور قدر خان کو مقابلے پر بھیجا ۔ صبح سے شام تک مقابلہ و ہنگامہ برپا رہا ۔ رات کو دونوں طرف کے لوگ لوٹ گئے اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے ۔ دوسرے روز محمد شاہ نے صلح کی گفتگو شروع کی ، اسی دوران میں سلطان محمود کو خبر پہنچائی کہ سلطان احمد گجراتی ، منڈو کی طرف آ رہا ہے ۔ سلطان محمود فوراً صلح پر راضی ہو گیا اور واپس ہوا ۔ اس صلح سے محمد شاہ کی کمزوری اور بے وقعتی لوگوں کی نظروں اور دلوں میں ہو گئی ۔ جب سلطان محمود نے کوچ کیا ، تو ملک بہلول لودی نے تعاقب کیا ۔ کچھ باربرداری اور کچھ قیمتی سامان مالِ غنیمت میں لے کر واپس ہوا ۔ ملک بہلول کی اس کارگزاری سے محمد شاہ خوش ہوا اور اس کو شاہانہ نوازش سے سرفراز کیا اور ملک بہلول کو فرزند کہا ۔

سلطان محمد شاہ ۸۴۵ھ/۱۴۴۱ء میں سامانہ کی طرف گیا اور ملک بہلول کو ولایت دیپال پور اور لاہور دے کر جسرت گھوکر کے دفع کرنے کے لیے بھیجا اور خود دہلی واپس آ گیا ۔ جسرت نے [۲۹۲] ملک بہلول سے صلح کر لی اور اس کو سلطنتِ دہلی کا مژدہ سنایا[1] ۔ ملک بہلول کے دماغ میں سلطنت کی خواہش پیدا ہو گئی اور اس نے فوج جمع کرنے کی

۱- فرشتہ (ص ۱۷۱) میں ہے کہ اس نے دہلی کی بادشاہی کی ترغیب دی ۔ (ق)

تدبیر شروع کر دی اور اطراف و جوانب سے افغانوں کو طلب کر کے جمع کیا اور ان کی نگہداشت کی ۔ تھوڑے ہی عرصے میں اس کے پاس بہت سی مخلوق جمع ہوگئی اور وہ بہت سے نواحی پرگنات پر قابض ہوگیا ۔ اور معمولی سے ظاہری سبب کی بنا پر سلطان محمد شاہ کی مخالفت پر آمادہ ہوگیا اور نہایت قوت و غرور کے ساتھ دہلی پر حملہ کر دیا ۔ ایک عرصے تک اس کا محاصرہ کیے رہا ، آخر نامراد واپس ہوا ۔ محمد شاہ کی سلطنت کے کاموں میں روز بروز سستی پیدا ہونے لگی ، یہاں تک نوبت پہنچی کہ وہ امراء بھی جو دہلی سے صرف بیس بیس کوس کے فاصلے پر تھے مخالفت پر آمادہ ہو کر خود مختار بن بیٹھے ۔ آخرکار ۸۴۷ھ/۱۴۴۳ء[1] میں سلطان محمد شاہ کا انتقال ہو گیا ۔ اس کی سلطنت کا زمانہ دس سال اور چند ماہ ہوا ۔

بیت

چنیں ست آئین گردندہ دور
گہے مہربانی ازو گاہ جور
ز دوراں امیدِ وفا داشتن
بود چشمِ نور از سہا داشتن
دو روز ست چوں بوالہوس مہر او
نشانِ وفا نیست در چہر او

ذکر سلطان علاء الدین بن محمد شاہ

جب سلطان محمد شاہ کا انتقال ہو گیا ، تو سلطنت کے اراکین و امراء نے اس کے لڑکے کو سلطان علاء الدین کا خطاب دے کر تخت سلطنت پر بٹھایا ۔ ملک بہلول[2] اور تمام امراء نے بیعت کی ۔ تھوڑے ہی عرصے میں ظاہر ہوا کہ سلطان علاء الدین اپنے باپ سے زیادہ سست اور سلطنت کے کاموں میں بہت عاجز ہے ۔ ملک بہلول کے دماغ میں یہ سودا قوی ہوتا گیا :

۱- فرشتہ (ص ۱/۱۷۱) لکھتا ہے کہ ۸۴۹ھ میں سلطان محمد شاہ فوت ہوا اور اس نے بارہ سال چند ماہ حکومت کی ۔ (ق)

۲- فرشتہ ، (ص ۱۷۱) میں ہے کہ بہلول لودی نے بیعت نہیں کی ۔ (ق)

بیت

چو بیند کہ ازدہا نیست رنج
خرد مند مگذارد از دست گنج

[۲۹۳] سلطان علاء الدین ۸۵۰ھ/۱۴۴۵ء میں سامانہ کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کے دوران میں خبر آئی کہ جونپور کا بادشاہ ، دہلی کی طرف آ رہا ہے۔ سلطان نہایت عجلت کے ساتھ دہلی آ گیا ، حسام خان جو وزیر ممالک اور نائب (سلطنت) تھا ، اس نے عرض کیا کہ غنیم کے آنے کی غلط خبر کی بنا پر یہ بات بادشاہ کے شایان شان نہیں ہے کہ فوراً واپسی کر دی جائے۔ سلطان علاء الدین اس بات سے کہ جو اس کی طبیعت کے موافق نہ تھی ، رنجیدہ ہوا - ۸۵۱ھ/۱۴۴۷ء میں وہ بدایوں کی طرف ہوا اور کچھ عرصے وہاں قیام کرکے دہلی واپس چلا آیا اور ظاہر کیا کہ میں نے بدایوں کو خوش کر دیا ہے[1] اور چاہتا ہوں کہ ہمیشہ وہیں رہوں۔ حسام خان نے پھر خلوص کی بنا پر عرض کیا کہ دہلی کو ترک کر دینا اور بدایوں کو پایہ تخت بنانا درست نہیں ہے۔ سلطان اس بات سے اور رنجیدہ ہوا۔ اس کو اپنے سے علیحدہ کر دیا اور دہلی میں چھوڑ دیا اور اپنی بیوی کے دونوں بھائیوں کو شحنہ شہر اور میر کوئی بنا دیا :

بیت

نبودش چو تدبیر و سامان کار
ندامت کشید آخر از روز گار

(سلطان علاء الدین) ۸۵۲ھ/۱۴۴۸ء میں بدایوں کی طرف چل دیا اور وہاں عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔ وہ معمولی سی ولایت پر جو اس کی قلمرو میں تھی ، قانع ہو گیا ، کچھ عرصے کے بعد اس کی بیگم کے دونوں بھائیوں میں جو دہلی میں تھے ، مخالفت ہو گئی۔ دونوں میں جنگ ہوئی اور ان میں سے ایک مارا گیا۔ دوسرے روز شہر کے لوگوں نے حسام خان کے کہنے سے دوسرے بھائی کو قصاص میں قتل کر دیا۔ اس

۱- بدایونی (اردو ترجمہ ، ص ۱۱۶) میں ہے کہ علاء الدین نے بدایوں کو سکونت کے لیے پسند کرکے ایک عمارت کی بنا ڈالی۔ (ق)

موقع پر سلطان نے فتنہ انگیزوں کے کہنے سے حمیدہ خاں کے قتل کا ارادہ ظاہر کیا جو وزیر مملکت تھا ۔ وہ وہاں سے فرار ہو کر شہر میں چلا آیا اور حسام خاں کی رائے سے شہر پر قابض ہو گیا ۔ اس نے ملک بہلول کو سلطنت کے لیے طلب کیا ۔ اس اختصار کی تفصیل ملک بہلول کے تذکرہ میں [۲۹۴] موجود ہے ۔

مختصر یہ کہ ملک بہلول لودی فوج لے کر دہلی آ گیا اور قبضہ کر لیا ۔ چند روز کے بعد اپنے ہو اخواہ گروہ کو دہلی میں چھوڑ کر دیبال پور کی طرف چلا گیا اور لشکر جمع کرنا شروع کیا ۔ سلطان علاء الدین کو عرضداشت روانہ کی کہ مجھے حضور کی حکومت و سلطنت کی طرف سے فکر ہے اور اپنی ذات کو آپ کا غلام سمجھتا ہوں ۔ سلطان علاء الدین نے جواب تحریر کیا کہ چونکہ میرے باپ نے تجھ کو فرزند کہا ہے اور مجھے ذرا بھی فکر و تردد نہیں ہے ، صرف بدایوں کے ایک پرگنے پر قناعت کرکے سلطنت تیرے لیے چھوڑتا ہوں :

بیت

بے دور سر لیزہ و آمد شد شمشیر
کامے کہ تمنائے ملے بود برآمد

ملک بہلول نے اپنی روز افزوں اقبال مندی کو دیکھ کر بادشاہی قبا کو اپنے قامت کے لیے موزوں سمجھا ۔ کامیابی نے اس کا ساتھ دیا اور وہ دیبال پور سے دہلی آ گیا ۔

دہلی آ کر تخت سلطنت پر بیٹھ گیا اور سلطان بہلول خطاب پایا ۔ سلطان علاء الدین کے وہ امراء جو اس کے ساتھ تھے ، ان کی تنخواہیں بدستور برقرار رکھیں ۔ کچھ عرصے کے بعد سلطان علاء الدین نے انتقال کیا[۱] ۔ بہلول کا کام بن گیا ۔ اس (سلطان علاء الدین) کی سلطنت کا زمانہ

۱۔ بدایونی نے لکھ دیکھ ہے کہ ۸۵۵ھ میں علاء الدین فوت ہوا جو صحیح نہیں فرشتہ لکھتا ہے کہ ۸۸۳ھ/۱۴۷۸ء میں علاء الدین کا بدایوں میں انتقال ہوا اور اٹھائیس سال اس نے بدایوں میں حکومت (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

سات سال اور چند ماہ ہوا[1] ۔

بیت

سر انجام گیتی ہمین ست و بس
وفائے نہ کرد ست با ہیچ کس

• • •

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کی (فرشتہ ، ص ۱۷۳) مولوی عبدالحی صفا مؤلف عمدۃ التواریخ (تاریخ بدایوں) نے لکھا ہے کہ علاء الدین ۸۷۹ھ میں فوت ہوا ، (ص ۲۳) لیکن انھوں نے اپنے ماخذ کی نشان دہی نہیں کی ۔ علاء الدین کی قبر کے سلسلے میں بھی مختلف روایات ہیں ۔ رائے بختاور سنگھ مؤلف تاریخ بدایوں (، (ص ۱۰) اور مولوی عبدالحی صفا مؤلف عمدۃ التواریخ ، (ص ۲۳) نے لکھا ہے علاء الدین سرائے ملا متصل محلہ قبولپورہ دفن ہوا ، مگر خان بہادر رضی الدین بسمل مؤلف کنز التاریخ ، (ص ۲۳۲ و ۵۷ - ۵۸) رقم طراز ہیں کہ علاء الدین اپنی والدہ کے مقبرہ میں دفن ہوا جو میران سرائے کے متصل شیخوپور جانے والی سڑک پر واقع ہے ۔ (ق)

۱۔ کہا جاتا ہے کہ بدایوں کا محلہ میران سرائے اس کے بیٹے سید حیدر نے آباد کیا (کنز التاریخ ، ص ۲۳۲) بدایوں سے آٹھ کوس کے فاصلے پر قصبہ اعلیٰ پور بھی اس کا آباد کیا ہوا ہے (کنز التاریخ ص ۱۰۱ ، عمدۃ التواریخ ، ص ۲۳ ، گزیٹر بدایوں ، ص ۱۶۳) ۔ (ق)

لودی خاندان

ذکر سلطان بہلول لودی

ثقہ حضرات سے روایت ہے کہ ملک بہلول لودی[1] سلطان شہ لودی[2] کا بھتیجا ہے کہ جس کا خطاب اسلام خاں تھا اور خضر خاں اور سلطان مبارک شاہ کے بڑے امراء میں سے تھا، وہ سرہند پر حکومت کرتا تھا۔ چونکہ اس نے نیک بختی اور شرافت کے آثار اپنے بھتیجے میں پائے، لہذا اس کو اپنے بیٹے کی طرح پرورش کیا اور اپنی آخر عمر میں سے اپنا قائم مقام بنانے کی وصیت کی اور (سلطان شہ) فوت ہو گیا۔ اسلام خاں کا لڑکا قطب خاں تھا۔ اس نے ملک بہلول کی مخالفت کی [۲۹۵] اور وہ سلطان محمد کے پاس چلا گیا۔ سلطان محمد نے حاجی شدنی[3] کو کہ جس کا خطاب حسام خاں تھا، ایک بڑے لشکر کے ساتھ ملک بہلول کے مقابلے کے لیے بھیج دیا۔ موضع کدھہ[4] میں جو پرگنہ خضر آباد و سادھورہ[5] کے مواضعات

۱- بہلول خاں کے باپ کا نام ملک کالا بن ملک بہرام تھا (تاریخ خان جہانی و مخزن افغانی، ص ۱۲۶) بہلول خاں کو بچپن میں بلو خاں کہتے تھے (دیکھیے تاریخ داؤدی، ص ۳)۔ (ق)

۲- تاریخ داؤدی، (ص ۳) میں سلطان شہ ہے مگر تاریخ خان جہانی و مخزن افغانی، (ص ۱۲۷) اور مآثر رحیمی (جلد اول، ص ۴۳۳) میں سلطان شاہ ہے۔ (ق)

۳- مختلف مخطوطات میں حاجی شرنی، حاجی شرقی، حاجی شرق ہے فرشتہ (ص ۱۷۰) میں حاجی ضدلی المشہور بہ حسام خاں ہے۔)

۴- مآثر رحیمی جلد اول، (ص ۴۳۴) موضع گدھر۔

۵- در فرشتہ، (ص ۱۷۴) خضر آباد شاہپور، خضر آباد ضلع انبالہ میں اور سادھورہ تحصیل نارائن گڑھ ضلع انبالہ میں ہے (تاریخ خان جہانی و مخزن افغانی، ص ۱۲۹)۔ (ق)

میں سے ہے ، طرفین کا مقابلہ ہوا ۔ حسام خاں کو شکست ہوئی اور وہ دہلی چلا گیا ۔ ملک بہلول کی قوت و عزت میں اضافہ ہوا ۔

کہتے ہیں کہ ملک بہلول ابتدائی زمانے میں اپنے دو دوستوں[1] کے ہمراہ سامانہ گیا ۔ وہاں سید ابن[2] نامی ایک بزرگ تھے ملک بہلول دونوں دوستوں کے مشورے سے ان بزرگ کی خدمت میں گیا ۔ با ادب بیٹھا ۔ ان مجذوب نے کہا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے کہ دہلی کی سلطنت کو دو ہزار تنکے میں خرید لے ۔ ملک بہلول کی ہمیانی میں ایک ہزار چھ سو تنکے تھے ۔ اس نے وہ نکال کر ان بزرگ کے سامنے رکھ دیے اور کہا کہ اس سے زیادہ میرے پاس نہیں ہیں ۔ ان بزرگ نے وہ قبول کر لیے اور کہا کہ بادشاہی مبارک ہو ۔ اس کے ہمراہیوں نے اس کا مذاق اڑایا ۔ اس نے جواب دیا کہ یہ امر دو حال سے خالی نہیں ہے ۔ اگر یہ بات صحیح ہو گئی ، تو یہ سودا مفت میں ہاتھ آیا اور اگر صحیح نہ ہوئی تو درویشوں کی خدمت کی جس کا اجر یقیناً ملے گا ۔

بیت

سالکانِ رہ ہمت چو ارادت بینند
ملک کاؤس و فریدوں بگدائے بدہند

اور بعض تواریخ میں جو یہ تحریر ہے کہ ملک بہلول تاجر تھا ، صحیح نہیں ہے ۔ اس کے پدری سلسلے کے بزرگ تجارت کیا کرتے تھے اور ہندوستان آتے جاتے رہتے تھے[3] ۔

۱- تاریخ داؤدی ، (ص ۴) میں ان دونوں دوستوں کا نام قطب خاں اور فیروز خاں دیا ہے ۔ (ق)

۲- فرشتہ ، (ص ۱۷۴) میں درویش کا نام سیدا نام دیا ہے ۔ ضلع لدھیانہ کے لوگ کہتے ہیں کہ ان بزرگ کا نام صدر جہاں یا صدر الدین تھا اور وہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے مالیر کوٹلہ کے نواب اپنا نسب ان ہی درویش سے ملاتے ہیں ملاحظہ ہو تاریخ خان جہانی و مخزن افغانی ، ص ۱۳۱ ۔ (ق)

۳- تاریخ داؤدی ، (ص ۳ - ۴) میں صراحت ہے کہ بلو خاں (بہلول لودی) گھوڑوں کی تجارت کرتا تھا ۔ (ق)

مختصر یہ کہ ملک بہلول اپنے چچا ملک فیروز اور جملہ اعزہ و اقرباء کی مدد سے سرہند پر قابض ہو گیا اور قوت و عظمت حاصل کر لی اور اس درویش کے الفاظ جو صغر سنی میں سنے تھے اور جسرت کھوکر کی ترغیب کہ جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ، ان دونوں باتوں نے سلطنت کا منصوبہ اس کے دماغ میں بٹھا دیا اور ملک کا خواہش مند ہو گیا ۔ حسام خاں کی فتح کے بعد [۲۹۶] ملک بہلول نے ایک عرضداشت سلطان کی خدمت میں روانہ کی جس میں حاجی شانی کی ناراضی اور اپنی خوش عقیدگی لکھی کہ اگر سلطان حاجی شدنی کو قتل کرا دیں اور منصب وزارت حمید خاں کو دے دیں ، تو میں فرمانبردار اور خدمت گار ہوں ۔ سلطان محمد نے[۱] بغیر غور و فکر کے حسام خاں کو قتل کرا دیا اور حمید خاں کو وزیر بنا دیا :

بیت

لابد از چرخ دشمنی بیند
ہر کہ بے وجہ دوستدار کند

لودی (افغان) خلوص کے ساتھ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی جاگیریں ۔ از سر نو ان کو عنایت ہوئیں اور جب ملک بہلول نے سلطان محمد کی طرف سے سلطان محمود مالوی سے جنگ کی ، تو اس کے بعد اسے خان خاناں کا خطاب ملا اور آہستہ آہستہ لودی لاہور ، دیپال پور ، سنام ، حصار فیروزہ[۲] اور دوسرے پرگنوں پر زبردستی قابض ہو گئے ۔ جب انھوں نے انتہائی قوت و عظمت حاصل کر لی ، تو سلطان کے حکم کے بغیر لاہور اور دیپال پور پر قبضہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور علم مخالفت بلند کرکے سلطان محمد کے مقابلے پر دہلی آ گئے ۔ ایک مدت تک سلطان کا محاصرہ کیے رہے ۔ دہلی کو فتح کرنا ممکن نہ ہو سکا ۔

۱- تاریخ داؤدی ، (ص ۶) میں لکھ دیا ہے کہ یہ بہلول نے یہ عرضداشت سلطان علاء الدین کو بدایوں لکھی تھی ۔ (ق)

۲- حصار فیروزہ فیروز شاہ تغلق نے ۱۳۵۴ء میں تعمیر کرایا تھا ۔ امپیریل گزیٹر جلد چہارم ، ص ۸۱ و تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ، ص ۱۲۴ ۔ (ق)

بالآخر سرہند کو واپس ہوئے ، (اور بہلول نے) خود کو سلطان بہلول کہلوایا ، لیکن خطبہ و سکہ کو دہلی کی فتح پر ملتوی رکھا ۔ اس دوران میں سلطان محمد کا انتقال ہو گیا اور امراء و اراکین کے مشورے سے ملک سلطان علاء الدین اس کے لڑکے کو تخت نشین کر دیا گیا ۔

بیت

ز ہے ملک و دولت کہ سر در نشیب
پدر رفت و پائے پسر در رکیب

اس زمانے میں تمام ہندوستان میں طوائف الملوکی تھی - لودیوں کو پوری قوت حاصل ہو چکی تھی ۔ احمد خاں میواتی مہروتی[1] سے لا دو سرائے[2] تک ، جو شہر دہلی کے نزدیک ہے ۔ قابض تھا اور لودی (افغان) سرہند و لاہور سے پانی پت تک قابض تھے ۔ دریا خاں لودی ولایت سنبل سے خواجہ خضر گھاٹ تک ، جو دہلی کے نزدیک ہے ، حکومت کر رہا تھا ، عیسیٰ خاں ترک بھوکول[3] پر قابض تھا ۔ قطب خاں پسر حسن خاں[4] افغان راپری کا حاکم تھا ۔ رائے پر تاب قصبہ بھون گاؤں ، پٹیالی اور کمپلا پر قابض تھا ۔ بیانہ داؤد خاں اوحدی کے قبضے میں تھا ۔ گجرات ، مالوہ ، دکن ، جونپور اور بنگالہ میں علیحدہ علیحدہ مستقل بادشاہ تھے ۔ سلطان علاء الدین کے پاس صرف دہلی اور اس کے مضافات کے چند گاؤں تھے ۔ وہ صرف اتنی ولایت پر بادشاہی کر رہا تھا[5] ۔

۱- مطبوعہ متن اور بعض مخطوطات میں مہروتی ہے مآثر رحیمی جلد اول (ص ۴۳۶) تاریخ داؤدی ، (ص ۷) وغیرہ میں مہرولی ہے جو دہلی کے قریب ہے اور وہاں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا مزار ہے ۔ (ق)

۲- اور دہلی کے قریب قطب مینار کے پاس لا دو سرائے ہے ۔ آثار الصنادید ، ص ۶۶ ۔ (ق)

۳- کول ، علی گڑھ کا قدیم نام ہے ۔ (ق)

۴- در فرشتہ ، (ص ۱۷۶) قطب خاں پسر حسین خاں ۔ (ق)

۵- مؤلف تاریخ داؤدی ، (ص ۷) لکھتا ہے کہ اس کے لیے یہ ضرب المثل مشہور ہو گئی "بادشاہی عالم از دہلی تاپالم" ۔ (ق)

دوبارہ پھر سلطان بہلول نے فوج جمع کرکے سرہند سے دہلی پر حملہ کیا ، لیکن دہلی کا قلعہ فتح نہیں ہوا اور پھر سرہند واپس ہو گیا ۔ اس دوران میں سلطان علاء الدین نے قطب خاں ، عیسیٰ خاں اور رائے پرتاب سے اپنی قوت کو بڑھانے کے لیے مشورہ کیا ۔ انھوں نے جواب دیا کہ اگر سلطان حمید خاں کو قید کر دیں اور وزارت کے منصب سے معزول کر دیں ، تو ہم امراء کے قبضے سے چند پرگنے نکال کر خالصہ میں داخل کر دیں ۔ سلطان علاء الدین نے حمید خاں کو قید کرا دیا :

بیت

کسے کوتا ہگل گوید کہ از مرغان بستانی
ترا جز بلبلے لبود چہ داری بستہ پر او را

اور دہلی سے کوچ کرکے برہان آباد جو مارہرہ کے قریب ہے ، آیا ۔ قطب خاں ، عیسیٰ خاں اور پرتاب نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ اگر حضور حمید خاں کو قتل کرا دیں تو چالیس پرگنے خالصہ میں داخل کرا دیں ، چونکہ اس سے پہلے حمید خاں کے باپ فتح خاں نے رائے پرتاب کی ولایت کو برباد کر دیا تھا اور اس کی زوجہ کو اپنے قبضے میں کر لیا تھا ، لہذا اس پرانی عداوت کی بنا پر اس نے حمید خاں کے قتل کی ترغیب دی ۔ سلطان علاء الدین کو سلطنت کے کاموں کا تجربہ نہ تھا ۔ اس نے غور و خوض کے بغیر حمید خاں کے قتل کا حکم دے دیا ۔ اس زمانے میں حمید خاں کی زوجہ کا بھائی اور چند مخصوصین نے جس تدبیر سے بھی ہو سکا ، اس کو قید سے نکال کر [۲۹۸] دہلی پہنچا دیا ۔ ملک محمد جمال جو اس کا نگہبان تھا ، مخالف ہو گیا اور حمید خاں کے سر پر پہنچ گیا اور جنگ کی ۔ ملک محمد جمال تیر سے زخمی ہو کر مارا گیا اور بہت سے آدمی حمید خاں کے موافق ہو گئے ۔ بہت شور و غوغا ہوا ۔ حمید خاں سلطان کی حرم سرا میں داخل ہو گیا ۔ سلطان کی بیگمات ، لڑکیوں اور لڑکوں کو سر برہنہ کرکے قلعہ سے نکال دیا اور شہر سے باہر کر دیا اور سلطنت کے خزانے اور سامان پر قابض ہو گیا ۔ سلطان علاء الدین نے اپنی بدقسمتی سے اس کے انتقام کو امروز و فردا پر ملتوی رکھا اور برسات کا موسم آ جانے کی وجہ سے بداہوں میں قیام کیے رہا ۔

حمید خاں کو موقع مل گیا ۔ اس نے سوچا کہ کسی دوسرے کو سلطان علاء الدین کی بجائے بادشاہ بنائے ۔ سلطان محمود شرقی بادشاہ جونپور چونکہ سلطان علاء الدین کا داماد تھا[1] ، لہذا اس کو بلانا مناسب نہ سمجھا ۔ منڈو کا سلطان محمود شاہ دور تھا اور لودی نزدیک تھے[2] ۔ ملک بہلول جو سرہند تھا ، اس کو طلب کیا ملک بہلول ایک فوج لے کر دہلی آ گیا اور عہد و پیمان کے بعد حمید خاں نے قلعہ کی کنجیاں ملک بہلول کے سپرد کیں[3] اور اس کو سترھویں ماہ ربیع الاول ۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء کو تخت نشیں کر دیا :

بیت

برین تخت فیروزہ ہر صبح و شام
یکے مہرۂ بخت چیند بکام

۱- متن میں سلطان محمود شرقی کو ''خویش سلطان علاء الدین'' لکھا ہے ۔ تاریخ داؤدی ، (ص ۱۲) میں ہے کہ ''جمع از اہل تاریخ برآن رفتہ اند کہ باعث نہضت محمود شرقی جانب دہلی آن بودہ کہ دختر علاء الدین شاہ بداہونی . . . در حبالہ او بودہ'' تاریخ خان جہانی ، (ص ۱۳۲) میں ہے ''سلطان علاء الدین براؤنی . . . نسبت خویشی بسلطان محمود داشت'' تاریخ شیراز ہند جونپور ، (ص ۱۳۵ - ۱۳۶) میں بیان الانساب وغیرہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ سلطان محمود کی شادی سید علاء الدین بدایونی کی بیٹی راج بی بی سے ہوئی تھی - اسی طرح حسین شاہ کو بھی سلطان علاء الدین کا داماد لکھا ہے ، ''دی شرقی سلطنت آف جونپور'' کے مؤلف ، (ص ۱۷ ، حاشیہ) لکھتے ہیں کہ محمود شرقی کو (محمد شاہ والد علاء الدین) کی بہن (یعنی علاء الدین) کی پھوپی منسوب تھیں - (ق)

۲- تاریخ داؤدی ، (ص ۷) میں ہے کہ حمید خاں نے قوام خاں اور ملک بہلول کو لکھا ، بہلول خاں جلدی سے دہلی پہنچ گیا - (ق)

۳- تاریخ خان جہانی و مخزن افغانی ، (ص ۱۳۸ - ۱۳۹) میں عہد و پیمان کی نوعیت اور وضاحت کی ہے کہ حمید خاں دل سے نہیں چاہتا تھا ، مگر بہلول نے غلبہ حاصل کر ہی لیا - (ق)

کس این بخت و این مہرہ با خود نبرد
بکام دل از مملکت بر نخورد

اس وقت سلطان بہلول کے نو لڑکے تھے بڑا لڑکا خواجہ بایزید ، نظام خاں کہ جس کا خطاب سلطان سکندر تھا ، باربک شاہ ، مبارک خاں ؛ عالم خاں مشہور بہ سلطان علاء الدین ، جمال خاں ، میاں یعقوب ، فتح خاں ، میاں موسیٰ ، جلال خاں ۔ سرداروں اور رشتہ داروں میں چونتیس آدمی تھے ۔ قطب خاں [۲۹۹] پسر اسلام خاں لودی ، دریا خاں لودی ، تاتار خاں پسر دریا خاں لودی ، مبارک خاں لوحانی ، تاتار خاں یوسف خیل ، عمر خاں شروانی ، قطب خاں پسر حسین خاں افغان ، احمد خاں میواتی ، یوسف خاں جلوانی ، علی خاں پسر یوسف خاں جلوانی ، علی خاں ترک بچہ ، شیخ ابو سعید فرملی ، احمد خاں شامی ، خانخاناں لوحانی ، شمس خاں ، وزیر خاں ، خانخاناں پسر احمد خاں ، شیخ احمدخاں شروانی ، نہنگ خاں ، لشکر خاں ، شہاب خاں ، میر مبارز خاں بھتہ ، رستم خاں ، جونا خاں پسر ملک غازی ، میاں چمن پسر خاں جہاں بلنکی ، حسین خاں دور ، عمادالملک اقبال خاں ، میاں فرید ، میاں معروق فرملی ، رائے پرتاب ، رائے کیلن ، رائے کرن[1] ۔

سلطان بہلول ظاہر میں راست کردار تھا اور شریعت کا نہایت پابند تھا ۔ تمام معاملات میں احکام شرعی کی پابندی کا لحاظ رکھتا تھا ۔ عدل و انصاف میں بہت مبالغہ کرتا تھا ۔ اکثر اوقات علماء فقرا کی صحبت میں گزارتا تھا ۔ فقیروں اور محتاجوں پر عنایتیں کرنا ضروری جانتا تھا ۔

مختصر یہ کہ جب سلطان بہلول دہلی آیا ، تو وہاں حمید خاں کا پورا غلبہ و اقتدار تھا ۔ مصلحتِ وقت کی وجہ سے اس کی خاطر و تواضع کرتا رہا ۔ نہایت نرمی سے پیش آیا تھا ۔ روزانہ اس کے سلام کے لیے جاتا تھا ۔ ایک دن حمید خاں کے یہاں مہمان ہوا ۔ افغانوں سے کہا کہ تم لوگ حمید خاں کی مجلس میں ایسی حرکتیں کرو جو خلاف عقل ہوں

۱۔ مآثر رحیمی جلد اول ، (ص ۲۲۴) میں خاں جہاں لودی اور مولانا محمد نائب عرض دو نام زیادہ ہیں ۔ (ق)

اور وہ تم سے بے تکلف ہو جائے اور تمہارا رعب اس کے دل سے نکل جائے اور تم سے پرہیز نہ کرے ۔ جس وقت افغان اس کی مجلس میں داخل ہوتے ، تو انھوں نے عجیب حرکت کی ۔ بعض نے اپنے جوتے اپنی کمر سے باندھ لیے ، بعض نے اپنے جوتے اس طاق میں رکھ لیے جو حمید خاں کے سر کی بالائی جانب تھا ، حمید خاں نے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے ، انھوں نے کہا کہ چور سے بچانے کی ترکیب ہے ۔ کچھ دیر کے بعد افغانوں نے حمید خاں سے کہا کہ آپ کا فرش مختلف رنگوں کا ہے [۳۰۰] اگر فرش میں سے ایک ٹکڑا (کمبل) ہم کو عنایت ہو جائے تو اس کی کلاہ اور ٹوپیاں بنوا کر اپنی اولاد کو تحفے کے طور سے بھیج دیں تاکہ دنیا والے اس بات سے باخبر ہو جائیں کہ ہم کو حمید خاں کے حضور میں بڑی عزت و عظمت حاصل ہے ۔ حمید خاں اس کے جواب میں مسکرایا اور کہا کہ میں عمدہ قسم کے کپڑے اس کام کے لیے تم کو دوں گا ۔ جب خوشبو کے خوان جلسے میں لائے گئے ، تو بعض افغانوں نے جوتی کو چاٹنا شروع کیا اور بعض گلاب کے پھول کھانے لگے ، بعض نے پان کے بیڑے کو کھول کر صرف چونا کھا لیا اور جب منہ کٹا ، تو ہاتھ سے پان کا بیڑا پھینک دیا ۔ حمید خاں نے ملک بہلول سے دریافت کیا کہ یہ ایسا کیوں کرتے ہیں ۔ اس نے کہا کہ یہ گنوار اور بے وقوف لوگ ہیں ۔ آدمیوں میں کم رہے ہیں ۔ سوائے کھانے اور مر جانے کے کچھ نہیں جانتے ۔ دوسرے روز ملک بہلول ، حمید خاں کے یہاں مہمان ہوا ۔ اس کی یہ عادت تھی کہ جس وقت وہ حمید خاں کے مکان میں داخل ہوتا ، تو چند آدمی اس کے ہمراہ داخل ہوا کرتے اور زیادہ (آدمی) باہر کھڑے رہتے ۔ اس مرتبہ جب وہ گھر میں گیا ، تو اس کے اغوا سے کچھ افغان دربان کو لاتیں مار کر زبردستی گھر میں داخل ہو گئے اور کہا کہ ہم بھی حمید خاں کے ملازم ہیں ۔ اس کے سلام سے کیوں محروم رہیں ۔ جب شور و غوغا ہوا ، تو حمید خاں نے معاملہ دریافت کیا ۔ لوگوں نے بتایا کہ افغان ملک بہلول کو گالیاں دیتے ہوئے داخل ہو گئے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ ہم بھی حمید خاں کے ملازم ہیں ، ہم سلام سے کیوں محروم رہیں ۔ وہ تو اندر جائے ہم نہ جائیں اور سلام نہ کریں ۔ حمید خاں نے کہا کہ آنے دو ۔

بیت

دگر زندگانی توقع مدار
کہ در جیب و دامن وہی جائے مار

افغان زیادہ تعداد میں داخل ہوگئے اور ان تمام خدمت‌گاروں کے برابر جو حمید خاں کے گرد کھڑے تھے ، دو دو افغان کھڑے ہو گئے ، اسی میں قطب خاں لودی[1] نے اپنی بغل سے زنجیر نکالی اور حمید خاں کے سامنے رکھ دی اور کہا کہ مصلحت یہی ہے کہ کچھ عرصے کے لیے تو گوشے میں رہے اور تیرے حق ِ نمک کی وجہ سے تیری جان کا قصد نہیں کر رہا ہوں اور حمید خاں کو قید کر کے سپرد کر دیا[2] ۔ جب ملک بہلول دہلی پر بغیر ممانعت و مخالفت کے [۳۰۱] قابض ہو گیا ، تو اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اور سلطان بہلول کا لقب اختیار کیا اور سلطان علاء الدین کو لکھا کہ چونکہ میں آپ کے والد کا پروردہ ہوں ، لہذا حقیقت میں تمھاری طرف سے سلطنت کے کاموں کو جو تمھارے قبضے سے نکل گئی تھی ، انجام دے رہا ہوں اور تمھارا نام خطبے سے خارج نہیں کیا ہے ۔ سلطان نے جواب میں لکھا کہ چونکہ میرے والد نے تجھ کو فرزند کہا ہے ، میں تجھ کو اپنا بڑا بھائی سمجھ کر سلطنت تیرے لیے چھوڑتا ہوں اور خود بدایوں پر قناعت کرتا ہوں ۔ سلطان بہلول نے کامیاب ہوکر سلطنت کا کام شروع کر دیا ۔

اسی سال (بہلول لودی) ولایت ملتان اور اس کے نواحی علاقوں کے لیے روانہ ہوا ۔ سلطان علاء الدین کے امراء نے جو لودیوں کی حکومت سے رضامند نہ تھے ، سلطان محمود شرقی کو جونپور سے بلایا اور ۸۵۶ھ/ ۱۴۵۲ء میں سلطان محمود ایک عظیم لشکر لے کر دہلی آ گیا اور محاصرہ کر لیا ۔ خواجہ بایزید پسر سلطان بہلول دوسرے امراء کے ساتھ (دہلی) میں قلعہ بند ہوگیا ۔ سلطان بہلول نے اس خبر کو سن کر دیبال پور سے

۱- در تاریخ داؤدی (ص ۹) قطب خاں لودی عم زادہ بہلول ۔
۲- متن میں "موکلاں" رہ گیا تاریخ خان جہانی (ص ۱۲۰) اور فرشتہ (ص ۱۴۵) میں ہے کہ "بموکلاں سپردند" ۔ (ق)

واپسی کر دی اور موضع نلیرہ[1] میں ، جو دہلی سے پندرہ کوس کے فاصلے پر ہے ، قیام کیا ۔ اس کے لشکری سلطان محمود کے اونٹ اور بیل جو چراگاہ جا رہے تھے ، دو مرتبہ پکڑ کر لے گئے ۔ سلطان محمود نے فتح خاں ہروی کو تیس ہزار سوار اور تیس ہاتھی دے کر سلطان بہلول کے مقابلے کے لیے مقرر کیا ۔ لودیوں نے اپنی فوج کے تین حصے کیے اور میدان میں کود پڑے ۔ قطب خاں لودی نے جو تیراندازی میں ماہر تھا ، فتح خاں ہروی کے اس ہاتھی کو جو فوج کے آگے تھا ، ایک تیر سے بیکار کر دیا اور وہ جنگ کے قابل نہ رہا ۔ دریا خاں لودی کو جو سلطان محمود کے ساتھ تھا اور اہتمام جنگ میں مصروف تھا ، قطب خاں نے آواز دی اور کہا کہ تیری ماں بہنیں قلعے میں بند ہیں ۔ کیا تجھے یہ زیب دیتا ہے کہ غیر کی طرف سے لڑائی لڑے اور اپنے ناموس کی پروا نہ کرے ۔ دریا خاں نے کہا کہ میں جاتا ہوں مگر تو تعاقب نہ کرنا ۔ قطب خاں نے قسم کھائی [۳۰۲] اور دریا خاں نے رخ پھیرا ، دریا خاں کے جاتے ہی فتح خاں کو شکست ہوئی اور گرفتار ہو گیا ۔ چونکہ رائے کرن کے بھائی پتھورا کو فتح خاں نے قتل کر دیا تھا ، لہذا رائے کرن فتح خاں کا سر کاٹ کر سلطان بہلول کی خدمت میں لایا[2] ۔ سلطان محمود اس واقعہ کو برداشت نہ کر سکا اور جونپور کی طرف لوٹ گیا ۔

اس کے بعد سلطان بہلول کی سلطنت مستحکم ہو گئی اور پوری قوت و عظمت حاصل ہو گئی ۔ وہ علاقوں کے فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا ، پہلے میوات کی طرف گیا ، احمد خاں میواتی نے استقبال کر کے اس کی اطاعت کر لی ۔ سلطان نے سات پرگنے اس کے قبضے سے نکال کر باقی اس کے پاس چھوڑ دیے ۔ احمد خاں میواتی نے اپنے چچا مبارک خاں کو مستقل طور سے سلطان کی خدمت کے لیے مقرر کر دیا ۔ سلطان میوات سے قصبہ

۱۔ فرشتہ (ص ۱۷۵) میں موضع ایر ہے ، مگر تاریخ خان جہانی (ص ۱۰۳) اور تاریخ داؤدی (ص ۱۵) میں نریلہ ہے اور نریلہ مشہور شیخ طریقت میر ابوالعلٰی اکبر آبادی کا مولا ہے (مرقع اکبر آباد ، ص ۱۳۴) ۔ (ق)

۲۔ تاریخ داؤدی (ص ۱۵) میں ہے کہ فتح خاں نریلہ میں دفن ہوا ۔ (ق)

برن[1] گیا ۔ سنبل کا حاکم دریا خاں لودی بھی مطیع ہو گیا اور سات پرگنے پیش کیے ۔ سلطان بہلول وہاں سے کول آیا ۔ کول کو حسب سابق عیسیٰ خاں کے قبضے میں رہنے دیا ، جب وہ برہان آباد پہنچا ، تو سکیت کا حاکم مبارک خاں اس کی خدمت میں حاضر ہوا ، اس کی جاگیر بھی برقرار رکھی ۔ اس طرح ولایت رائے پرتاب کو جو بھون گانو کا حاکم تھا ، بدستور سابق رکھا ۔ پھر وہاں سے راپری کے قلعے پر پہنچا ۔ راپری کا حاکم قطب خاں بن حسن خاں قلعہ بند ہو گیا ۔ تھوڑے ہی عرصے میں راپری کا قلعہ فتح ہو گیا ۔ خان جہاں نے قطب خاں سے عہد کیا اور سلطان کے پاس لے آیا ، اس کی جاگیر بھی برقرار رکھی گئی ، وہاں سے اٹاوہ گیا ، اٹاوہ کے حاکم نے بھی اطاعت قبول کر لی ۔

اسی اثناء میں سلطان محمود شرقی پھر سلطان بہلول کے مقابلے کے لیے آیا اور اٹاوہ کے نواح میں مقیم ہو گیا ۔ پہلے روز طرفین کی فوجوں میں مقابلہ ہوا ۔ دوسرے روز قطب خاں اور رائے پرتاب نے صلح کی گفتگو طے کر کے یہ فیصلہ کیا کہ جو کچھ مبارک شاہ بادشاہ دہلی کے قبضے میں تھا ، وہ سلطان بہلول کے قبضے میں رہے گا [۳۰۳] اور جو کچھ سلطان ابراہیم بادشاہ ، بادشاہ جونپور کے قبضے میں تھا وہ سلطان محمود کے قبضے میں رہے گا اور فتح خاں ہروی کی جنگ میں سلطان محمود کے جو سات ہاتھی سلطان بہلول کے قبضے میں آ گئے تھے ، ان کو سلطان بہلول نے واپس کر دیا اور یہ طے پایا کہ شمس آباد[2] کو موسم برسات کے بعد سلطان بہلول ، جونا خاں سے جو سلطان محمود کی طرف سے وہاں کا حاکم تھا ، اپنے قبضے میں لے لے گا ۔ اس کے بعد سلطان محمود جونپور چلا گیا ۔

سلطان بہلول نے مقررہ مدت کے بعد جونا خاں کے پاس فرمان بھیجا کہ شمس آباد کو چھوڑ دے ، اس نے قبول نہیں کیا ۔ سلطان بہلول اس پر چڑھ دوڑا ، جونا خاں فرار ہو گیا ۔ سلطان بہلول نے شمس آباد کو

---

۱ - بلند شہر کا قدیم نام ۔

۲ - شمس آباد ضلع فرخ آباد (یو ۔ پی ۔ انڈیا) میں ایک قدیم قصبہ ہے ۔ (ق)

رائے کرن کے حوالے کر دیا ۔ سلطان محمود اس خبر کو سن کر سلطان بہلول کے مقابلے پر شمس آباد آ گیا ۔ قطب خاں اور دریا خاں لودی نے سلطان محمود کے لشکر پر شبخون مارا ۔ ناگاہ قطب خاں کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی ، قطب خاں گھوڑے سے گرا اور گرفتار ہو گیا ۔ سلطان محمود نے اس کو جونپور بھیج دیا اور سات سال قید میں رکھا ۔ سلطان بہلول نے شاہزادہ جلال ، شاہزادہ سکندر اور عماد الملک کو رائے کرن کی مدد کے لیے چھوڑا جو قلعہ میں تھا اور سلطان محمود کی فوج سے (اس کا) مقابلہ تھا اور وہ خود بھی سلطان محمود کے مقابلے کے لیے متوجہ ہوا ۔ اسی اثناء میں سلطان محمود بیمار ہوا اور وفات پائی[1] ۔

نظم

دریں شیشہ ہم زہر و ہم شکرست
گہے جاں گزا گاہ جاں پرورست
یکے را بسر افراز نہد
یکے راز کیں تیغ برسر نہد
نہ کینش بموقع نہ مہرش بجاست
دریں بے مدارا وراں بے وفاست

اس کی ماں بی بی راجی نے امراء کی رائے سے شاہزادہ بھیکن خاں کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور محمد شاہ خطاب دیا ۔ دونوں بادشاہوں میں صلح ہو گئی اور یہ عہد ہو گیا کہ ولایت سلطان محمود ، محمد شاہ کے قبضے میں رہے گی اور جو کچھ سلطان بہلول کے قبضے میں ہے ، وہ سلطان بہلول کے قبضے میں رہے گا ۔ [۳۰۴] محمد شاہ جونپور گیا اور سلطان بہلول لودی دہلی واپس آ گیا ۔ جب وہ دہلی کے قریب پہنچا ، تو قطب خاں کی بہن شمس خاتون[2] نے پیغام بھیجا کہ جب تک قطب خاں ، سلطان محمد شاہ

۱۔ سلطان محمود شرقی ۸۶۲ھ/۱۴۵۷ء میں فوت ہوا ۔ (دی شرقی سلطنت آف جونپور ، ص ۷۷) آئندہ اس کا حوالہ ''شرقی سلطنت'' سے جائے گا ۔ (ق)

۲۔ تاریخ خان جہانی (ص ۱۴۹) نے بتایا ہے کہ وہ بہلول لودی بیوی تھی ۔ (ق)

کی قید میں ہے ، سلطان کا آرام اور چین سب حرام ہے ۔ سلطان (اس بات سے) متاثر ہو کر دھنکورا[1] سے واپس ہوا اور محمد شاہ کے سر پر پہنچ گیا ۔ محمد شاہ بھی جونپور سے چل دیا ۔ جب شمس آباد پہنچا ، تو اس نے شمس آباد کو رائے کرن سے کہ جو سلطان بہلول کی طرف سے وہاں کا حاکم تھا ، لے کر جونا خانہ کو دے دیا ۔ رائے پرتاب جو پہلے سے (سلطان بہلول کے) موافق تھا ، محمد شاہ کا غلبہ دیکھ کر اس سے مل گیا ، محمد شاہ سرستی آیا ۔ سلطان نے راپری میں جو سرستی کے نزدیک ہے ، قیام کیا ۔ چند روز تک جنگ ہوئی ، محمد شاہ نے سرستی سے کوتوال جونپور کو حکم بھیجا کہ میرے بھائی حسن خاں اور اسلام خاں لودی کے لڑکے قطب خاں کو قتل کر دو[2] ۔ کوتوال نے عرضداشت روانہ کی کہ بی بی راجی ان دونوں کی اس طرح حفاظت کر رہی ہیں کہ ان کا قتل کرانا میری قوت سے باہر ہے ۔ جب یہ تحریر محمد شاہ کے پاس پہنچی تو اس نے والدہ کو جونپور سے بلایا کہ وہ چاہتا ہے کہ اپنے بھائی حسن خاں سے صلح کرے اور ملک کا کچھ حصہ حسن خاں کو دے دے ۔ بی بی راجی جونپور سے روانہ ہوئی ۔ جونپور کے کوتوال نے حکم کے مطابق شہزادہ حسن خاں کو قتل کرا دیا ۔ بی بی راجی نے حسن خاں کی تعزیت کی غرض سے قنوج[3] میں قیام کیا اور محمد شاہ کے پاس نہیں آئی ۔ محمد شاہ نے والدہ کو لکھا کہ جب تمام شہزادوں کا یہی حال ہو جائے گا ، تو آپ سے تعزیت ایک ساتھ کریں گے ۔

محمد شاہ ظالم اور خونریز بادشاہ تھا ۔ امراء اس سے خائف رہتے تھے ، ایک روز محمد شاہ کے بھائی شہزادہ حسین خاں[4] نے سلطان شہ (اور جلال

۱۔ دھنکور ، تحصیل سکندر آباد (ضلع بلند شہر یو ۔ پی) میں دہلی سے ۳۵ میل مشرق میں ہے ۔ (مشرق سلطنت ، ص ۵۹) ۔ (ق)

۲۔ تاریخ شیراز ہند جونپور (ص ۱۴۹ - ۱۵۰) میں ہے کہ حسن خاں اور قطب خاں ، محمد شاہ کے خلاف کوئی سازش کر رہے تھے ۔ (ق)

۳۔ متن میں ''فتوح'' چھپ گیا ہے ۔ تاریخ خاں جہانی (ص ۱۵۱) ، تاریخ داؤدی (ص ۱۷) ، تاریخ فرشتہ (۲ : ۳۰۹) وغیرہ میں قنوج ہے ۔ (ق)

۴۔ یہ محمد شاہ کا دوسرا بھائی ہے ۔ (ق)

خاں اجودھنی کے مشورے سے محمد شاہ سے عرض کیا کہ سلطان بہلول کا لشکر ز۵۰۳ ہم پر شبخون مارنا چاہتا ہے ۔ لہذا وہ تیس ہزار سوار اور تیس ہاتھی ہمراہ لے کر دشمن کا راستہ روکنے کے لیے محمد شاہ کے لشکر سے علیحدہ ہوگیا ہے اور جونے کے کنارے کھڑا ہوا ہے ۔ سلطان بہلول نے اس خبر کو سن کر ایک فوج ان کے مقابلے کے لیے تعینات کر دی ۔ شہزادہ حسین خاں نے ارادہ کیا کہ شاہزادہ جلال خاں[1] کو ہمراہ لے اور کسی کو اس کے بلانے کے لیے بھیجا ۔ اسی دوران میں سلطان شاہ نے کہا کہ توقف کرنا مصلحت کے خلاف ہے ۔ جلال خاں پیچھے سے آ جائے گا چنانچہ قنوج کی طرف روانہ ہوئے ۔ اتفاق سے سلطان بہلول کی فوج جو ان کے مقابلے کے لیے مقرر تھی ، آ گئی اور ان کی جگہ پر ٹھہر گئی ۔ شہزادہ جلال خاں ، حسین خاں کی طلبی کے بموجب محمد شاہ کے لشکر سے نکل کر جونے کی طرف روانہ ہوا ۔ وہ سلطان بہلول کی فوج کو سمجھا کہ یہ شاہزادہ حسین کی فوج ہے اور اس کے قریب پہنچ گیا ۔ سلطان بہلول کی فوج ، جلال خاں کو گرفتار کر کے سلطان کے سامنے لائی ، اس نے قطب خاں کا عوض سمجھ کر اس کو بند کر دیا ۔ محمد شاہ مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور قنوج کی طرف روانہ ہو گیا ۔ سلطان بہلول نے دریائے گنگا تک اس کا تعاقب کیا ۔ اور کچھ باربرداری وغیرہ کا سامان مال غنیمت میں لے کر واپس ہوگیا ۔

جب شاہزادہ حسین خاں ۸۵۰ھ[2] میں بی بی راجی کے پاس پہنچا اس نے اپنی والدہ اور دولتِ شرقیہ کے امراء کی کوشش سے تختِ سلطنت پر جلوس کیا اور سلطان حسین مشہور ہوا ۔ چنانچہ طبقہ شرقیہ کے ذکر میں اس کی تفصیل موجود ہے کہ ملک مبارک گنگ اور ملک علی گجراتی اور تمام امراء کو محمد شاہ کے مقابلے کے لیے جو دریائے گنگا کے کنارے

۱۔ سلطان محمد شاہ کا تیسرا بھائی ۔ (ق)

۲۔ لکھنؤ ایڈیشن میں ۸۵۵ھ ہے ، انگریزی مترجم نے بھی یہی سنہ نقل کیا ہے ۔ تاریخ خان جہانی (ص ۱۵۲) میں ۸۵۷ھ ہے ظاہر ہے ۔ یہ دونوں سنین غلط ہیں ۔ یہ واقعہ ۸۶۲ھ کے بالکل آخر یا ۸۶۳ھ کے بالکل شروع میں ہونا چاہیے ۔ (ق)

راجگیر گھاٹ[1] کے نزدیک قیام کیے ہوئے تھا ، مقرر کیا ۔ جب سلطان حسین خاں کا لشکر نزدیک پہنچا ، تو بعض امراء جو محمد شاہ کے ہمراہ تھے ، اس سے علیحدہ ہو کر چلے آئے ۔ محمد شاہ چند سواروں کو لے کر فرار ہو گیا اور وہیں ایک باغ میں جو قریب تھا چلا گیا ۔ اس کا وہاں محاصرہ کر لیا ۔ [۳۰۶]

بیت

بوقتے کہ دوست باو بار بود
زرہ پیش تیرش نمد می نمود
در آنگہ کہ بخشش لہ شد دستگیر
نکردے خدلگش گزر از حریر

محمد شاہ تیر اندازی کے فن میں بہت ماہر تھا ۔ اس نے تیر و کمان ہاتھ میں لے لیے ۔ بی بی راجی نے اس کے سلاحدار سے مل کر تیروں کے پیکان محمد شاہ کے ترکش سے علیحدہ کر دیے تھے ، محمد شاہ جس تیر پر ہاتھ ڈالتا ، بغیر پیکان سے ترکش سے نکلتا ، آخرکار تلوار ہاتھ میں لی اور چند آدمیوں کو قتل کیا ۔ اچانک مبارک گنگ کا تیر محمد شاہ کے گلے میں لگا ، وہ اسی زخم سے گھوڑے سے گرا اور ختم ہو گیا[2] ۔

۱۔ راجگیر گھاٹ قنوج سے جنوب و مشرق میں تین میل کے فاصلے پر ہے ۔ بحوالہ آرکیو لاجیکل سروے آف انڈیا رپورٹس ، جلد دوم ، ص ۸۳ ، (شرقی سلطنت ، ص ۸۱) ۔

۲۔ محمد شاہ کے سکے ۸۶۳ھ تک کے سکے پائے جاتے ہیں ، لہذا خیال ہے کہ وہ ۸۶۳ھ میں مارا گیا ۔ اس کی مدت حکومت پانچ ماہ بیان کی جاتی ہے ، لہذا وہ ۸۶۲ھ کے بالکل آخر میں برسر اقتدار آیا ہوگا ۔ محمد شاہ کا مقبرہ مکن پور کے ایک باغ میں قصبہ دلمئو (ضلع رائے بریلی ۔ یو ۔ پی) سے ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے ۔ دیکھیے آرکیولاجیکل سروے آف انڈیا ، جلد دوم ، ص ۳۲ ، (شرقی سلطنت ص ۸۲ و تاریخ خان جہانی ، ص ۱۵۳) ۔ (ق)

بیت

سادر گیتی ندارد زاده کو را بکشت
دل منه بر سہر این زال پسر کش زینہار
چوں اجل نے شاہ بیند نے گدا روز قضا
سلطنت ندہد سرورے سروری نایط بکار
من گرفتم شرق تا غرب جہاں یکسر تراست
نے اجل خواہد ستاند از تو روز اضطرار

اس کے بعد سلطان حسین نے سلطان بہلول سے صلح کر لی اور عہد کیا کہ چار سال تک ہر ایک اپنی اپنی سلطنت پر قناعت کرے اور رائے پرتاب جو اس سے پہلے ، محمد شاہ سے متعلق تھا ۔ قطب خاں افغان کے دلاسا دینے کی وجہ سے سلطان بہلول سے مل گیا ۔ جس وقت سلطان حسین قنوج سے کوچ کر کے اس حوض کے کنارے پر جس کو تربہمہ کہتے ہیں ، آیا ، تو قطب خاں لودی کو جونپور سے بلایا ، گھوڑا ، خلعت اور کچھ اور عنایت کیا اور نہایت اعزاز کے ساتھ اس کو [۳۰۷] سلطان بہلول کے پاس اس کو بھیجا ۔ سلطان بہلول نے بھی شاہزادہ جلال خاں کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ انعامات دے کر سلطان کی خدمت میں روانہ کیا ۔

کچھ عرصے کے بعد سلطان بہلول ، شمس آباد کی طرف روانہ ہوا اور شمس آباد کو جونا خاں کے قبضے سے نکال کر رائے کرن کے حوالے کیا ۔ وہاں برسنگھ رائے[1] پسر رائے پرتاب سلطان بہلول کی خدمت میں حاضر ہوا اس سے پہلے رائے پرتاب نے ایک لیزہ کہ جو اس زمانے میں سردار کے علم کی حیثیت رکھتا تھا اور ایک نقارہ دریا خاں سے زبردستی لے لیا تھا ۔ دریا خاں نے انتقام میں اس کے لڑکے برسنگھ کو قطب خاں کے مشورے سے قتل کر دیا ۔ اسی دوران میں قطب خاں پسر حسین خاں افغان ، مبارز خاں بھتہ ، اور رائے پرتاب سلطان حسین شرقی کے موافق ہو گئے ۔ سلطان بہلول میں مقابلے کی طاقت نہ رہی ۔ وہ واپس دہلی چلا آیا ۔

۱۔ اس نام میں اختلاف ہے بعض نے برسنگھ اور بعض نے نرسنگھ لکھا ہے ۔ (ق)

کچھ عرصے کے بعد سلطان بہلول پنجاب کی مہمات کے انتظام اور ملتان کے حاکم کی بغاوت کی وجہ سے ملتان گیا ۔ قطب خاں لودی اور خان جہاں کو اپنی نیابت میں دہلی چھوڑا ۔ سلطان بہلول ابھی راستے میں تھا کہ خبر پہنچی کہ سلطان حسین ایک بڑا لشکر اور ہاتھیوں کو لے کر دہلی کی طرف آ رہا ہے ۔ سلطان بہلول فوراً واپس ہوا اور دہلی آ گیا ۔ وہ غنیم کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا اور چندوار[1] میں مقابلہ ہوا ، سات روز تک جنگ ہوتی رہی ۔ اس اثنا میں احمد خاں میواتی اور رستم خاں حاکم کول ، سلطان حسین سے مل گئے اور تاتار خاں لودی سلطان بہلول کے موافق ہو گیا ۔ جب جنگ نے طول کھینچا ، تو ارکان دولت کی کوشش سے یہ طے ہوا کہ تین سال تک ہر بادشاہ اپنی حکومت پر قانع رہے اور آپس میں جنگ نہ ہو ۔ [۳۰۸]

صلح کے بعد سلطان حسین نے اٹاوہ کا محاصرہ کیا ۔ سلطان بہلول نے دہلی آ کر تین سال تک خاموشی اختیار کی اور اپنے ملک اور لشکر کے انتظام میں مشغول رہا ۔ اس درمیان میں سلطان بہلول ، احمد خاں میواتی کے سر پر جو اس سے پہلے سلطان حسین کی موافقت کر چکا تھا ، پہنچا ۔ جب وہ میوات پہنچا ، تو خان جہاں نے احمد خاں کو جو سلطان حسین کے معزز سرداروں میں سے تھا ، تسکین دی اور اپنے پاس بلا لیا ۔ اس موقع پر احمد خاں پسر یوسف خاں جلوانی حاکم بیانہ نے سلطان حسین کے نام کا خطبہ پڑھا ۔

چونکہ تین سال کی مدت ختم ہو گئی تھی ، لہذا سلطان حسین ایک لاکھ سوار[2] اور ایک ہزار ہاتھیوں کو لے کر دہلی روانہ ہوا ۔ سلطان بہلول دہلی سے نکلا اور قصبہ بھنوارہ[3] کے نزدیک مقابلہ ہوا ۔ خانجہاں درمیان میں پڑ گیا اور طرفین میں صلح کرا دی ۔ صلح کے بعد سلطان حسین اٹاوہ جا کر مقیم ہو گیا اور سلطان دہلی آ گیا ۔ تھوڑے ہی عرصے کے

۱- چندوار ، فیروز آباد سے تین میل کے فاصلے پر مشرق کی طرف ضلع آگرہ میں واقع ہے (مشرق سلطنت ، ص ۸۷) ۔

۲- مختلف تاریخوں میں سوار اور ہاتھیوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ (ق)

۳- اس نام کا املا مختلف تاریخوں میں مختلف طرح ہے ۔ (ق)

بعد پھر سلطان حسین نے سلطان بہلول پر حملہ کر دیا۔ سلطان بہلول دہلی سے نکلا اور طرفین کا کئی روز تک مقابلہ ہوتا رہا، آخرکار پھر صلح ہو گئی۔ سلطان حسین اٹاوہ چلا گیا اور سلطان بہلول دہلی واپس آ گیا۔

اس دوران میں سلطان حسین کی والدہ بی بی راجی کا اٹاوہ میں انتقال ہو گیا۔ کلیان مل پسر کرن سنگھ راجا گوالیار اور قطب خاں لودی جو چند وار سے گوالیار جا چکے تھے، سلطان حسین کے پاس آئے۔ جب قطب خاں نے سلطان حسین کو سلطان بہلول سے کشیدہ خاطر پایا، تو خوشامدانہ انداز میں کہا کہ بہلول آپ کے ملازمین میں سے ہے، وہ آپ کے برابر کا آدمی نہیں ہے اور میں جب تک دہلی تک آپ کا قبضہ نہ کرا دوں گا، چین سے نہیں بیٹھوں گا اور حیلے بہانے سے سلطان حسین سے رخصت ہو کر سلطان بہلول [۳۰۹] کے پاس پہنچا اور کہا کہ حیلہ و مکر سے سلطان سے رہائی پا کر آیا ہوں، اس کو آپ کے ساتھ سخت دشمنی ہے۔ آپ کو اپنے کام کی فکر رکھنی چاہیے۔

اسی دوران میں سلطان علاء الدین بدایوں میں انتقال[1] کر گیا اور مراسم تعزیت[2] ادا کرنے کے بعد بدایوں کو سلطان علاء الدین کے لڑکے سے[3] لے لیا اور خود قابض ہو گیا۔ اس نے اس بے مروتی کو اپنے لیے

۱- گویا علاء الدین کا انتقال ۸۸۳ھ میں ہوا فرشتہ، (ص ۱ : ۱۷۳) نے بھی یہی سنہ دیا ہے؟ بدایونی نے (اردو ترجمہ، ص ۱۲۰) میں ۸۵۵ھ غلط لکھ دیا جبکہ بدایونی نے سلطان بہلول لودی کے ذکر میں ۸۸۳ھ سے قبل کے واقعات میں سلطان علاء الدین کا انتقال لکھا ہے اس سے بھی مذکورہ بالا قول کی تائید ہوتی ہے۔ (ق)

۲- بدایونی (اردو ترجمہ، ص ۱۲۱) فرشتہ (۲ : ۳۱) شرقی سلطنت، (ص ۸۸) کنز التاریخ، (ص ۲۳۲) میں ہے کہ علاء الدین کی لڑکی سلطان حسین شرقی کو منسوب تھی آگے اس کتاب میں بھی یہی بیان ہوا ہے بلکہ لڑکی کا نام بھی دیا ہے۔ (ق)

۳- بعض تاریخوں میں جمع کا صیغہ ''لڑکوں'' آیا ہے (بدایونی، ص ۱۲۱) فرشتہ (۱ : ۱۷۷) تاریخ شیراز ہند جونپور، (ص ۱۵۵) میں لڑکوں کے نام سید عباس اور سید حیدر بتاتے ہیں آخر الذکر نام (کنز التاریخ، (ص ۲۳۱) میں بھی ہے۔ (ق)

جائز رکھا ۔ پھر سنبھل گیا اور مبارک خاں[1] پسر تاتار خاں کو جو سنبھل کا حاکم تھا ، قید کر دیا اور سارن بھیج دیا ۔ وہ ایک بڑا لشکر اور ایک ہزار ہاتھی لے کر دہلی آیا ، ماہ ذی الحجہ ۸۸۳ھ[2] میں دریائے جمنا کے کنارے کنجہ[3] گھاٹ کے قریب قیام کیا ۔ سلطان بہلول نے حسین خاں پسر خاں جہاں کو میرٹ کی طرف بھیج دیا اور خود سرہند سے دہلی آیا ۔ طرفین میں بہت عرصے تک جنگ ہوتی رہی ۔ شرقیہ کثرت (اوج) کی وجہ سے غالب آ رہے تھے ۔ آخر کار قطب خاں نے کسی کو سلطان حسین کے پاس بھیجا اور یہ پیغام کہلوایا کہ میں بی بی راجی کا ممنون غلام ہوں ۔ جس وقت میں جونپور میں قید تھا ، تو اس عفیفہ نے طرح طرح کے احسانات میرے ساتھ کیے تھے ۔ اس وقت مصلحت یہی ہے کہ سلطان بہلول سے صلح کر کے واپس چلے جائیے اور دریا گنگا کے اس کنارے (تک کا علاقہ) آپ کی حکومت میں رہے اور گنگا کے اس طرف سلطان بہلول قابض رہے ۔ طرفین راضی ہو گئے ۔ نزاع ختم ہو گیا ۔ سلطان حسین صلح پر بھروسہ کر کے لشکر کے ساز و سامان چھوڑ کر چلا گیا ۔ سلطان بہلول کو موقع مل گیا ۔ اس نے تعاقب کیا اور اس نے سلطان کے لشکر کے ساز و سامان کو برباد کیا ۔ کچھ خزانہ اور کچھ سامان ، جو گھوڑوں اور ہاتھیوں پر بار تھا ، اپنے ہمراہ لے گیا اور سلطان حسین کے لشکر کے چالیس مشہور سردار ، مثلاً قتلغ خاں وزیر جو اپنے وقت کا علامہ[4]

۱- بدایونی ، (ص ۱۲۰) میں حاکم سنبھل کا نام تاتار خاں لکھا ہے ۔ (ق)

۲- بدایونی ، (ص ۱۲۱) میں غلطی سے ۸۸۰ھ لکھا ہے ۔ (ق)

۳- لکھنؤ اڈیشن میں ''کھنہ'' ہے ۔ بدایونی : ص ۱۲۱) اور فرشتہ ، (ص ۱ : ۱۷۶) میں ''کچھ'' ہے ، مؤلف شرق سلطنت ، (ص ۹۲ (بحوالہ جیرٹ ، آئین اکبری ۲ : ۲۹۰) لکھتے ہیں ''کچھ'' سرکار سنبھل میں ہے ۔ (ق)

۴- دیکھیے نزہتہ الخواطر جلد دوم نمبر شمار ۹۸ ، تاریخ داؤدی ، (ص ۱۹) میں قتلیج لکھا ہے بدایونی ، (ص ۱۲۱) نے ضیاء الدین عرف قتلغ خاں لکھا ہے ۔

تھا اور لودھوا[1] نائب عرض اور اس مرتبے کے لوگ قید کر لیے اور قتلغ خاں کو قید کر کے قطب خاں [۳۱۰] لودی کے سپرد کر دیا اور سلطان بہلول نے تعاقب کر کے سلطان حسین کے بعض پرگنات مثلاً قصبہ کنپل، پٹیالی، شمس آباد، سکیت، کول، مارہرہ اور جلالی[2] پر قبضہ کر لیا اور ہر پرگنے میں اپنا شقدار مقرر کر دیا، جب تعاقب حد سے گزرا، تو سلطان حسین لوٹ پڑا۔ آرام سہجور[3] مضاف راپری کے نزدیک مقابلہ و مقاتلہ کیا۔ آخر کار صلح ہو گئی اور وہی شرط طے ہوئی کہ دونوں بادشاہ اپنی ولایتوں کو چلے جائیں اور قدیم حدود میں رہیں۔ سلطان حسین راپری گیا اور سلطان بہلول دھوپامئو[4] چلا آیا۔

ایک عرصے کے بعد پھر سلطان حسین نے افوج جمع کر کے سلطان بہلول پر حملہ کر دیا۔ موضع سونہارہ[5] کے نواح میں سخت جنگ ہوئی اور سلطان حسین کو پھر شکست ہوئی:

قطعہ

چو بخت سست بود از کمان سخت چہ سود

بہ بخت کار کند در صف مصاف خدنگ

۱۔ اس کے نام میں اختلاف ہے ڈاکٹر نذیر احمد نے ناموں کا مختلف املا دیا ہے اور رائے قائم کی ہے کہ صحیح نام میاں "بھوہ" ہے اس کے باپ کا نام خواص خاں تھا اور سکندر لودی کا وزیر خاص اور میر عدل تھا اس نے معدن الشفائے سکندر شاہی ایک معرکہ کی کتاب دیکھیے تحقیقی مقالے از ڈاکٹر نذیر احمد، ص ۱۵۱-۱۶۰ لکھا ہے۔ (ق)

۲۔ فرشتہ (۱ : ۱۷۷) میں جلالی کی بجائے جلیسر لکھا ہے۔ (ق)

۳۔ یہ نام مختلف مخطوطات میں مختلف طرح لکھا گیا ہے فرشتہ، (ص ۱ : ۱۷۷) میں رام پنجھرہ ہے مؤلف شرقی سلطنت، (ص ۹۴) نے رام سہجور لکھا ہے۔ (ق)

۴۔ یہ نام مختلف مخطوطات اور نوشتوں میں مختلف لکھا گیا ہے لکھنؤ ایڈیشن میں برہامئو ہے۔ (ق)

۵۔ فرشتہ (۱ : ۱۷۷) میں سہارن ہے۔ نیز دیکھیے تاریخ خان جہانی، ص ۱۵۸ - (ق)

بسا سپاہ قوی دل کہ گاہ پستی بخت
ز خورد ہایہ سپاہی شکست خوردہ بجنگ

لودیوں کو بے انتہا مال غنیمت ہاتھ لگا جو سلطان بہلول کی قوت و عظمت کا سبب بن گیا۔ سلطان حسین پھر راہی گیا اور سلطان بہلول موضع دھوپالتو کے قریب مقیم ہوا۔ اسی دوران میں سلطان بہلول کو خان جہاں کی وفات کی خبر ملی جو دہلی میں تھا۔ سلطان نے اس کے لڑکے کو خان جہاں کا خطاب دیا اور اس کے باپ کی جگہ سرفراز کیا۔ وہاں سے سلطان حسین سے مقابلے کے لیے راہی آیا۔ جنگ و جدل کے بعد فتح پائی۔ سلطان حسین فرار ہوا۔ راستے میں دریائے جمنا کو عبور کرنے میں اس کے کچھ اہل و عیال ختم ہو گئے۱ [۳۱۱] سلطان حسین گوالیار کی طرف گیا۔ تبکات۲ کے نواح میں بھدوریہ گروہ نے اس کے لشکر پر حملہ کر دیا اور اس کو غارت کیا۔ جب سلطان حسین گوالیار پہنچا، تو رائے کرت۳ سنگھ راجا گوالیار نے اطاعت کی اور خادمانہ طریقے سے پیش آیا۔ چند لاکھ تنکے نقد اور چند خیمے سرا پردے، گھوڑے، ہاتھی اور اونٹ پیشکش گزرانے اور دولت خواہوں کے زمرے میں شریک ہو گیا فوج سلطان حسین کے ساتھ کر دی اور کالپی تک ساتھ آیا۔ جب یہ حال معلوم ہوا کہ سلطان بہلول، اٹاوہ کے ارادے سے روانہ ہوا ہے، تو سلطان حسین کا بھائی ابراہیم خان اور ہیبت خان عرف ممک گرگر اٹاوہ میں قلعہ بند ہو گئے۔ تین روز تک جنگ کی۔ آخر کار امان طلب کرکے اٹاوہ کو سپرد کر دیا۔ سلطان بہلول نے اٹاوہ کو ابراہیم خان پسر مبارک خان نوحانی کے سپرد کیا اور اٹاوہ کے چند پرگنے رائے داندو کی تنخواہ میں دے دیے اور ایک عظیم لشکر لے کر سلطان حسین کے لیے روانہ ہوا، جب موضع راکالوپر۴ جو کالپی کے نواح میں ہے، پہنچا تو

۱- ۱۴۸۲ء میں سرسا کے نزدیک یہ جنگ ہوئی۔ (شرق سلطنت، ص ۹۵)۔ (ق)
۲- دریائے چنبل کے کنارے تحصیل آگرہ (یو۔ پی) میں ایک غیر معروف گاؤں ہے۔ شرق سلطنت، ص ۹۵)۔ (ق)
۳- بدایونی، (ص ۲۲) نے گیرت سنگھ لکھا ہے۔ (ق)
۴- شرق سلطنت، (ص ۹۶) میں ہے کہ یہ قیام رے گانوں ہے جو تحصیل بلہور ضلع کانپور (یو۔ پی۔ انڈیا) میں ہے۔ (ق)

سلطان حسین بھی کالپی سے مقابلے کے لیے آ گیا اور چند مہینے تک جنگ ہوتی رہی[1] ۔ اسی دوران میں رائے تلوک چند حاکم ولایت بکسر[2] سلطان بہلول کی خدمت میں آیا اور جس جگہ دریا پایاب تھا ، وہاں سے عبور کرایا ۔ سلطان حسین مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور ولایت بھٹہ[3] چلا گیا ۔

شیرے کہ خوردہ سیلی ہمسر پنجہ ہژبر
بار دگر قرار نگیرد برابرش
بازیکہ صید از کف شاہیں بروں کنند
زاں پس بصید گاہ شمارد کبوترش

راجا بھٹہ نے استقبال کر کے انسانیت کے برتاؤ کا ثبوت دیا ، چند لاکھ تنکے چند گھوڑے اور چند ہاتھی پیشکش گزرانے اور فوج ہمراہ کر کے جونپور تک ساتھ رہا ۔ [۳۱۲]

اس کے بعد سلطان بہلول نے جونپور کا قصد کیا ۔ جب نزدیک پہنچا تو سلطان حسین جونپور کو چھوڑ کر بہرائچ کے راستے سے قنوج چلا گیا ۔ سلطان بہلول نے بھی قنوج کا رخ کر دیا ۔ دریائے رہب (کالی ندی) کے کنارے مقابلہ ہوا ۔ جنگ و جدل کے بعد سلطان حسین کو شکست ہوئی کہ جو اس کا مزاج بن گئی تھی[4] ، اس کی فوج اور سلطنت کا اسباب لودیوں کے ہاتھ لگا اور اس کی قابل احترام بیوی بی بی خولزاہ[5] ، جو سلطان

۱- ۸۸۶ - ۸۲/۱۴۸۱ء (شرقی سلطنت ، ص ۹۹) ۔ (ق)
۲- بکسر ، اناؤ سے ۳۳ میل جنوب و مشرق میں ہے ۔ بحوالہ امپیریل گزیٹیر ، ص ۵۰۳ (شرقی سلطنت ، ص ۹۶) ۔ (ق)
۳- تاریخ داؤدی ، (ص ۲۰) میں پٹنہ اور فرشتہ (۲ : ۱۷۸) میں تھٹہ ہے انگریزی مترجم مسٹر ڈے لکھتا ہے کہ ممکن ہے یہ مقام بھٹور (کانپور) ہو شرقی سلطنت ، (ص ۲۶) میں ہے کہ یہ مقام بند دھیل کھنڈ (سابق ریاست ریوا) کا ایک مقام ہے ۔ (ق)
۴- ۸۸۶ - ۸۲/۱۴۸۱ء (شرقی سلطنت ، ص ۹۷) ۔ (ق)
۵- مختلف خطی نسخوں میں یہ نام مختلف طرح آیا ہے ، مگر بدایونی اور فرشتہ وغیرہ میں یہی نام ہے ۔ (ق)

علاء الدین نبیرہ[1] خضر خاں کی بیٹی تھی ، گرفتار ہو گئی ۔ سلطان بہلول نے نیک نیتی کے ساتھ اس کی عزت و عفت کا تحفظ کیا ۔ اس کے کچھ عرصے کے بعد جب پھر سلطان بہلول جونپور کی فتح کی طرف متوجہ ہوا ، تو بی بی خونزا کسی بہانے سے آزاد ہو کر اپنے شوہر کے پاس پہنچ گئی ۔ اس مرتبہ سلطان بہلول جونپور پر قابض ہو گیا[2] اور (جونپور) مبارک خاں نوحانی کو دے دیا ۔ بعض دوسرے امراء ، مثلاً قطب خاں لودی اور خاں جہاں اور ان ہی جیسے امراء کو قصبہ مجھولی[3] میں چھوڑ کر بدایوں[4] کی طرف چلا گیا ۔ سلطان حسین نے موقع پا کر بڑی فوج کے ساتھ جونپور پر حملہ کر دیا ۔ سلطان بہلول کے امراء جونپور چھوڑ کر قطب خاں کے پاس مجھولی چلے گئے اور وہاں بھی قیام نہیں کیا اور سلطان حسین کے پاس خلوص کے ساتھ حاضر ہوئے اور دولت خواہوں کی سی گفتگو کی اور جب تک ان کے پاس مدد نہ آتی ، اس قسم کی خوشامدانہ باتیں کرتے رہے ۔ سلطان بہلول کو اپنی فوج کی ، جو قطب خاں لودی کے ساتھ تھی ، کمزوری و بدحالی معلوم ہوئی ۔ اپنے لڑکے باربک شاہ کو اس کی مدد کے لیے بھیجا اور خود بھی اس کے جانے کے بعد جونپور کو روانہ ہوا ۔ سلطان حسین مقابلے کی تاب نہ لا کر بہار چلا گیا ۔

۱- علاء الدین بن محمد شاہ بن فرید خاں ابن خضر خاں ، اس طرح علاء الدین خضر خاں کا پڑپوتا ہوا ۔ (ق)

۲- ۸۸۸ھ/۸۴-۱۴۸۳ء بہلول لودی نے اس سال جونپور سے ایک سکہ جاری کیا ۔ (شرقی سلطنت ، ص ۹۷) ۔ (ق)

۳- مجھولی ضلع گورکھپور (یو ۔ پی) میں ایک گاؤں ہے جو دریائے گنڈک کے بائیں کنارے پر واقع ہے ۔ امپیریل گزیٹیر ۸ : ۲۱۳ ۔ (شرقی سلطنت ، ص ۹۷) ۔ (ق)

۴- بہلول لودی نے بدایوں کو سلطان حسین شرقی کے قبضے سے نکال کر اپنی سلطنت میں شامل کیا ۔ اس کی طرف سے بایزید خاں اور خاں جہاں ، بدایوں کے حاکم رہے ، باربک شاہ اور سکندر شاہ بھی بدایوں آئے ۔ خیال ہے کہ اس زمانے میں بدایوں میں لودی پٹھان آباد ہوئے ہوں گے ۔ بدایوں کے محلہ جالندھری سرائے میں لودیوں کی آبادی خاص طور سے ہے ۔ (ق)

جب سلطان بہلول قصبہ پہلدی[1] پہنچا ، تو اسے قطب خان لودی کی وفات کی خبر ملی - چند روز تک مراسم تعزیت ادا کرکے جونپور گیا اور باربک شاہ کو سلطنت شرقیہ کے تخت پر بٹھایا اور خود کالپی کی طرف روانہ ہوا - کالپی کو اعظم ہمایوں پسر شہزادہ خواجہ بایزید کے سپرد کیا - [۳۱۳] اور چندوار کے راستے سے دھولپور چلا گیا - رائے دھولپور نے استقبال کیا اور کئی من سونا پیش کیا اور دولت خواہوں میں شامل ہو گیا جب سلطان بہلول پرگنہ باری[2] کے نزدیک آیا ، تو اقبال خاں حاکم باری نے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا اور جوکروں کے سلسلے میں داخل ہو کر کئی من سونا پیش کیا - باری پر اسی (اقبال خاں) کو مقرر کر دیا اور وہاں سے النہپور[3] کی طرف ، جو رنتھمبور کے معضلات میں ہے ، گیا - ولایت النہپور کو تاراج کیا - وہاں کے باغیوں اور کھیتیوں کو تباہ کر دیا اور دہلی چلا آیا -

کچھ عرصے کے بعد حصار فیروزہ گیا اور کئی مہینے وہاں مقیم رہا ، پھر دہلی چلا آیا - کچھ عرصے کے بعد گوالیار کی طرف روانہ ہوا - گوالیار کا حاکم راجا مان مطیع ہو گیا اور اس نے اسی لاکھ تنکے پیش کیے - اس کو گوالیار ہی پر قابض رہنے دیا - وہاں سے اٹاوہ آیا - اٹاوہ کو سکت سنگھ پسر رائے دالدوے لے لیا اور پھر واپس آ گیا - راستے میں بیمار ہو گیا - موضع تلاولی[4] پرگنہ سکت کے نزدیک ۸۹۴ھ/۱۴۸۹ء میں وفات

۱- پہلدی ، دریائے گنگا کے دائیں کنارے پر ضلع ہلیا (یو - پی) میں واقع ہے امپیریل گزیٹیر ۱۳ : ۱۰ (شرق سلطنت ، ص ۹۸) - (ق)

۲- سابق ریاست دھولپور میں واقع ہے آگرہ سے ۴۵ میل جنوب و مغرب میں اور دھولپور ریلوے اسٹیشن سے ۱۳ میل مغرب میں ہے (شرق سلطنت ، ص ۹۸) - (ق)

۳- رنتھمبور میں پرگنہ کا صدر مقام ہے (جیرٹ ، آئین اکبری ۲: ۲۷۴) (شرق سلطنت ، ص ۹۹) - (ق)

۴- خطی اسخوں میں ہلاولی ، تلاولی ، ملاوہ دیا ہے - (د) فرشتہ (۱ : ۱۷۹) میں عصدوالی تاریخ داؤدی ، (ص ۲۰) میں جلالی اور تاریخ

[بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر]

بانی - اس کی حکومت کا زمانہ اڑتیس سال ، آٹھ ماہ اور آٹھ دن ہوا[1] :

نظم

گر افراسیاب ست ور پور زال
بباید زدست اجل گوشمال
بجا میکہ ساقی مقرر نبود
بحالست چیزے بمردی فزود
اگر بادشاہ ست و رخس فروش
رساند اجل صوت مرگش بگوش

اور اس کے مرنے کی تاریخ پر یہ قطعہ کہا گیا ہے[2] :

[بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ]

خان جہاں ، (ص ۱۶۸) میں ملاولی ہے - مؤلف شرقی سلطنت کا بیان ہے کہ موضع ''ملاولی'' ہے - (شرقی سلطنت ، ص ۱۰۰) آگے سلطان سکندر کی تخت نشینی کے ذکر میں واضح ہے کہ سلطان بہلول لودی کی نعش جلالی سے دہلی بھیجی گئی اس لحاظ سے تاریخ داؤدی کا بیان قرین صحت معلوم ہوتا ہے - (ق)

۱- تاریخ داؤدی کا مؤلف عبداللہ لکھتا ہے کہ بہلول لودی نے اپنے ایک مقرب کے ذریعہ سکندر کو وصیت کی کہ ''ہیچ کس را از قوم سور امراء و خواتین لکنی کہ اینہا دماغ بادشاہی دارند ، دوم لیازی را اصلا نوکر لکنی کہ مردم بے ملاحظہ الد ، حق نمک رالگاہ ندارند'' (تاریخ داؤدی ، ص ۲۰) - (ق)

۲- سلطان بہلول لودی دہلی میں دفن ہوا - تفصیل کے لیے دیکھیے :
(۱) آثار الصنادید (کراچی اڈیشن) ، ۲۱ - ۲۲ -
(۲) آثار الصنادید (دہلی اڈیشن) ، ص ۲۱۶ - ۲۱۹ -
(۳) واقعات دارالحکومت دہلی ، ص ۹۹ - ۱۰۰ -
List of Muhammadan and Hindu Monuments Vol III, pp. 138 - 139.

قطعہ تاریخ

بہشت صد و نود و چار رفت از عالم
خدیو ملک ستاں و جہاں کشا بہلول
بہ تیغ ملک ستاں بود لیک دفع اجل
بود محال شمشیر و خنجر مصقول

ذکر سلطان سکندر ابن سلطان بہلول لودی

[۳۱۴] جب سلطان بہلول کا انتقال ہوا ، تو شہزادہ نظام خاں دہلی میں تھا ۔ وہ نہایت عجلت کے ساتھ مثل بادِ صرصر جلالی پہنچا[1] ، سلطان بہلول کے جنازے میں شرکت کی اور باپ کا جنازہ دہلی بھیجا ۔ خان جہاں خان خاناں فرملی اور تمام امراء کی رائے سے[2] بروز جمعہ سترہویں شعبان ۸۹۴ھ/۱۴۸۹ء کو قصبہ جلالی کے قریب بلندی پر کہ جو کالی ندی کے پاس ہے اور اس کو کوشک سلطان فیروز کہتے ہیں ، تخت سلطنت پر جلوس کیا اور سلطان سکندر خطاب اختیار کیا :

بیت

چو انہفتہ مہ رخ بہ لیلی نقاب
عیاں کرد رو از افق آفتاب
سمن ریخت لیکن شگفت ارغواں
بنوبت رسد ہرگل از لوستاں

۱- قصبہ جلالی ضلع علی گڑھ (یو ۔ پی ۔ الڈیا) ۔ (ق)

۲- سلطان بہلول کی بیماری کے دنوں ہی میں بعض امراء نے سکندر کی ولی عہدی کے سلسلے میں بہلول کو بدظن کر دیا تھا (فرشتہ ۱ : ۱۷۸) اس کی موت کے بعد امراء نے یہ بہانہ تراشا کہ سکندر کی ماں ایک سنار کی لڑکی تھی ، مگر تمام مخالفتوں کے باوجود سکندر تخت نشین ہوا (فرشتہ ۱ : ۱۷۹) (ق)

سلطان کے اس وقت چھ لڑکے تھے[1] : ابراہیم خان ، جلال خان ، اسماعیل خان ، حسین خان ، محمود خان ، شیخ اعظم ہمایوں اور مشہور سردار کرہن ، خان جہان بن خان جہان لودی ، احمد خان پسر خان جہان مبارک خان لوحانی ، محمود خان لودی ۔ عیسیٰ خان بن تاتار خان لودی ، خان خانان شیخ زادہ محمد فرملی خان ، خانان لوحانی ۔ اعظم ہمایوں شروانی دریا خان پسر مبارک خان نوحانی نائب بہار ، عالم خان لودی ، جلال خان پسر محمود خان نائب کالپی ، شیر خان لودی ، مبارک خان لودی موسیٰ خیل ، احمد خان پسر مبارک خان لودی ، عماد پسر خانخانان فرملی و عمر خان شروانی ، بھیکن خان پسر عالم خان لودی حاکم اٹاوہ ابراہیم خان سروانی ، [۳۱۵] محمد شاہ لودی ، بابر خان سروانی ، حسین فرملی نائب سارن ، سلیمان فرملی پسر دوم خانخانان فرملی ، سعید خان لودی پسر مبارک خان لودی ، اسماعیل لوحانی ، تاتار خان فرملی ، عثمان خان فرملی ، شیخ زادہ محمد پسر عماد فرملی ، شیخ جمال عثمان ، شیخ احمد فرملی ، آدم لودی ، حسین خان برادر آدم لودی ، کبیر خان لودی ، نصیر خان لوحانی غازی خان لودی ، تاتار خان حاکم جھتره[2] ، مولانا جمن[3] کنبو حجاب خاص ، مجدالدین حجاب خاص ، شیخ عمر حجاب خاص ، شیخ ابراہیم حجاب خاص ، مقبل حجاب خاص ، قاضی عبدالواحد پسر طاہر کابلی حجاب خاص ، خواص خان بہوہ پسر خواص خان و خواجہ نصراللہ ، مبارک خان ، اقبال خان حاکم قصبہ باری ، خواجہ اصغر پسر قوام حاکم دہلی ۔ شیر خان برادر مبارک خان نوحانی ، عماد الملک کنبو متعلق دریا خان نوحانی جو میر عدل تھا ۔

۱۔ سلطان بہلول لودی کے نو لڑکوں کا پیچھے ذکر آ چکا ہے ان کے نام کلیتاً مختلف ہیں فرشتہ ، (ص ۱ ، ۱۷۹) تاریخ خان جہانی ، (ص ۱۷۱) اور تاریخ داؤدی ، (ص ۳۰ - ۳۱) میں صاف لکھا ہے کہ سلطان کے چھ لڑکے تھے ، مگر تاریخ داؤدی ، (ص ۳۵) نے تخت نشینی کے وقت سلطان سکندر کی عمر ۱۸ سال لکھی ہے ۔ (ق)

۲۔ نام میں اختلاف ہے بعض نے جتھرہ ، جھترہ ، جہرہ ، جھتوہ لکھا ہے فرشتہ نے تجارہ لکھا ہے ۔ (ق)

۳۔ در فرشتہ ، (ص ۱ : ۱۸۰) میاں چمن کنبو ہے ۔ (ق)

کچھ عرصے کے بعد سکندر سلطان پرگنہ راپری کی طرف روانہ ہوا[1] - عالم خاں برادر سلطان سکندر قلعہ راپری اور چندوار میں کچھ عرصے تک محفوظ رہا - آخر فرار ہو کر عیسیٰ خاں بن تاتار خاں لودی کے پاس پٹیالی چلا گیا - راپری کی ولایت خانخاناں لوحانی کے سپرد کی گئی اور سلطان اٹاوہ جا کر سات مہینے وہاں مقیم رہا - عالم خاں کو اپنی طرف بلا کر اعظم ہمایوں سے علیحدہ کر دیا اور ولایت اٹاوہ اس کو دے دی - اسماعیل خاں لوحانی کو صلح کے لیے باربک شاہ بادشاہ جونپور کے پاس روانہ کیا اور خود پٹیالی کے حاکم عیسیٰ خاں کے سر پر چڑھ دوڑا - جنگ و جدل کے بعد عیسیٰ خاں زخمی ہو گیا اور آخرکار عاجزانہ اطاعت کر کے مطیع ہو گیا اور ان ہی زخموں میں مر گیا -

رائے گنیش[2] جو باربک شاہ سے ملا ہوا تھا ، آ کر سلطان سے مل گیا پٹیالی کی جاگیر اس کے سپرد کر دی اور خود (سکندر) باربک شاہ کی تادیب کے لیے گیا - باربک شاہ جونپور سے قنوج آ گیا [۲۱۷] طرفین میں مقابلہ ہوا - جنگ کے بعد مبارک خاں گرفتار ہوا اور باربک شاہ شکست کھا کر بدایوں[3] چلا گیا - سلطان نے تعاقب کر کے محاصرہ کر لیا - باربک شاہ نے عاجزانہ اطاعت قبول کر لی - سلطان نے اس پر مہربانی کی اور خوش کر دیا اسے ہمراہ لے کر جونپور پہنچا اور حسبِ دستور تختِ سلاطینِ شرقیہ پر بٹھا دیا ، لیکن جونپور کے پرگنات اپنے امراء میں

۱- فرشتہ (ص ۱ : ۱۷۸) میں ہے کہ بہلول لودی نے اپنی بیماری کے زمانے میں اپنی مملکت کو اس طرح تقسیم کر دیا تھا : جونپور شہزادہ باربک شاہ کو ، کڑہ مالک پور شہزادہ عالم خاں کو ، بہرائچ اپنے بھانجے شیخ محمد فرملی عرف کالا پہاڑ کو ، لکھنؤ کالپی اعظم ہمایوں کو ، بدایوں خان جہان کو اور دہلی اور بہت سا ملک سلطان سکندر کے لیے ہیں - (ق)

۲- تمام خطی نسخوں میں رائے گنیس ، لکھنؤ ایڈیشن ، بدایونی ، تاریخ خاں جہانی اور دو خطی نسخوں میں رائے کشن ، فرشتہ میں رائے گھلن ہے - (د)

۳- گزیٹیر بدایوں (ص ۱۴۰) کا بیان ہے کہ اس وقت بدایوں کا حاکم میاں ضیاء الدین تھا نیز دیکھیے کنزالتاریخ ، ص ۲۳۸ - ۲۴۰ - (ق)

تقسیم کر دیے اور ہر مقام پر اپنا حاکم مقرر کر دیا اور اس کی خدمت میں اپنے معتمد لوگ متعین کر دیے ۔ وہاں سے کوٹلہ اور کالپی آیا ۔ کالپی کو اعظم ہمایوں پسر شاہزادہ خواجہ بایزید سے نکال کر محمد خان لودی کو دے دیا ۔ وہاں سے جھتڑہ آیا ۔ تاتار خاں حاکم جھتڑہ نے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا ۔ جھتڑہ پر اس کو مقرر کر دیا اور قلعہ گوالیار کی طرف روانہ ہوا ۔ خواجہ محمد خرملی کو خلعتِ خاص دے کر راجا مان کے پاس گوالیار بھیجا ۔ راجا مان بھی مطیع ہو گیا ، اس نے اپنے بھتیجے کو سلطان کی خدمت میں بھیجا جو بیانہ تک سلطان کے ساتھ رہا ۔ سلطان شرف[1] حاکم بیانہ پسر احمد جلوانی بھی مطیع ہو گیا ۔ سلطان نے فرمایا کہ بیانہ کو چھوڑ دو تاکہ اس کے عوض میں جلیسر ، چندوار ، مارہرہ اور سکیت تم کو دے دیے جائیں ۔ سلطان شرف ، عمر خاں شروانی کو ہمراہ لے کر بیانہ آیا تاکہ قلعہ کی کنجیاں سپرد کر دے ۔ جب بیانہ میں آیا ، تو عہد شکنی کر کے قلعہ کو مستحکم کر لیا ۔ سلطان سکندر آگرہ آیا[2] ، ہیبت خاں جلوانی ، جو سلطان شرف کے ماتحتوں میں سے تھا ، آگرہ کے قلعے میں محفوظ ہو گیا ، سلطان نے اپنے چند امراء کو آگرہ چھوڑا اور خود بیانہ چلا گیا اور محاصرے میں خوب کوشش کی ۔ جب سلطان شرف کو مایوسی ہوئی ، تو عاجزانہ امان کا طالب ہوا ۔ ۸۹۷ھ/ ۱۴۹۱ء میں بیانہ فتح ہو گیا ۔ ولایت بیانہ پر خانخاناں فرملی کو مقرر کیا [۳۱۷] اور سلطان شرف کو علیحدہ کر دیا ۔ وہ گوالیار چلا گیا ۔ سلطان دہلی واپس ہوا ۔ چار روز دہلی[3] میں مقیم رہا ۔

۱- تاریخ خان جہانی (ص ۱۷۴) میں سلطان اشرف اور لکھنؤ ایڈیشن اور منتخب التواریخ (اردو ترجمہ ، ص ۱۲۴) میں سلطان الشرق ہے ۔ (ق)

۲- تاریخ خان جہانی (ص ۱۷۵) میں ہے کہ سکندر آگرہ ، مچھلی کے شکار اور تبدیلی آب و ہوا کے لیے آیا تھا ۔ (ق)

۳- تاریخ خان جہانی (ص ۱۷۵) میں ہے کہ سکندر دہلی میں ۲۴ روز مقیم رہا ۔ (ق)

اس دوران میں خبر پہنچی کہ ولایت جونپور کے زمیندار بچگوتی[1] اور دوسرے لوگ تقریباً ایک لاکھ پیادے اور سوار جمع ہو گئے ہیں اور مبارک خاں کا بھائی شیر خاں شہید ہو گیا ۔ مبارک خاں ، جوسی[2] پیاگ[3] کے گھاٹ سے ، جہاں اب شہر الہ آباد آباد ہے اور حضرت خلیفہ الٰہی (اکبر بادشاہ) کا آباد کیا ہوا ہے ، دریائے گنگا کو عبور کر کے جا رہا تھا کہ ملاحوں[4] نے گرفتار کر لیا ۔ اسی اثنا میں بھٹہ[5] کے راجا رائے بھید[6] کو خبر ہو گئی ، اس نے مبارک خاں کو قید کر لیا ۔ باربک شاہ اس گروہ کے غلبے سے خبردار ہو کر جونپور سے دریا باد[7] ، محمد فرملی (جو کالا پہاڑ مشہور تھا) کے پاس آیا ۔

سلطان سکندر ۸۹۷ھ/۱۴۹۱ء[8] میں اس طرف گیا ۔ جب دریائے گنگا کو عبور کر کے دلمئو پہنچا ، تو باربک شاہ اپنے امراء کے ساتھ (بادشاہ)

۱- بچگوتی ، راجپوتوں کی ایک گوت ہے اس گوت کا تعلق بین پوری کے چوہان راجپوتوں سے ہے ۔ گورکھپور اور جونپور کی سرحد پر یہ لوگ آباد ہیں ۔ دیکھیے Elliot, Memoirs of the races of the N. W. F. P I-47 (شرق سلطنت ، ص ۱۰۱) ۔ (ق) تاریخ داؤدی (ص ۴۶) میں ہے کہ ان کا سردار جوگا تھا ۔

۲- جھوسی تحصیل پھولپور ضلع الہ آباد میں واقع ہے ۔

۳- پیاگ (پریاگ) الہ آباد کا قدیم نام ۔ (ق)

۴- تاریخ داؤدی (ص ۴۶) میں میں "ملاحاں" "ملاخاں" لکھ دیا ہے ۔ (ق)

۵- لکھنؤ ایڈیشن میں بھٹہ اور کلکتہ ایڈیشن میں پٹنہ ہے ۔ اس کا ذکر پیچھے بہلول لودی کے ضمن میں صفحہ ---- پر آ چکا ہے ، لہذا ہم نے لکھنؤ ایڈیشن کو ترجیح دی نیز دیکھیے شرقی سلطنت ، ص ۹۶ - ۹۷ ، ۱۰۱ - (ق)

۶- در فرشتہ (۱ : ۱۸۰) شہدیو ۔ (ق)

۷- دریا باد ضلع بارہ بنکی (یو ۔ پی ۔ انڈیا) ۔

۸- تاریخ خان جہانی میں ۸۹۹ھ اور بعض میں ۹۰۰ھ ہے ۔ ملاحظہ ہو تاریخ خان جہانی ، ص ۱۷۷ ۔ (ق)

کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہانہ عنایات سے ممتاز کیا گیا اور سلطان کے آ جانے کی وجہ سے اس کے رعب میں آ کر رائے بھید نے مبارک خاں نوحانی کو قید سے رہا کر دیا اور سلطان کے پاس بھیج دیا ۔

سلطان وہاں سے کھتر[1] آیا ۔ وہاں بہت سے زمیندار جمع ہوگئے تھے ۔ انھوں نے مقابلہ کیا ۔ جنگ ہوئی اور آخر شکست کھائی ، قتل ہوئے اور بھاگ گئے ۔ سلطان کے فوجیوں کے ہاتھ بہت مال غنیمت ہاتھ آیا ۔ سلطان نے جونپور جا کر دوبارہ باربک شاہ کو جونپور میں چھوڑا ۔ وہاں سے واپس ہو کر اودھ کے نواح میں تقریباً ایک ہفتے تک سیر و شکار میں مصروف رہا ۔ جب وہ کھتر[2] پہنچا ، تو اطلاع آئی کہ باربک شاہ زمینداروں کے غلبے اور قوت کی وجہ سے جونپور میں نہیں ٹھہر سکتا ۔ سلطان نے حکم دیا کہ محمد فرملی ، اعظم ہمایوں اور خانخاناں نوحانی اودھ کے راستے سے اور مبارک خاں آگرہ[3] کے راستے سے جونپور پہنچیں اور باربک شاہ کو قید کرکے سلطان کے پاس بھیج دیں ۔ وہ سب حسب الحکم جونپور پہنچے اور باربک شاہ [۳۱۸] کو قید کر کے سلطان کے حضور میں روانہ کر دیا ۔ جب باربک شاہ کو سلطان کے حضور میں لائے تو اس کو ہیبت خاں اور عمر خاں شروانی کے سپرد کر دیا گیا ۔

وہ خود جونپور کے نواح سے قلعہ چنار[4] کی طرف چل دیا ۔ سلطان حسین شرقی کے کچھ امراء وہاں تھے ، انھوں نے جنگ کی ، لیکن شکست کھا کر قلعہ بند ہو گئے ۔ چونکہ قلعہ مستحکم تھا ، لہذا سلطان نے

---

۱ ، ۲- تاریخ خاں جہانی (ص ۱۷۸) میں کہکر ، فرشتہ (ص ۱۸۱) میں کاٹھ گڑھ بعض میں کتہر اور کتر ہے ۔ انگریزی مترجم نے لکھ دیا ہے کہ کتہر ، روہیل کھنڈ کا نام ہے ۔ شرقی سلطنت (ص ۱۰۲) میں ہے کہ یہ مقام کٹ گڑھ ہے کہ جو پرگنہ دامنو ضلع بارہ بنکی (یو ۔ پی ۔ انڈیا) میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے ۔

۳- کڑہ کا راستہ ہونا چاہیے (شرقی سلطنت ، ص ۱۰۴) ۔

۴- چنار ضلع مرزا پور (یو ۔ پی) میں دریائے گنگا کے دائیں کنارے پر واقع ہے ۔ (ق)

قلعہ کا محاصرہ نہیں کیا اور گنتت[1] کی طرف جو بھٹہ[2] کے مضافات میں سے ہے ، چلا گیا ۔ وہاں کا راجا رائے بھید استقبال کے لیے حاضر ہوا اور مطیع ہوگیا ۔ سلطان نے گنتت پر اس کو برقرار رکھا ۔ اور اریل[3] کی طرف روانہ ہوا ۔ اس دوران میں رائے بھید کو کچھ شک ہوگیا ۔ اپنا سامان اور فوج چھوڑ کر وہ بھٹہ میں جا کر مقیم ہوگیا ۔ سلطان نے اس کا تمام مال و اسباب اس کے پاس بھیج دیا ۔

جب سلطان اریل پہنچا ، تو وہاں کی تاراجی شروع کی ۔ باغات و عمارات کو غارت کیا اور کڑہ کے راستے سے دلمئو چلا گیا جہاں مبارک خاں کے بھائی شیر خاں کی بیوی کو اپنے نکاح میں لایا اور شمس آباد آ گیا ۔ چھ مہینے تک وہاں مقیم رہا ، وہاں سے سنبھل گیا اور سنبھل سے پھر شمس آباد آیا ، راستے میں موضع مدمئوناکل[4] میں جہاں باغی و سرکش اپنی جائے پناہ بنائے ہوئے تھے ، قتل و غارت کیا ۔ اس موضع کے سرکش وہاں سے بھاگ کر موضع وزیر آباد پہنچے ۔ وزیر آباد کے لوگوں کو بھی قید و قتل کیا اور شمس آباد چلا آیا ، وہاں موسم برسات گزارا ۔

۹۰۰ھ/۱۴۹۴ء میں ولایت بھٹہ کی طرف راجا بھید کو سزا دینے کی غرض سے چلا ، راستے میں باغیوں کے مواضعات کو برباد کرتا گیا ۔ ان لوگوں کو قید بھی کیا اور قتل بھی کرایا ۔ جب کہاران گھاٹی[5]

۱۔ سرکار الہ آباد میں دریائے گنگا کے جنوب مغربی کنارے پر واقع ہے (جیرٹ ، آئین اکبری ، ۲ : ۸۹ ، ۱۵۸) ۔ (د)

۲۔ متن میں پٹنہ تھا ، پچھلے بھٹہ اور رائے بھید کا ذکر آ چکا ہے ، لہذا ہم نے سابقہ نام کو ترجیح دی ہے ۔ (ق)

۳۔ دریائے جمنا پر الہ آباد قلعہ کے مقابل ایک گاؤں ہے (شرق سلطنت ، ص ۱۰۵) ۔ (ق)

۴۔ اس نام میں خاصا اختلاف ہے ملاحظہ ہو ۔ تاریخ خان جہانی (ص ۱۸۰) مؤلف شرق سلطنت نے اس کو دو حصوں میں تقسیم کر کے گاؤں ''دلمئو تا کول'' بنا دیے (شرق سلطنت ، ص ۱۰۶) ۔ (ق)

۵۔ درۂ گہل (شرق سلطنت ، ص ۱۰۶) ۔

پہنچا ، تو بھٹنہ کے راجا کے لڑکے نر سنگھ[1] سے جنگ ہوئی - نر سنگھ نے شکست کھائی اور وہ گھاٹی کو چھوڑ کر بھٹنہ کی طرف بھاگ گیا - جب سلطان بھٹنہ پہنچا ، تو بھٹنہ کا راجا موضع سرگچ[2] کی طرف چلا گیا اور راستے میں مر گیا - سلطان سرکچ سے سندھ[3] کی طرف کہ جو بھٹنہ کے مضافات میں ہے [۳۱۹] روانہ ہوا - جب وہ وہاں پہنچا تو افیون ، کوکنار (خشخاش) ، نمک اور تیل بہت مہنگا ہو گیا - سلطان وہاں سے جولپور گیا ، تو اکثر گھوڑے کہ جنھوں نے بھٹنہ کے سفر میں بہت محنت کی تھی ، مر گئے - جس کے پاس سو گھوڑے تھے ان میں سے نوے مر گئے -

رائے لکھمی چند پسر رائے بھید اور تمام زمینداروں نے سلطان حسین کو لکھا کہ سلطان سکندر کے لشکر میں گھوڑے نہیں رہے اور اسلحہ ضائع ہوگیا ، اس وقت موقع ہے - سلطان حسین فوج جمع کر کے سو ہاتھی لے کر سلطان سکندر کے مقابلے کے لیے آ گیا - سلطان کنتت کے گھاٹ سے دریائے گنگا کو عبور کر کے چنار پہنچا اور وہاں سے بنارس آ گیا - خانخاناں کو سالباہن پسر رائے بھید کے پاس روانہ کیا کہ اس کو تسلی دے کر لے آئے - اس وقت سلطان حسین کا لشکر بنارس سے اٹھارہ کوس کے فاصلے پر تھا ، سلطان سکندر نہایت تیزی سے سلطان حسین کے سر پر جا پہنچا - راستے میں سالباہن بھی خدمت میں حاضر ہو گیا ، مقابلہ ہوا اور دست بدست جنگ ہوئی - سلطان حسین کو شکست ہوئی - وہ ولایت پٹنہ چلا گیا - سلطان سکندر نے فوج کو چھوڑ کر ایک لاکھ سوار لے کر سلطان حسین کا تعاقب کیا - راستے میں معلوم ہوا کہ سلطان حسین بہار کو گیا ہے - نو روز کے بعد سلطان اپنی فوج میں واپس آ گیا اور بہار کی طرف روانہ ہوا - سلطان حسین ، ملک کندو کو بہار کے قلعے میں چھوڑ کر کھلگانو جو لکھنوتی کے مضافات میں ہے ، چلا گیا - سلطان سکندر نے دیوہار کی منزل سے ملک کندو کے مقابلے کے لیے فوج روانہ

۱- نام میں اختلاف ہے بعض میں برسنگھ ہے -
۲- یہ نام بھی مختلف طرح لکھا گیا ہے -
۳- شرقی سلطنت (ص ۱۰۶) میں ہے کہ یہ مقام پھپھوند ہے -

کی ۔ ملک کندو بھاگ گیا اور بہار سلطان سکندر کے آدمیوں کے ہاتھ آ گیا ۔

سلطان محبت خاں کو امراء کے ساتھ بہار میں چھوڑ کر درویش پور[1] آ گیا ۔ خانخاناں اور خان جہاں کو پرتال اور لشکر میں چھوڑ کر ترہت کی طرف متوجہ ہوا ۔ ترہت کے راجا نے استقبال کیا اور مطیع ہو گیا ۔ کئی لاکھ [۳۲۰] تنکے رائے ترہت پر خراج کے مقرر کیے ۔ مبارک خان نوحانی کو اس کی وصول یابی کے لیے چھوڑا اور خود درویش پور لشکر میں آ گیا ۔

سولہ ماہ شوال ۹۰۱ھ/۱۴۹۵ء کو خان جہاں نے وفات پائی ۔ اس کے بڑے لڑکے احمد خاں کو اعظم ہمایوں کا خطاب دیا گیا ۔ اس کے بعد شیخ شرف[2] منیری[2] کی زیارت کے لیے بہار گیا ، وہاں کے مسکینوں اور فقیروں کو خوش کیا اور درویش پور آ گیا ۔ وہاں سے سلطان علاء الدین[3] بادشاہ بنگالہ پر چڑھائی کر دی ۔ جب تغلق پور ، جو بہار کے مضافات میں ہے پہنچا ، تو سلطان علاء الدین نے اپنے لڑکے دانیال کو مقابلے کے لیے بھیجا ۔ سلطان سکندر نے محمود خاں لودی اور مبارک خاں لوحانی کو اس طرف سے مقابلے کے لیے روانہ کیا ۔ جب دونوں فریق موضع بارہ

۱۔ منیر شریف سے مشرق میں تین میل کے فاصلے پر تحصیل شیر پور (ضلع پٹنہ) میں واقع ہے ۔ (ق)

۲۔ شرف الدین ابن یحییٰ منیری مشہور شیخ طریقت ہیں ۔ ۶۶۱ھ/۱۲۶۲ء ۱۲۶۳ء میں منیر میں پیدا ہوئے ۔ تمام عمر مخلوق کی رشد و ہدایت میں گزار دی ۔ مکتوبات صدی ، مکتوبات دو صدی ، مکتوبات بست و ہشت ، معدن المعانی ، خوانِ پُر نعمت ، فتح المعانی ، راحت القلوب ، فوائد رکنی ، ارشاد الطالبین ، ارشاد السالکین ، شرح آداب المریدین ، فوائد المریدین ، اجوبہ اور لطائف المعانی ان سے یادگار ہیں ۔ ۷۸۲ھ/۶۳-۱۲۶۲ء میں وصال ہوا ۔ ملاحظہ ہو : (۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو) ، ص ۲۳۱ - ۲۳۲ - (۲) اخبارالاخیار ص ۱۱۷ - ۱۲۲ ؛ بزمِ صوفیہ ، ص ۲۵۰ - ۲۹۳ -

۳۔ سلطان علاء الدین بادشاہ بنگالہ (۱۴۹۳ - ۱۵۱۸ء) -

میں پہنچے ، تو دونوں کے درمیان صلح کی بات چیت شروع ہوئی اور یہ طے ہوا کہ سلطان سکندر ، سلطان علاء الدین کی ولایت میں دخل نہ دے اور اسی طرح سلطان علاء الدین سلطان سکندر کے ملک سے کوئی واسطہ نہ رکھے اور اس کے مخالفین کو پناہ نہ دے ، صلح کے بعد محمود خاں اور مبارک خاں نوحانی واپس ہو گئے ۔ قصبہ پٹنہ میں جو بہار کے معضلات میں ہے ، مبارک خاں نے وفات پائی ۔ سکندر خاں تغلق پور سے درویش پور آ گیا ۔ چند ماہ وہاں قیام کیا ۔ اس ولایت پر اعظم ہمایوں کو مقرر کیا ۔ اور بہار کی ولایت پر دریا خاں پسر مبارک خاں نوحانی مقرر ہوا ۔

اس دوران میں غلے کی کمی ہو گئی ۔ رفاہِ عام کی غرض سے غلہ کی زکواۃ تمام حکومت نے معاف کر دی اور زکواۃ کی ممانعت کے لیے فرمان جاری ہو گیا ، اس روز سے غلہ کی زکواۃ بند ہو گئی ۔

اس زمانے میں سلطان قصبہ سارن آیا ۔ سارن کے معضلات کے چند پرگنے وہاں کے زمینداروں سے نکال کر اپنے آدمیوں کے قبضے میں دے دیے اور وہاں سے [۳۲۱] مھلیگر کے راستے سے جونپور آیا ، وہاں چھ مہینے قیام کیا اور پٹنہ چلا گیا ۔

منقول ہے کہ سلطان نے پٹنہ (بھٹنہ) کے راجا سالباہن سے اس کی دختر کی خواہش کی ، اس نے انکار کر دیا ۔ سلطان نے انتقام لینے کے لیے ۹۰۴ھ/۱۴۹۸ء میں پٹنہ (بھٹنہ) کی طرف کوچ کیا ۔ جب وہ پٹنہ (بھٹنہ) پہنچا ، تو وہاں کی بربادی شروع کر دی ، یہاں تک کہ آبادی کا نام بھی نہ رہا ۔ جب وہ قلعہ بالدھوگر پہنچا جو وہاں کے قلعوں میں سب سے زیادہ مستحکم اور دارالحکومت تھا ، تو وہاں کے جوانوں نے خوب بہادری کا مظاہرہ کیا ۔ قلعہ کے استحکام کی وجہ سے سلطان وہاں سے جونپور چلا گیا اور چند روز وہاں قیام کر کے امور مملکت میں مشغول ہوا ۔

اسی دوران میں مبارک خاں موجی خیل لودی سے کہ جس کو باربک شاہ کے قید کرنے کے وقت جونپور سپرد کیا گیا تھا ، حساب طلب کیا گیا ، مبارک خاں نے بہتیرا چاہا کہ خوش اسلوبی سے اس کو ٹال دے ، کچھ رؤسا سے سفارش بھی کرائی ، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ حکم ہوا کہ چند سال کی آمدنی سلطان کے قانون کے مطابق وصول کر لی جائے ۔

اتفاق سے ان ہی دنوں میں[1] سلطان چوگان بازی میں مشغول تھا کہ چوگان بازی میں سلیمان پسر دریا خاں شروانی کا بَلّا ہیبت خاں کے بَلّے سے لڑ گیا ۔ سلیمان کا سر پھٹ گیا ۔ اسی سبب سے ان دونوں میں نزاع ہوا اور رنجش ہوگئی ۔ خضر خاں برادر سلیمان نے اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لیے عمداً ہیبت خاں کے سر پر بَلّا مارا ، شور و غل ہوا ، محمود خاں اور خانخاناں نے ہیبت خاں کو سمجھایا اور تسلی دے کر ٹھکانے پر لے گئے ۔ سلطان میدان سے آ کر محل میں چلا گیا ۔ چار روز کے بعد پھر چوگان بازی کے لیے سوار ہوا ، راستے میں شمس خاں جو ہیبت خاں کے رشتہ داروں میں سے تھا ، غصہ میں کھڑا تھا ۔ جب خضر خاں برادر سلیمان کو دیکھا ، تو اس کے سر پر بَلا مارا ۔ سلطان کے گھنے سے شمس خاں کے لاتیں ماری گئیں اور سلطان واپس ہو کر محل میں چلا آیا ۔

[۳۲۲] اس کے بعد وہ امراء سے بدظن ہو گیا ۔ بعض امراء کو جنھیں وہ مخلص اور خیرخواہ سمجھتا تھا ، پاسبان مقرر کیا ۔ امراء مسلح ہو کر ہر رات نگرانی کیا کرتے تھے ۔ اس دوران میں بعض نے مکاری اور غداری شروع کر دی ۔ بائیس سردار متفق ہوگئے اور شاہزادہ فتح خاں بن سلطان بہلول کو سلطنت کے لیے آمادہ کر لیا ۔ آپس میں عہد و پیمان کیا گیا اور فتنہ و فساد کا ارادہ کر لیا ۔ شاہزادے نے یہ راز شیخ طاہر[2] اور اپنی ماں پر ظاہر کر دیا اور ان بداندیشوں کے نام بھی بتا دیے ۔ شیخ مذکور اور ان کی ماں نے ان کو نصیحت کی اور یہ طے ہوا کہ اس

۱- تاریخ داؤدی (ص ۵۸ - ۵۹) میں ہے کہ یہ واقعہ سنبھل میں وقوع پذیر ہوا ۔ (ق)

۲- در تاریخ خان جہانی (ص ۱۸۸) میں ہے کہ ''شیخ زاہد کہ مرشد و استاد او بود'' (ق) شیخ حسن طاہر (ف ۲۴ ربیع الاول ۹۰۹ھ/ ۱۵۰۳ء) اپنے زمانے کے نامور شیخِ طریقت تھے ، سلطان سکندر اور اس کا بھائی ان کا بڑا معتقد تھا ۔ دیکھیے اخبارالاخیار ، ص ۲۰۱ - ۲۰۲ ، شرق سلطنت ، ص ۲۳۲ - ۲۳۳ و تذکرہ علمائے ہند ، ص ۱۵۹ ، تاریخ شیراز ہند جونپور ، ص ۶۲۴ - ۶۲۵ -

بات کو سکندر پر ظاہر کر کے اپنے دامن کو بغاوت کے دھبے سے بچا لیا جائے - شاہزادے نے ایسا ہی کیا - سلطان اس گروہ کی بدنیتی اور بغاوت سے واقف ہو گیا اور وزیروں کی رائے سے اس فتنہ کو فرو کرنے کے لیے ہر ایک کو مختلف اطراف میں بھیج کر منتشر کر دیا -

اس کے بعد ۹۰۵ھ/۱۴۹۹ء میں سنبل کی طرف روانہ ہوا ، وہاں چار سال تک مقیم رہا اور امور مملکت میں مشغول رہ کر عیش و عشرت میں زندگی بسر کی - زیادہ اوقات شکار اور چوگان بازی میں گزارتے تھے -

اس دوران میں دہلی کے حاکم اصغر کی بدکرداری اور بداعمالی کی اطلاع ملی - سلطان نے ماچھیواڑہ کے حاکم خواص خاں کو حکم بھیجا کہ اصغر کو گرفتار کر کے ہمارے حضور میں بھیج دے - خواص خاں حسب الحکم دہلی کی طرف چلا ، قبل اس کے کہ خواص خاں دہلی پہنچے ، اصغر ہفتہ کی رات کو ماہ صفر ۹۰۶ھ/۱۵۰۰ء[1] میں قلعہ سے نکلا اور سلطان کے پاس سنبھل چلا گیا اور وہاں قید کر دیا گیا - خواص خاں نے دہلی پر قبضہ کر لیا اور حکومت کے کاموں میں مشغول ہو گیا -

منقول ہے کہ موضع کانیر[2] میں لودھن[3] نامی ایک زنار دار (برہمن) رہتا تھا - ایک دن اس نے چند مسلمانوں کے سامنے اس بات کا اقرار کیا کہ اسلام سچا دین ہے [۲۲۳] اور میرا دین بھی صحیح ہے - اس کی یہ بات مشہور ہو گئی اور علماء تک پہنچی - قاضی پیادہ اور شیخ یہ دونوں

۱- لکھنؤ ایڈیشن میں محرم ۹۰۶ھ ہے تاریخ کسی کتاب میں نہیں دی گئی ہے -

۲- اس لفظ کے املا میں خاصا اختلاف ہے تفصیل کے لیے دیکھیے تاریخ خان جہانی ، (ص ۲۱۳) بہرحال یہ مقام لکھنؤ کے قریب ہونا چاہیے جہاں کا حاکم اعظم ہمایوں تھا - چنانچہ تاریخ خان جہانی ، (ص ۲۱۳) حاشیہ میں ہے - کہ کتیھر ایک مقام بنارس کے قریب بحوالہ آئین اکبری جلد دوم ، ص ۱۷۴ - (ق)

۳- در فرشتہ ، (ص ۱ : ۱۸۲) بودھن -

لکھنؤا[1] میں تھے اور ایک دوسرے کے خلاف فتویٰ دیا کرتے تھے ۔ اس ولایت کے حاکم اعظم ہمایوں نے اس برہمن کو قاضی پیادہ اور شیخ بدھ کے ہمراہ سلطان کی خدمت میں سنبھل روانہ کر دیا ۔ چونکہ سلطان کو علمی بحث سننے کا شوق تھا ، لہذا اس نے ہر طرف سے مشہور علماء کو طلب کیا ۔ میاں قادن بن شیخ خوجو ، میاں عبداللہ[2] بن الہ داد تلسنی اور سید محمد بن سعید خاں دہلی سے ملا قطب الدین[3] ، ملا الہداد اور صالح سرہند کے اور سید امان اور میران سید اخن قنوج سے آئے اور تمام وہ علماء جو سلطان کے ساتھ رہا کرتے تھے ، مثلاً سید صدر الدین قنوجی[4] ، میاں عبدالرحمٰن ، ساکن سیکری اور میاں عزیز اللہ سنبلی[5] بھی اس مباحثے میں حاضر ہوئے ۔ علماء اس بات پر متفق ہوئے کہ اس کو قید کرکے اس کے سامنے اسلام پیش کیا جائے ۔ اگر انکار کرے تو قتل کر دینا چاہیے ۔

۱۔ متن میں لکھنوتی ہے ظاہر ہے کہ لکھنوتی (بنگال) سے اس کا تعلق نہیں ہو سکتا ۔ تاریخ خاں جہانی ، (ص ۲۱۳) واضح سے لکھنؤ لکھا ہے ۔ (ق)

۲۔ اپنے زمانے کے نامور عالم تھے انتقال ۹۲۲ھ/۱۵۱۶ء میں ہوا ۔ ملاحظہ ہو :

(۱) تذکرہ علمائے ہند (اردو) ، ص ۲۶۳ - ۲۶۴ ۔

(۲) مآثر الکرام ۱ : ۱۹۱ - ۱۹۲ ۔

(۳) نزہتہ الخواطر ۴ : ۲۰۳ - ۲۰۵ ۔

(۴) ابجد العلوم ، ص ۸۹۴ ۔

(۵) سبحتہ المرجان ، ص ۴۲ ۔

۳۔ ملاحظہ ہو نزہتہ الخواطر جلد چہارم ، نمبر شمار ۴۲۹ ۔

۴۔ ملاحظہ ہو نزہتہ الخواطر جلد چہارم ، نمبر شمار ۲۶۵ ۔

۵۔ اپنے زمانے کے نامور عالم اور شیخ طریقت تھے ۹۳۲ھ/۱۵۲۵ء میں انتقال ہوا :

(۱) ملاحظہ ہو ۔

(۲) نزہتہ الخواطر ۴ : ۲۲۵ - ۲۲۶ ۔

نودھن نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا اور قتل کرا دیا گیا[1] ۔ سلطان نے علمائے مذکور کو انعامات دے کر ان کے مقامات پر روانہ کر دیا ۔

چند روز کے بعد خواص خاں نے دہلی کو اپنے لڑکے اسماعیل خاں کے سپرد کیا اور خود حسب الحکم سنبھل پہنچا ۔ خلعت و انعام پایا ۔ اسی دوران میں سعید خاں سروانی لاہور آ کر حاضر خدمت ہوا ۔ چونکہ وہ باغیوں میں سے تھا ، لہذا اس کو تاتار خاں ، محمد شاہ اور تمام غداروں کے ساتھ اپنی ولایت سے نکال دیا ۔ وہ سب گوالیار کے راستے سے گجرات چلے گئے ۔

اسی دوران میں مان راجا گوالیار نے نہال[2] نامی خواجہ سرا کو بیش بہا تحفے اور ہدیے دے کر سلطان کی خدمت میں روانہ کیا ۔ سلطان نے خواجہ سرا سے کچھ سوالات کیے اور اس نے نامناسب جوابات دیے ، تو سلطان ناراض ہوا اور ایلچی کو واپس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ ہم تنبیہ اور قلعے پر قبضہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں ۔ [۳۲۲] اسی اسی دوران میں بیانہ کے حاکم خان خاناں فرملی کے انتقال کی اطلاع ملی ۔ کچھ عرصے تک بیانہ پر خان خاناں کے لڑکوں عماد اور سلیمان[3] کو مقرر رکھا ۔ چونکہ قلعہ بیانہ مستحکم اور سرحد پر ہونے کی وجہ سے بغاوت و فساد کا مسکن بن گیا ، لہذا عماد اور سلیمان اپنے متعلقین کے ہمراہ بیانہ سے سنبھل چلے گئے ۔ بیانہ کو عماد اور سلیمان سے لے کر خواص خاں کے سپرد کیا ۔

۱- اسی قسم کا ایک واقعہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی مرض الموت کے زمانے میں نواہوں سے داروغہ اوچ کا ہوا جس میں مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے بھائی صدر الدین راجو قتال نے مرکزی کردار ادا کیا اور نواہوں قتل ہوا ۔ ملاحظہ ہو مخدوم جہانیاں جہاں گشت ، ص ۲۳۳ - ۲۳۴ ۔

۲- لکھنؤ ایڈیشن میں "ریحان" لکھا ہے ۔ (ق)

۳- فرشتہ (۱ : ۱۸۳) میں "احمد و سلیمان پسران پسر خانخاناں" ہے ۔ (ق)

کچھ عرصے کے بعد صفدر خاں ، آگرہ کی عملداری کے لیے ، جو بیانہ کے مضافات میں تھا ، مقرر ہوا ۔ عماد اور سلیمان کو شمس آباد ، جلیسر ، منگلور[1] ، شاہ آباد اور دوسرے پرگنات دیے گئے ۔

میوات کے حاکم عالم خاں اور راپری کے حاکم خان خاناں لوحانی کو حکم دیا کہ خواص خاں کی ہمراہی میں قلعہ دھولپور کی فتح کے لیے روانہ ہوں اور رائے بنایک[2] دیو کے قبضے سے نکال لیں ۔ رائے نے مخالفت کی اور جنگ شروع ہو گئی ۔ خواجہ بین[3] جو بہادر اور صف شکن تھا ، اس جنگ میں شہید ہوا ۔ روزانہ لوگ مارے جاتے تھے ۔ جب یہ خبر سلطان سکندر کو ملی ، تو اسی سال چھ ماہ رمضان جمعہ کے دن مضطربانہ سنبھل سے دھولپور روانہ ہوا ۔ جب دھولپور کے نزدیک پہنچا ، تو رائے بنا یک دیو اپنے متعلقین کو قلعے میں چھوڑ کر گوالیار چلا گیا ۔ اس کے متعلقین افواج سکندری کے حملے کو برداشت نہ کر سکے اور آدھی رات کے وقت قلعہ سے نکل کر فرار ہو گئے ۔ صبح کے وقت سلطان قلعہ میں داخل ہوا ۔ اس نے شکریے کا دوگانہ ادا کیا اور فتح کے لوازمات پورے کیے ۔ لشکریوں نے لوٹ مار شروع کر دی ۔ مکان لوٹ لیے اور دھولپور کے نواح کے باغات جو سات کوس تک مسلسل سایہ کیے ہوئے تھے ، اکھاڑ پھینکے ۔

سلطان نے وہاں ایک مہینے قیام کیا ۔ پھر گوالیار چلا گیا ۔ آدم لودی کو تمام امراء کے ساتھ وہاں چھوڑا اور خود دریائے چنبل کو عبور کیا اور دریائے اسی جو مینڈ کی مشہور تھا ، کے کنارے پر قیام کیا ۔ دو مہینے تک وہیں رہا ۔ وہاں کے پانی کی خرابی کی وجہ سے لوگوں میں

۱- فرشتہ (۱ : ۱۸۲) میں منگلور کی بجائے کنپل ہے ۔ منگلور ضلع سہارنپور میں ہے جو ان پرگنوں سے کافی دور ہے فرشتہ کا بیان صحیح معلوم ہوتا ہے ۔ (ق)

۲- فرشتہ (۱ : ۱۸۳) بدایونی (اردو ترجمہ ، ص ۱۲۶) اور تاریخ خان جہانی ، (ص ۱۹۲) میں مالکدیو ہے ۔ (ق)

۳- فرشتہ (۱ : ۱۸۳) بدایونی ، (ص ۱۲۶) اور تاریخ خان جہانی ، (ص ۱۹۲) میں بین ہے ۔ (ق)

بیماری پھیل گئی - جس نے وبا کی صورت اختیار کر لی - راجا گوالیار بھی [۳۲۵] حاضر خدمت ہوا اور صلح کی درخواست کی - سعید خاں ، بابو خاں اور رائے گنیش کو جو سلطان کے پاس سے آ کر اس کے یہاں پناہ گزیں ہوتے تھے ، اپنے قلعے سے اکال دیا اور اپنے بڑے لڑکے بکرماجیت کو سلطان کی خدمت میں بھیجا - سلطان نے اس کو گھوڑا اور خلعت عنایت کیا اور رخصت کر دیا - خود آگرہ کی طرف چلا گیا - جب دھول پور پہنچا[1] تو اسے بنایک دیو کو دے دیا - موسم برسات آگرہ آ کر گزارا -

سہیل کے طلوع ہونے کے بعد ماہ رمضان ۹۱۰ھ/۱۵۰۴ء میں قلعہ مندرائل[1] کو فتح کرنے کے ارادے سے سفر کیا - ایک مہینے تک دھول پور کے نواح میں قیام کیا - فوجیں روانہ کیں جنھوں نے جا کر گوالیار اور مندرائل کے نواح کو برباد کر دیا - اس کے بعد قلعہ مندرائل پر پہنچ کر خود محاصرہ کیا - اہل قلعہ نے امان کی درخواست کی اور قلعہ سپرد کر دیا - سلطان نے ان کے بت خانوں اور عبادت گاہوں کو خراب کیا اور مسجدیں بنوا دیں - میاں مکن کو جو مجاہد خاں کا گماشتہ تھا ، قلعہ سپرد کیا اور خود اس نواح کی تاراجی کے لیے روانہ ہوا - بے شمار مخلوق کو قید کیا ، باغات و عمارات کو تباہ کیا اور آگرہ کی طرف چلا گیا - جب دھول پور پہنچا ، تو قلعہ کی تعمیر کرائی اور رائے بنایک دیو کو ہٹا کر ملک قمر الدین[2] کے سپرد کیا اور خود آگرہ میں مقیم ہوا - امراء کو ان کی جاگیروں پر روانہ کیا -

اس زمانے میں اتوار کے دن تیسری ماہ صفر ۹۱۱ھ (۶ جولائی ۱۵۰۵ء) کو آگرہ میں زبردست زلزلہ آیا - پہاڑ لرزنے لگے بڑی بڑی عالی شان عمارتیں گر گئیں - زندہ لوگوں نے خیال کیا کہ قیامت آ گئی اور مردے سمجھے کہ روز حشر ہے :

۱- ریاست کرولی میں دریائے چنبل پر کرولی سے بارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے بحوالہ راجپوتانہ گزیٹیر - جلد اول ، ص ۸۷ (تاریخ خان جہانی ، ص ۱۹۴) - (ق)

۲- بعض خطی نسخوں میں فخر الدین اور عزالدین بھی ہے (د) تاریخ خان جہانی ، (ص ۱۹۶) میں ملک معزالدین ہے - (ق)

در نہصد واحدی عشر از زلزلہ
گردید سواد آگرہ چوں مرحلہا
باآنکہ بناپاش بے عالی بود
از زلزلہ شد عالیہا سافلہا

[۳۲۶] جناب حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اس وقت تک ایسا زلزلہ ہندوستان میں نہیں آیا تھا ۔ کہتے ہیں کہ ہندوستان کے اکثر شہروں میں اس روز زلزلہ آیا تھا[1] ۔

سہیل کے طلوع ہونے کے بعد ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء میں وہ گوالیار کی طرف گیا اور اس نے ڈیڑھ مہینے تک ۔ دھول پور میں قیام کیا - وہاں سے دریائے چنبل کے کنارے کسلہ گھاٹ[2] کے قریب ٹھہرا ۔ چند ماہ مقیم رہا ۔ شاہزادہ ابراہیم اور جلال خاں کو دوسرے سرداروں کے ساتھ وہاں چھوڑا اور خود جہاد کی نیت سے شہروں پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا ۔ اکثر مخلوق کو جو جنگلوں اور پہاڑوں میں چلی گئی تھی ، قتل کرایا یا قید کیا ۔ چونکہ بنجاروں[3] کی آمد و رفت بند ہو گئی تھی ، لہذا لشکر میں غلہ کی کمی ہو گئی ۔ اعظم ہمایوں ، احمد خاں اور مجاہد خاں کو بنجاروں کے بلانے کے لیے بھیجا ۔ رائے گوالیار اگرچہ راستے میں تھا ، مگر اس نے کچھ کام نہیں کیا -

---

۱- بدایونی ، (ص ۱۲۷) اور تاریخ خان جہانی ، (ص ۱۹۷) میں اس زلزلہ کی تاریخ "قاضی" سے نکالی ہے - (ق)

۲- اس نام میں خاصا اختلاف ہے فرشتہ ، ص ۱۸۳) میں کو کہہ تاریخ خان جہانی ، (ص ۱۹۷) میں کو کہ اور مآثر رحیمی (۱ : ۴۶۵) میں گورکہ ہے - (ق)

۳- یہ تجارت پیشہ طبقہ ہے جو بالعموم کی تجارت کرتا تھا - بنجارے ہندی الاصل ہیں ۔ مختلف ادوار داخل اسلام ہوتے روہیل کھنڈ میں ضلع بیلی بھیت اور تحصیل بہڑی (ضلع بریلی) میں ان کی خاصی آبادی ہے - (ق)

بیت

چو پروانہ خود را زدانہ چراغ
ز حسرت نہ بر دل خویش داغ

سلطان دوران سفر میں جب موضع جتاور[1] جو گوالیار کے مضافات میں ہے، پہنچا، تو وہاں رات کو لشکر کی نگرانی کرنے والی فوج نگرانی کی غرض سے لشکر سے دس کوس آگے غنیم کی طرف گئی ہوئی تھی۔ وہ اہتمام سے نگرانی کرتی تھی اور دشمن کے لشکر سے خبردار تھی۔

بیت

طلایہ کہ سرواں لشکر تیز چنگ
بپرداختے نامدارے جداگ
ہنوز از کمان دورتا رفتہ تیر
خبر یافتے شاہ گردوں سریر

رائے گوالیار کی فوج سے جو واپسی کے وقت کمین گاہ سے نکلی، سخت جنگ ہوئی۔ اس جماعت میں اودہ خاں[2] و احمد خاں پسران خان جہاں تھے۔ ان کی کوشش اور بہادری اور سلطان کے لشکر کی مدد سے راجپوتوں نے شکست کھائی اور کثیر تعداد میں لوگ قتل و اسیر ہوئے۔ سلطان نے اودہ خاں کو ملک اودہ کا خطاب دیا اور انعامات سے سرفراز کیا۔ برسات کے موسم کے آ جانے کی وجہ سے آگرہ چلا آیا۔ جب دھول پور پہنچا، تو مشہور امراء کی بڑی تعداد کو وہاں چھوڑ کر آگرہ گیا اور برسات وہیں گزاری۔ [۳۲۷]

سہیل کے طلوع ہو جانے کے بعد ۹۱۲ھ/۱۵۰۶ء میں قلعہ اودیتکر[3]

۱- اس نام میں اختلاف ہے۔ لکھنؤ ایڈیشن میں چتوور فرشتہ (ص ۱۸۳) میں جتوور اور تاریخ خان جہانی، (ص ۱۹۸) میں چتاور ہے۔ (ق)
۲- فرشتہ (۱ : ۱۸۴) میں اور تاریخ خان جہانی، (ص ۱۹۸ - ۱۹۹) میں داؤد خاں اور خطاب ملک داؤد ہے۔ (ق)
۳- اس نام اور اس کے تعین میں خاصا اختلاف ہے دیکھیے تاریخ خان جہانی، ص ۹۹ - (ق)

کو گیا ۔ جب دھول پور پہنچا، تو عماد خاں فرملی اور مجاہد خاں کو دوسرے کئی ہزار[1] سوار اور سو ہاتھیوں کے ساتھ قلعہ اونتگر کے لیے تعینات کیا اور خود ٹھہر گیا عہدہ حجابی پر قاضی عبدالواحد پسر طاہر بیگ کابلی ساکن قصبہ تھانیسر، شیخ عمر اور شیخ ابراہیم مقرر ہوئے محمود خاں لودی کے انتقال کے بعد کالپی پر اس کا لڑکا جلال خاں مقرر ہوا ۔ جلال خاں کے بھائیوں بھیکن خاں اور حاجی خاں میں مخالفت ہوگئی انھوں نے سلطان سے عرض حال کیا ۔ سلطان سے فیروز اغوان کو ان کے پاس بھیجا ۔ اغوان کا قبیلہ افغانوں سے متعلق ہے اور (سلطان) مجاہد خاں کو دھول پور چھوڑ کر دریائے چنبل کے کنارے پہنچا ۔ بھیکن خاں اور حاجی خاں حاضر خدمت اور شاہی عنایات سے سرفراز ہوئے ۔

سلطان اسی ماہ[2] کی تیس تاریخ کو اونتگر آیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا اور تمام لشکر کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا کہ اسلحہ سے درست ہو کر قلعہ کی تسخیر کے لیے تیار ہو جائیں ۔ سلطان اس گھڑی پر جو نجومیوں نے بتائی تھی، خود بنفس نفیس جنگ کے لیے آمادہ ہوا ۔ جنگ شروع ہوئی ۔ بے شمار لشکری مور و ملخ کی طرح داد جنگ دے رہے تھے ۔ نسیم فتح، سلطان کے جھنڈوں پر لگی ۔ ملک علاء الدین کی طرف سے قلعہ کی دیوار شکستہ ہوئی اور فوج کے جوان مردانہ وار جنگ کرتے ہوئے قلعہ میں داخل ہو گئے ۔ ہرچند کے اہل قلعہ نے پناہ چاہی، مگر کسی نے نہیں سنا اور دوسری طرف سے بھی دیواریں شکستہ ہو گئیں اور قلعہ فتح ہو گیا :

بیت

بود قلعہ آسماں گر بلند
نبرد افگند مہر آسا کمند

۱۔ ایک خطی نسخے میں ہے کہ پانچ ہزار سوار ۔ (د)
۲۔ سابق میں مہینے کا ذکر نہیں ہوا ہے ۔ مخزن افغانی، (ص ۱۲۹) کے حوالے سے تاریخ خاں جہانی، (ص ۲۰۰ حاشیہ) میں ہے کہ ۳ رمضان ۹۱۲ھ کو سلطان پہنچا ۔ (ق)

راجپوت گھروں اور حویلیوں میں سے جنگ کر رہے تھے - وہ اپنے اپنے متعلقین کو قتل کر رہے تھے اور جلا رہے تھے - اس دوران میں ایک تیر ملک علاء الدین کی آنکھ [۳۲۸] میں لگا اور اس کی آنکھ بیکار ہوگئی سلطان نے فتح کے بعد شکریے کے لوازمات ادا کیے - قلعہ کومکن[1] اور مجاہد خاں کے سپرد کیا ، بت خانوں کو منہدم کرایا اور مسجدیں بنوائیں سلطان کو خبر ملی کہ مجاہد خاں نے راجا اونکر سے رشوت لے لی اور قلعہ سلطان سے واپس کرا دینے کا وعدہ کر لیا - سولھویں محرم ۹۱۳ھ (۲۸ مئی ۱۵۰۷ء) کو ملا جمن[2] حاجب خاص کو ، جو مجاہد خاں کا مخصوص آدمی تھا - قید کر دیا اور ملک تاج الدین کنبو کے سپرد کر دیا - دھول پور میں جو سردار تھے ، ان کو حکم دیا کہ مجاہد خاں کو قید کر لیں -

ماہ محرم ۹۱۳ھ/۱۵۰۷ء میں آگرہ کی طرف کوچ کیا - اثنائے سفر میں راستے کی تنگی اور ناہمواری کی وجہ سے کہیں نشیب تھا اور کہیں فراز تھا ، ایک روز قیام کرنا پڑا لوگوں کے عبور کرنے کی وجہ سے ٹھہرنا پڑا - وہاں پانی کی کمی اور آدمیوں اور جانوروں کی کثرت کی وجہ سے بہت سی جانیں ضائع ہو گئیں - اس روز ایک گلاس پانی کی قیمت پندرہ تنکہ تک پہنچ گئی تھی - بعض پیاس کی شدت کی وجہ سے پانی ملنے پر اتنا پی گئے کہ مر گئے - جب مرنے والوں کو شمار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ آٹھ سو آدمی مر گئے -

بیت

چو ایام ہستی سر آید بہ ہر
کند در وہاں آب تاثیر زہر

اس مہینے کی اٹھائیس تاریخ کو دھول پور آیا - چند روز قیام کیا پھر آگرہ چلا گیا اور وہاں برسات کا موسم گزارا -

سہیل کے طلوع ہونے پر ۹۱۳ھ/۱۵۰۷ء میں مالوہ کے مضافات کے

۱- تاریخ فرشتہ (۱ : ۱۸۴) میں بھیکن خاں ہے - (ق)
۲- تاریخ فرشتہ (۱ : ۱۸۴) میں ملا چمن لکھا ہے - (ق)

قلعہ لرور[1] کو فتح کرنے کا قصد کیا ۔ کالپی کے حاکم جلال خاں کو حکم بھیجا کہ وہاں جا کر قلعہ لرور کا محاصرہ کرو ۔ اگر اہل قلعہ صلح کے لیے تیار ہوں ، تو صلح کر لینا ۔ جلال خاں لودی نے جا کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا ۔ چند روز کے بعد سلطان بھی لرور پہنچا ۔ دوسرے روز جب سلطان قلعہ دیکھنے کے لیے سوار ہوا ، تو جلال خاں اپنے لشکر کو [۳۰۹] آراستہ کرکے راستے میں کھڑا ہو گیا ۔ تاکہ فوج کی تعداد پر سلطان کی نظر پڑے اور سلامی کا موقع ملے ۔ اس نے اپنے لشکر کے تین حصے کر لیے تھے ، ایک پیادوں کا رسالہ دوسرا سواروں کا تیسرا ہاتھیوں کا رسالہ تھا ۔ سلطان نے اس کے لشکر کا معائنہ کرکے رشک کیا اور یہ طے کیا کہ اس (کے) لشکر کو بتدریج خراب کیا جائے اور ختم کر دیا جائے ۔ سلطان نے ایک سال تک قلعے کا محاصرہ رکھا ۔ چونکہ قلعہ نہایت مستحکم تھا اور اس کا طول آٹھ کوس میں تھا ، لہذا لشکر روزانہ قلعے پر جنگ کرتے اور مارے جاتے تھے ۔ جب چند روز اس طرح گزر گئے ، تو سلطان نے حکم دیا کہ فوجی کسی ، پھاوڑے ، کدال[2] اور بڑے بڑے خنجر لے کر قلعہ کو کھودنے کے لیے تیار رکھیں اور جنگ کے لیے مستعد رہیں ۔ حسب الحکم لشکری کاربند ہو گئے ، ہر طرف لڑائی ہونے لگی ۔ لشکری داد مردانگی دے رہے تھے ۔ سلطان بلندی پر کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا کہ قلعے میں ایک طرف میں شگاف ہوا ، لیکن فوراً اندر سے بند کر لیا گیا ۔ بہت سے آدمی مارے گئے ۔ اس روز قلعہ فتح نہ ہو سکا اور لشکر واپس کر لیا گیا ۔

اسی اثنا میں سلطان جلال خاں کو تباہ اور گرفتار کرنے کے درپے ہوا ۔ اس کے اچھے اچھے آدمیوں کو اپنی طرف ملا لیا اور اس کی جماعت کو منتشر کر دیا ۔ اس کے بعد دو فرمان صادر ہوئے ۔ ایک جلال خاں

۱۔ لرور ، ریاست گوالیار سے ۴۴ میل کے فاصلے پر ایک قصبہ ہے ۔ امپیریل گزیٹیر (ہنٹر) جلد دہم ، ص ۲۷۷ (تاریخ خان جہانی ، ص ۲۰۲) ۔ (ق)

۲۔ قلعہ کی کھدائی کے لیے یہ اوزار انتخاب کیے گئے ہیں اصل الفاظ ، طرہ ، ساطور ، زاغ لول، اور بیل ہیں ۔ (ق)

کے گرفتار کرنے کے لیے جو ابراہیم خاں لوحانی ، سلیمان فرملی اور ملک علاء الدین جلوانی کو دیا گیا اور دوسرا میاں بھوہ کو جو وزیر تھا اور سعید خاں بن ذکو اور آدم کو دیا گیا ۔ امرائے مذکور نے حسب الحکم جلال خاں اور شیر خاں کو حراست میں لے لیا اور قلعہ اوتنکر گئے اور وہاں بند کر دیا گیا ۔

اس واقعہ کے بعد اہل قلعہ پانی نہ ہونے اور غلہ گراں ہونے کی وجہ سے بے حال ہو کر امان کے خواستگار ہوئے اور اپنا مال لے کر باہر نکل آئے ۔ سلطان نے بت خانوں کو ویران کرا کے مسجدیں بنوائیں اور عالموں اور طالب علموں کے وظیفے مقرر کیے اور وہاں ان کو متوطن کر دیا ۔ چھ ماہ تک قلعہ کے نزدیک قیام کیا ، اس دوران میں [۳۲۰] شہاب الدین پسر سلطان ناصر الدین والی مالوہ اپنے باپ سے رنجیدہ ہو کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ جب شہاب الدین سیری[1] کے قریب ، جو مالوہ کے مضافات میں ہے ، آیا ، تو سلطان نے گھوڑا اور خلعت روانہ کیا اور پیغام بھیجا کہ اگر چندیری کو جو مالوہ کے مفصلات میں سے ہے ، ہمارے سپرد کر دے ، تو اس کی مدد کی جائے اور سلطان ناصر الدین اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا ۔ اتفاق سے شہزادہ شہاب الدین چند وجوہ کی بنا پر مالوہ سے باہر نہیں آیا ۔ چنانچہ (سلاطین) مالوہ کے طبقے میں اس کا ذکر ہوگا ۔

سلطان سکندر چھبیس ماہ شعبان ۹۱۴ھ/۱۵۰۸ء کو قلعہ نرور سے کوچ کر کے اسی سال ماہ ذی قعدہ میں دریائے سپرہ کے کنارے پہنچا ۔ یہاں سلطان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ چونکہ قلعہ نرور نہایت مستحکم ہے ، لہذا اگر کسی مخالف کے قبضے میں آگیا ، تو اس کے قبضے سے نکالنا ناممکن ہو جائے گا ۔ اسی خیال کی بنا پر دوسرا قلعہ اس کے گرد بنوائے تاکہ غنیم کی اس تک رسائی نہ ہو سکے اور اس تشویش

۱- اس نام میں اختلاف ہے انگریزی مترجم نے ''سونی'' لکھا ہے ۔ تاریخ خان جہانی (ص ۲۰۵) میں سیرتی ہے جو ریاست گوالیار میں واقع ہے ۔ دیکھیے گزیٹیر آف دی ایسٹ انڈیا کمپنی (تھورنٹن ، جلد چہارم ، ص ۵۱۷) ۔ (ق)

سے مطمئن ہو کر قصبہ لہاہر[1] آیا ۔ وہاں ایک مہینہ قیام کیا ۔ اسی دوران میں قطب خاں لودی کی بیوی نعمت خاتون ، شہزادہ جلال خاں کے ساتھ آ کر سلطان کے لشکر میں پہنچی ، سلطان اس سے ملنے گیا اور اس کو دلاسا دیا ۔ چند روز کے بعد کالپی کی ولایت شاہزادہ جلال کی جاگیر میں دے دی ، اور ایک سو بیس گھوڑے ، پندرہ ہاتھی ، خلعت اور کچھ نقد رقم عنایت کی اور اس کو (نعمت) خاتون کے ساتھ کالپی کی طرف بھیج دیا ۔

بیت

مردی کن که مردی کردن
مرد آزاد را کند بنده

دسویں ماہ محرم ۹۱۵ھ/۱۵۰۹ء کو مقام لہاہر سے کوچ کر کے تھکات کے نواح میں پہنچا ۔ وہاں کے سرکشوں پر فوج تعینات کر دی ۔ اس علاقہ کو شرک و بغاوت سے پاک کیا اور جابجا تھانے قائم کیے ۔ خود دارالخلافت آگرہ میں قیام کیا ۔ اس موقع پر [۳۳۱] خبر ملی کہ احمد خاں پسر مبارک خاں لودی حاکم لکھنوتی (لکھنؤ) کفار کی صحبت میں مرتد ہو گیا اور دین اسلام سے پھر گیا[2] ۔ احمد خاں کے بھائی محمد خاں کے نام حکم صادر ہوا کہ اس کو قید کر کے ہمارے حضور میں روانہ کرو اور لکھنوتی (لکھنؤ) کی حکومت اس کے بھائی سعید خاں کے سپرد ہوئی ۔

اسی زمانے میں سلطان ناصر الدین مالوی کا نواسا محمد خاں اپنے نانا سے خائف ہو کر پناہ میں آ گیا ۔ چندیری کی ولایت اس کی جاگیر میں دے دی گئی اور شاہزادہ جلال خاں کو حکم دیا گیا کہ اس کا معاون و مددگار رہے تاکہ مالوہ کے لشکر سے اس کو کوئی ضرر نہ پہنچے ۔ اس

۱۔ اس نام میں بھی اختلاف ہے ، تاریخ خان جہانی (ص ۲۰۶) میں لکھا ہے موجودہ بہار ، لہاہر ہے جو ریاست گوالیار میں واقع ہے ۔ بحوالہ امپیریل گزیٹیر (ہنٹر) ، جلد ہشتم ، ص ۴۰۰ ۔ (ق)

۲۔ اس وقت کسی حاکم۔ وقت کا مرتد ہو جانا سمجھ میں نہیں آتا ۔ بدایونی اس واقعہ کا ذکر نہیں کرتا ہے ۔ (ق)

زمانے میں سلطان کو سیر و شکار کا شوق ہوا ۔ دھول پور کی طرف روانہ ہوا اور آگرہ سے دھول پور تک ہر منزل پر محل اور عمارت بنوائی ۔ چونکہ تقدیر یاوری کر رہی تھی ، لہذا عین شکار کی مشغولیت میں ایک مملکت اس کا شکار ہو گئی ۔

اس اختصار کی تفصیل یہ ہے کہ ناگور کے حاکم محمد خان کے رشتہ دار علی خان اور ابابکر نے محمد خان سے بغاوت کی اور طے کیا کہ اس کو کسی حیلے سے مار ڈالیں اور اس کے ملک پر قبضہ کر لیں ۔ اس کو ان کی مکاری کی اطلاع مل گئی اور اس نے ان پر دھاوا بولا ۔ وہ بھاگ کر سلطان کے پاس آئے ۔ محمد خان نے دوراندیشی سے کام لیا ۔ اپنے بھائیوں اور عزیزوں کی مخالفت اور ان کا بادشاہ عالی شان سے پناہ مانگنا ، یہ سب اس کی نظر میں تھا ، لہذا فوراً ایک پرخلوص عرضداشت بیش بہا تحفوں اور ہدیوں کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں بھیجی اور سلطان کا سکہ و خطبہ اپنے یہاں رائج کیا ۔ سلطان نے گھوڑا اور خلعت اس کو بھیجا اور دھول پور سے روانہ ہوکر آگرہ میں قیام کیا ۔ کچھ عرصہ عیش و عشرت میں گزارا ، باغوں کی سیر ، بزم آرائی اور عیش و عشرت کا ہنگامہ رہا ۔ یہ واضح رہے کہ اس کے دور حکومت میں آگرہ دارالحکومت ہوگیا[1] ۔

ایک عرصے کے بعد پھر دھول پور کو روانہ ہوا ۔ اس موقع پر میاں سلیمان پسر خانخانان خرملی سے فرمایا کہ اپنے لشکر کو لے کر اوتنکر کی طرف کہ جو سونی سوپر[2] کی سرحد ہے ، حسن خان نومسلم کی مدد کے لیے روانہ ہو کہ جس کا نام رائے دوانگر تھا [۳۳۲] اسی (میاں سلیمان) نے عذر کیا اور کہا کہ میں حضور کے پاس سے کبھی نہیں جاؤں گا ۔ سلطان اس جواب سے ناراض ہوگیا اور اس کو حکم دیا کہ ہماری خدمات سے علیحدہ ہو جاؤ اور آج رات سے صبح تک اپنا مال و اسباب ، جو تو لے جا سکتا ہے ، لے کر لشکر سے نکل جا اور جو نہیں

۱- تاریخ خان جہانی (ص ۱۹۴ - ۱۹۶) میں ہے کہ شہر آگرہ کو ۹۱۱ھ میں دارالحکومت بنایا اور شہر کی تعمیر کی گئی - (ق)

۲- اس نام میں خاصا اختلاف ہے تفصیل کے لیے دیکھیے تاریخ خان جہانی ص ۲۰۹ - (ق)

بے جا سکتا اس کو عوام لوٹ لیں گے ۔ اندری کا پرگنہ اس کی معاش میں مقرر کر دیا اور وہ جا کر اس قصبے میں رہنے لگا ۔

اس زمانے میں چندیری کا حاکم بہجت خاں جو اپنے باپ دادا کے وقت سے شاہان مالوہ کا مطیع تھا ، سلطان محمود مالوی کی کمزوری اور اس کی حکومت کی بدانتظامی کی وجہ سے سلطان کے حضور میں تحفے روانہ کر کے اس کا متوسل ہو گیا ۔ سلطان نے عماد الملک بد رکو جس کا نام احمد خاں[1] تھا ، چندیری کی طرف بھیجا تاکہ بہجت خاں سے مل کر چندیری اور اس کے حدود میں سلطان کا خطبہ پڑھوائے ۔ اس کے بعد سلطان نے دھول پور سے واپسی کر دی اور آگرہ آ گیا اور بہجت خاں کی اطاعت قبول کر لینے کا مژدہ اور چندیری میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی اطلاع اور نئی فتح حاصل ہونے کی خبر شاہی فرامین کے ذریعہ اپنی حکومت میں ہر طرف بھیج دی ۔

اس موقع پر بعض امراء کی جاگیروں میں ملکی مصلحت کی بنا پر تغیر و تبدیل کر دیا ۔ ولایت اٹاوہ سے بھیکن خاں پسر عالم خاں لودی کو تبدیل کر کے اس کے چھوٹے بھائی خضر خاں کو تعینات کیا ۔ اسی طرح خواجہ محمد عماد فرملی کی جاگیر پر اس کا بھائی خواجہ محمد مقرر ہوا اور دوسرے امراء کی جاگیریں بھی اس طرح تبدیل کر دی گئیں ۔ اس کے بعد سعید خاں پسر مبارک خاں لودی ، شیخ جمال پسر عثمان فرملی ، رائے جگرسین کچھواہہ ، خضر خاں اور خواجہ احمد کو چندیری میں مقرر کیا ۔ ان لوگوں نے اس ولایت پر قبضہ کیا اور پورا غلبہ حاصل کر لیا اور سلطان کے حکم کے مطابق شاہزادہ محمد خاں کو جو سلطان ناصر الدین مالوی کا پوتا تھا ، شہر بند کر کے اس کی سلطنت جس طرح تھی ، [۳۳۳] اس کے پاس رہنے دی ، لیکن خود صاحب اختیار رہے ۔ چونکہ بہجت خاں نے اس معاملے کو سمجھ لیا تھا ، لہذا اس جانب اپنا رخ کرنا مناسب نہ سمجھا اور سلطان کی خدمت میں آیا ۔

اس موقع پر حسین خاں فرملی حاکم قصبہ سارن سے سلطان ناراض

۱- در فرشتہ (ص ۱ : ۱۸۰) احمد ۔ (ق)

ہو گیا اور حکمت عملی سے حاجی مبارک کو اس طرف بھیجا اور حسین خاں کے لشکر کو اپنی طرف راغب کیا اور اس کے قید کرنے کی تدبیر کی ۔ وہ خبردار ہو گیا اور چند مخصوص آدمیوں کے ساتھ لکھنوتی چلا گیا اور سلطان علاء الدین والیٔ بنگالہ کے پاس پناہ لی ۔

اس زمانے میں علی خاں لاگوری نے جو صوبہ موی سوبر میں تعینات تھا ۔ شاہزادہ دولت خاں سے جو رنتھنبور کا حاکم اور سلطان محمود مانوی کا محکوم تھا ، موافقت ، یک جہتی اور بھائی چارے کے عہد و پیمان کیے اور اس کو حسن سلوک سے سلطان کی اطاعت کے لیے تیار کیا اور طے پایا کہ رنتھنبور کا قلعہ سلطان کو دے دے ۔ علی خاں نے اس معاملے کے متعلق سلطان کی خدمت میں عرضداشت بھیجی ۔ سلطان اس مژدہ سے خوش ہوا اور اس طرف کا ارادہ کیا ، کوچ بر کوچ کرتا ہوا دانش کے نواح میں پہنچا اور چار مہینے تک اس نواح میں سیر و شکار اور عظام و شیوخ سے ملاقات میں مصروف رہا ، خصوصاً سید نعمت اللہ اور شیخ عبداللہ حسینی[۲] کی صحبت میں جو کشف اور خیرق عادات میں مشہور تھے ، وقت گزارا ۔

بیت

زر استاں مگر ز آنکہ گاہ سنجیدن
شود ز قرب ترازو بزر مقابل سنگ

مختصر یہ کہ شہزادہ دولت خاں اور اس کی ماں کو جو قلعہ رنتھنبور در با اختیار تھی ، بہت سے وعدے کر کے ایسا فریفتہ کیا کہ شہزادہ نہایت عجلت کے ساتھ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔ سلطان کے حکم کے مطابق تمام امراء نے اس کا استقبال کیا ۔ اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ سلطان کے حضور میں لائے ۔ سلطان نے اس کو بیٹوں کی طرح نوازا ۔ خاص خلعت ، چند گھوڑے اور چند ہاتھی اس کو عنایت کیے ۔ اقرار کے مطابق اس نے قلعہ رنتھنبور سلطان کے سپرد کرنا چاہا ، اتفاق

۱- دیکھیے گلزار ابرار ، ص ۱۶۷ ۔
۲- در تاریخ فرشتہ (ص ۱ : ۱۸۶) شیخ حسینی ۔

علی خاں نے [۳۳۴] منافقانہ طریقے پر شاہزادہ دولت خاں کو ورغلایا کہ رنتھنبور کا قلعہ نہ دے اور عہد شکنی کے لیے دلیر کر دیا ۔ شہزادے نے قلعے کے سپرد کرنے میں سستی دکھائی ۔ سلطان علی خاں کی منافقت سے واقف ہو گیا ۔ سوی سوبر کی ولایت سے اس کو علیحدہ کر دیا اور اس کے بھائی ابابکر کو اس پر تعینات کر دیا ۔ اپنی بردباری اور کرم کی وجہ سے علی خاں کے ساتھ کوئی اور برتاؤ نہیں کیا ۔ رنتھنبور کے شاہزادے سے بھی نہ مخاطب ہوا ، نہ اس پر کوئی عتاب کیا ۔

جب سلطان نے بیانہ اور اس کے حدود کی جانب سے اطمینان حاصل کر لیا ، تو تھنکر کی طرف روانہ ہوا ۔ وہاں سے قصبہ باری پہنچا اور اس پرگنے کو مبارک خاں کے لڑکے سے لے کر شیخ زادہ مکن کے سپرد کر دیا اور دھول پور چلا گیا ۔ دھول پور سے دارالخلافہ آگرہ میں آ گیا اور قدیم عادت کے مطابق اطراف و جوانب میں فرمان جاری کر دیے اور بہت سے امراء کو سرحد (کے علاقوں) سے طلب کر لیا ۔ چونکہ عمر کو وفا اور ملک کو بقا نہیں ہے ، اس موقع پر سلطان علیل ہو گیا ۔ وہ غیرت کی وجہ سے چاہتا تھا کہ اظہار ضعف نہ ہونے پائے ۔ اسی حالت میں دربار کرتا اور سوار ہوتا تھا ، حتیٰ کہ سانس کی آمد و رفت میں بھی دقت ہوتی تھی ۔

بیت

ساقیانند دریں بزم بداں بے رحمی
کہ چو ہنگامۂ طرب جام فرور گیرند
کاسۂ عشرت ز گل خاکِ سکندر سازند
بادۂ عیش ز خون دل سنجر گیرند

اتوار کے دن ساتویں[1] ماہ ذی قعدہ ۹۲۳ھ جنوری ۱۵۱۸ء کو

۱- فرشتہ (ص ۱ : ۱۸۶) ، داؤدی (ص ۸۱) ، تاریخ خاں جہانی (ص ۲۱۱) اور تاریخ شاہی میں ہفتم ماہ ذی قعدہ ۹۲۳ھ دیا ہے ۔ بدایونی (اردو ترجمہ ، ص ۱۲۸) میں ۱۷ ذی قعدہ ۹۲۳ھ لکھا ہے ۔ بدایونی نے ''جنات الفردوس نزلاً'' سے تاریخ وفات نکالی ہے ۔

(سلطان سکندر) نے انتقال کیا :

بیت

سکندر شہ وقت کشور نماند
نماند کسے چوں سکندر نماند

اس کی سلطنت کی مدت اٹھائیس سال پانچ ماہ رہی[1] ۔

چونکہ بعض تاریخوں میں سلطان سکندر کے مناقب و مفاخر حد سے زیادہ بیان کیے گئے ہیں جن کو مبالغہ و اغراق کہنا بے جا نہ ہوگا ، اس لیے جن کو صحیح سمجھا گیا ہے ، وہ یہاں تحریر کیے جائیں گے ۔

کہتے ہیں کہ سلطان سکندر حسن ظاہری سے آراستہ اور کمالات معنوی سے پیراستہ تھا ۔ اس کی حکومت کے زمانے میں نہایت ارزانی رہی ۔ ملک میں امن و امان تھا ۔ سلطان ہر روز دربار عام کیا کرتا اور ہر شخص کی فریاد سنتا ۔ کبھی صبح سے شام تک بلکہ سوتے وقت تک معاملات طے کیا کرتا ۔ پانچوں وقت کی نماز ایک مرتبہ میں ادا کرتا تھا ۔ اس کے دور حکومت میں ہندوستان کے زمینداروں کا ظلم ختم ہو گیا تھا اور سب مطیع و فرمانبردار ہو گئے تھے ۔ اس کی نظر میں قوی و ضعیف یکساں تھے ، وہ معاملات میں انصاف کیا کرتا اور نفسانی خواہش کا زیادہ مطیع نہ تھا ۔ نہایت خدا ترس اور رحم دل تھا ۔ کہتے ہیں کہ ایک روز اپنے بھائی ، باربک شاہ سے لڑ رہا تھا ۔ جنگ کے دوران میں ایک قلندر آ گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تیری فتح ہوگی ۔ سلطان نے کراہیت کے

۱۔ دہلی میں سکندر لودی کا مقبرہ ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مقبرہ ابراہیم لودی نے تعمیر کرایا ہے ملاحظہ ہو :
(۱) آثارالصنادید (کراچی ایڈیشن) ، ص ۱۱۷ - ۱۱۸ ۔
(۲) آثارالصنادید (دہلی ایڈیشن) ، ص ۲۲۶ ۔
(۳) واقعات دارالحکومت دہلی ، ۳ : ۵۵ - ۵۷ ۔
List of Muhammadan and Hindu Monuments Vol. III. pp. 37-39.

ساتھ اس سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ درویش نے کہا کہ میں نے تم کو نیک فال بتائی اور میں تم کو فتح کی بشارت دیتا ہوں ، تم نے کس وجہ سے ہاتھ کھینچ لیا۔ سلطان نے جواب دیا کہ جب مسلمانوں کے دو گروہوں میں جنگ ہو تو ایک جانب حکم نہیں لگانا چاہیے ، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ جس میں اسلام کی بھلائی ہو وہ ہونا چاہیے اور جس کی فتح میں مخلوق کی بہتری ہو ، وہ خدا سے طلب کرنا چاہیے۔

ہر سال دو مرتبہ مملکت کے فقراء اور مساکین کو حکم دیا جاتا کہ اپنے حالات مفصل لکھ کر لائیں اور ہر شخص چھ ماہ کے اخراجات کے لائق پاتا اور جو کوئی ملازمت کے لیے حاضر ہوتا ، اس کے باپ دادا کے نسب کے متعلق تحقیقات کرتا اور اس کی حیثیت کے لائق جگہ دیتا۔ گھوڑا اور ساز و سامان کے دیکھے بغیر جاگیر دے دیتا اور کہتا کہ جاگیر سے اپنا سامان فراہم کر لے۔

اسلام کے معاملے میں اس درجہ راسخ العقیدہ تھا کہ افراط کی حد کو پہنچ گیا تھا۔ کافروں کی تمام عبادت گاہوں کو منہدم اور بالکل بے نشان کرا دیا ، متھرا اور ان مقامات میں ، جہاں ہندو اشنان کرتے تھے ، سرائے ، بازار ، مسجدیں اور مدرسے [۳۳۶] بنوائے اور آدمی مقرر کر دیے تھے اور وہ کسی کو اشنان کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اگر متھرا میں کوئی ہندو داڑھی یا سر منڈواتا ، تو حجام اس کی داڑھی یا سر کو ہاتھ نہ لگاتا۔ کفار کی رسموں کو اعلانیہ بند کر دیا تھا۔ سالار مسعود[۱] کا نیزہ جو ہر سال (بہرائچ) جایا کرتا تھا وہ ممنوع قرار دے دیا اور عورتوں کو مزارات پر جانے کی ممانعت کر دی۔

بچپن میں جب شاہزادگی کا زمانہ تھا ، اس نے سنا کہ تھانیسر[۲] میں ایک حوض ہے جہاں ہندو جمع ہو کر غسل (اشنان) کرتے ہیں۔ اس نے علماء سے دریافت کیا کہ اس معاملے میں شرع کا کیا حکم ہے۔ انھوں نے کہا کہ پرانے بت خانوں کو ویران کرنا جائز نہیں ہے اور

۱۔ سالار مسعود غازی۔

۲۔ تھانیسر۔

جس حوض پر پرانے زمانے سے غسل (اشنان) کا ایک معمول قائم ہوگیا ہے ، اس کو روکنا آپ کے ذمے نہیں ہے - شہزادے نے خنجر نکال کر اس عالم (کے مارنے) کا ارادہ کیا اور کہا کہ کفار کی طرف داری کرتا ہے - اس بزرگ نے جواب دیا کہ جو کچھ شرع میں ہے وہ عرض کرتا ہوں اور صحیح بات کہنے میں مجھے خوف نہیں ہے - شہزادہ (یہ سن کر) مطمئن ہو گیا -

القصہ اس نے تمام شہروں میں مسجدوں میں قاری ، خطیب اور جاروب کش مقرر کر دیے تھے اور ان کے وظیفے جاری کر دیے تھے - سردیوں کے موسم میں وہ فقراء کو کپڑے اور شال تقسیم کیا کرتا تھا اور ہر جمعہ کو شہر کے فقراء کو نقدی بانٹی جاتی تھی جس کو "جمعگی" کہتا تھا - روزانہ پکا ہوا کھانا اور کچی جنس شہر میں چند مقامات پر تقسیم کرایا کرتا اور روزانہ ، جمعہ کو اور سال میں دو مرتبہ اپنی تمام مملکت میں فقراء کے لیے تقسیم مخصوص تھی اور متبرک دنوں مثلاً رمضان ، عاشورہ ، فتوحات یا کامیابی کے دوسرے موقعوں پر فقیروں اور درویشوں کو خوش کر دیا کرتا تھا -

بیت

اگر بایدت شوکت سروری
دل زبردستاں بدست آوری

علم کا رواج تھا - امراء کے لڑکوں سے لے کر سپاہیوں تک (کے بچے) سب فضائل کے حاصل کرنے میں متوجہ رہتے تھے اور لوگ مناسب رقوم اپنے مال سے نکال کر شرع کے مطابق فقراء اور مستحقین کو دیا کرتے تھے -

منقول ہے کہ جب سلطان بہلول کا انتقال ہوگیا اور سکندر کو [۳۴۷] سلطنت کے لیے بلایا گیا ، تو اس نے جانے کا ارادہ کیا ، جس روز وہ دہلی سے باہر جا رہا تھا ، تو شیخ سماء الدین کے حضور میں کہ جو اس زمانے کے بزرگ تھے ، التماس فاتحہ کے لیے گیا اور کہا کہ میں "میزان

صرف" کتاب آپ سے پڑھنی چاہتا ہوں اور شروع کر دی ۔ جب استاد (شیخ بہاء الدینؒ) نے کہا کہ "بداں اسعدک اللہ تعالٰی فی الدارین" سلطان نے کہا : پھر فرمائیے ، یہاں تک کہ تین مرتبہ کہلوایا ۔ اس بزرگ کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور اس دعا کو نیک فال سمجھ کر چل دیا ۔

بیت

حدیث اہل فنا ترجمانِ تقدیرست
بود ضمیر در ایشان شبیہہ لوح و قلم
سعادت ازلی در وفاق شان مضمر
شقاوت ابدی در نفاق شان مدغم

جو امراء اور دولت مند ، محتاج اور فقیروں کو وظیفہ اور مدد معاش مقرر کرتے تھے ، وہ سلطان کی نظر میں معزز و معتبر ہوتے ۔ وہ کہا کرتا تھا کہ بھلائی کی جو بنیاد رکھ دی ہے اس میں کمی نہیں کرنی چاہیے ۔

رعایا اور سپاہیوں کے حالات سے اس درجہ باخبر رہا کرتا کہ لوگوں کے گھر کی خبریں بھی اس کو پہنچ جاتی تھیں ۔ کبھی کبھی لوگ تنہائی میں جا کر اس کو اطلاع کر دیتے تھے ۔ عام طور پر لوگوں کا یہ خیال تھا کہ سلطان کے پاس جن آتا ہے اور وہ غائبانہ باتوں کی خبر دے جاتا ہے ۔

کہتے ہیں کہ جب وہ کہیں لشکر کو بھیجتا تھا ، تو روزانہ دو فرمان لشکر کے پاس پہنچتے تھے ۔ ایک صبح کے وقت پہنچتا کہ کوچ کرکے فلاں مقام پر منزل کرنا اور ایک ظہر کے وقت اور دن کے آخری حصے میں پہنچتا کہ ایسا ایسا کیا جائے اور کبھی اس قاعدے کی خلاف ورزی نہیں ہوتی تھی۔ ڈاک چوکی کے گھوڑے ہمیشہ راستے میں مستعد رہتے ۔ سرحد کے جن امراء کے نام فرمان صادر ہوتا تھا ، وہ دو تین کوس سے استقبال کے لیے جاتے اور جو شخص فرمان لاتا تھا ، اس کے لیے چبوترہ بنایا جاتا تھا ، وہ اس پر کھڑا ہوتا اور جس شخص [۲۳۸] کے نام فرمان

جاری ہوتا ، وہ چبوترے کے نیچے کھڑا ہوتا ۔ وہ دونوں ہاتھوں سے فرمان لے کر سر پر رکھتا اور اگر یہ حکم ہوتا کہ فلاں مقام پر پڑھا جائے ، تو اس جگہ پڑھا جاتا اور اگر حکم ہوتا کہ مسجد میں منبر پر پڑھا جائے تو ایسا ہی کیا جاتا اگر کوئی مخصوص شخص مخاطب ہوتا ، تو خاص طور سے اس کو تحریر کیا جاتا تھا اور مخفی طور سے پڑھا جاتا تھا ۔

روزانہ لرخے کا روزنامچہ اور پرگنوں اور علاقوں کی اطلاعیں اس کے پاس پہنچتی تھیں ۔ اگر اصل واقعہ میں سرمو فرق ہوتا ، تو فوراً اس کی تحقیقات کا حکم دیتا اور تدارک کرتا ۔ لوگوں کی مخالفت کو بروقت ختم کرتا اور ملکی معاملات میں مصروف رہتا اور رفاہ عام کا خیال رکھنا اس کا معمول تھا ۔

اس کی ذہانت و ذکاوت کے متعلق عجیب عجیب باتیں مذکور ہیں ۔ ان میں سے جو درست معلوم ہوتی ہیں اور جن میں مبالغہ و اغراق نہیں ہوتا ، ان کو (یہاں) تحریر کیا جاتا ہے ۔

ایک مرتبہ گوالیار کے رہنے والے دو بھائی فاقہ کشی سے پریشان ہو کر اس لشکر کے ساتھ ہو گئے جو اس ملک پر تعینات کیا گیا تھا ۔ لوٹ مار کے وقت کچھ دولت ، چند رنگین کپڑے اور دو عدد قیمتی لعل ان کے ہاتھ آئے ۔ ان میں ایک نے کہا کہ ہمارا مدعا حاصل ہو گیا ہے ، اب کیوں ذلت اٹھائیں ، گھر چلیں اور اطمینان سے رہیں ۔ دوسرے نے کہا کہ اے بھائی کہ جب ہم کو پہلی مرتبہ یہ چیزیں ملیں ، تو ممکن ہے کہ دوبارہ پھر کچھ ملے ، اس لیے میں اب کہیں نہیں جاؤں گا ۔ مال غنیمت تقسیم کر لیا گیا ۔ بڑے بھائی نے اپنا حصہ بھی اس کو دے دیا کہ وہ اس کی بیوی کو دے دے ۔ اس شخص نے اپنے گھر آ کر اس لعل کے علاوہ سارا مال غنیمت اپنی بھاوج کو دے دیا ۔ دو سال کے بعد جب اس کا بھائی آیا اور دریافت کیا ، تو اس مال میں لعل نہیں تھا ۔ بھائی نے پوچھا کہ لعل کا کیا ہوا ، تو اس نے جواب دیا کہ تمھاری بیوی کو دے دیا تھا ۔ اس نے کہا کہ وہ کہتی ہے کہ مجھے نہیں ملا ۔ اس نے کہا کہ جھوٹ بولتی ہے ، اس کو کچھ سزا دینی چاہیے ۔ [۳۲۹] اس مرد نے اپنی (بڑھیا) عورت کو سزا دی ۔ عورت نے کہا کہ آج کی

رات کی مہلت دے دے ۔ صبح کو حاضر کر دوں گی ۔ وہ صبح کے وقت میاں بھوہ کے مکان پر گئی جو بڑے امیر اور سلطان سکندر کی طرف سے میر عدل تھے ۔ اس عورت نے عرض حال کیا ۔ میاں بھوہ نے اس کے شوہر کو اس کے بھائی کے ہمراہ بلا کر دریافت کرنا شروع کیا ۔ اس کے شوہر کے بھائی (دیور) نے کہا کہ میں نے لعل اس کو دے دیا تھا ۔ میاں نے کہا کہ تیرے پاس کوئی گواہ ہے ۔ اس نے کہا کہ ہاں ! پوچھا کتنے گواہ ہیں ، جواب دیا کہ دو برہمن ہیں ۔ حکم دیا کہ ان کو حاضر کرو ۔ وہ شخص قمار خانہ میں گیا اور دو جواریوں کو لباس فاخرہ پہنا کر عدالت میں لایا اور کچھ روپیہ دے کر ان کو سکھا دیا کہ اس طرح سے گواہی دینا ۔ جب انھوں نے گواہی دے دی ، تو میاں بھوہ نے اس عورت کے شوہر سے کہا کہ جا اور جس سختی سے بھی وصول کر سکتا ہے ، (لعل) اس عورت سے وصول کر ، عورت عدالت سے باہر نکل کر سلطان کے دربار میں پہنچی اور انصاف کی درخواست کی ۔ سلطان نے اس عورت کو بلایا اور حالات دریافت کیے ۔ اس عورت نے سب کچھ بیان کر دیا ۔ سلطان نے کہا کہ میاں بھوہ کے پاس کیوں نہ گئی ۔ اس نے کہا کہ میں گئی تھی ، مگر جیسا چاہیے تھا ، انھوں نے معاملے کی پیروی نہ کی ۔ سلطان کے حکم پر سب کو حاضر کیا گیا ۔ سلطان نے ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بلایا ۔ ان دونوں بھائیوں کے ہاتھوں میں علیحدہ علیحدہ تھوڑا سا موم دے دیا کہ اس لعل کی شکل بنا دیں اور گواہوں کو بھی علیحدہ علیحدہ بلا کر موم دیا گیا ۔ ان میں سے بھی ہر ایک نے مختلف صورت بنائی سب کو رکھ کر اس عورت کو بلایا اور اس سے بھی کہا کہ تو بھی اس لعل کی شکل بنا دے ۔ عورت نے کہا کہ میں نے اس کو دیکھا تک نہیں ، کس طرح اس کی شکل بناؤں ۔ اس سے بہت کہا گیا ، مگر اس نے قبول نہ کیا ۔ پھر میاں بھوہ سے خطاب کیا اور گواہوں سے کہا کہ اگر صحیح بیان دو گے ، تو تمھاری جانیں بخش دی جائیں گی اور اگر جھوٹ بولو گے ، تو قتل کر دیے جاؤ گے ۔ انھوں نے صحیح صحیح بیانات دے دیے ۔ اس عورت کے شوہر کے بھائی کو بھی بلا کر سختی کی ۔ اس نے بھی بیان صحیح کر دیا ۔ وہ ضعیفہ اس الزام سے بری ہو گئی ۔ اس سے بادشاہ کی انتہائی فراست و ذہانت ظہور میں آئی ۔ [۳۰]

(سلطان سکندر) فارسی کے اشعار سلیس اور رواں کہا کرتا تھا اور گل رخی تخلص تھا ۔ شیخ جمال کنبو اس کا مصاحب اور ہم زبان تھا ۔ یہ اشعار بہ سلسلۂ یادگار تحریر ہیں :

بیت

مارا زخاک کویت پیراہنیست برتن
آن ہم ز آب دیدہ صد چاک تابد امن
مرا زر تیر ہائے او پر از پر گشت ہر پہلو
کنوں پرواز خواہم کرد سوئے آن کماں ابرو

مشہور ہے کہ ایک مرتبہ سکندر نماز پڑھنے کے بعد وظیفہ پڑھ رہا تھا ۔ خواجہ سرا وہاں حاضر تھا ۔ سلطان نے اشارہ کیا کہ ''بلا ! خواجہ سرا نے اس کو نہ سمجھا ۔ باہر چلا گیا اور میاں بھوہ سے جا کر کہا کہ سلطان وظیفہ پڑھ رہا ہے اس نے اشارہ کیا کہ بلا ! میں اس سے یہ دریافت نہ کر سکا کہ کس کو بلاؤں ۔ میاں بھوہ نے دریافت کیا کہ سلطان کا منہ کس طرف تھا اور کس چیز کو دیکھ رہا تھا ۔ اس نے کہا کہ جو نئی عمارت تیار ہوئی ہے ، اس کے دروازے کی طرف منہ تھا ۔ اس نے کہا کہ گل کار اور بڑھئی کو بلایا ہے ، لے جا ۔ جب خواجہ سرا بڑھئی اور گل کار کو لے گیا ، تو سلطان نے اس بات کو اس کی عقل سے بالاتر سمجھا ۔ اس سے دریافت کیا کہ تو نے کس طرح معلوم کیا کہ میں نے ان لوگوں کو بلایا ہے ۔ اس نے کہا کہ (مجھے) میاں بھوہ نے بتایا ہے سلطان کا عقیدہ میاں بھوہ کی عقل و فہم کے متعلق کچھ اور زیادہ ہو گیا ۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ سلطان سکندر نے میاں بھوہ سے جو ، میر عدل اور سلطان کے وزیر تھے ، کہا کہ چونکہ ملک میں رشوت ستانی کا رواج ہو گیا ہے جو رعایا کی تباہی کا سبب ہے ، لہذا اس وجہ سے میں بہت متفکر ہوں ۔ اگر کوئی تدبیر تمھاری سمجھ میں آئے ، تو بتاؤ ۔ میاں بھوہ نے عرض کیا کہ رشوت کے دور کرنے کی صرف ایک ترکیب ہے اور وہ یہ کہ جریب کا ایک سرا حضور اپنے ہاتھ میں لیں اور ایک سرا مجھے دیں ، کبھی رشوت باقی نہیں رہ سکتی ، ورنہ جس کسی کو یہ

خدمت دی جائے گی تاوقتیکہ وہ طمع کو نہ چھوڑ دے ، رشوت دور نہیں ہو سکتی ۔

ذکر سلطان ابراہیم بن سلطان سکندر لودی

جب سلطان سکندر کا انتقال ہو گیا ، تو اراکین جلیل القدر اور امرائے ذیشان کی رائے سے اس کا بڑا لڑکا سلطان ابراہیم جو عقل و فراست اور شجاعت و اخلاق حمیدہ میں مشہور و معروف تھا ، تخت سلطنت پر بیٹھا ، لیکن لشکر کے اکثر سردار بالخصوص منافقین جو ہمیشہ جنگ و جدل کے خواہش مند رہتے ہیں ، اپنی مہمات کے انتظام کی مصلحت ، نوکری و سپاہ گری کے رونق و رواج اور فوج و لشکر کی ہنگامہ آرائی کی وجہ سے اس میں کوشاں رہتے ہیں کہ ملک میں حاکم وقت اور فرمالروا کا تسلط مکمل نہ ہونے پائے اور اس کو انتہائی غلبہ نہ حاصل ہو سکے ۔ اس بنا پر یہ[1] طے کیا کہ سلطان ابراہیم تخت دہلی پر جلوہ گر رہے اور اس کی حکومت کی حد جونپور کی سلطنت کی حد سے علیحدہ رہے جونپور کی مسند سلطنت پر شاہزادہ جلال خاں جلوہ گر رہے اور اس طرف کے ممالک اس کی قلمرو میں رہیں ، لیکن یہ نہیں جانتے کہ بادشاہی میں شرکت نہیں ہوا کرتی اور ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں :

بیت

دو جاں ہرگز بہ یک پیکر نہ گنجد
دو فرماندہ بیک کشور نہ گنجد

مختصر یہ کہ شاہزادہ جلال خاں جونپور کے امراء اور جاگیر داروں کے ہمراہ جونپور کی طرف روانہ ہوا اور ان ممالک کی سلطنت پر قابض ہو گیا اور فتح خاں ابن اعظم خاں ہمایوں شروانی کو اپنا وکیل اور پیشوا بنا لیا ۔

۱۔ تاریخ فرشتہ ، (ص ۱ : ۱۸۸) لکھتا ہے کہ ابراہیم نے پٹھانوں پر اٹھنے نشست و برخاست کے لئے قواعد و ضوابط جاری کیے اور ان کو نوکر گردانا ۔ (ق)

[۳۴۲] اسی دوران میں راپری سے خاں جہاں نوحانی سلطان ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا اور وکیلوں اور وزیروں کو بُرا بھلا کہنے لگا کہ سلطنت و حکومت کے کام میں کسی کی شرکت سخت ترین غلطی اور خطا ہے اور یہ بات (قبول کرنا) عقل سے بعید ہے ۔ بالآخر ارکان دولت نے اس کی تلافی کرنی چاہی اور طے کیا کہ ابھی تک شاہزادہ جلال خاں کا پورا تسلط نہیں ہونے پایا ہے ، اس کو دہلی بلا لینا چاہیے ۔ شہزادے کو بلانے کے لیے ہیبت خاں گرگ انداز کو بھیجا اور نہایت اعزاز و تسکین آمیز فرمان جاری ہوا کہ مصلحت یہی ہے کہ تم فوراً تنہا یلغار کرتے ہوئے دہلی آ جاؤ ۔ جب ہیبت خاں شاہزادے کے پاس پہنچا ، تو ہرچند کہ اس نے فریب تملق اور چاپلوسی کی گفتگو کی ، لیکن شاہزادہ اس کے مکر و عذر سے اور بھی محتاط رہا اور واپسی پر رضا مند نہ ہوا اور نہایت نرمی سے ان باتوں کے جواب دیے اور خوش اسلوبی سے ٹالدیا ۔ ہیبت خاں نے آ کر یہ بات سلطان سے بیان کی ۔ سلطان نے شیخ زادہ محمد پسر شیخ سعید فرملی ، ملک اسماعیل پسر ملک علاء الدین جلوانی اور قاضی مجد الدین[1] حجاب کو شاہزادے کے بلانے کے لیے بھیجا ۔ ان سب کا جادو بھی اس پر نہ چلا اور شاہزادے نے واپسی کا ارادہ نہ کیا ۔

اس کے بعد زمانہ کے عقلاء و حکماء کی رائے سے ان حدود کے امراء اور حکام کو فرمان بھیجے گئے ۔ ہر شخص کے مرتبے کے لحاظ سے مضمون تلطف ، رمز اور اشارے علیحدہ علیحدہ لکھے گئے ۔ ہر مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ شہزادے کی موافقت و اطاعت سے انحراف و اجتناب کرو اور اس کے پاس نہ جاؤ اور اس کی ملازمت و خدمت اختیار نہ کرو ۔ اس نواح کے بعض صاحب جمعیت امراء کہ جو تیس تیس ، چالیس چالیس ہزار نوکر (سپاہی) رکھتے تھے ، مثلاً دریا خاں نوحانی حاکم ولایت بہار ، نصیر خاں حاکم غازی پور ، شیخ زادہ محمد فرملی حاکم اودھ و لکھنؤ وغیرہ ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک معتبر [۳۴۳] رازدار شخص علیحدہ علیحدہ خاص خلعت ، گھوڑا اور دوسرے انعامات لے کر بھیجا گیا ۔ جب اس

۱- تاریخ خاں جہانی ، (ص ۲۳۳) میں حمید الدین اور بعض خطی نسخوں میں جمال الدین ہے ۔ (ق)

قسم کے فرامین اس جماعت کے پاس پہنچے ، تو سب نے شہزادے کی اطاعت چھوڑ دی اور مخالفت پر آمادہ ہو گئے ۔

اس وقت سلطان نے مرصع تخت ، نفیس جواہرات سے آراستہ دیوان خانے میں رکھوایا اور جمعہ کے روز پندرھویں ماہ ذی الحجہ ۹۲۳ھ/ ۱۵۱۸ء کو اس تخت پر جلوس کیا اور دربار عالی منعقد کیا ، تمام رعایا کو آنے کی اجازت دی گئی ۔ سارے درباری ملازمین ، اراکین سلطنت اور فوجیوں وغیرہ کو ان کے مرتبے کے مطابق خلعت ، کمر شمشیر ، کمر خنجر ، گھوڑے ، ہاتھی ، منصب ، خطاب اور جاگیریں مرحمت فرمائیں :

بیت

اگر بایدت دولت و عز و ناز
باحسان دل دوستان صید ساز
ازاں یافت کاوس بر خصم دست
کہ چوں رستمے داشت فرمان پرست
سپہ را بہ احسان قوی کن بجنگ
کہ از جنگ مرد افگن افتد پلنگ

از سر نو حلقہ غلامی ان کے کانوں میں ڈالے اور پھر سے ان کو استمالات و عنایات سے ممنون کیا ۔ ہر خاص و عام کو خوش و خرم کر دیا ۔ فقراء و مساکین کے لیے خیرات کے دروازے کھول دیے ۔ اماموں کی مدد معاش ، وظیفوں اور تنخواہوں میں اضافے کر دیے ۔ گوشہ نشیں و متوکل حضرات کو نذرانے اور تحفے بھیجے اور سلطنت و جہانداری کے کاموں کو تازہ رونق بخشی اور ملکی کام از سر نو پائدار اور مضبوط ہو گئے ۔

جب شہزادے جلال خاں نے یہ انتظامات دیکھے اور ان حدود کے امراء کی مخالفت کا ان کو یقین ہو گیا ، تو وہ وہاں سے کالپی چلا گیا اور اس نے سوچا کہ سلطان ابراہیم کے ساتھ نرمی و زمانہ سازی کا وقت نہیں رہا ، لہٰذا کھلم کھلا مخالفت شروع کر دی ۔ جو لوگ اس سے متفق تھے ، [۳۴۴] ان سے مشورہ کیا اور جونپور کی حکومت کو نظر انداز کر کے کالپی میں استقلال کے ساتھ قیام کیا ۔ اپنے نام کا خطبہ و سکہ چلایا اور سلطان جلال الدین کے خطاب سے مخاطب ہوا[1] ۔

نوکروں اور سپاہیوں کا انتظام ، توپ خانہ اور فوج کی درستی اور نواحی پرگنوں کے زمینداروں اور راجاؤں کی تسلی میں مشغول ہوا ۔ جب اس نے قوت و عظمت حاصل کر لی ، تو اعظم ہمایوں شروانی کے پاس پہنچا ۔ جو ایک بڑا لشکر لے کر کالنجر[1] کے قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے تھا لوگوں کو اس کے پاس بھیجا اور پیغام روانہ کیا کہ تو میرے باپ اور چچا کی جگہ ہے اورخود جانتا ہے کہ میری کوئی خطا نہیں ہے ۔ عہد شکنی سلطان ابراہیم کی طرف سے ہوئی ہے اور جو کچھ جزوی حکومت اور مال میرے ترکے میں تجویز کیا تھا ، اس کی طرف سے اپنی نظر پھیری اور موافقت ترک کر دی اور صلۂ رحم کی بھی پروا نہ کی ۔ تم کو چاہیے کہ حق تلفی نہ ہونے دو اور مظلوم کی اعانت کرو ۔ حقیقت میں اعظم ہمایوں ، سلطان ابراہیم کی طرف سے بدظن تھا اور سلطان جلال الدین کی مالی کمزوری ، پریشانی اور عاجزی سے متاثر ہوا اور اس کے باوجود اپنے میں شاہزادے (جلال الدین) سے مقابلے اور جنگ کی قوت نہ دیکھی ۔ کالنجر کے قلعے کو چھوڑ کر سلطان جلال الدین کی خدمت میں پہنچا اور عہد و پیمان کے بعد یہ طے ہوا کہ پہلے جونپور اور اس کے حدود پر قبضہ کرنا چاہیے ، اس کے بعد دوسری طرف کی فکر کی جائے ۔ اسی قرارداد کی بنا پر کوچ پر کوچ کرتا ہوا سعید خاں پسر مبارک خاں لودی حاکم اودھ کے مقابلے پر پہنچا ۔ وہ مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور لکھنؤ چلا گیا اور سلطان ابراہیم کو تمام حالات کی اطلاع دی ۔

سلطان ابراہیم نے ارادہ کیا کہ منتخب لشکر سے اس فتنے کو فرو کر دینا چاہیے ۔ اس موقعے پر کچھ دولت خواہوں کے مشورے سے اپنے کچھ بھائیوں کے متعلق جو قید میں تھے ۔ مثلاً شاہزادہ اسماعیل خاں ، حسین خاں ، محمود خاں اور شاہزادہ شیخ دولت کی بابت فرمایا کہ ان کو قلعہ ہانسی میں لے جا کر ان کی نگرانی کی جائے ۔ [۳۴۵] ہر ایک کی خدمت کے لیے دو دو عورتیں بھی مقرر کر دیں اور طعام ، لباس اور دوسری ضروریات فراہم کر دیں ۔ جمعرات کے روز چوبیسویں ماہ ذی الحجہ ۹۲۳ھ (۶ فروری ۱۵۱۸ء) کو سلطانی لشکر پورب کی طرف روانہ

۱۔ در تاریخ خان جہانی ، (ص ۲۳۶) گوالیار ۔

ہوا اور کوچ ہر کوچ کرتا ہوا بھوں گاؤں پہنچا ۔ وہاں سے اس نے قنوج کا قصد کیا ۔ راستے میں خبر ملی کہ اعظم ہمایوں شاہزادہ جلال خان سے منحرف ہو گیا ہے اور اپنے لائق فرزند فتح خان کے ساتھ حضور میں حاضر ہونے کا قصد رکھتا ہے ۔ اس خوش خبری سے سلطان کے دل کو انتہائی قوت حاصل ہوئی اور جب اعظم ہمایوں نزدیک آیا ، تو سلطان ابراہیم نے چند امراء کو اس کے استقبال کے لیے بھیجا اور ان کو شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا ۔

اسی وقت خبر ملی کہ جرتولی[1] کے زمیندار مانچند[2] نے جو کول کے مضافات میں ہے اور ''محفوظ جنگلی ٹھکانا'' ہے[3] ، سکندر سور کے بیٹے عمر سے جنگ کر کے اس کو شہید کر دیا اور سنبھل کا حاکم ملک قاسم اس کے سر پر جا پہنچا اور اس مفسد کو قتل کر دیا اور اس ناگہانی فتنے کو دبا دیا ، مگر قنوج میں جہاں سلطان کا لشکر قیام کیے ہوئے تھا ، سلطان کے حضور نہیں پہنچا ۔ جونپور کے اکثر امراء اور جاگیر دار ، مثلاً سعید خان اور شیخ زادہ محمد فرملی وغیرہ سب خدمت میں حاضر ہوئے اور دولت خواہوں میں شریک ہو گئے ۔ اس وقت اعظم ہمایوں سروانی ، اعظم ہمایوں لودی اور نصیر خان لوحانی وغیرہ کو ایک بڑے لشکر اور ہاتھیوں کے ساتھ شہزادہ جلال خان کے مقابلے کے لیے مقرر کیا ۔ اس وقت شہزادہ جلال خان کالپی میں تھا ۔ قبل اس کے کہ یہ امراء وہاں پہنچیں ۔ اس نے اعمت خاتون ، قطب خان لودی ، عماد الملک اور ملک بدر الدین اور اپنے متعلقین کو ایک فوج کے ساتھ کالپی کے قلعے میں چھوڑا اور خود تیس ہزار سوار اور چند ہاتھیوں کو لے کر دارالسلطنت آگرہ کی طرف متوجہ ہوا ۔ سلطان ابراہیم کے لشکر نے کالپی کا محاصرہ کر لیا ۔ چند روز تک توپوں اور تلواروں کی جنگ ہوتی رہی ۔ آخر کار

۱- در فرشتہ ، (ص ۱ : ۱۸۹) جرتولی ۔ (ق)

۲- در فرشتہ ، (ص ۱ : ۱۸۹) ہے چند و در تاریخ خان جہانی ، (ص ۲۴۸) زمینداران جرتولی (جرولی) ۔ (ق)

۳- یہ مواس کا ترجمہ ہے مواس کو انگریزی مترجم نے دو آب کا ضلع لکھ دیا ہے ۔ (ق)

اہل قلعہ [۴۳۶] مجبور ہو گئے اور اس جماعت نے کالپی کا قلعہ فتح کر لیا - شہر غارت کر دیا بہت سامال غنیمت لشکریوں کے ہاتھ آیا -

سلطان نے آگرہ کی حفاظت کے لیے ملک آدم[1] کو ایک آراستہ لشکر کے ساتھ نہایت عجلت سے بھیجا - شاہزادہ جلال خاں آگرہ کے نواح میں پہنچ گیا اور کالپی کے انتقام کا ارادہ کیا کہ آگرہ کو تباہ کر دے - اسی دوران میں ملک آدم خود آگرہ پہنچ گیا - جلال خاں سے ملائم اور میٹھی بات کرکے جو اس کے مزاج کے مطابق تھی ، اس کو نرم کر لیا اور اس نے آگرہ کی بربادی کا خیال چھوڑ دیا - اس کے پیچھے پیچھے ملک اسماعیل پسر علاء الدین جلوانی ، کبیر خاں لودی ، بہادر خاں لوحانی[2] اور کچھ دوسرے امراء ایک بڑے لشکر کے ساتھ پہنچ گئے - ملک آدم کو پوری قوت حاصل ہو گئی - اس کے بعد جلال خاں کے پاس پیغام بھیجا کہ اپنی بے جا خواہشات سے باز آ جاؤ - یہ چتر ، آفتاب گیر ، نوبت ، نقارہ اور دوسری شاہی علامتوں اور عمارتوں کو ترک کر دو اور امراء کی طرح رہو - تا کہ تمہاری غلطی کی معافی کے لیے سلطان سے درخواست کریں - کالپی کی سرکار حسب دستور تمہاری جاگیر میں رہے گی - جلال خاں ان شرائط پر رضا مند ہو گیا اور بادشاہی علامتوں کو ترک کر دیا -

بیت

تکیہ بر جائے بزرگاں نتواں زدبگزاف
مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی

ملک آدم ، اس کا چتر ، آفتاب گیر اور نقارہ لے کر سلطان کی خدمت میں آیا سلطان قنوج سے واپس آ کر اٹاوہ پہنچ گیا تھا - تمام سامان پیش کرکے حالات بیان کیے - سلطان نے اس صلح کو پسند نہیں کیا اور

۱- آخر خطی نسخوں ، فرشتہ اور بدایونی میں ملک آدم کاکر لکھا ہے - (د)

۲- تمام کتابوں میں بہادر خاں نوحانی ہے انگریزی ترجمہ میں بہار خاں چھپ گیا ہے - (ق)

جلال خاں کے دفع کرنے کا ارادہ کر لیا ۔ شاہزادہ جلال خاں اس خبر کو سن کر گوالیار کے راجا کے پاس جا کر پناہ گزیں ہوا ۔ سلطان نے آگرہ میں قیام کیا اور سلطنت کے کام جو سلطان سکندر کی وفات کے بعد خراب ہو گئے تھے ، ان کو درست کیا ، مخالف امراء نے توبہ کی اور مطیع ہو گئے ۔ [۳۴۷] اس کے بعد ہیبت خاں گرگ انداز ، کریم داد توغ اور دولت خاں اندر کو دہلی کی حراست اور حفاظت کے لیے روانہ کیا اور شیخ زادہ منجھو کو قلعہ چندیری کے انتظام و نگرانی اور سلطان ناصر الدین مالوی کے لواسے شاہزادہ محمد خاں کی پیشوائی کے لیے مقرر کیا ۔

کچھ عرصہ گزرنے کے بعد سلطان میاں بھووہ (بہوہ) سے جو سکندر کا وزیر رہ چکا تھا اور بڑے امراء میں سے تھا ، ناراض ہو گیا ۔ میاں بھووہ (بہوہ) نے سابقہ خدمات کے بھروسے پر سلطان کی رضائے خاطر سے غفلت اختیار کرنی شروع کر دی ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کو قید کرکے ملک آدم کے سپرد کر دیا ، مگر اس کے لڑکے کے ساتھ سلوک کیا اور اعزاز بخشا اور باپ کی جگہ مقرر کر دیا ۔ میاں بھووہ (بہوہ) اس قید میں انتقال کر گئے ۔

اس وقت سلطان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ سلطان سکندر ہمیشہ گوالیار اور اس نواح کے قلعوں اور شہروں کو فتح کرنے کی کوشش کرتا رہا اور اکثر لشکر کشی کی ، مگر مراد بر نہ آئی ۔ اگر اقبال و دولت میرا ساتھ دے اور تقدیر یاوری کرے ، تو شاہانہ ارادے کے ساتھ گوالیار اور اس سے متعلق تمام ولایت کا قصد کروں ۔ اسی بنا پر اعظم ہمایوں سروانی حاکم ولایت کڑہ کو تیس ہزار سوار اور تین سو ہاتھی دے کر گوالیار کی فتح کے لیے روانہ کیا ۔ جب اعظم ہمایوں گوالیار کے نواح میں پہنچا ، تو شاہزادہ جلال خاں وہاں سے نکل کر مالوہ کی طرف سلطان محمود کے پاس چلا گیا ۔ اس وقت بھیکن خاں پسر عالم خاں لودی ، جلال خاں لودی ، سلیمان فرملی ، بہادر خاں لوحانی ، بہادر خاں سروانی ، اسماعیل پسر ملک فیروز اعوان ، خضر خاں لوحانی ، خضر خاں برادر مسکین خاں لودی اور خان جہاں کو ایک بڑا لشکر اور کچھ ہاتھی دے کر اعظم ہمایوں کی مدد ، گوالیار کے محاصرے اور اس علاقے کی تسخیر کے لیے روانہ کیا ۔

اتفاق سے گوالیار کا حاکم راجا مان ، جو شجاعت و سخاوت میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز [۳۴۸] تھا اور برسوں تک دہلی کے بادشاہوں کا مقابلہ کرتا رہا تھا ، فوت[1] ہو گیا اور اس کا لائق بیٹا رائے بکرماجیت باپ کا قائم مقام ہو کر قلعے کی حفاظت کے لیے کوشاں تھا ۔ سلطان ابراہیم کے امراء ، سلطان کے حسب الحکم شاہی دوات خانہ (دیوان خانہ) قائم کر کے وہاں جمع ہوتے اور اس مہم کے سر کرنے کی کوشش کرتے اور قلعے کے محاصرے میں پوری سعی کرتے ۔

اتفاق کی بات کہ راجا مان نے ایک عظیم الشان عمارت کے قلعے کے نیچے بنوا دی جو اس مستحکم قلعے کا احاطہ کیے ہوئے تھی اور اس قلعے کو مستحکم تر بنا دیا تھا اور بادل گرد[2] اس کا نام رکھا ۔ کچھ عرصے کے بعد سلطان کے لشکر نے غار کھود کر اس میں بارود بھر دی اور آگ لگا دی ، جس سے قلعے کی دیوار گر گئی اور شاہی لشکر قلعے میں داخل ہو گیا ۔ قلعہ فتح ہو گیا ۔ وہاں کانسے کی ایک گائے ملی جس کی ہندو برسوں سے پرستش کیا کرتے تھے ۔ سلطان کے حکم کے مطابق کانسے کی اس گائے کو دہلی لے گئے اور بغداد دروازہ ، نصب کر دی گئی ۔ اکبر بادشاہ کے زمانے تک وہ گائے دہلی دروازہ پر رہی ۔ اس تاریخ (طبقاتِ اکبری) کے مؤلف (خواجہ نظام الدین) نے اس کو دیکھا ہے[3] ۔

القصہ اس زمانے میں سلطان ابراہیم کو سکندر کے وقت کے قدیم

۱- بدایونی (اردو ، ص ۱۳۱) میں ہے کہ اس کے لڑکے بکرماجیت نے اس کو قتل کر دیا تھا ۔ تاریخ خان جہانی (ص ۲۴۴) میں ہے کہ حقیقت میں وہ مشرف بالسلام ہو چکا تھا ۔ (ق)

۲- بدایونی (اردو ، ص ۱۳۱) اور فرشتہ (۱ : ۱۹۰) اور دوسری کتابوں میں بادل گڑھ نام ہے ۔ (ق)

۳- بدایونی (اردو ، ص ۱۳۱) میں ہے کہ منتخب التواریخ کی تالیف سے دس سال پہلے اس کو فتح پور میں اٹھا لائے تھے ۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے بھی اس کو دیکھا تھا ناموس اور گھنٹا اس پر بجایا جاتا تھا ۔ تاریخ خان جہانی (ص ۲۴۵) میں ہے کہ اس مورت کو پگھلا کر اکبر کے حکم ۹۹۹ھ میں توپ بنا لی گئی تھی ۔ (ق)

امراء سے بے اعتمادی ہو گئی اور اس نے اکثر بڑے سرداروں کو قید کر دیا ۔ اسی دوران میں شہزادہ جلال خاں جو گوالیار سے سلطان محمود مالوی کے پاس چلا گیا تھا اور اس نے اچھا برتاؤ نہیں کیا تھا ، سلطان محمود کے پاس سے فرار ہو کر ولایت گڑھ کٹنکہ گیا اور وہاں گونڈوں[1] کی جماعت نے اس کو گرفتار کر لیا اور قید کر کے سلطان ابراہیم کے پاس بھیج دیا ۔ سلطان نے اس کو قلعہ ہانسی روانہ کر دیا ، وہ راستے میں شہید کر دیا گیا ۔

بیت

شربت سلطنت و جاہ چناں شیریں ست
کہ شہاں از پئے آں خون برادر ریزند
خون آزردہ دلاں را از پئے ملک مریز
کہ ترا نیز ہمیں جرعہ بساغر ریزند

[۹۳۹] کچھ عرصے کے بعد سلطان کے حسب الحکم اعظم ہمایوں سروانی اور اس کے لڑکے فتح خاں کو جو گوالیار کا محاصرہ کیے ہوئے تھا اور قلعہ کی فتح عنقریب ہونے والی تھی دارالسلطنت آگرہ میں طلب کر لیا گیا ۔ سلطان نے ان کو قید کر دیا ۔ اس وجہ سے اعظم ہمایوں کے لڑکے اسلام خاں نے کڑہ میں بغاوت شروع کر دی اور اپنے باپ کے مال و دولت اور لشکر پر قابض ہو گیا اور احمد خاں کو جو اس کی جگہ شقداری پر مقرر ہوا تھا ، قابض نہ ہونے دیا اور لشکر جمع کرنا شروع کیا ۔ احمد خاں نے اس سے جنگ کی اور شکست کھائی ۔ سلطان ابراہیم نے اس خبر کو سن کر اس کا تدارک کرنا چاہا ۔ وہ چاہتا تھا کہ لشکر بھیجے کہ اچانک اعظم ہمایوں اور سعید خاں لودی جو بڑے امراء میں سے تھے ، لشکر سے فرار ہو کر ولایت لکھنؤ چلے گئے کہ جو ان کی جاگیر تھی اور اسلام خاں سے خط و کتابت کی اور فتنہ و فساد کا ارادہ ظاہر کیا ۔ سلطان ابراہیم نے احمد خاں کے بھائی ، اعظم ہمایوں لودی کے بھائی ، حسین فرملی کے لڑکوں ، مجلس عالی شیخ زادہ محمود فرملی ، علی خاں ، خانخاناں فرملی ، مجلس عالی بھکاری فرملی ، احمد خاں کے لڑکے

۱- وسطی ہند کے قدیم باشندے ۔

دلاور خان ، سارنگ خان ، غازی خان تلونی کے لڑکے قطب خان ، بھیکن خان لوحانی اور آدم کاکر کے لڑکے سکندر وغیرہ کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ اس جماعت کے مقابلے کے لیے روانہ کیا ۔ جب قنوج کے قریب ، قصبہ بالگرمئو[1] کے نواح میں پہنچے ، تو اقبال خان خاصہ خیل ہمایوں لودی پانچ ہزار سوار اور کچھ ہاتھیوں کو لے کر اچانک کمین گاہ سے نکلا اور ان کے لشکر پر حملہ کر دیا اور بہت سے آدمیوں کو زخمی اور قتل کر دیا اور ان کے لشکر کو منتشر کر کے نکل گیا ۔

جب یہ خبر سلطان تک پہنچی ، تو اس نے امراء کو بہت سے اعتراضات تحریر کیے اور لکھا کہ اگر اس ولایت کو سرکشوں اور باغیوں کے قبضے سے نہ نکال لیا ، تو تم سب مردود اور مغضوب ہو گے ، لیکن بطور احتیاط امراء و خوانین کی دوسری جماعت [۳۵۰] بے شمار لشکر کے ساتھ ان کی مدد کے لیے روانہ کر دی ۔ باغیوں کی طرف بھی چالیس ہزار مسلح سوار اور پانسو ہاتھی جمع ہوگئے تھے ۔ جب دونوں طرف کے لشکر ایک دوسرے کے نزدیک ہوئے اور قریب تھا کہ جنگ شروع ہو جائے کہ شیخ راجو بخاری جو اس زمانے کے بزرگ شیخ تھے ، درمیان میں آ گئے اور طرفین کو جنگ سے منع کیا ۔ باغیوں کو نصیحتیں اور ہدایتیں کیں ۔ اس جماعت نے عذر کے بعد عرض کیا کہ اگر سلطان اعظم ہمایوں شروانی کو رہا کر دے تو سلطان کی مملکت اور اس کی مخالفت سے ہم سب باز رہیں گے ، اور کسی اور بادشاہ کی مملکت میں چلے جائیں گے ۔ جب یہ خبر سلطان کو ملی ، تو اس کو یہ بات پسند نہ آئی اور دریا خان لوحانی حاکم بہار ، نصیر خان لوحانی اور شیخ زادہ محمد فرملی کو حکم بھیجا کہ وہ بھی اس طرف سے باغیوں کے سروں پر آ جائیں اور اس فتنے کو فرو کریں ۔

جب لشکر اس طرف سے آیا ، تو مغرور باغیوں نے طالع سلطانی کی قوت اور بادشاہی لشکر کے غلبے کی پروا نہ کی اور جنگ شروع کر دی ۔ دونوں طرف سے فوجیں آراستہ ہوئیں ، دونوں طرف کے لشکر اور فوجیں

۱- بانگرمئو تحصیل صفی پور ضلع اناؤ (یو ۔ پی ۔ انڈیا) ۔ (ق)

بھڑ گئیں اور ایسی خونریزی ہوئی کہ چشم روزگار اس کے دیکھنے سے خیرہ و تیرہ ہو گئی ۔ چونکہ بغاوت و نمک حرامی کبھی سرسبز نہیں ہوا کرتی اور برکتیں اس سے دور رہتی ہیں ، لہذا اسلام خاں باغی مارا گیا اور سعید خاں لودی ، دریا خاں نوحانی کے لشکریوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور وہ فتنہ فرو ہو گیا ۔ ان کا تمام مال و ملک سلطان ابراہیم کے قبضے میں آ گیا ۔

بیت

مکن چوں ہر تو کافر لعمتی بامنعم و مکرم
کہ یابد نعمت از بحر و زند بر سینہ پیکانش
چو دریا ناتوانی حق گزاری رسم و عادت کن
کہ بدہد ابر را بحرے بے یک قطرہ بارانش

[۳۵۱] سلطان نے اس کامیابی کی خبر سنی ۔ امراء کے لکھنے سے اس کا دل صاف نہیں ہوا تھا ۔ امراء سے اس کے مزاج کی برگشتگی اور سلطان سے امراء کی ظاہری و باطنی مخالفت حد سے بڑھ گئی تھی ۔ بہت سے امراء اور ملوک ، مثلاً میاں بھوہ اور اعظم ہمایوں شروانی جو امیرالامراء تھا ، شاہی قید میں مر گئے[1] اور دریا خاں لوحانی حاکم بہار ، خاں جہاں لودی اور میاں حسین فرملی وغیرہ خوف کی وجہ سے جو ان پر غالب آ چکا تھا ، اس کے مخالف ہو گئے ۔ اتفاق سے اسی دوران میں میاں حسین فرملی چندیری کے علاقے میں سلطان کے اشارے سے وہاں کے بدمعاش شیخوں کے ہاتھوں مارا گیا ۔ اس سبب سے امراء کی نفرت سلطان سے زیادہ ہو گئی[2] ۔

کچھ عرصے کے بعد دریا خاں لوحانی نے وفات پائی اور اس کا لڑکا بہادر خاں سلطان کے خلاف ہو گیا ۔ اس سے لوگ مل گئے ۔ حدود بہار

۱- اعظم ہمایوں کی ہلاکت کی تفصیل کے لیے دیکھیے تاریخ داؤدی ، ص ۹۸ - ۱۰۰ ۔

۲- میاں حسین فرملی کے قتل کے سلسلے میں تفصیل کے لیے دیکھیے تاریخ داؤدی ، ص ۹۲ - ۹۷ ۔

میں تقریباً ایک لاکھ سواروں نے جمع ہو کر سنبل تک قبضہ کر لیا۔ اس نے اپنا خطاب محمد خاں مقرر کیا اور اپنے نام کا خطبہ و سکہ چلا دیا۔ اسی زمانے میں نصیر خاں نوحانی حاکم غازی پور سلطان کے لشکر سے شکست کھا کر اس کے پاس چلا گیا اور چند مہینے تک ولایت بہار اور اس کے مضافات میں بہادر خاں کا خطبہ پڑھا گیا۔ اس زمانے میں سلطانی لشکر سے جنگ بھی ہوئی اور مقابلے بھی ہوئے۔

اتفاق سے دولت لودی کا لڑکا لاہور سے سلطان کی خدمت میں آیا اور سلطان سے خوف زدہ ہو کر اپنے باپ کے پاس بھاگ گیا۔ جب دولت خاں نے کسی طرح سلطان کے قہر و غضب سے اپنا چھٹکارا نہ دیکھا، تو کابل جا کر حضرت فردوس مکانی بابر بادشاہ کے پاس پناہ لی اور بابر بادشاہ سے ہندوستان پر حملہ کرایا۔ راستے میں دولت خاں کا انتقال ہو گیا اور بہار میں سلطان محمد نے وفات پائی۔ باوجودیکہ ہندوستان کی فتح کے اسباب اور تدبیریں پورے طور سے ختم ہو چکی تھیں، لیکن حضرت بادشاہ (بابر) نے تائید غیبی پر توکل کر کے پانی پت کے میدان میں سلطان ابراہیم کا مقابلہ کیا۔ سلطان ابراہیم کے لشکر کو شکست ہوئی۔ سلطان (ابراہیم) امراء کی ایک جماعت کے ساتھ میدانِ جنگ میں مارا گیا[1] اور ہندوستان کی سلطنت لودی افغانوں کے خاندان سے دودمانِ سعادت نشان (مغلیہ خاندان) کی طرف منتقل ہو گئی۔ اس (ابراہیم لودی) کی سلطنت سات سال اور چند ماہ رہی۔

• • •

۱- ۸ رجب ۹۳۲ھ کو یہ واقعہ ہوا۔

شجره غزنویان

ناصر الدی

حسن حسین حره

(خراسا (زوجه علی بن مامون خوارزم)

سلطان مسعود (اول) زینب

(۴۲۱-۴۳۲ھ) (زوجه محمود بغرا خان)

سعید (خوا علی مردان شاه مودود

(۴۲۳ھ) (۴۴۱ھ) (۴۳۲-۴۴۱ھ)

مسعود (دوم) ۴۴۱ھ دختر

ع ملک سلطان ملک زاد ملک طاہر علی جمشید ملک

حسن امیر لوک خورشید توران شاه

دختر (دولت شاه فرخ شاه

سعید الدوله

مسعود شاه جهان شاه

ن (۳۶۶ھ - ۳۸۷ھ)

اسماعیل سلطان محمود یوسف

ان ۳۸۹ھ) (۳۸۷ھ) (۳۸۷ھ - ۴۲۱ھ)

یعقوب

ل عبد الرشید دختر محمد

(۴۴۱ھ - ۴۴۴ھ) (زوجه منوچهر زیاری) (۴۲۱ھ - ۴۳۲ھ)

ثامی عبد الرحیم عبد الرحمن احمد

خ زاد ایزدیار مجدود ابراهیم

(۴۴۴ھ - ۴۵۱ھ) (لاهور و ملتان) (۴۵۱ھ - ۴۹۲ھ)

مسعود (سوم)

(۴۹۲ھ - ۵۰۸ھ)

ملک چهر شیرزاد ارسلان شاه بهاء الدین محمد بهرام شاه

(۵۰۸ھ) (۵۰۹ھ - ۵۱۲ھ)

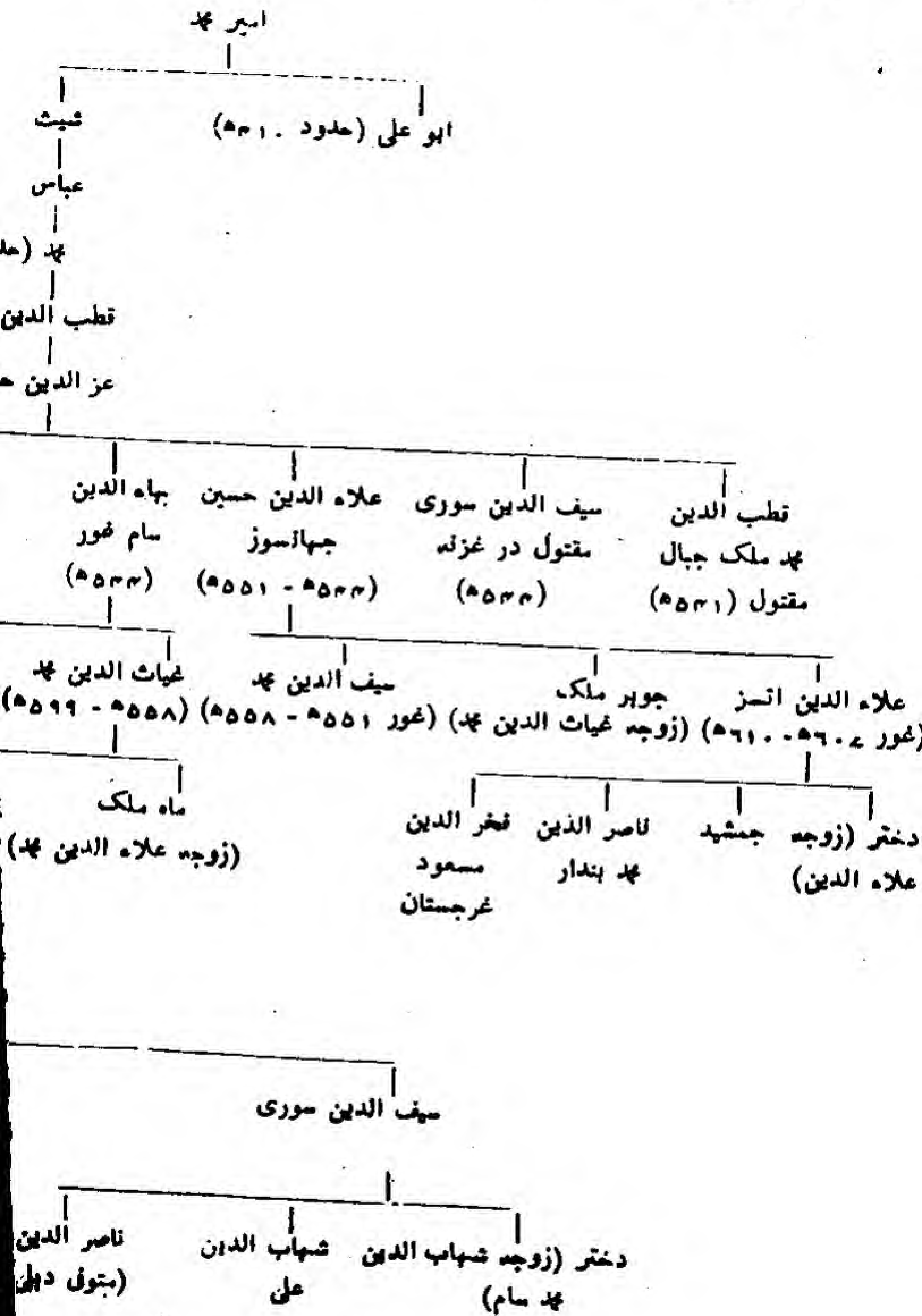
خطیر الدین محمد

محمودبن حسین غوری خسرو شاه (۵۴۷ھ - ۵۵۵ھ)

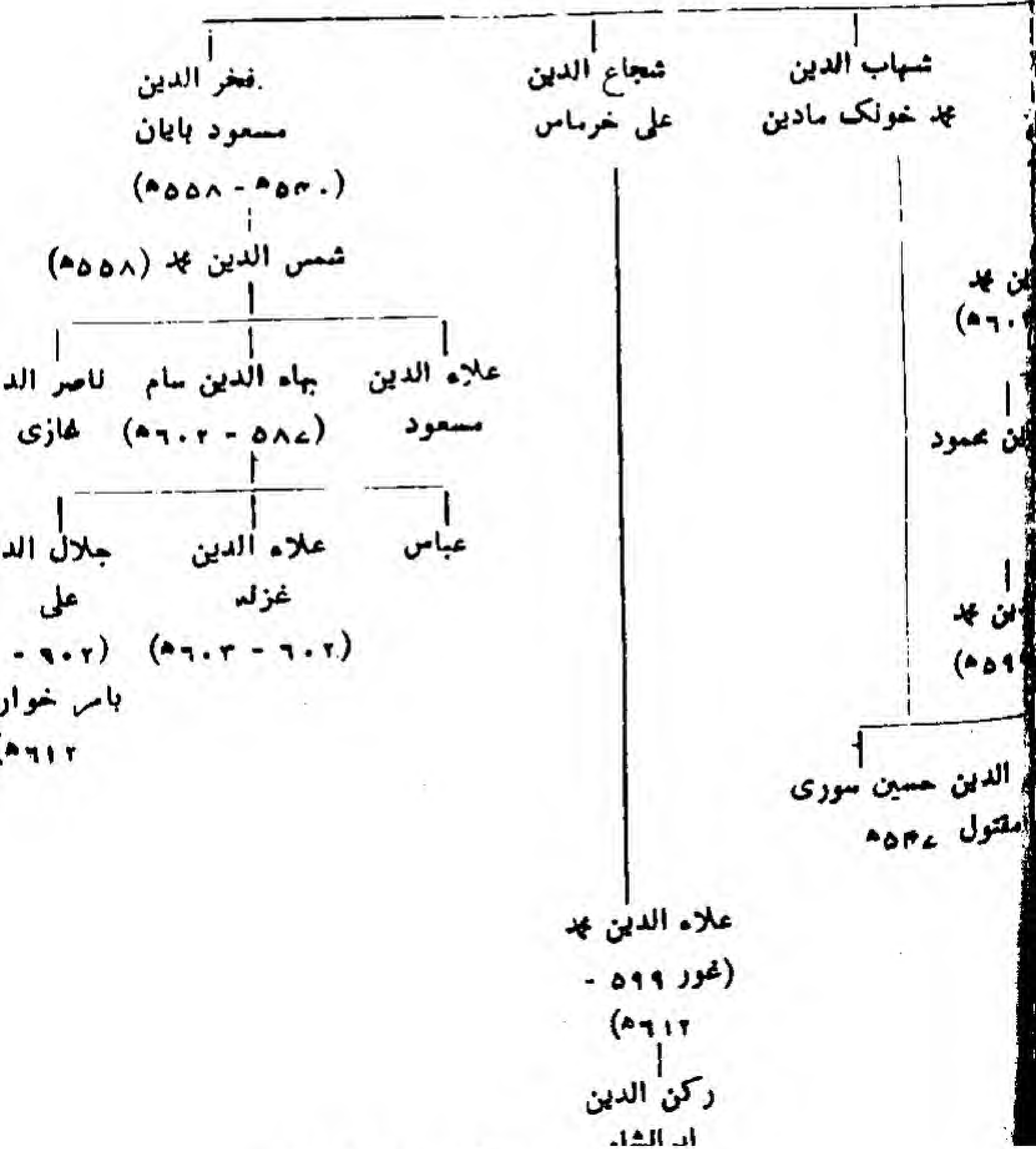
کیخسرو خسرو ملک (۵۵۵ھ - ۵۷۹ھ) محمود

خسرو ...

شجره غوریان



امیر محمد
شیث
ابو علی (حدود ۴۰۱هـ)
عباس
محمد (حـ
قطب الدین
عز الدین حـ
بهاء الدین سام غور (۵۴۴هـ)
علاء الدین حسین جهانسوز (۵۴۴هـ - ۵۵۱هـ)
سیف الدین سوری مقتول در غزنه (۵۴۴هـ)
قطب الدین محمد ملک جبال مقتول (۵۴۱هـ)
غیاث الدین محمد (۵۵۸هـ - ۵۹۹هـ)
سیف الدین محمد (غور ۵۵۱هـ - ۵۵۸هـ)
جوہر ملک (زوجه غیاث الدین محمد)
علاء الدین اتسز (غور ۶۰۲هـ - ۶۱۰هـ)
ماه ملک (زوجه علاء الدین محمد)
فخر الدین مسعود غرجستان
ناصر الدین محمد بندار
جمشید
دختر (زوجه علاء الدین)
سیف الدین سوری
ناصر الدین (مقتول دهلی
شهاب الدین علی
دختر (زوجه شهاب الدین محمد سام)



فخر الدین
مسعود بایان
(۵۴۰ھ - ۵۵۸ھ)
شمس الدین محمد (۵۵۸ھ)
علاء الدین
مسعود
بہاء الدین سام
(۵۸۶ - ۶۰۲ھ)
ناصر الد
غازی
عباس
علاء الدین
غزلہ
(۶۰۲ - ۶۰۳ھ)
جلال الد
علی
(۶۰۲ -
باس خوار
۶۱۲ھ
شجاع الدین
علی خرماس
علاء الدین محمد
(غور ۵۹۹ -
۶۱۲ھ)
رکن الدین
شهاب الدین
محمد خونک مادین
الدین حسین سوری
مقتول ۵۴۶ھ

ضمیمہ نمبر ۱

سلاطین دہلی کی مدت سلطنت (جدول)

غلام خاندان

نام سلاطین	تخت اشینی
۱- قطب الدین ایبک	۶۰۲ھ/۱۲۰۶ء
۲- آرام شاہ	۶۰۷ھ/۱۲۱۰ء
۳- شمس الدین التتمش	۶۰۷ھ/۱۲۱۰ء
۴- رکن الدین فیروز	۶۳۳ھ/۱۲۳۵ء
۵- سلطان رضیہ	۴۳۴ھ/۱۲۳۶ء
۶- معز الدین بہرام	۶۳۷ھ/۱۲۴۰ء
۷- علاء الدین مسعود	۶۳۹ھ/۱۲۴۲ء
۸- ناصر الدین محمود	۶۴۴ھ/۱۲۴۶ء
۹- غیاث الدین بلبن	۶۶۴ھ/۱۲۶۶ء
۱۰- معز الدین کیقباد	۶۸۶ھ/۱۲۸۷ء
۱۱- شمس الدین کیومرث	۹۸۹ھ/۱۲۹۰ء

خلجی خاندان

نام سلاطین	تخت اشینی
۱۲- جلال الدین فیروز	۶۸۹ھ/۱۲۹۰ء
۱۳- رکن الدین ابراہیم	۶۹۵ھ/۱۲۹۶ء
۱۴- علاء الدین محمد	۶۹۵ھ/۱۲۹۶ء
۱۵- شہاب الدین عمر	۷۱۵ھ/۱۳۱۶ء
۱۶- قطب الدین مبارک شاہ	۷۱۶ھ/۱۳۱۶ء
۱۷- ناصر الدین خسرو	۷۲۰ھ/۱۳۲۰ء

تغلق خاندان

نام سلاطین	تخت نشینی
۱۸- غیاث الدین تغلق (اول)	۷۲۰ھ/۱۳۲۰ء
۱۹- محمد تغلق	۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء
۲۰- فیروز شاہ	۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء
۲۱- غیاث الدین تغلق شاہ (دوم)	۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء
۲۲- ابوبکر	۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء
۲۳- محمد شاہ	۷۹۲ھ/۱۳۹۰ء
۲۴- سکندر	۷۹۵ھ/۱۳۹۳ء
۲۵- محمود شاہ[1]	۷۹۵ھ/۱۳۹۳ء
۲۶- دولت خان لودی	۸۱۵ھ/۱۴۱۲ء

خضر خانی خاندان

۲۷- خضر خان	۸۱۷ھ/۱۴۱۴ء
۲۸- مبارک شاہ	۸۲۴ھ/۱۴۲۱ء
۲۹- محمد شاہ	۸۳۷ھ/۱۸۳۴ء
۳۰- علاء الدین عالم شاہ	۸۴۷ھ/۱۴۴۳ء[2]

لودی خاندان

۳۱- بہلول لودی	۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء
۳۲- سکندر لودی	۸۹۴ھ/۱۴۸۹ء
۳۳- ابراہیم لودی	۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء تا ۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء

۱- محمود شاہ کی کمزوری کے نتیجے میں نصرت شاہ نے بھی خود مختاری حاصل کر لی تھی (۷۹۷ھ/۱۳۹۵ء تا ۸۰۲ھ/۱۳۹۹ء)۔

۲- فرشتہ (۱۷۱/۱)، ۸۴۹ھ/۱۴۴۵ء، لکھتا ہے۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (ص ۲۶۴) نے فرشتہ سے اتفاق رائے کیا ہے۔ سلطان علاء الدین ۸۵۲ھ/۱۴۴۸ء میں بداپوں چلا گیا اور وہاں کی حکومت پر قناعت کر لی۔ سلطان علاء الدین ۸۸۳ھ/۱۴۱۸ء میں فوت ہوا۔ (ق)

سلاطین شرقیہ (جونپور)

۱۔ سلطان الشرق ملک سرور	۱۳۹۹ء تا ۱۳۹۴ء
۲۔ سلطان مبارک شاہ شرق	۱۳۹۹ء تا ۱۴۰۱ء
۳۔ سلطان ابراہیم شاہ شرق	۱۴۰۱ء تا ۱۴۴۰ء
۴۔ سلطان محمود شاہ شرق	۱۴۴۰ء تا ۱۴۵۷ء
۵۔ سلطان محمد شاہ شرق	۱۴۵۷ء تا ۴۵۸ء
۶۔ سلطان حسین شاہ شرق	۱۴۵۸ء تا ۱۴۸۳ء[1]

• • •

۱۔ ۱۴۸۳ء سے ۱۴۹۵ء تک سلطان حسین شرقی بہار میں قسمت آزمائی کرتا رہا اور پھر بنگال میں جا کر ۱۵۰۵ء میں فوت ہو گیا ۔ (ق)

قطعہ تاریخ طباعت طبقات اکبری

از مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی صاحب

(۱)

شکر للہ چاپ شد چوں ایں کتاب
منتشر شد در جہاں رشحات فیض
اکبری طبقات نامش خوب ہست
مخزنِ علم و ادب ، اثرات فیض
از تصانیفِ جناب خواجہؒ
آں نظام الدین ، ارشاداتِ فیض
ترجمہ اُردو بکردہ مرد حق
قادری ایوب ، آں برکاتِ فیض
چوں شرافت سالِ طبع آں بجست
شدندا از آسماں ، "طبقاتِ فیض"

۱۳۰۲ھ

از رئیس القلم جناب رئیس امروہوی صاحب

(۲)

ایوب قادری آں ، تاریخ دانِ ملت
در علم و فضل و دانش صد فخر و ناز دوراں
طبقاتِ اکبری را در اردوئے معلیٰ
مقبول ترجمہ کرد آں فاضل سخن داں
در فکر سال بودم با من بگفت ہاتف
تاریخِ سال جوئی "طبقاتِ اکبری خواں"

۱۳۰۲ھ

• • •

اشاریہ

اشخاص

آ

الف

ز

س

ش

ق

ک

م

و

• • •

مقامات

آ

الف

ب

پ

چ

ح

ک

گ

ل

ن

و

ی

مرتبہ: اشفاق انور

• • •